وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

پوری دنیا میں انٹرنیٹ پر سنے جانے والے دروسِ قرآن کا مجموعہ

آسان درسِ قرآن

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

پسند فرمودہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

نائب رئیس جامعہ دار العلوم کراچی

از افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

پوری دنیا میں انٹرنیٹ پر سنے جانے والے دروسِ قرآن کا مجموعہ

آسان درسِ قرآن

از افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نام کتاب .... آسان درسِ قرآن

افادات .... حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ

اشاعتِ اوّل .... مارچ 2012ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34594144 Cell: 0334-3432345

ای میل .... M farooq.12317@yaho.com

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

امام و خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد نمبر ۲ کراچی ......فون 03212343648

فہرست مضامین

آسان درسِ قرآن

ختم شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

(از حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہم)

قرآن کریم ایک بے مثال کتاب ہے۔ فصاحت وبلاغت، فضیلت وعظمت تاثیر اور جامعیت ہر اعتبار سے بے مثال کتاب!

مشرق ومغرب کی تاریخ کو کھنگال لیجئے، کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس نے بے مثال ہونے کا نہ صرف دعویٰ کیا ہو بلکہ سارے انسانوں کو چیلنج بھی دیا ہو کہ اگر تمہیں اس کی صداقت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک ہے تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ، یہ چیلنج سن کر سارے شعراء، خطباء، ادباء، جن اور انسان، عربی وعجمی، ہندی اور چینی آج تک دم سادھے ہوئے ہیں اور کسی کے اندر ہمت نہیں کہ وہ اسے قبول کرنے کی جرأت کر سکے۔

یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی کتاب نہیں ملتی جس نے انسانوں کے عقائد، اخلاق، معاملات، سیرت وکردار اور شب وروز میں وہ انقلاب برپا کیا ہو جو انقلاب قرآن نے برپا کیا ہے۔

قرآن کریم ہمارے آقا ﷺ کا دائمی معجزہ بھی ہے اور دعوت کا مؤثر ہتھیار بھی، جب آپ ﷺ مشرکین اور کفار کو دعوت دیتے تو بسا اوقات لمبی چوڑی تقریر کے بجائے چند آیات تلاوت فرما دیتے اور سننے والے کے دل ودماغ میں ہلچل سی پیدا ہو جاتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا نہ صرف وہ خود کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے تھے بلکہ مخالفین کو دعوت دینے کے لئے بھی ان کے پاس سب سے مؤثر چیز قرآن ہی تھا۔

قرآن کریم کے الفاظ اور معانی، مضامین اور علوم ومعارف دوسروں تک پہنچانا اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ ہر دور کے علماء اور مشائخ اس حق کی ادائیگی میں اپنی صلاحیتیں لگاتے رہے ہیں، برصغیر میں خانوادۂ ولی اللہ کی خدمات اس سلسلے میں بے مثال ہیں۔

مبالغہ پسند لوگ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' جیسی ضرب المثل ماوشما کے لئے بھی استعمال کر دیتے ہیں مگر اس خانوادۂ ولی اللہ پر یہ ضرب المثل بلا مبالغہ صادق آتی ہے، اس خانوادۂ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ آپ کے دادا شاہ وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ عالم نہ تھے مگر وہ دوران تلاوت شہید ہوئے آپ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے نامور مفسر اور محدث تھے خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عزت دی کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ دورِ صحابہ کے بعد ایسی جامع شخصیت اسلامی تاریخ میں نہیں گذری، آپ نے قرآن کا مستند ترجمہ لکھا یہ ترجمہ بعد کے

مترجمین اور مفسرین کا ماخذ رہا۔ ''الفوز الکبیر'' جیسی عظیم کتاب بھی آپ ہی کے قلم سے نکلی ہے، آپ کے چاروں بیٹوں یعنی شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لئے قبول فرمایا، شاہ عبدالعزیز ؒ ساٹھ سال تک دہلی میں درسِ قرآن دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں درسِ قرآن کے جتنے حلقے بھی قائم ہوئے یا ہوں گے ان کا ثواب کسی نہ کسی درجہ میں خانوادۂ ولی اللہ کو پہنچتا رہے گا۔

پاکستان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا حسین علی صاحب، حضرت مولانا عبدالہادی صاحب، حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب رحمہم اللہ کے حلقہ درسِ قرآن کو خصوصی شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی۔

یہ ناچیز اپنے تمام اساتذہ اور مشائخ کا خوشہ چین ہے۔ ذاتی طور پر تو اس کے اندر کوئی صلاحیت نہیں، البتہ اپنے بزرگوں کے افادات کی مدد سے دروس تیار کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے اسے بھی ''مدرس قرآن'' ہونے کی شہرت حاصل ہوگئی ہے اور وہ ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' سے دعا کرتا رہتا ہے کہ روزِ محشر بھی اس کا تعارف قرآن کی نسبت سے ہو جائے تو کریم ورحیم رب کے خزانے میں کیا کمی واقع ہو جائے گی؟

آج سے دس گیارہ سال پہلے جامع مسجد مدنی (نارتھ ناظم آباد کراچی) میں جس ہفتہ واری درسِ قرآن کا آغاز ہوا، اس کو خاصی شہرت حاصل ہوئی، اب یہ درس جامع مسجد تواَبین (گلشن معمار کراچی) میں منتقل کر دیا گیا ہے، اور اب تک اس میں انیس (۱۹) پارے مکمل ہونے کو ہیں۔

مولانا اشفاق احمد صاحب جو کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل اور میرے مخلص محبین میں شامل ہیں، انہوں نے کئی سال پہلے ان دروس کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، اب تک وہ گیارہ پارے مسودہ کی شکل میں مرتب کر چکے ہیں مگر انہیں کوئی ڈھنگ کا ناشر نہ ملا، اگر کوئی ملا بھی تو اس نے خدمت قرآن سے زیادہ مادی منفعت کو پیش نظر رکھا جس کی وجہ سے بیل منڈھے نہ چڑھ سکی، کافی تگ ودو کے بعد ان کا تعارف مکتبہ عمر فاروقؓ کے مالک جناب محمد فیاض صاحب سے ہوا اور انہوں نے اپنی آخرت سنوارنے کی نیت سے ان دروس کو شایانِ شان انداز میں شائع کرنے کا عزم ظاہر کیا، وہ اس سے پہلے بیسیوں کتابیں خوبصورت اور معیاری انداز میں شائع کر کے اہل علم سے داد وصول کر چکے ہیں۔

مولانا اشفاق احمد صاحب نوآموز قلم کار ہیں اس لئے ممکن ہے جمع وترتیب میں ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہو، تحریر د تقریر کا انداز یوں بھی بے حد مختلف ہوتا ہے بالخصوص جبکہ مدرس اور مقرر میرے جیسا خالص دیہاتی ہو جو کوشش کے باوجود اپنے درس و بیان کی خامیوں پر قابو نہیں پا سکا، اس لئے قارئین سے دست بستہ درخواست ہے کہ کمزوری ان کی

نظر میں آئے، ناشر اور مرتب کو اس کی اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

الحمدللہ! یہ درس کسی بھی وقت اور کسی بھی ملک اور شہر میں انٹرنیٹ پر بھی سنے جاسکتے ہیں ''www.darsequran.com'' کے نام سے بنائی جانے والی ویب سائٹ پوری دنیا میں مشہور ومقبول ہے، جس سے بلا مبالغہ ہر ماہ لاکھوں مسلمان پوری دنیا میں مستفید ہوتے ہیں اگر آپ بھی اس ویب سائٹ کی طرف رجوع کریں توان شاء اللہ مایوس نہیں ہوں گے اور یہاں آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ خوش الحان قاریوں کی تلاوت مشہور نعت خوانوں کی حمد ونعت، عظیم مبلغین اور خطباء کے پردرد بیانات، مفتیان کرام کے فتاویٰ، نامور صحافیوں کے کالم اور مضامین، غرضیکہ مسلمانوں کی دلچسپی اور ضرورت کا سارا ہی سامان موجود ہے۔

قطعاً نامناسب ہوگا اگر میں یہ وضاحت نہ کروں کہ اس ویب سائٹ کے بنانے اسے عام کرنے اور اس میں نت نیا مواد ڈالنے میں بنیادی کردار برادرِ محترم شفیق اجمل صاحب کا ہے جو خود تو اس ویب سائٹ کی تزئین وآرائش اور توسیع وتعمیر میں لگے ہی رہتے ہیں، اپنے بیٹے، بیٹیوں اور بھانجوں بھتیجوں کو بھی انہوں نے اس مشن میں لگا رکھا ہے ان کی مساعی صرف درسِ قرآن ڈاٹ کام تک محدود نہیں بلکہ ''You Tub'' اور ''Face Book'' میں بھی ان کی کوششوں کے اثرات وثمرات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

ہر نئے درس کے آغاز میں جو عنوانات دکھائی دیتے ہیں یہ بھی حقیقت میں جناب شفیق اجمل صاحب کا کارنامہ ہے چونکہ وہ ہر درس کی کیسٹ اور سی ڈی تیار کیا کرتے ہیں اس لئے ان کا اصرار ہوتا ہے کہ اس کا کوئی عنوان بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ غالب مضمون کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی عنوان تجویز کرلیا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس درس میں ساری گفتگو اسی عنوان کے حوالے سے کی گئی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلۂ دروس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مرتب کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محتاج دعا

محمد اسلم شیخوپوری
خطیب جامع مسجد توابین
سیکٹر X6 گلشن معمار کراچی

تقریظ

محدث العصر، بقیۃ السلف، مخدوم العلماء صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہم و فیوضہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد!...... قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے اس کے علاوہ کہیں بھی کسی کتاب میں کلام الٰہی محفوظ نہیں، دوسری آسمانی کتابیں تحریف وتبدیل کی وجہ سے کلام الٰہی سے محروم ہوگئی ہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت خود اللہ پاک نے کی ہے دوسری کتابوں کی حفاظت ان امتوں کے ذمہ تھی جن کے لئے وہ کتابیں نازل ہوئی تھیں مگر وہ حفاظتِ کتب کی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوسکیں اور ناکام رہیں یہ دونوں باتیں مسلمات میں سے ہیں، کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا اور اگر کوئی اختلاف کی بات کرتا ہے تو وہ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل خواہ مخواہ وقت ضائع کرتا ہے اہل نظر کے یہاں اس کی بات کی نہ وقعت ہے نہ شنوائی۔

قرآن کریم واحد کتاب ہے جو اپنی افادیت، تاثیر، ہدایت، بلاغت، شوکت، برکت، وجوہ اعجاز اور حقائق کو واشگاف انداز میں بیان کرنے میں منفرد اور یکتا ہے اسی لئے قرآن کریم کی طرح تلاوت کی کثرت کسی کتاب کو نصیب نہیں، اس کی تلاوت معنی سمجھ کر ہو یا معنی کو سمجھے بغیر ہر صورت میں قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے، قرآن کے حافظ دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں نہیں بلکہ بے شمار ہیں۔

قرآن کی تفسیر وترجمے ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں اور ہر زبان میں ہوتے رہے ہیں ہند وپاک میں علماء ربانی اور فضلاء حقانی کی تفسیر وترجمے کی خدمات متداول اور معروف ہیں۔ فی زمانہ مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کا علمی مقام علماء معتبرین کے یہاں مسلم ہے، ان کا شغف، افہام، محنت، کاوش اور خطاب کا انداز قابل رشک ہے، مولانا موصوف کے ''درس قرآن'' کو ذوق وشوق سے سنا جاتا ہے، تمام طبقات کے حضرات اس میں شرکت کرتے ہیں، ماشاء اللہ (اللہ پاک نظر بد سے محفوظ رکھیں)

قرآن کریم کے فیوض وبرکات کو عام کرنے کی بہترین کوشش کی جارہی ہے اسی لئے مولانا اشفاق احمد نے حضرت علامہ شیخوپوری صاحب کے درسِ قرآن کو ''آسان درس قرآن'' کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے یہ بہت قیمتی اور مبارک ارادہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مستحسن کوشش کو حسن قبول سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت داعی قرآن اور مولانا اشفاق احمد کے لئے صدقہ جاریہ اور امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۱ء یوم الجمعہ

JAMIA FAROOQIA
P.O.Box 11010, KARACHI-25, P.C. 75230 PAKISTAN
www.farooqia.com email: info@farooqia.com
الجامعۃ الفاروقیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
وبعد!

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے اور اسکے علاوہ اب کسی کتاب میں کلام الٰہی محفوظ نہیں، دوسری آسمانی کتابیں تحریف و تبدیل کی وجہ سے کلام الٰہی سے محروم ہو گئیں
قرآن کریم کی حفاظت خود اللہ پاک نے کی ہے، دوسری کتابوں کی حفاظت ان امتوں کے ذمہ تھی جن کے پاس وہ کتابیں نازل ہوئی تھیں مگر وہ حفاظتِ کتب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں اور ناکام رہیں۔
یہ دونوں باتیں مسلمات میں سے ہیں کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اور اگر کوئی اختلاف کی بات کرتا ہے تو وہ بے دلیل بلکہ خلافِ دلیل خود بخواہ وقت ضائع کرتا ہے اہل نظر کے یہاں اسکی بات کی نہ قیمت ہے نہ شنوائی۔
قرآن کریم واحد کتاب ہے جو اپنی افادیت، ہدایت، تاثیر، بلاغت، شوکت، برکت اور حقائق و اسرار باوجود اعجاز و اختصار میں بیان کرنے میں منفرد درجہ رکھتا ہے اس لئے قرآن کریم کی طرح تلاوت کی کثرت کسی کتاب کو نصیب نہیں، اسکی تلاوت معنی سمجھ کر ہو یا معنی کو سمجھے بغیر ہر صورت میں قاری قابل ہوتا ہے اجر نیز اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے قرآن کے حافظ دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں بلکہ بے شمار ہیں۔
قرآن کی تفسیر و ترجمے ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں اور ہر زبان میں ہوتے رہے ہیں۔
ہندوپاک میں علماء ربانی اور متعدد حقانی کی تفسیر و ترجمے کی خدمات متداول اور معروف ہیں۔
فی زمانہ مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے
مولانا موصوف کا علمی مقام علماء و مشائخ کے یہاں مسلم ہے ان کا تصنیف (انداز)، محنت، کاوش اور خطابت کا انداز قابل رشک ہے، مولانا موصوف کے درس قرآن کو ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے تمام طبقات کے حضرات اس میں شرکت کرتے ہیں، ماشاء اللہ (اللہ پاک نظر بد سے محفوظ رکھیں) قرآن کریم کے فیوض و برکات کو عام کرنے کی بہترین کوشش کی جا رہی ہے۔
عزیزم مولانا اشفاق احمد نے حضرت علامہ شیخوپوری کے درس قرآن کو "آسان درس قرآن" کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے یہ بہت قیمتی اور مبارک ارادہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مستحسن کوشش کو حسن قبول سے سرفراز فرمائیں حضرت داعی قرآن اور مولانا اشفاق احمد کے لئے صدقہ جاریہ اور امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔
آمین ثم آمین

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی
۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۱ء
یوم الجمعہ

دعائیہ کلمات

عالمِ اسلام کی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیت، محدثِ کبیر، مجددِ دوراں، استاذ المحدثین
شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا **مفتی محمد تقی عثمانی** ادام اللہ ظلہم وفیوضہم علینا ابدًا

MUFTI MUHAMMAD TAQI USMANI
Vice President Jamia Darul-Uloom Karachi - Pakistan

المفتي محمد تقي العثماني
نائب رئيس جامعة دار العلوم كراتشي، باكستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز گرامی قدر جناب مولوی اشفاق احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب کے دروسِ قرآن کو منضبط کر رہے ہیں۔ آپ نے مسودہ بھی بھیجا ہے، اسے دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا، لیکن ماشاء اللہ مولانا شیخوپوری کے دروس کافی مقبول ہو رہے ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو نافع اور مقبول بنائیں۔ آمین۔

والسلام
بندہ
[signature]
۱-۳-۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز گرامی قدر جناب مولوی اشفاق احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب کے دروسِ قرآن کو منضبط کر رہے ہیں۔ آپ نے مسودہ بھی بھیجا ہے، اسے دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا، لیکن ماشاء اللہ مولانا شیخوپوری کے دروس کافی مقبول ہوئے ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو نافع اور مقبول بنائیں۔ آمین

والسلام
بندہ
محمد تقی
۱-۳-۱۴۳۳ھ

Jamia Darul-Uloom Karachi
Korangi Industrial Area,
Karachi - Pakistan, Post Code : 75180
Phone: (92) (21) 5043192, Fax : (92) (21) 5040234

جامعة دار العلوم كراتشي
كورنجي انڈسٹريل ايريا، الرمز البريدي ۷۵۱۸۰
كراتشي - باكستان
هاتف: ۵۰۴۳۱۹۲ (۲۱) (۹۲) فاكس: ۵۰۴۰۲۳۴ (۲۱) (۹۲)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم الشان معجز کتاب ہے کہ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے، مشرکین مکہ جو قرآن کریم کے بارے میں شک کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد عربی ﷺ نے اپنی طرف سے بنا کر پیش کر دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے انہیں ذیل کی آیت میں دعوت مقابلہ دی ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؀ (البقرۃ:۲۳)

تاہم مشرکین مکہ نے ہر چند کہ قدم قدم پر نبی کریم ﷺ کی مخالفتیں کیں، بے شمار جنگیں لڑیں، لیکن وہ اس آسان صورت کو اختیار نہ کر سکے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سہولت بھی دے رکھی تھی کہ اگر کوئی تن تنہا یہ کام نہ کر سکے تو اپنی پوری جماعت کے ساتھ مل کر یہ کام انجام دے دے، لیکن اس پر بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے، یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

امت محمدیہ کے عظیم المرتبت علماء متقدمین ومتاخرین نے جس شاندار طریقے سے قرآن کریم کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اس کی تاریخ بہت طویل ہے، اور آئندہ بھی جس جس اسلوب اور انداز سے قرآن کریم کی خدمات انجام دی جائیں گی اس کے بارے میں ابھی کچھ کہنا مشکل ہے، بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ (لا تنقضی عجائبہ) (ترمذی الحدیث ۲۹۰۶)

زیر نظر کتاب "آسان درسِ قرآن" بھی اسی سلسلہ کی ایک حسین کڑی ہے، جو کہ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہم کے ان دروس کا مجموعہ ہے جو انٹرنیٹ پر تقریباً پوری دنیا میں سنے جاتے ہیں اور اس سے لوگوں کو عظیم نفع اٹھانے کا موقع مل رہا ہے۔

مولانا شیخوپوری مدظلہم کے ان دروس کو کتابی شکل میں لانے کے لئے ہمارے جامعہ دار العلوم کراچی کے فاضل جناب مولانا اشفاق احمد صاحب نے انتھک کوششیں کی ہیں، پہلے ان دروس کو کیسٹ کی مدد سے کاغذ پر اتارا اور پھر اس کی نئی ترتیب قائم کی اور مضامین کے لحاظ سے مناسب عنوانات قائم کئے اور یہ دروس جو کہ تقریری انداز میں تھے ان کو تحریری شکل دی اور اب یہ باقاعدہ کتابی شکل میں نظرِ ثانی کے بعد شائع کئے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان مبارک دروس کو قبول ومنظور فرمائے اور صاحبِ دروس نیز فاضل مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس مبارک سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک خیر وخوبی کے ساتھ پہنچائے اور اپنے بندے اور بندیوں کے لئے نافع بنائے۔

آمین.............. واللہ المستعان

محمد عبد المنان عفی عنہ

نائب مفتی واستاذ جامعہ دار العلوم کراچی

۱۴۳۳/۲/۵ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب مدظلہم

نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ پاکستان
سابق استاذ حدیث جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ ہر طرف کفر وشرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی، جہالت وگمراہی کا دور دورہ تھا۔ ظلم وستم کا بازار گرم تھا، پوری نوع انسانی پیغمبروں کی تعلیمات کو فراموش کر چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کا فیصلہ فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ کو قرآن کریم کی صورت میں ایک مکمل ہدایت نامہ ایک نسخہ کیمیا عطا فرمایا جس۔ نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انسانیت کو اپنے مقام سے آشنا کیا اور اسے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا کہ اس کائنات میں تو سب سے بہتر اور اشرف ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم نے انسان کی ہر شعبۂ زندگی میں راہنمائی کی اور اسے گمراہی کے گڑھے سے نکال کر ترقی واصلاح اور ہدایت کی بلندیوں پر فائز کیا۔

قرآن کریم چونکہ مسلمانوں کی زندگی کی اساس ہے، اس کے بغیر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اس لئے ہر دور میں قرآن کریم کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کا بھی اہتمام کیا گیا اور اس کو سمجھانے پر بھی بھرپور توجہ دی گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے خود قرآن کریم کی تفسیر اپنے اقوال وافعال سے کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے سیکھ کر دوسروں تک قرآن کریم پہنچایا اور ہر دور میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہمارے دور میں بھی خصوصی اور عوام الناس کے لئے عمومی انداز کے دروس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن، حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ العالی کو، جنہیں تفسیر قرآن کا خاص ذوق بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اور انہیں درسِ قرآن سے خاص شغف بھی حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی قرآن کریم سمجھنے اور سمجھانے کے لئے وقف کردی ہے اور بڑی استقامت اور پابندی کے ساتھ وہ طویل عرصہ سے مختلف علاقوں اور مختلف محافل ومساجد میں درس قرآن دیتے چلے آرہے ہیں، ان کا بالتفصیل ترتیب وار درسِ قرآن پہلے نارتھ ناظم آباد کی مدنی مسجد میں ہوتا رہا اور اب مسجد تو ابین گلشنِ معمار میں ہوتا ہے جس کا اہتمام ہمارے برادر عزیز شفیق اجمل صاحب کرتے ہیں پھر اس درسِ قرآن کو عام کرنے اور اسے زیادہ سے زیادہ عوام الناس تک پہنچانے کے لئے انہوں نے درسِ قرآن کے نام سے ایک ویب سائٹ بنائی جو آج ایک عزین اسلامی ویب سائٹ ہے جس کا شمار ٹاپ ٹین میں ہوتا ہے۔

اس درسِ قرآن کو کتابی شکل دینے کے لئے ہمارے بھائی مولانا اشفاق احمد صاحب نے محنت کی ہے چنانچہ سی ڈیز اور کیسٹ سے نقل کر کے عم پارہ کے دروس کو تحریری شکل دی ہے مستقل تحریر کا انداز علیحدہ ہوتا ہے اور تقریر کا انداز علیحدہ۔ زیر نظر تحریر میں درس وتقریر کا انداز ہی برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے لوگوں کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔

مفتی خالد محمود
نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلماتِ تشکر

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

جہالت سے علم کی طرف سفر کرنا خلاقِ عالم نے اس کائنات میں یہ مقام ومرتبہ اگر کسی مخلوق کو عطا کیا ہے تو وہ صرف بنی نوع آدم ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ۔

اس علیم وحکیم ذات نے اپنی صفت علم میں سے ایک معجز کلام اور آسمانی پیغام بنا کر جس کتاب کو رہتی دنیا تک کے انسان کی علمی وعملی رہنمائی کا ذریعہ قرار دیا ہے، وہ رُشد وہدایت اور علم وحکمت سے بھرپور کلام قرآنِ مجید ہے، جسے دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کرنے کا بیڑا ''خاصانِ خدا'' اُٹھاتے چلے آئے ہیں۔

ملک پاکستان کی قومی زبان اُردو میں قرآنِ پاک کے تراجم وتفاسیر پر مختلف جہات سے گراں قدر کام ہوتا چلا آرہا ہے، قرآنی رُموز واسرار کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن، اہلِ حق وارثینِ نبوت کی جو جماعت دورِ حاضر میں مصروفِ عمل ہے اس میں سیدی ومرشدی، مفسّرِ قرآن، صاحبِ درد، مشفق ومربی استاد حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری ادام اللہ ظلہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

فنا فی القرآن زندگی کے مالک، دورِ حاضر کے تقاضوں پر گہری بصیرت رکھنے والے، عجز ونیاز کے پیکر، علم القرآن والحدیث میں مضبوط استعداد کے حامل کہنہ مشق استاذ، داعی قرآن حضرت مدظلہم العالی نے جہاں اپنی معروف ومقبول تفسیر ''تسہیل البیان فی تفسیر القرآن'' کو چار جلدوں میں سورۃ الحجر تک تحریری شکل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردیا ہے یہ تو انہیں کا مقام ہے جس کا اندازہ خود اس تفسیر کو پڑھنے والا ہی لگا سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف باری تعالیٰ نے حضرت مدظلہم العالی کو تفسیر قرآن عوامی سطح پر بیان کرنے کی جو توفیق عطا فرمائی، آہستہ آہستہ اہلِ درد مسلمانوں کا یہ حلقہ درس بڑھتا چلا گیا۔ اور برادرم مکرم ومحترم شفیق اجمل صاحب اوران کے مخلص احباب کی کاوشوں سے (مدنی مسجد نارتھ ناظم آباد کراچی) میں سلسلہ درسِ قرآن انتہائی اہمیت کا حامل ہو گیا جو چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر اب (جامع مسجد تو ابین گلشن معمار) منتقل ہو چکا ہے۔

اس حلقہ درس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اسے محب قرآن برادرم شفیق اجمل صاحب مع احباب کے اس درس کو پہلے تو کیسٹ کے ذریعے ریکارڈ کرنے لگے پھر انتہائی معیاری سی ڈیز (C.DES) میں منتقل کیا اوران سب پر مستزاد یہ کہ اس سلسلۂ دروس کو دورِ حاضر کی نئی ایجاد انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں نشر کرنے کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں اور اہلِ علم

اور باخبر حضرات اس ویب سائٹ (www.darsequran.com) کو اہلِ حق کی ترجمان ایک معیاری ویب سائٹ کا درجہ دیتے ہیں۔

ایں طاقت بزور بازو نیست

اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں جس سے چاہتے ہیں خدمتِ دین کا کام لے لیتے ہیں، یہ بات مجھ ناچیز پر بھی صادق آتی ہے جسے اپنی علمی وعملی کمزوریوں کا بخوبی علم ہے جب اپنی تہی دامنی پر نظر ڈالتا ہوں تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ذلك فضل الله یو تیه من یشاء کا مصداق بنا دیا گیا ہوں لہٰذا منعم حقیقی کا جتنا شکر بجالاؤں کم ہے۔ اللّٰھم لك الحمد ولك الشکر کلّه۔

دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کیوں نہ یہ سلسلہ درسِ قرآن جو تقریر کی شکل میں میڈیا پر محفوظ ہے اسے سپردِ قلم کر دیا جائے اور حضرت والا کے یہ تفسیری افادات تحریر کی شکل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں تا حال درس ۱۹ پاروں کا مکمل ہو چکا ہے جس میں پانچ پارے آخر سے تھے اور شروع سے چودھویں پارے کا درس جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب باقاعدہ درس کا آغاز عَمَّ پارہ سے ہوا تھا تو اس تبرک کو حاصل کرنے کے لئے کیسٹ اور سی ڈیز سے پارہ عَمَّ کو تقریر سے تحریر میں لانے کا کام شروع کر دیا جو ربِّ کریم کے فضل واحسان سے گیارہ پاروں تک پہنچ چکا ہے اور ترتیب وتصحیح اور کمپوزنگ کے مراحل میں یکے بعد دیگرے داخل ہو رہا ہے۔

بلاشبہ تقریر سے تحریر کا اسلوب اختیار کرنا مجھ جیسے عاجز انسان کی طاقت سے باہر ایک کام تھا جو حضرت والا کی توجہ اور حوصلہ افزائی سے ممکن ہوا اس کے باوجود نہ یہ باقاعدہ تفسیر ہے اور نہ ہی ایسی کتاب ہے جس میں تحریر کے لوازمات کو پورا کیا گیا ہو۔ اسی لئے اسے ''آسان درسِ قرآن'' کا نام دیا گیا ہے اور مطالعہ کے بعد اسے اسم بامسمّٰی پائیں گے، جن امور کا میں نے لحاظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:...... حضرت والا کی تقریر کا حقیقی مفہوم حتی الوسع تحریر میں جمع کر دیا گیا ہے۔

۲:...... مکررات حذف کرنے کے بعد، آسان اسلوب میں تفسیری گفتگو کا مفہوم جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳:...... ہر سورت کے مضامین پر تفسیری عنوانات مختلف تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے لگا دیئے گئے ہیں۔

۴:...... کسی بھی سورت کے مختلف مضامین میں سے غالب مضمون کو اجمالی عنوان قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ تمام عنوانات حضرت والا کے خود نوشتہ ہیں۔

۵:...... مجددِ وقت، محقق ومدقق، شہرہ آفاق شخصیت، شیخ الاسلام استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ادام اللہ ظلہم وفیوضھم کا مقبول ومعروف آسان ترجمہ کو بطور ترجمہ قرآن شامل کیا گیا ہے، تاہم تفسیری آیات کا ترجمہ حضرت شیخوپوری صاحب دامت برکاتہم کا رہنے دیا گیا ہے۔

۶:...... پارہ عَمَّ ۳۸ دروس پر مشتمل ہے جس کے عنوانات تقریباً سات سو بیس بنتے ہیں جو خود عَمَّ پارہ کی تفسیر کا ایک انڈکس ہے۔

محترم قارئین! راقم سطور بخوبی جانتا ہے کہ اس کا دامن، علم وعمل کی روشنی سے خالی ہے خطاء وعصیان سے بھری جھولی لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گذار ہوں کہ وہ حلیم وبصیر اور علیم وحکیم میری غلطیوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے اس عظیم کام کو قبول فرمالے۔ اس میں جو خیر ہو وہ پوری امت کو عطا فرمائے اور جو نقص وعیب ہے اس سے در گذر فرمائے۔ آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مشفق الامۃ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہم العالیٰ کی حیات طیبہ میں برکت اور درازی عطا فرمائے اور ان کے تمام تفسیری ودرسی کام کو بخیر وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچائے اور اس کے فیض سے تمام دنیا کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ان کی روحانی اور نسبی آل اولاد کے علاوہ ان کے علم وعمل، تقویٰ ورع، جان ومال بالخصوص ایمان میں ترقی عطا فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی محبت کو اپنی حرز جان بنانے والے برادرم محترم شفیق اجمل صاحب کی کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور اہلِ حق کی میڈیا پر ترجمانی کا انہوں نے جو بیڑا اُٹھایا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان کے لئے صدقہ جاریہ وذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں محترم ومکرم برادرم فیاض احمد صاحب مالک مکتبہ عمر فاروق کا شکریہ ادا نہ کروں کیونکہ یہی وہ مردِ مجاہد ہیں کہ جب میرے اس کام کو چند دوستوں نے درس قرآن مکمل ہونے تک مشروط کر دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ صفت انسان کی شکل میں جناب فیاض احمد صاحب سے شرف ملاقات عطا فرمایا۔ جنہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ''آسان درسِ قرآن'' کی طباعت کی ذمہ داری سعادت سمجھتے ہوئے انتہائی خوشدلی سے قبول کر لی، اور حضرت والا کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے اس خدمت عالیہ کی سرپرستی فرمانے لگے۔

آخر میں میں انتہائی ممنون ومشکور ہوں ان تمام علماء وساتھیوں کا جنہوں نے کمپوزنگ، تصحیح، مشاورت الغرض کسی بھی اعتبار سے قدم قدم پر میرے ساتھ تعاون کیا ہے، جن میں بالخصوص برادرم مولانا شمس الرحمٰن سمبٹی صاحب، برادرم مولانا خالد محمود صاحب، برادرم مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب، برادرم مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب، برادرم محمد جاوید اقبال صاحب شامل ہیں۔

بارگاہ رب العالمین میں عجز ونیاز کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو میری اور میرے گھر والوں، والدین، اساتذہ اور تمام معاونین کے لئے اور اس ''آسان درس قرآن'' سے استفادہ کرنے والوں کے لئے ذخیرہ آخرت بنادے اور روزِ قیامت قرآن کریم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

محتاج دعا

اشفاق احمد بن محمد ثناء اللہ

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

امام وخطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

بسم الله الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

ثواب وعذاب

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ
امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

اٰيَاتُهَا ۴۰ (۷۸) سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۸۰) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا
سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ
اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ
لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا
سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا
وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى
الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝۱۸ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ
فَكَانَتْ سَرَابًا ۝۲۰ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝۲۲ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ
اَحْقَابًا ۝۲۳ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝۲۴ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝۲۵ جَزَآءً
وِّفَاقًا ۝۲۶ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝۲۷ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝۲۸ وَكُلَّ شَىْءٍ
اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝۲۹ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝۳۰ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝۳۱
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝۳۲ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝۳۳ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۝۳۴ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
وَّلَا كِذّٰبًا ۝۳۵ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝۳۶ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ
فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ
مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ:...... یہ (کافر) لوگ کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ (۱) اُس زبردست واقعے کے بارے میں جس میں خود ان کی باتیں مختلف ہیں! (۲ و ۳) خبردار! اُنہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا، (۴) دوبارہ خبردار! اُنہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا۔ (۵) کیا ہم نے زمین کو ایک بچھونا نہیں بنایا؟ (۶) اور پہاڑوں کو (زمین میں گڑی ہوئی) میخیں؟ (۷) اور تمہیں (مرد وعورت کے) جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، (۸) اور تمہاری نیند کو تھکن دُور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا، (۹) اور رات کو پردے کا سبب ہم نے بنایا، (۱۰) اور دن کو روزی حاصل کرنے کا وقت ہم نے قرار دیا، (۱۱) اور ہم نے ہی تمہارے اُوپر سات مضبوط وجود (آسمان) تعمیر کئے، (۱۲) اور ہم نے ہی ایک دہکتا ہوا چراغ (سورج) پیدا کیا، (۱۳) اور ہم نے ہی بھرے ہوئے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، (۱۴) تاکہ اُس سے غلہ اور دوسری سبزیاں بھی اُگائیں، (۱۵) اور گھنے باغات بھی، (۱۶) یقین جانو فیصلے کا دن ایک متعین وقت ہے، (۱۷) وہ دن جب صور پھونکا جائے گا تو تم سب فوج درفوج چلے آؤ گے، (۱۸) اور آسمان کھول دیا جائے گا، تو اُس کے دروازے ہی دروازے بن جائیں گے، (۱۹) اور پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ ریت کے سراب کی شکل اختیار کرلیں گے۔ (۲۰) یقین جانو جہنم گھات لگائے بیٹھی ہے، (۲۱) وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ (۲۲) جس میں وہ مدتوں اس طرح رہیں۔ (۲۳) کہ اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کے قابل چیز کا، (۲۴) سوائے گرم پانی اور پیپ لہو کے، (۲۵) یہ اُن کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ (۲۶) وہ (اپنے اعمال کے) حساب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے، (۲۷) اور اُنہوں نے ہماری آیتوں کو بڑھ چڑھ کر جھٹلایا تھا۔ (۲۸) اور ہم نے ہر ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے، (۲۹) "اب مزہ چکھو! اس لئے کہ ہم تمہارے لئے سزا کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کریں گے"۔ (۳۰) جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا تھا، اُن کی بیشک بڑی جیت ہے، (۳۱) باغات اور انگور! (۳۲) اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں! (۳۳) اور چھلکتے ہوئے پیالے! (۳۴) وہاں پر وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے، اور نہ کوئی جھوٹی بات (۳۵) یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہوگا۔ (اللہ کی) ایسی دین ہوگی جو لوگوں کے اعمال کے حساب سے دی جائے گی (۳۶) اُسی پروردگار کی طرف سے جو سارے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان ہر چیز کا مالک، بہت مہربان ہے! کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُس کے سامنے بول سکے۔ (۳۷) جس دن ساری رُوحیں اور فرشتے قطاریں بنا کر کھڑے ہوں گے، اُس دن سوائے اُس کے کوئی نہیں بول سکے گا جسے خدائے رحمٰن نے اجازت دی ہو، اور وہ بات بھی ٹھیک کہے۔ (۳۸) وہ دن ہے جو برحق ہے۔ اب جو چاہے، وہ اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنا رکھے۔ (۳۹) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ایک ایسے عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب آنے والا ہے، جس دن ہر شخص وہ اعمال آنکھوں سے دیکھ لے گا جو اُس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے ہیں، اور کافر یہ کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔ (۴۰)

عَمَّ پارہ کی سورتوں کا اندازِ خطاب

یہ سورۃ النبا ہے اس میں چالیس آیات ہیں، یہ عم پارہ کی پہلی مکی سورت ہے اور عم پارہ کی دو سورتوں یعنی سورۃ البینۃ اور سورۃ النصر کے علاوہ عم پارہ کی ساری سورتیں مکی ہیں مکی سورتوں کا بالعموم اور عم پارہ کی سورتوں کا بالخصوص ایک ہی رنگ ہے، ایک ہی انداز ہے، تقریباً ایک ہی موضوع ہے، ایک ہی لہجہ ہے اور ایک جیسا اسلوب ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک قوم ہے جو غفلت اور نشے کی حالت میں، لہو ولعب اور دنیا کی خرمستیوں میں بے ہوش ہے ایک درد رکھنے والا داعی غارِ حراء سے آتا ہے، دل میں درد ہے قوم کی ابتری پر، ضلالت پر، گمراہی پر، بے راہ روی پر، ظلم وستم پر، قتل وغارتگری پر اور وہ داعی اپنے ساتھ ایک نسخۂ کیمیا بھی لے کر آتا ہے اور قوم کو چیخ چیخ کر پکارتا ہے، کبھی محبت سے سمجھاتا ہے، کبھی ڈراتا ہے، اور وہ جو کلام لے کر آیا ہے اس کی ابتدائی سورتوں میں بھی یہی پکار ہے، یہی درد ہے، یہی آواز ہے۔

ارے ہوش میں آؤ! عقل سے کام لو! کہاں بھٹکے پھر رہے ہو؟ کس گمراہی میں پڑے ہوئے ہو؟ یہ کائنات، یہ زمین، یہ آسمان یہ اللہ نے بے مقصد تو نہیں بنایا اور تمہیں اللہ نے محض کھیل کود کے لئے تو پیدا نہیں کیا، ایک دن آنے والا ہے جب تمہیں اپنے کیے کا حساب دینا ہے، پھر جنت ہوگی یا جہنم ہوگی یہ داعی احساسات اور جذبات پر مسلسل ضربیں لگاتا ہے، ایک کے بعد دوسری تیسری ضرب، چوتھی ضرب، ضرب پر ضرب دلوں پر ضرب، جذبات پر ضرب تاکہ لوگ نیند سے بیدار ہوجائیں۔ پورا عَمَّ پارہ آپ پڑھ لیں اس کا انداز یہی ہے جیسے سوئے ہوؤں کو جگایا جارہا ہے بس بیدار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے نہ حلال کا حکم ہے نہ حرام کا حکم ہے نہ جائز اور نہ ناجائز کے مسائل ہیں، نہ نماز کے مسائل ہیں، نہ زکوٰۃ کے مسائل ہیں، نہ روزے کے مسائل ہیں، نہ حج کے مسائل ہیں، پہلے دلوں کو جگایا جارہا ہے سوئے ہوؤں کو بیدار کیا جارہا ہے اور جھنجھوڑا جارہا ہے مسلسل جھنجھوڑا جارہا ہے۔

ساری سورتوں کا انداز یہی ہے کہ دل بیدار ہوجائیں، دلوں میں اللہ کا خوف آجائے، آخرت کا یقین آجائے، عقائد درست ہوجائیں، روحانیت بھی کوئی چیز ہے، ایمان بھی کوئی چیز ہے اس کو یہ مان لیں یہ جو عالم ہے، محسوسات کا عالم، مادی عالم، مادی جہاں اس کے سوا بھی کچھ ہے، یہ یقین دلوں میں پیدا ہوجائے یہی کوشش ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس داعی کی پکار سن کر کچھ سعادت مند بیدار ہوتے ہیں، اتباع کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں کچھ دوبارہ آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں، بڑی بدتمیزی کرتے ہیں ارے! جاؤ اپنا کام کرو بڑے آئے سمجھانے والے، وہ داعی قسمیں کھا کھا کر سمجھاتا ہے مگر بات سمجھ میں نہیں آتی۔

آج امت اپنے مقام سے ہٹ چکی ہے

میرے بزرگو اور دوستو!

اُس دور سے ہٹ کر میں کچھ دیر کے لئے اس دور کی طرف آنا چاہتا ہوں جس دور میں یہ عم پارہ کی مکی سورتیں نازل ہوئیں اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ یہ آتشیں کلام غفلت میں ڈوبی ہوئی قوم کی طرف لے کر آئے، میں اس زمانے سے ذرا صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنے دور کی طرف آنا چاہتا ہوں اگر آپ حقیقت کو تسلیم کرنے کی جرأت رکھتے ہوں تو آپ یہ مانیں گے کہ آج پھر وہی غفلت ہے، وہی مدہوشی ہے، خرمستی ہے، وہی لہو ولعب میں دلچسپی ہے، ہنسی مذاق، شراب دستیاب، کھیل کود بس اسی میں امت لگی ہوئی ہے امت اپنے مقام سے ہٹ چکی، یوں سمجھئے کہ شاہوں کی اولاد ہے اور چوراہے پر کھڑی بھیک مانگ رہی ہے، نیکوں کی اولاد ہے اور گندگی میں ڈوبی ہوئی ہے، کس نبی سے نسبت رکھنے والی امت ہے، کس عظیم انسان کی غلامی کا دعوٰی کرنے والی امت ہے، لیکن آج غفلت کا وہی دور لوٹ آیا میں مانتا ہوں نمازیں بھی پڑھی جارہی ہیں، روزے بھی رکھے جارہے ہیں زکوتیں بھی دی جارہی ہیں، عمرے بھی کیے جارہے ہیں، چہروں پر داڑھیاں بھی نظر آتی ہیں، سروں پر عمامے اور ٹوپیاں بھی دکھائی دیتی ہیں، مدارس بھی ہیں اور مساجد بھی ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کو ہمیشہ دائم اور باقی رکھے۔ لیکن اکثریت کا حال یہ ہے کہ دل بجھے ہوئے ہیں، دلوں کی انگیٹھیاں سرد ہو چکی ہیں، دلوں میں ایمان کی حرارت باقی نہیں ہے اگر مسجدیں آباد ہیں تو سینما بھی آباد ہیں، کلب بھی آباد ہیں بلکہ گندگی کے اڈے نیکی کی جگہوں سے زیادہ آباد ہیں نیکی ہورہی ہے لیکن برائی کا پھیلاؤ اس سے کہیں زیادہ ہے، دین پر بھی مسلمان خرچ کررہے ہیں لیکن برائی پر خرچ کرنے والے بہت زیادہ ہیں، دین کی دعوت بھی دی جارہی ہے لیکن برائی کی دعوت دینے والے بہت زیادہ ہیں ان کی تعداد بے شمار، لہو ولعب، کھیل کود، شریعت کی حدود کا خیال رکھ کر اگر ہو تو کھیل کود جائز ہے، بلکہ اگر جسمانی ورزش مقصود ہو تو پھر تو یہ مستحب بھی ہے بلکہ اگر کہوں کہ یہ عبادت ہے تو یہ غلط بات نہیں ہوگی۔ جسمانی ورزش کے لئے، صحت کے لئے کوئی کھیل کود میں حصہ لیتا ہے تو یہ مستحسن ہے لیکن یہاں تو صورت یہ ہے کہ کھیل کود مقصد بن گیا، کسی مقصد کا ذریعہ نہیں ہے پوری قوم کو بخار چڑھا ہوا ہے۔ قرآن کے لئے ایک گھنٹہ نہیں ہے لیکن کھیل کود کے لئے پورا دن اور ایک دن نہیں پورا مہینہ بھی آسان۔ یہ جو کھیل کا سلسلہ شروع ہوا ہے میڈیا نے پوری قوم کو بخار میں مبتلا کردیا ہے ایک بخار سا چڑھ گیا ہے بے دینوں کی بات چھوڑیے دینداروں تک کا یہ حال ہے کہ نماز سے غافل، قرآن سے غافل، نماز پڑھ رہے ہیں لیکن کان ریڈیو کی کمنٹری کی طرف، یا ٹی وی کی طرف لگے ہوئے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مطمئن کرکے تاویل کرکے نماز ہی ہضم کرلیتے ہیں، قرآن کے لئے وقت نہیں ہے۔ وہی مدہوشی وہی غفلت اور وہی

گناہوں کی نجاست۔

وہ تو کافر تھے ہم تو مسلمان ہیں

آج پھر ضرورت ہے جذبات واحساسات پر ضربیں لگانے کی، جھنجھوڑنے کی، ارے کیا کررہے ہو؟ وہ تو مشرک تھے وہ تو کافر تھے ہم تو مسلمان ہیں کلمہ پڑھتے ہیں:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

کیا کررہے ہو! ارے مانا دنیا بھی کچھ ہے، تجارت بھی کچھ ہے، کھیل کود بھی کچھ ہے، مانتا ہوں سب کچھ ہے، بیوی بچوں کے حقوق بھی ہیں، لیکن کیا ایک مسلمان کے لئے سب کچھ یہی ہے؟ یہی چالیس سال کی زندگی، یہی ساٹھ سال کی زندگی، یہی ستر سال کی زندگی سب کچھ ہے، کیا فرق ہوا ایک مسلمان اور کافر کے درمیان؟ اور کافر بھی وہ جو آخرت کا سرے سے انکار کرتا ہے۔ تو ان سورتوں میں جھنجھوڑنے کا انداز ہے، بیدار کرنے کا انداز ہے آپ پورا پارہ پڑھ لیں کس انداز میں جھنجھوڑا گیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں قربان اللہ کی اپنے بندوں سے محبت پر کہ اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ کتنی محبت ہے کیسے انداز بدل بدل کر اللہ اپنے بندوں کو سمجھا رہے ہیں۔

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾

ارے میرے پیدا کیے ہوئے میرے بنائے ہوئے، میرے پالے ہوئے انسان! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا ارے مجھ سے بھی زیادہ تیرا کوئی محسن تھا، مجھ سے بھی زیادہ تیرے اوپر کسی کے احسانات تھے جو تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کے پیچھے پڑ گیا۔ کہیں فرمایا:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ﴿۴﴾

ارے انسان! میں انجیر کی قسم کھاتا ہوں، زیتون کی قسم کھاتا ہوں، طور سیناء کی قسم کھاتا ہوں، اس امن والے شہر کی قسم کھاتا ہوں ہم نے تجھے بہت خوبصورت پیدا کیا ہے لیکن پھر ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۵﴾ تیرے کرتوتوں کی وجہ سے تجھے اس جگہ ڈالا جہاں کے لئے تجھے پیدا نہیں کیا تھا۔ تجھے پیدا تو جنت کے لئے کیا تھا اس لیے تیرے ابا کو، تیرے جد امجد کو پہلے وہیں ٹھہرایا تھا تا کہ سب کو پتا چل جائے اصل مقام یہ ہے۔ کہیں پر فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾

زمانے کی قسم کھا کر کہتا ہوں انسان خسارے میں ہے، اگر ایمان اور عمل صالح نہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۙ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۙ﴿۲﴾

قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے۔
قسمیں، تاکیدات اور اسالیب بدل بدل کر اللہ نے بندے کو جھنجھوڑا ہے اور آج مسلمان کو بھی اسی انداز سے جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے۔

(ہم نے جو پہلے عم پارہ کا درس شروع کیا تو خیال آیا کہ پہلے ذہن بن جائیں۔ دل اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ دوسرے پاروں کا درس ہوتا رہے گا) تو پورے پارہ میں یہی انداز ہے اس سورۂ نبا کا انداز بھی یہی ہے فرمایا کہ:

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ (یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟)

یہ کیا پوچھ رہے ہیں؟ اللہ کہہ رہا ہے یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ سوال کرنا، اللہ کا یہ پوچھنا معلومات کے لئے نہیں بلکہ ان کی حالت پر تعجب کے لئے ہے۔ ارے! یہ کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟

نبأ عظیم کیا ہے؟

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ (کیا اس بڑی خبر کے بارے میں سوال کر رہے ہیں)

روزنامہ چھپتا ہے تو اس میں ایک دن کی خبریں ہوتی ہیں۔ ان میں سے بڑی خبر کی سرخی لگتی ہے اور ہفت روزہ میں پورے ہفتے کا جو سب سے نمایاں واقعہ ہوتا ہے اس کی بڑی خبر اور اگر کوئی سال نامہ ہو تو اس میں پورے سال کی جو سب سے بڑی خبر ہوگی اس کو نمایاں طور پر شائع کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض اخبار سال کے بعد خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں تو ان میں سے سال بھر میں جو بڑی خبر ہوتی ہے، اس کو نمایاں کر کے دیتے ہیں۔ اگر بالفرض کوئی ایک ایسا اخبار ہو جو دنیا (کی عمر ہے اس کی) خبروں کو سمیٹے ہوئے ہو، مثال کے طور پر اگر دنیا کی عمر دو ارب سال ہے اور اس اخبار میں دو ارب سالوں کی خبریں دی گئی ہوں تو ان خبروں میں جو سب سے بڑی خبر اور سب سے بڑی سرخی ہوگی وہ قیامت کی سرخی ہوگی۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں جسے قیامت کے سامنے پیش کیا جا سکے، جو اس سے بڑی خبر ہو۔

الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ (جس کے بارے میں یہ مختلف چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔)

كَلَّا۔ ہرگز نہیں ارے باز آ جاؤ، اس بڑی خبر کا انکار کرنے سے باز آ جاؤ!

سَيَعْلَمُوْنَ۔ (عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔)

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔ پھر فرمایا: پھر باز آ جاؤ، انکار کرنے سے باز آ جاؤ۔ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

مجھے اس بات کا یقین ہے الحمدللہ، کہ قرآن نے جو کچھ کہا ہے وہ عملی طور پر انسان قیامت کے واقع ہونے سے

پہلے اس دنیا میں دیکھ لے گا۔ کیسے مُردوں کو زندہ کیا جا سکتا ہے یہ انسان پریکٹیکل طور پر اس کو دیکھ لے گا تو دنیا میں بھی جان لے گا اور آخرت میں تو ہر حال میں جان لے گا۔

ارے کیا تمہیں دوسری دفعہ پیدا کرنے پر تعجب ہو رہا ہے؟ کہ یہ اللہ دوسری دفعہ کیسے پیدا کرے گا؟ کیا تم اللہ کی قدرت کے بارے میں شک کرتے ہو؟

اللہ کی قدرت کے دلائل

یہاں اللہ کی قدرت کے نو دلائل بیان کیے۔ فرمایا کہ:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا؟)

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔)

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (اور ہم نے تم کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا)

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا۔)

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (اور رات کو لباس بنایا۔)

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔)

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کیے۔)

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (اور ہم نے ایک انتہائی روشن اور گرم سورج اور چراغ بنایا۔)

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا (اور ہم نے بادلوں سے لگا تار بارش برسائی۔)

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا (تا کہ ہم اس کے ذریعے سے اگائیں غلہ اور سبزی۔)

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا (اور گھنے باغات۔)

یہ نو دلائل بیان کیے۔

قرآن کا کمال

قرآن اس انداز سے بات کرتا ہے کہ عام سے عام آدمی بھی قرآن کے مفہوم کو پالیتا ہے۔

کیونکہ قرآن دیہاتیوں کے لئے بھی ہے اور شہریوں کے لئے بھی اور عالموں کے لئے بھی، پڑھے لکھوں کے لئے بھی، اور ان پڑھوں کے لئے بھی، سائنسدانوں کے لئے بھی، اور غیر سائنسدانوں کے لئے بھی، یہ پہاڑ کے زمانے اور پتھر کے زمانے کے انسان کے لئے بھی نازل ہوا، اور آج کی جدید ٹیکنالوجی کے زمانے کے انسان کے لئے بھی نازل ہوا۔

اور قرآن کا کمال یہ ہے جو دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے کہ وہ ہر طبقے کو مطمئن کر سکے۔

دیہاتی کو بھی مطمئن کر سکے۔ اور شہری کو بھی، اور ایک چرواہے کو بھی اور ایک پڑھے لکھے پروفیسر، اور سائنسدان کو بھی مطمئن کر دے۔

یہ خصوصیت صرف قرآن کے اندر ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔

اب یہ جو میں نے نو دلائل، ان کا ترجمہ آپ کو سنایا۔ ایک دیہاتی جب ان کو سنتا ہے تو اس کا دل بھی مطمئن ہوتا ہے اور ایک صاحب علم، صاحب تحقیق اور صاحب نظر انسان ذرا گہرائی میں جا کر ان آیات میں غور وفکر کرتا ہے تو اسے اس عمومی بیان کے پیچھے حقائق کی ایک دنیا نظر آتی ہے۔ جن میں اہل علم کے۔ لئے غور وفکر کا کمال ہے۔ اور وہ جان لیتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق میں بڑی حکمت اور منصوبہ بندی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے اندر ایک پیچیدہ قسم کی ٹیکنالوجی رکھ دی گئی ہے۔

زمین کو گہوارہ بنا دیا:

آپ ذرا غور فرمائیں فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿٦﴾ (کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم نے زمین کو فرش بنا دیا۔)

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ بچھونا نہیں بنایا ایک عام آدمی سمجھ لیتا ہے کہ ہاں زمین فرش ہے، بچھونا ہے اس پر لیٹا جا سکتا ہے، اس پر چلا جا سکتا ہے، اس پر عمارتیں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔ لیکن جب ایک سائنسدان اس نظر سے غور وفکر کرتا ہے کہ یہاں پہلے کیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ پانی ہی پانی تھا۔ کچھ کہتے ہیں زمین کے نیچے آگ ہے اور گیسیں تھیں اور وہ جان لیتا ہے کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے؟ ارے زمین ایسے ہی فرش اور بچھونا نہیں بن گئی۔ اس کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے۔ تمہارے لیے اس کائنات میں کروڑوں نہیں زمین جیسے اربوں سیارے ہیں۔ لیکن کسی سیارے کے اندر زندگی کا وہ ساز وسامان نہیں جو زمین کے اندر پایا جاتا ہے۔ یہ جو چاند پر بھاگے بھاگے جا رہے ہیں اگر وہاں زندگی کا ساز وسامان ہوتا تو یہ اب تک وہاں محلات تعمیر کر چکے ہوتے لیکن وہاں زندگی کا ساز وسامان نہیں ہے۔ اللہ کہتے ہیں زمین کو ہم نے بچھونا بنایا۔ اور اس میں انسان کے لئے زندگی گزارنے کا ساز وسامان فراہم کیا اور پھر کہا جاتا ہے آپ بھی جانتے ہیں بلکہ آپ تو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں تو کتابوں سے پڑھ کر جو باتیں بتاتا ہوں آپ حضرات نے خود یہ چیزیں پڑھی ہوئی ہیں سائنس جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ دنیا متحرک ہے اتنی تیز رفتاری سے حرکت کر رہی ہے کہ اگر زمین کی رفتار میں چلنے والی کوئی گاڑی ایجاد ہو جائے، یا کوئی ہوائی جہاز ایجاد ہو جائے، تو بائیس منٹ کے اندر پوری دنیا کا چکر لگا لے اتنی تیزی سے زمین حرکت کر رہی ہے۔ اور آپ کبھی جھولے پر بیٹھے ہوں گے، جھولا بھی حرکت کرتا ہے لیکن کیا جھولا بھی اتنی رفتار میں حرکت کرتا ہے، دس میل فی گھنٹہ

ہوگی بلکہ اس سے بھی کم، لیکن سر چکرا جاتا ہے، انسان چند منٹ پُرسکون نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ کون ہے جو زمین کو مسلسل حرکت میں بھی رکھے ہوئے ہے، زمین تیزی سے حرکت بھی کر رہی ہے اور انسان کو جنبش تک نہیں ہوتی ہے۔ انسان اس پر تعمیرات بھی کر رہا ہے۔ کبھی کبھی یہ دکھانے کے لئے کہ میں اللہ زمین کو تھامے ہوئے ہوں کبھی کبھی وہ زمین کے کسی بھی حصے میں زلزلہ برپا کر دیتا ہے ذرا زمین ہل جاتی ہے تو شہر کے شہر آناً فاناً تباہ ہو جاتے ہیں۔

جاپان جیسا ترقی یافتہ ملک، جدید ٹیکنالوجی، بڑے بڑے ماہرین اور تعمیرات میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا گیا، لیکن آپ نے دیکھا کہ چند سال قبل زلزلہ آیا تو کیا ہوا؟ فلک بوس عمارتیں ایک دم زمین دوز ہو کر رہ گئیں۔

پہاڑوں کا قیام:

وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۝۷ (اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا)

کہتے ہیں کہ پہاڑوں کو زمین کے جوڑوں والے مقامات پر میخوں کی مانند گاڑا گیا ہے جس کی وجہ سے زمین اس طرح مضبوط ہوگئی جس طرح میخیں ٹھوکنے سے لکڑی کے تختے آپس میں جڑ جاتے ہیں، اور اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو یہ زمین مسلسل حرکت کرتی رہتی۔

کائنات کی ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا

وَّخَلَقۡنٰكُمۡ اَزۡوَاجًا ۝۸ (ہم نے تم کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا)۔

ہر چیز میں اللہ نے نر اور مادّہ پیدا کیا۔ مرد بھی پیدا کئے عورتیں بھی اور صرف انسانوں میں نہیں حیوانوں میں بھی، نر پیدا کیے اور مادہ بھی، اگر نر ہی نر ہوتے تو بھی زندگی مشکل اور مادہ ہی مادہ ہوتیں تو بھی زندگی مشکل۔

اللہ کی خاندانی منصوبہ بندی

ارے! خاندانی منصوبہ بندی کرنے والے کیا کر سکتے ہیں؟ سب سے زیادہ تو منصوبہ بندی کرنے والا وہ اللہ ہے جو ایک منصوبے کے تحت نر کو بھی پیدا کر رہا ہے اور مادہ کو بھی پیدا کر رہا ہے۔ جو انسانی جرثومہ ہوتا ہے اور نطفہ ہوتا ہے اس کے اندر مذکر بننے کی بھی صلاحیت اور مؤنث بننے کی بھی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ وہ کون ہے جو اس انداز میں بچے اور بچیاں، نر اور مادہ پیدا کر رہا ہے کہ نسل کی بقاء کا سلسلہ جاری رہے، نسل ختم نہ ہو جائے؟

ایسا تو ہوتا ہے کہ کسی کو صرف اللہ بچیاں دے دے اور کسی کو صرف بچے دے دے لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی شہر میں یا کسی ملک میں بچے ہی بچے پیدا ہوں اور بچیاں پیدا نہ ہوں اور بچیاں ہی بچیاں ہوا اور بچے نہ ہوں، اس نے ایک خاص تناسب رکھا ہے۔ اس لیے کہ اس نے ایک خاص وقت تک دنیا کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے کے لئے

ضروری ہے کہ نر بھی ہو اور مادہ بھی تاکہ تناسب کا سلسلہ جاری رہے۔

اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا اور پھر آپس میں محبت والفت قائم کردی۔ ایک مرد ہے اور ایک عورت ہے۔ خاندان مختلف، قبیلہ مختلف، شہر مختلف، جان پہچان نہیں، نکاح ہوا اور اللہ پاک نے محبت دلوں میں ڈال دی، انس ڈال دیا۔

نیند اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ (اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا۔)

نیند کو سکون کا باعث بنایا، نیند انسان کی قوتِ عمل کو کچھ وقت کے لئے موقوف کر دیتی ہے۔

انسان سو کر اٹھتا ہے تو دوبارہ زندگی ملتی ہے، یہ کہتا ہے مجھے کیسے زندہ کرے گا؟ ارے بیوقوف! ہر رات سوتا ہے، ہر رات مرتا ہے، اور ہر رات صبح زندہ ہوتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیسے زندہ کرے گا۔ اسی لیے تو کہا گیا کہ جب صبح اٹھو تو یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

(تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے موت کے بعد ہمیں زندگی عطا کردی اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔)

قربان جاؤں اپنے آقا کی مقدس زبان پر کیسی دعائیں سکھائیں۔ اب نیند سے اٹھ رہا ہے گویا کہ موت کے بعد زندگی مل رہی ہے تو اس موقع پر دعا آقا نے ایسی سکھائی کہ آخرت کی زندگی یاد آجائے وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ارے اسی کی طرف اٹھنا ہے جیسے آج اٹھا ہے اور اٹھ کر اپنے بیوی بچوں کی طرف جا رہا ہے۔ ایک دن اٹھے گا تو بیوی بچوں کے پاس نہیں جائے گا سیدھا اس بڑی عدالت میں حاضر ہو جائے گا۔

کتنے ہی ایسے واقعات در پیش آئے کہ رات کو سوئے اور صبح اٹھانے کے لئے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو مر چکا ہے۔ وہ جس نے روح قبض کی تھی، اس نے چھوڑا ہی نہیں، موت آچکی۔ اور ہم نے رات کو تمہارے لیے باعث سکون بنایا، سو کر اٹھے تھکاوٹ دور ہوگئی اور سو کر اٹھے صرف جسمانی تھکاوٹ ہی دور نہیں ہوئی بلکہ روحانی اور قلبی پریشانیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ جو زیادہ پریشان ہوتا ہے، بعض اوقات ڈاکٹر اسے نیند کا انجکشن لگا دیتا ہے کہ اگر اس کو نیند نہ آئی تو یہ پاگل ہو جائے گا۔

غزوۂ اُحد کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستر کی تعداد میں شہید ہوئے۔ ہائے اللہ! ستر صحابہ شہید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود زخموں سے چور، اللہ نے کیا کیا؟ صحابہ پر نیند طاری کردی۔ تلواریں ہاتھ میں ہیں اور سو رہے ہیں، لاشیں پڑی ہوئی ہیں ان کو کفن نہیں دیا، دفن نہیں کیا، اور اللہ نے نیند طاری کردی۔ فرمایا:

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

(ہم نے نیند طاری کی تھی تم پر تا کہ تم سے یہ غم دور ہو جائے، یہ شکست کا غم دور ہو جائے۔)

دن اور رات کا قدرتی نظام

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ (ہم نے رات کو لباس بنایا)

جیسے لباس جسم کو چھپالیتا ہے رات پوری کائنات کو چھپالیتی ہے، پوری کائنات چھپ جاتی ہے۔ یہ انسانوں نے دنیا میں کسی مرکز میں اکٹھے ہو کر طے نہیں کیا کہ ہمیں کب سونا چاہیے کب جاگنا چاہیے۔ اللہ نے فطرت میں رکھ دیا، ایک نظام سا بنادیا کہ رات سونے کے لئے ہے اور دن کام کے لئے ہے۔

دن کے فوائد

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ (اور ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسبِ معاش، محنت، ملازمت، تجارت، مزدوری، کاروبار، یہ تقویٰ اور توکل کے منافی نہیں ہے۔ اللہ خود کہہ رہا ہے کہ ہم نے دن کو کسب معاش کے لئے بنایا۔ کام کرو نکمے کیوں بنے بیٹھے ہو۔

لیکن اللہ کے نبی کی تعلیم یہ ہے کہ رات کو جلدی سویا کرو اور صبح جلدی اٹھا کرو۔ افسوس کہ بگڑے ہوئے مسلمان نے آج اس کے الٹ عمل شروع کر دیا۔ اللہ ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔ امین۔

کائنات کے مختلف عالم

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ (اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کیے)

سائنسدانوں نے جب زمین کی کرہ ہوائی کی ساخت کا جائزہ لیا تو اس کے اندر سات تہیں ثابت ہوئیں کہ واقعی سات تہیں ہیں۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہوسکتا کہ اسی سے مراد کہکشانی مجموعہ ہو۔ ایک کہکشانی مجموعہ میں ستاروں کی تعداد ایک سوملین کے لگ بھگ ہے۔

اور سات آسمان بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

سورج اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾

(ہم نے ایک انتہائی روشن اور گرم چراغ بنادیا ہے)

تمہارے لیے یہ سورج ایک گرم چراغ ہے کروڑوں سال سے یہ چراغ جل رہا ہے نہ تیل کی ضرورت، نہ

پیٹرول کی ضرورت، نہ توانائی کی ضرورت اس کو، تو کیا ضرورت وہ ساری دُنیا کو توانائی دے رہا ہے ارے کون ہے جو اس چراغ کو جلائے ہوئے ہے؟ تمہارے چراغ تو آناً فاناً بجھ جاتے ہیں، ایک میعاد ہوتی ہے، لیکن اللہ کا چراغ جل رہا ہے۔ کروڑوں سال سے جل رہا ہے اور فرمایا کہ ہم نے اس کو روشن اور گرم بنایا۔

اس سورج کی گرمی کی وجہ سے زندگی کا نظام چل رہا ہے، یہ فصلیں پکاتا ہے، یہ جراثیم کو مارتا ہے، یہ سمندر سے پانی کو بخارات کی شکل میں اٹھاتا ہے، انہیں بادل بناتا ہے، بلندی پر لے جاتا ہے، اور پھر ان سے پانی کو نچوڑ دیتا ہے، پورا ایک نظام ہے۔

ایک عجیب نکتہ

اللہ نے پورے قرآن میں یا تو سورج کو سراج کہا ہے یا میرے اور آپ کے اور کائنات کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سراج کہا ہے۔

بلکہ سورج کو ایک جگہ صرف سراج کہا۔ یہاں سِرَاجًا وَّهَّاجًا کہا بڑا گرم اور روشن، لیکن میرے آقا کے لئے اللہ نے فرمایا وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ ہم نے آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر آسمان کا سورج اس کائنات کے ظاہر میں روشنی پھیلاتا ہے، تو میرے آقا جو سورج سے زیادہ روشن ہیں، آپ دلوں کی دنیا میں روشنی پھیلاتے ہیں، آپ کی تعلیمات سے دلوں کی دنیا روشن ہوتی ہے۔ اور روشنی وہی ہوگی جہاں حضور ﷺ کی تعلیمات ہوں گی اور جہاں حضور ﷺ کی تعلیمات نہیں ہوں گی، اللہ کی قسم! ہزاروں قمقمے جلا لیے جائیں وہاں تاریکی ہی تاریکی رہے گی جتنا مرضی ہے بن ٹھن جاؤ، جب تک حضور ﷺ کی غلامی اختیار نہیں کرو گے، دل تاریک رہیں گے۔

بادلوں کی نعمت

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾

(اور ہم نے بادلوں سے لگاتار بارش برسائی)

بادلوں سے پانی یا تو ہواؤں کے ذریعے سے یا بادلوں کے آپس میں ٹکرانے سے برستا ہے لیکن اللہ کہتا ہے کہ وہ پانی ہم برساتے ہیں۔ تمہیں یہ اسباب تو نظر آتے ہیں لیکن ان اسباب کے پیچھے مسبب الاسباب میں ہوں۔ میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں، یہ کائنات کا نظام، یہ حسن، یہ ترتیب، یہ ہم آہنگی، یہ بتا رہا ہے کہ اس نظام کے پیچھے ایک ایسی ذات ہے جو علیم بھی ہے، خبیر بھی ہے، سمیع بھی ہے، بصیر بھی ہے، حکیم بھی ہے، کبیر بھی ہے، ایک ایسی ذات وہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھونا بنایا، اسی نے پہاڑوں کو میخیں بنایا، اسی نے انسانوں کو جوڑا جوڑا بنایا اسی نے نیند کو باعث سکون بنایا، اسی نے رات کو لباس بنایا، اسی نے دن کو معاش کا وقت بنایا اسی نے سات آسمان بنائے، اسی نے سورج

کو چمکتا ہوا روشن اور گرم بنایا اور اسی نے بادلوں سے پانی کو نچوڑا۔ کس لیے؟

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾

(تا کہ ہم اس کے ذریعے سے اگائیں غلہ، سبزی اور گھنے باغات۔)

کائنات کی ہر چیز حضرت انسان کے لئے

اپنی قدرت کے دلائل بیان کرنے کے بعد کہ میں قادر ہوں، اگر میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں تو میں تمہیں بھی پیدا کر سکتا ہوں۔ تو اب یہ بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ بے فائدہ نہیں بنایا اور انسان، جس کے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا گیا وہ کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس کائنات کی تو کوئی چیز بھی بے فائدہ نہیں تو اے انسان! تو تو اشرف المخلوقات ہے تیرے لیے تو سب کچھ بنایا گیا، تو تو کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے؟

کیا تیرا خیال یہ ہے کہ میں عدل اور انصاف نہیں کروں گا؟ اچھے کام کرو یا برے کام کرو دنیا سے مرکھپ کر چلے جاؤ گے؟ نہیں میں عدل کرنے والا اللہ ہوں اگر میں برے کو سزا نہ دوں اور اچھے کو جزا نہ دوں تو میں عادل تو نہ ہوا میں نے عدل کا ایک دن رکھا ہے۔

فیصلے کا دن

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ (بیشک فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے)

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (جس دن صور پھونکا جائے گا)

بگل بجایا جائے گا، ایک آواز ہوگی، سب قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور ایسا اجتماع ہوگا جیسا اجتماع کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا، کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا۔

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ (تم غول در غول نکل آؤ گے)

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ (اور آسمان کو کھول دیا جائے گا)

فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ (دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائیں گے)

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾

(اور پہاڑوں کو چلایا جائے گا وہ سراب ہو جائیں گے)

غبار بن کر ختم ہو جائیں گے۔ ایسے مناظر پیش آئیں گے جو کبھی کسی نے دیکھے نہیں ہوں گے اور نہ کسی نے سنے

ہوں گے۔

یوم قیامت کی ایک جھلک

اب صور پھونکے جانے کے بعد جو واقعات رونما ہوں گے۔ نیکوکاروں اور بدکاروں کے فیصلے ہوں گے۔ ان کی جھلک دکھائی جارہی ہے اللہ جھلک دکھارہے ہیں۔ دنیا میں ہی جھلک دکھارہے ہیں جو کچھ آخرت میں ہوگا۔ اس کی جھلک۔

فرمایا: اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (بے شک جہنم ایک گھات ہے) ایک انسان کی طرح گھات میں بیٹھی ہوئی ہے۔

لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا۔ (سرکشوں کا ٹھکانہ ہے)

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا۔ (جس میں مدتوں پڑے رہیں گے۔ غیر متناہی زمانے تک)

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (نہیں چکھیں گے اس میں ٹھنڈک اور نہ پینے کے قابل کوئی چیز)

جہنمیوں کا کھانا پینا

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ (مگر گرم پانی اور زخموں کا دھوون چکھیں گے)

زخموں کی پیپ یہ چکھیں گے اور کوئی چیز چکھنے کی نہیں ہوگی۔ اور ترمذی اور مسند احمد میں روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لَوْ اَنَّ دَلْوًا اگر اس غساق کا، جہنمیوں کے زخموں کی پیپ کا ایک ڈول اس دنیا میں بہادیا جائے تو پوری دنیا بدبودار ہوجائے کہ انسان کے لئے رہنا ممکن نہ رہے۔

جَزَآءً وِّفَاقًا (ان کے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ ہوگا)۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (بے شک یہ توقع نہیں رکھتے تھے حساب کی) ان کو امید ہی نہیں تھی حساب وکتاب کی۔

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا (اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بالکل جھٹلا دیا)۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن کر لکھ رکھی تھی) ایک ایک عمل، ایک ایک حرکت، ایک ایک قول، ایک ایک نیکی، ایک ایک بدی، ہم نے گن کر لکھ رکھی تھی۔

اہلِ جہنم کے لئے سب سے سخت وعید والی آیت

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

(پس چکھو ہم عذاب کے علاوہ تمہارے لیے کسی چیز کا اضافہ نہیں کریں گے)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہنمیوں کے لیے اس آیت کریمہ سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا کہ جب جہنمی ایک عذاب سے تنگ آ کر فریاد کریں گے یارب! اس سے ہمیں نجات دے دے، آگ سے نجات دے دے، پیپ سے نجات دے دے ایک عذاب سے بچانے کی فریاد کریں گے تو ان کو اس کے بدلے میں اس سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا۔ تو اس سے زیادہ سخت آیت جہنمیون کے لئے قرآن کریم میں اور کوئی نہیں۔

اہل جنت کا انعام

پہلے نافرمانوں کا ذکر، اب فرمانبرداروں کا ذکر، پہلے جہنم کا ذکر اور اب جنت کا ذکر، پہلے ترہیب اور اب ترغیب یہ قرآن کا انداز ہے۔ اللہ عذاب کا اتنا تذکرہ بھی نہیں کرتا کہ بندہ بالکل مایوس ہو جائے، اللہ اپنی رحمت کے دروازے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ارے یہ رحمت کا دروازہ بھی ہے ٹھیک ہے یہ جہنم تو ہے، میں نے بنائی ہے لیکن یہ جنت بھی ہے اس کا رخ بھی دیکھ لے اور میں اللہ تو یہی چاہتا ہوں کہ تو جہنم کا دروازہ نہ کھٹکھٹا، تو جنت کا دروازہ کھٹکھٹا، تو میرے عذاب کا مستحق نہ بن تو میری مغفرت کا مستحق بن۔ اس لیے آگے متقین کا ذکر:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا۔ (بیشک پرہیز گاروں کے لئے کامیابی کا ایک مقام ہے)

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ (باغات اور انگور)

وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ (نوخیز ہم عمر لڑکیاں)

وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ (چھلکتے ہوئے جام)

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ (وہاں نہیں سنیں گے کوئی لغو اور جھوٹی بات)

جنت کی نعمتوں کی حقیقت

یہ بات میں پہلے عرض کر چکا ہوں قرآن کریم میں اللہ نے جنتیوں کے لئے اپنی مختلف نعمتوں کا ذکر کیا لیکن جنت کی جو نعمتیں ہیں، ان کی اصل حقیقت ہمیں یہاں دنیا میں سمجھ نہیں آ سکتی ہے خود اللہ نے فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ

(ارے جنتیو! میں نے تمہارے لیے آنکھوں کی جو ٹھنڈک چھپا رکھی ہے، اس کو کوئی نہیں جان سکتا)

اور حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ:

مافی الجنة مما فی الدنيا الا فی الاسماء

جنت کی نعمتیں اور یہ دنیا کی نعمتیں یہ صرف نام کی حد تک شریک ہیں ورگرنہ حقیقت میں ایک جیسی نہیں ہیں۔ یہ

نہیں کہ انگوروں کا ذکر کیا تو یہی انگور ہیں، اگر اللہ جنت کی اصل نعمتیں ذکر کرتا تو وہ ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں کہ یہ کیا نعمتیں ہیں۔ چنانچہ جن چیزوں سے ہم مانوس ہیں تو اللہ نے انہی کا ذکر کیا۔

جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ (تیرے رب کی طرف سے جزا ہے اور کافی انعام ہے)

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الرَّحۡمٰنِ
(اس نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا)

لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ (اس کے سامنے بولنے کی کسی کو طاقت نہیں ہوگی)

کوئی نہیں بول سکے گا، نہ ملائکہ، نہ انبیاء، نہ اولیاء، نہ علماء کوئی نہیں بول سکے گا۔ ارے وہ اللہ ہے، رب العلمین ہے۔ جب تک اللہ اجازت نہیں دے گا کوئی نہیں بول سکے گا۔ اس کی سب پر چلتی ہے، اس پر کسی کی نہیں چلتی کوئی اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔ ہمارے آقا بھی شفاعت کریں گے تو سجدے میں شفاعت کریں گے۔ ہاں اس پر کسی کا جبر نہیں ہوسکتا۔

قیامت کا ایک منظر

ایک اور منظر، قیامت کے مناظر اللہ بیان کررہے ہیں منظر کشی ہو رہی ہے۔ یہ سامنے دیکھو، میں اللہ دکھا رہا ہوں کیسا منظر ہوگا۔

يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ
(جس دن کھڑے ہوں گے روح اور فرشتے صف بستہ)

جبرائیل امین بہت بڑا فرشتہ، عظیم فرشتہ۔ اللہ نے خود کہا ذِیۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾۔

اللہ نے خود کہا وہ قوت والا ہے۔ اور اس کی وہاں عزت ہے۔ لیکن فرمایا کہ اس دن جبرائیل امین بھی صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ عزرائیل کھڑے ہیں، اسرافیل کھڑے ہیں، میکائیل کھڑے ہیں صف بستہ خاموش، سہمے ہوئے، مگر ہر ایک پُر رعب، خوف، جلالت اور ہیبت چھائی ہوئی ہوگی۔

لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ
(کوئی بات نہیں کرسکے گا سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے)

وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ (اور وہ ٹھیک بات کہے)

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۔ یہ مناظر بیان کیے۔ جہنم کا منظر، جنت کا منظر، فرشتوں کے سامنے کھڑے ہونے کا منظر اور بیان کرنے کے بعد اللہ یوں کہہ رہے ہیں جیسا کہ ایمان والوں کی نظریں اس قیامت کو دیکھ رہی ہیں۔ فرمایا کہ (یہ ہے برحق دن)

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

(جس کا دل چاہے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرے)

ارے پلٹ آؤ۔ تیاری کرلو اور غفلت چھوڑ دو۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ

(بے شک ہم نے تم کو ڈرادیا ایک ایسے عذاب سے جو قریب آ چکا)

انسان تو سمجھتا ہے کہ بہت دور ہے لیکن زندگی کا سفر کیا ہے پچاس سال، ستر سال، اسی سال یہ مختصر سی زندگی، تو فرمایا کہ وہ دن، وہ عذاب قریب آ چکا۔

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

(جس دن انسان دیکھے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا)

انسان آگے بھیج رہا ہے یہ جو ہم بیٹھتے ہیں درسِ قرآن کے لئے یہ ہم آگے بھیج رہے ہیں، یہ جو ہم جھک رہے ہیں نماز میں یہ آگے بھیج رہے ہیں، اللہ کہہ رہا ہے آگے بھیج رہے ہو۔ آخرت کے اکاؤنٹ میں یہ سب کچھ جمع ہو رہا ہے۔

قیامت کے دن کافر کی تمنا

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

(اور کافر کہے گا ہائے کاش! کہ میں خاک ہوجاتا مٹی ہوجاتا)

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہے گا اے کاش! کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ بعض نے کہا کہ وہ کہے گا ہائے کاش! میں نے مٹی کی طرح عاجزی اختیار کی ہوتی اللہ کے سامنے تکبر نہ کیا ہوتا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے اللہ پاک حیوانات کو بھی پیدا فرمائے گا۔ پھر حیوانات میں بھی عدل اور بدلے کا انتظام ہوگا۔

وہ کامل عدل کا دن ہوگا۔ حیوانوں میں بھی عدل ہو رہا ہے۔ تم نے زیادتی کی تھی اب بدلہ تم سے لیا جائے گا اور جب بدلہ ہوجائے گا تو اللہ حیوانوں کو کہے گا کہ تم مٹی ہوجاؤ۔ کافر جب دیکھے گا ارے کتوں کو مٹی بنادیا گیا،

خنزیروں کو مٹی بنا دیا گیا، حیوانوں کو مٹی بنا دیا گیا تو کہے گا: یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا۔
اے کاش! کہ مجھے بھی اس طرح مٹی بنا دیا جائے لیکن اس کی یہ حسرت اور تمنا پوری نہیں ہوگی۔
اللہ مجھے اور آپ کو اس دن کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

متقین اور مجرمین کا انجام

اٰيَاتُهَا ٤٦ — (٧٩) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (٨١) — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿٣﴾ فَالسّٰبِقٰتِ
سَبْقًا ۙ﴿٤﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿٧﴾
قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿٨﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿٩﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي
الْحَافِرَةِ ؕ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿١٢﴾ فَاِنَّمَا هِيَ
زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿١٤﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ
رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى
اَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿١٨﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۖ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ
وَعَصٰى ۖ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۖ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۖ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۖ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ
اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ؕ﴿٢٦﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ
خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ
ضُحٰىهَا ۪﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۪﴿٣١﴾
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ
الْكُبْرٰى ۖ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۙ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ؕ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ
مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

ترجمہ:...... قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو (کافروں کی رُوح) سختی سے کھینچتے ہیں، (۱) اور جو (مؤمنوں کی رُوح کی) گرہ نرمی سے کھول دیتے ہیں، (۲) پھر (فضا میں) تیرتے ہوئے جاتے ہیں، (۳) پھر تیزی سے لپکتے ہیں، (۴) پھر جو حکم ملتا ہے، اُس (کو پورا کرنے) کا انتظام کرتے ہیں، (۵) کہ جس دن بھونچال (ہر چیز کو) ہلا ڈالے گا، (۶) پھر اُس کے بعد ایک اور جھٹکا آئے گا، (۷) اُس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے، (۸) اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، (۹) یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں کہ: ''کیا ہم پہلی والی حالت پر لوٹا دیئے جائیں گے؟ (۱۰) کیا اُس وقت جب ہم بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہوچکے ہوں گے؟'' (۱۱) کہتے ہیں: ''اگر ایسا ہوا تو یہ بڑے گھاٹے کی واپسی ہوگی'' (۱۲) حقیقت تو یہ ہے کہ وہ بس ایک زور کی آواز ہوگی، (۱۳) جس کے بعد وہ اچانک ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔ (۱۴) (اے پیغمبر!) کیا تمہیں موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے؟ (۱۵) جب اُن کے پروردگار نے اُنہیں طویٰ کی مقدس وادی میں آواز دی تھی (۱۶) کہ: ''فرعون کے پاس چلے جاؤ، اُس نے بہت سرکشی اختیار کررکھی ہے۔ (۱۷) اور اُس سے کہو کہ کیا تمہیں یہ خواہش ہے کہ تم سنور جاؤ؟ (۱۸) اور یہ کہ میں تمہیں تمہارے پروردگار کا راستہ دِکھاؤں تاکہ تیرے دل میں خوف پیدا ہوجائے؟'' (۱۹) چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی زبردست نشانی دکھائی، (۲۰) پھر بھی اُس نے (اُنہیں) جھٹلایا، اور کہنا نہیں مانا، (۲۱) پھر دوڑ دُھوپ کرنے کے لئے پلٹا، (۲۲) پھر سب کو اکٹھا کیا، اور آواز لگائی (۲۳) اور کہا کہ: ''میں تمہارا اعلیٰ درجے کا پروردگار ہوں''۔ (۲۴) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ (۲۵) حقیقت یہ ہے کہ اِس واقعے میں اُس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ کا خوف دِل میں رکھتا ہو۔ (۲۶) (انسانو!) کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے، یا آسمان کو؟ اُس کو اللہ نے بنایا ہے، (۲۷) اُس کی بلندی اُٹھائی ہے، پھر اُسے ٹھیک کیا ہے، (۲۸) اور اُس کی رات کو اندھیری بنایا ہے، اور اُس کے دن کی دُھوپ باہر نکال دی ہے، (۲۹) اور زمین کو اُس کے بعد بچھا دیا ہے، (۳۰) اُس میں سے اُس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا ہے، (۳۱) اور پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے۔ (۳۲) تاکہ تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچائے۔ (۳۳) پھر جب وہ سب سے بڑا ہنگامہ برپا ہوگا، (۳۴) جس دن انسان اپنا سارا کیا دھرا یاد کرے گا، (۳۵) اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے سامنے ظاہر کردی جائے گی، (۳۶) تو وہ جس نے سرکشی کی تھی، (۳۷) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، (۳۸) تو دوزخ ہی اُس کا ٹھکانا ہوگی۔ (۳۹) لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا، اور اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتا تھا، (۴۰) تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہوگی۔ (۴۱) یہ لوگ تم سے

قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ (۴۲) تمہارا یہ بات بیان کرنے سے کیا کام؟ (۴۳) اس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔ (۴۴) جو شخص اُس سے ڈرتا ہو، تم تو صرف اُس کو خبردار کرنے والے ہو۔ (۴۵) جس دن یہ اُس کو دیکھ لیں گے، اُس دن اُنہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ (دنیا میں یا قبر میں) ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔ (۴۶)

تشریح:...... یہ سورۃ النازعات ہے مکی سورت ہے اور اس میں چھیالیس آیات ہیں اس سورت کی ابتداء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں۔

گنہگار کی جان کنی

پہلی قسم: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ (قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں)

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۔ (قسم ہے ان فرشتوں کی جو آہستہ سے نکال لیتے ہیں۔)

اس سے مراد کون ہیں؟ یہ ڈوب کر کھینچنے والے اور آہستہ سے نکال لینے والے سے کون مراد ہیں؟ زیادہ تر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ یہ پانچوں قسمیں فرشتوں کی مختلف حالتوں کی ہیں۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ فرشتے موت کے وقت بدکار کی جان کھینچ کر نکالتے ہیں جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے فرشتے اس کی روح سے کہتے ہیں اے خبیث روح! نکلو خبیث بدن سے، جسے تم نے آباد کر رکھا تھا۔ اس کی روح جسم سے نکلنا نہیں چاہتی، فرشتے اسے کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے خاردار جھاڑیوں پر کوئی اُونی کپڑا ڈال دیا جائے اور اونی کپڑا ان کانٹوں میں الجھ جائے اور پھر کپڑے کو کھینچا جائے، کہیں سے پھٹ جائے، کہیں سے ریشے نکل جائیں اور دھاگے نکل جائیں، تو یوں اس کی روح کو نکالا جاتا ہے۔

مؤمن کی جان کنی

دوسری قسم: وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا (اور قسم ہے اُن فرشتوں کی جو آہستہ سے نکال لیتے ہیں)

اس سے مراد مومن کی روح ہے کہ وہ آہستہ سے نکال لیتے ہیں، موت کے وقت فرشتے اسے کہتے ہیں جیسا کہ سورۃ الفجر کے آخر میں فرمایا: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۔ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ ۔ اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف۔ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۔ تو اس سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پس داخل ہوجا میرے بندوں میں وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہوجا میری جنت میں۔

تیسری قسم: وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝٣ (قسم ہے اُن فرشتوں کی جو تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں کائنات کے اطراف میں)

زمینوں کی فضاؤں میں، آسمانوں میں تیرتے پھرتے ہیں۔

چوتھی قسم: فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ (پھر قسم ہے اُن فرشتوں کی جو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں)

امر الٰہی کی تعمیل میں، اللہ کے حکموں کو پورا کرنے میں ہر ایک کی کوشش ہے کہ میں دوسرے سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں آگے بڑھ جاؤں، یا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایمان والوں کی روحوں کو جنت میں لیجانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔

پانچویں قسم: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ (وہ معاملات کی تدبیر کرتے ہیں)

حقیقی مدبر تو اللہ ہے۔ سارے عالم کی تدبیر کرنے والا کسی کی عزت، کسی کی ذلت، کسی کی موت اور کسی کی زندگی اور کسی کی فتح اور کسی کی شکست اور کسی کی صحت اور کسی کی بیماری اور کسی سے لینے کا اصل فیصلہ کرنے والا اور عالم کی تدبیر کرنے والا اللہ ہے لیکن اللہ اپنے حکموں اور ان سارے معاملات کی تدبیر فرشتوں سے کرواتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ پانچوں قسمیں فرشتوں کی مختلف حالتوں کے بارے میں ہیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان پانچوں قسموں سے ستارے مراد ہیں جو کائنات کی فضاؤں میں کہیں ڈوبتے ہیں کہیں نکل آتے ہیں، تیزی سے گردش کرتے ہیں، کوئی تیز چلتا ہے کوئی آہستہ چلتا ہے تو ستاروں کی مختلف حالتیں مراد ہیں۔

کسی نے کہا کہ یہ ہوا کی مختلف حالتوں کی قسم ہے۔

قرآن کا مقصد اصلی

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿۴﴾

ان کلمات کا مفہوم جو بھی ہو مراد اس سے فرشتے ہیں، یا ستارے یا ہوائیں ہیں ان کلمات کو لانے کا اصل مقصد انسانی احساس کو بیدار کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ ان قسموں کے بعد جو بات بیان کی جارہی ہے وہ بڑی اہم ہے دلوں کو متوجہ کرنا، جگانا، ہلانا، بیدار کرنا اصل مقصد ہے، اور یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کا اصل مقصد دلوں کو بیدار کرنا ہے یہ دلوں کی تاروں کو چھیڑتا ہے تاکہ ان پر ربانی نغمہ گایا جائے، یہ دلوں کو جگاتا ہے، دلوں کو بیدار کرتا ہے اور دلوں کو گرماتا ہے۔ اور جو لوگ تفسیر کی باریکیوں میں پڑ جاتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں جو اصل مقصد ہے قرآن کا، دلوں کو متوجہ کرنا، بیدار کرنا، جگانا، گرمانا، یہ مقصد پھر فوت ہو جاتا ہے جب تفسیری اقوال میں بحثوں میں اور نقطوں میں اور واقعات کی تفصیل میں کوئی الجھ جائے تو یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ جہاں قسم ہوتی ہے وہاں قسم کا جواب بھی ہوتا ہے جسے جواب قسم کہا جاتا ہے۔

ان قسموں کا جواب قسم کیا ہے؟ علماء فرماتے ہیں جواب قسم ہے لتبعثن بعد الموت مجھے فرشتوں کی یا ستاروں

کی ان پانچ حالتوں کی قسم! تمہیں مرنے کے بعد ضرور زندہ کیا جائے گا۔

راجفہ اور رادفہ کیا ہیں؟

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ (جس دن کانپے گی کانپنے والی)۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ (اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی)۔

الرَّاجِفَةُ (کانپنے والی) رادفہ (پیچھے آنے والی) اس سے مراد کیا ہے؟ یہ بھی کہا گیا کہ کانپنے والی سے مراد زمین ہے زمین کانپ اٹھے گی زمین پر زلزلہ سا برپا ہو جائے گا۔

اور رادفہ (پیچھے آنے والی) اس سے مراد آسمان ہے۔ پہلے زمین پر زلزلہ برپا ہوگا اور پھر آسمانوں میں زلزلہ برپا ہوگا اور سب کچھ شکست و ریخت سے دوچار ہو جائے گا، سب کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ زمین بھی بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے، نہ یہ زمین باقی رہے گی اور نہ یہ آسمان باقی رہے گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راجفہ سے مراد پہلا صور ہے، جو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے پہلی دفعہ پھونکیں گے، نتیجہ یہ نکلے گا کہ ساری مخلوق بے ہوش ہو جائے گی اور موت کے منہ میں چلی جائے گی اور پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجے میں ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی اور زمین سے یوں اُگ آئے گی جیسے بارش برسنے سے فصل اُگ آتی ہے۔ سورہ زمر کی آیت نمبر ۶۸ میں اللہ نے فرمایا:

قیامت کا یقین

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ

(صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی)۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى ۔ (پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا)۔ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (سب کھڑے ہو جائیں گے زندہ ہو کر دیکھنے لگیں گے)۔

ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رات کے دو تہائی گزر چکے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا: یایها الناس اذکروا الله ۔ (اے لوگو اللہ کو یاد کرو)۔ جاءت الراجفه تتبعها الرادفه ۔ (آ گئی کانپنے والی اور آ گئی پیچھے آنے والی)۔

آپ سوچیں گے کہ راجفہ اور رادفہ تو اب تک نہیں آئیں اور حضور اس وقت فرما رہے ہیں آ گئیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے وعدوں پر، اللہ کی خبروں پر اتنا یقین تھا اگرچہ وہ واقعہ ہزاروں سال بعد واقع ہونے والا

ہے لیکن اللہ کے نبی نے فرمایا ہوگیا، ارے ہوگیا، جو اللہ نے کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا اور مجھے اللہ کے کہے ہوئے پر ایسا یقین ہے گویا کہ وہ ایسا واقعہ ہے کہ ہو چکا ارے آ گئی میرے صحابہ! آ گئی وہ قیامت کی حالت جب زمین کانپے گی جب آسمانوں میں زلزلہ برپا ہو جائے گا۔ جآء الموت بما فیه موت اپنی ساری حشر سامانیوں اور ہلاکت خیزیوں کے ساتھ آ گئی۔

درود شریف کو وظیفہ زندگی بنالو

مسند احمد میں روایت ہے ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے یہ فرمایئے کہ اگر میں اپنا وظیفہ یہ بنالوں کہ آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں تو پھر کیا اس مصیبت سے بچ سکتا ہوں اللہ کے نبی نے فرمایا:

اذا یکفیک اللہ ما اهمّک من دنیاک و آخرتک

(اگر تم درود شریف کو اپنا وظیفہ بنالو تو اللہ تمہیں دنیا و آخرت کی ساری پریشانیوں سے محفوظ رکھے گا)۔

میرے بزرگو اور دوستو:

کثرت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا کرو، حضور کے ہم پر اللہ کے بعد سب سے زیادہ احسانات ہیں، نہ ماں کے، نہ باپ کے، نہ استاد کے، نہ کسی پیرو مرشد کے اتنے احسانات ہیں جتنے اللہ کے احسانات، اور اللہ کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کے احسانات ہیں اور ان احسانات کا شکریہ ادا کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا کریں۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ (اس دن کچھ دل کانپ رہے ہوں گے)۔

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ (ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی سہمی ہوئی ہوں گی)۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ۝۱۰ (کیا ہمیں پھر پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا)۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ (جبکہ ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہوں گے)۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں، گل سڑ جائیں، اور پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے، ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ جب ہم گل سڑ کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا۔

آج جدید سائنس نے اس کو ثابت کر دیا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ جو سائنسدان کہتے ہیں کہ ہر جاندار چیز کا کوئی ڈی این اے ہوتا ہے جس میں اس کی پوری شخصیت کے خدوخال ہوتے ہیں۔ ڈی این اے کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا خلیہ اس کے اندر انسان کی پوری شخصیت پوشیدہ ہوتی ہے۔ سر سے لے کر پیروں تک اور یہ کہتے ہیں کہ اس خلیہ کو لے کر انسان کی اور حیوان کی فوٹو کاپی تیار کی جا سکتی ہے۔ دوسرا انسان اور دوسرا حیوان تیار کیا جا سکتا ہے اگر آج

کے ڈاکٹر اور سائنسدان اللہ کی دی ہوئی عقل کی وجہ سے ایک خلیہ لے کر انسان کی فوٹو کاپی تیار کر سکتے ہیں تو ان بوسیدہ ہڈیوں میں تو ہزاروں ڈی این اے ہیں تو وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا، کیا اس سے دوبارہ نیا انسان پیدا نہیں کر سکتا؟

قرآن علم کی کتاب ہے۔ توحید علم کے دروازے کو کھولتی ہے اور شرک جہالت کا نام ہے، قرآن کا انکار جہالت ہے اور قرآن کی حقانیت اور قرآن کے علوم کا اقرار علم کا اقرار ہے، سائنس کا اقرار ہے، حقائق کا اقرار ہے۔

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ (اور کہتے ہیں کہ یہ لوٹنا بڑے ہی خسارے کا ہوگا)

اگر واقعی دوبارہ ہمیں زندہ کر دیا گیا تو یہ تو بڑا خسارہ ہوگا اللہ کہتے ہیں۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ (وہ تو بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی)

ایک دفعہ حکم دوں گا زندہ ہو جاؤ، کھڑے ہو جاؤ قبروں سے۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ (سو وہ دفعتاً میدان میں آموجود ہوں گے)

اس میں دیر نہیں لگے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى۔

پہلی چودہ آیات میں عذاب قیامت کی اور خود قیامت کی تصویر تھی اب اگلی آیات میں اس تاریخی عذاب کی ایک شہادت پیش کی گئی ہے کہ یہ جو میں کہتا ہوں کہ میں عذاب دے سکتا ہوں، قیامت کے دن عذاب دوں گا تو یہ صرف قیامت میں نہیں ہوگا دنیا میں بھی میں ایسا کرتا رہتا ہوں اگر تم اپنی آنکھیں کھلی رکھو تو ایک تاریخی شہادت دیکھ لو۔

اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ فرعون کے قصے کی شہادت ہے، یہ قصہ قرآن کریم میں بار بار آیا ہے اور قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک مضمون کو قرآن بار بار بیان کرتا ہے لیکن اس کے باوجود طبیعت اور دل سننے سے اکتاتا نہیں ہے کہ یہ قصے کو بار بار اور اس مضمون کو بار بار کیوں بیان کیا جا رہا ہے اور ہر جگہ انداز مختلف، اسلوب مختلف، کہیں اللہ نے اس قصے کو مفصل بیان کیا، آدھے آدھے پارے میں یہ قصہ بیان ہوا، سو سو آیات میں یہ قصہ بیان ہوا، اور کہیں مختصر انداز میں، جہاں اللہ نے مفصل بیان کیا اللہ کا وہ انداز بھی بے مثال اور جہاں اللہ نے مختصر بیان کیا وہ انداز بھی بے مثال یہاں چھوٹی چھوٹی بارہ آیتیں ہیں اور عجیب آیات ہیں:

آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، فرعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کروا دیا کرتا تھا والدہ نے قتل ہونے کے ڈر سے صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اٹھا لیا اور پھر اسی محل میں پرورش پائی جس محل کا مالک کہتا تھا کہ میں بنی اسرائیل میں کسی بچے کو پیدا

نہیں ہونے دوں گا اور پرورش بھی اپنی والدہ کی گود میں۔ یہ نہیں کہ صرف فرعون کے محل میں پرورش پائی بلکہ دودھ بھی پیا تو اپنی والدہ کا پیا، اللہ نے پلایا، اللہ نے وعدہ کیا تھا پریشان مت ہوا اے موسیٰ کی والدہ! میں اس کو تجھے لوٹاؤں گا، اے اللہ! کیسے لوٹائے گا، کیسے ممکن ہوگا، اللہ نے کہا میں یہ معجزہ تجھے دکھاؤں گا، اللہ نے یہ معجزہ دکھایا فرعون کے محل میں پرورش پائی، جوانی تک پہنچے، باہر ایک دن جارہے تھے کہ ایک قبطی اور اسرائیلی آپس میں جھگڑ رہے تھے، اسرائیلی نے مدد کے لئے پکارا آپ نے قبطی کو ایک مکا مارا اللہ کی شان وہ چل بسا۔ آپ گرفتاری کے خوف سے مصر سے نکل گئے مدین چلے گئے مدین میں دس سال یا کم وبیش وقت گزارا حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی اور اپنی اہلیہ کو لے کر اب واپس آرہے ہیں جب مقدس وادی طوٰی میں پہنچے دور سے آگ جلتی ہوئی دکھائی دی اپنی اہلیہ سے کہا ٹھہر جاؤ:

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى

راستہ بھی دکھائی نہیں دے رہا اندھیرا ہے اور سردی بھی بہت زیادہ ہے تم کچھ دیر رک جاؤ میں آگ لے کر آتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ ہم آگ سینکیں، سردی کا اثر دور ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی راستہ بتانے والا مل جائے اللہ اکبر، کسی نے اس واقعہ کو دیکھ کر عجیب مضمون نکالا اور بڑے غضب کا شعر کہہ دیا:

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال
آگ لینے کو گئے پیغمبری مل گئی

آگ لینے گئے تھے اللہ نے پیغمبری عطا کردی اسی کا اللہ نے یہاں ذکر کیا۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى کیا تمہارے پاس پہنچی ہے موسیٰ کی خبر۔

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾

(جب اسے اس کے رب نے پکارا وادیٔ مقدس طوٰی میں) اب درمیان کی جزئیات حذف کردیں اس لیے کہ پورے قرآن میں وہ جزئیات مذکور ہیں۔

قرآن کی مستند تفسیر

قرآن کے بارے میں ایک بنیادی قول یہ بھی یاد رکھیے کہ یفسر القرآن بعضہ بعضا قرآن کا کچھ حصہ دوسرے حصے کی خود تفسیر کرتا ہے۔ قرآن کی سب سے مستند تفسیر خود قرآن ہے۔ قرآن نے جہاں ایک بات کو اجمالی بیان کیا ہے تو وہی دوسری جگہ تفصیلی بیان کردیا اس لئے قرآن کی سب سے مستند تفسیر خود قرآن ہے اور دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی کہ جس کا انداز یہ ہو کہ وہ اپنی تفسیر بھی خود ہو یہ متن بھی خود ہے اور شرح بھی خود ہے۔ یہ کلام

بھی خود ہے اور تفسیر بھی خود ہے۔ درمیان کی دوسری جزئیات دوسری سورتوں میں مذکور ہیں فرمایا کہ ہم نے کہا:

دعوت کا انداز و طریقہ

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝١٧

یہاں حضرت موسیٰ کو دعوت کا طریقہ سکھایا جارہا ہے اور دعوت کس کو دینی ہے اپنے وقت کے سب سے بڑے ڈکٹیٹر متکبر اور ظالم اور مادیت پرست فرعون کو دعوت دینی ہے اور دعوت کا طریقہ خود اللہ سکھار ہے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ کی آیت ۴۳ اور ۴۴ میں اس دعوت کو مزید تفصیل کے ساتھ اللہ نے بیان کیا فرمایا کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو کہا اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى دونوں چلے جاؤ فرعون کے پاس اس نے بڑی سرکشی اختیار کررکھی ہے۔

قرآن سے کیا سمجھ میں آتا ہے؟ کہ کسی سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے داعی کا یہ کام نہیں کہ وہ مایوس ہوجائے کہ اس کو دعوت دوں گا، یہ تو بہت گیا گزرا انسان ہے، شرابی ہے، زانی ہے، بدکار ہے، چور ہے، ظالم ہے، اس کو دعوت دینے کا کیا فائدہ؟ اللہ کہتا ہے نہیں! داعی کا یہ کام نہیں کہ وہ مایوس ہو دعوت دیتا رہے، فرعون جیسے متکبر اور ظالم کو دعوت دینے کا حکم ہے۔ اور ساتھ اللہ نے کہا۔ لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے اور ساتھ ہی کہا۔ فقولا له قَوْلًا لَّيِّنًا نرم لہجے میں بات کرنا۔

بعض بزرگوں نے عجیب بات فرمائی، فرماتے ہیں کہ اس امت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ افضل اور نیک اور برگزیدہ ہم میں سے کوئی نہیں ہوسکتا اور اس امت کا کوئی فرد کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ فرعون سے برا نہیں ہوسکتا اگر فرعون جیسے برے کے لئے موسیٰ علیہ السلام جیسے اچھے کو حکم ہے کہ نرمی سے گفتگو کریں۔ امت کا فرد ہو اور ہم اس کو نرم لہجے میں دعوت نہ دیں بلکہ سختی کے ساتھ دعوت دیں، یہ دعوت کا طریقہ نہیں ہے یہ پیغمبرانہ طریقہ نہیں ہے، یہ انبیاء کا اسلوب نہیں ہے کہ گالی دی جائے اور کیچڑ اچھالا جائے اور دوسرے کے بزرگوں کو برا بھلا کہا جائے دعوت کا یہ طریقہ نہیں ہے ہم اس طریقے کو غلط سمجھتے ہیں اور الحمدللہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں غلط سمجھتے ہیں اور یہ طریقہ کہ گالی گلوچ سے بھی بڑھ کر گولی چلادی جائے ہتھیار اٹھالیے جائیں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا چاہے ہمیں کسی فرقے سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو یہ طریقہ غلط ہے اگر دوسرے فرقوں پر غلبہ حاصل کرنے کا شوق ہے تو اس قرآن کو اٹھایئے اس کو پھیلایئے اس کا نور جتنا عام ہوگا گمراہی کے اندھیرے اتنا ہی دور ہوں گے۔ فرمایا جایئے فرعون کی طرف وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے، سرکشی سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، ظلم پھیلتا ہے، معصیت پھیلتی ہے۔

حضرت موسیٰ کی فرعون کو دعوت

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝١٨ (آپ فرعون سے جا کر کہیے (سنیے اللہ کہتا ہے)

کیا تو اس کے لئے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے) فرعون سے پوچھے جا کر ارے کیا پاک ہونا چاہتے ہو؟ میرے اللہ کے ہاں تیرے جیسے ناپاکوں کے لئے پاک ہونے کا طریقہ موجود ہے۔ کوئی نہیں جس کے لئے پاک ہونے کا راستہ اللہ نے نہ رکھا ہو چاہے وہ فرعون جیسا سرکش اور خدائی کا دعوایدار ہی کیوں نہ ہو کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ ظلم چھوڑ دو، کفر چھوڑ دو، شرک چھوڑ دو، معصیت چھوڑ دو، اور خدائی کا دعوٰی کرنا چھوڑ دو اور پاک ہو جاؤ۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

(اور میں تیری رہنمائی کروں تیرے رب کی طرف تا کہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو جائے۔)

کیا اس کے لئے تیار ہو، تزکیہ چاہتے ہو، پاک ہونا چاہتے ہو،؟ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد تزکیہ قلوب ہے، دلوں کو صاف کرنا ہے۔ سورہ جمعہ کی آیت ۲ میں ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

میں نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا انہی میں سے تا کہ انہیں میرا قرآن پڑھ کر سنائے اور ان کا تزکیہ کر دے، ان کے دلوں کو پاک کر دے۔ فرعون سے کہا جا رہا ہے ارے پاک ہونا چاہتے ہو؟ باتوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، وعظ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ جو کہا جاتا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر

جب کوئی اثر نہ ہوا تو اب آپ نے اس کو معجزہ دکھایا۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ (تو پھر آپ نے اس کو بڑی نشانی دکھائی)

لاٹھی پھینکی اور سانپ بن گئی، ہاتھ بغل سے نکالا تو چمکنے لگا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ لاٹھی کو سانپ بنتے ہوئے دیکھا تو بد بخت ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا۔

فرعون کا خدائی دعوٰی

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ (لیکن ماننے کے لئے تیار نہیں ہوا جھٹلا دیا اور نافرمانی کی)

کہنے لگا میں نہیں مانتا تجھے پیغمبر، تم جادوگر ہو، میں نہیں مانتا کہ یہ معجزہ ہے، یہ جادو ہے میں جادو کا مقابلہ جادو سے کروں گا۔

ایک طرف تو جادوگروں کو اکٹھا کیا اور دوسری طرف عوام کو اکٹھا کیا۔

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ (پھر وہ پلٹا اپنی سرگرمیوں کو تیز کرتے ہوئے اپنی چالیں چلتا ہوا پلٹا)۔

فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ (لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکارا)

سارے مجمع کے سامنے تقریر کی یہاں اس تقریر کی تفصیل نہیں اللہ نے سورہ زخرف کی آیت ۵۱ میں اس کی تفصیل بیان کی:

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ.

کیا یہ مصر کا ملک اور یہ نہریں اور یہ دریا یہ زمین یہ میری نہیں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ مالک میں ہوں؟

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ

کیا میں بہتر نہیں ہوں اس حقیر شخص سے، اس بے قیمت شخص سے جو اچھے طریقے سے بات بھی نہیں کر سکتا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، اور ایسے شخص سے جو غریب ہے:

فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ

اس کے پاس سونا چاندی کیوں نہیں، فرشتے اس کے ساتھ کیوں نہیں اللہ کہتا ہے۔ فاستخف قومه۔ اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا۔ فاطاعوه۔ چنانچہ ان بیوقوفوں نے اس کی اطاعت کی یہی ہر دور میں ہوتا رہا متکبر، ڈکٹیٹر اور ظالم لوگوں کو بیوقوف بناتے رہے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے رہے لوگوں کو جمع کر کے کہنے لگا۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾ (میں تمہارا سب سے بڑا ربّ ہوں)۔

فرعون کا انجام

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾

(اللہ نے اس کو پکڑ لیا آخرت میں اور سب کے سامنے دنیا کے عذاب میں غرق کر دیا)

اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ الگ۔

اور یہاں یہ بھی توجہ فرمایئے کہ آخرت کا ذکر پہلے کیا اور دنیا کا ذکر بعد میں کیا حالانکہ دنیا کا عذاب تو پہلے آیا اور آخرت کا عذاب بعد میں آئے گا لیکن چونکہ آخرت کا عذاب شدید ہے دنیا کے عذاب کے مقابلے میں اس لیے اللہ نے اس شدید عذاب کا ذکر پہلے کیا اور دنیا کے ہلکے عذاب کا ذکر بعد میں کیا۔

قرآن کس کے لئے ناصح ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ (بیشک اس میں عبرت ہے، نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہے)۔

میرے بزرگو اور دوستو!

قرآن عبرت ہے، نصیحت ہے، ہدایت ہے، رحمت ہے، شفاء ہے، برکت ہے، نور ہے، لیکن ان کے لئے جنکے دلوں میں خوف خدا ہے۔ اگر دلوں میں خوف خدا نہیں تو سارا قرآن پڑھ جایئے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دوبارہ زندہ ہونے پر بڑا اشکال ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں اور پھر پیدا کردیا جائے؟

اللہ کی بندوں سے محبت

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ (کیا تمہاری تخلیق زیادہ سخت ہے یا آسمانوں کی)

اللہ بندوں کو کیسے انداز بدل بدل کر، دلائل بدل بدل کر، الفاظ بدل بدل کر، مضامین بدل بدل کر سمجھاتا ہے۔ اس طریقے سے وہی سمجھاتا ہے جس کے دل میں محبت ہوتی ہے۔ کبھی ماں کو دیکھا ہے کہ بیٹا ہے بال سفید ہو رہے ہیں اور ماں سمجھا رہی ہے اور بار بار سمجھا رہی ہے سفر میں جا رہا ہے یوں کرنا، ایسے چلنا اور خیال کرنا راستے میں بڑے ڈاکو ہوتے ہیں، لٹیرے ہوتے ہیں، فریبی ہوتے ہیں، بیٹے تجھے تکلیف نہ ہوجائے میں نے سامان میں یہ بھی رکھ دیا، وہ بھی رکھ دیا اب بیٹے صاحب کو ہنسی آ رہی ہے پڑھا لکھا بیٹا، ماڈرن بیٹا، تعلیم یافتہ بیٹا میری اماں کتنی سیدھی سادھی ہے یہ نہیں جانتی کہ میرا بیٹا کتنا ہوشیار اور کتنا چالاک اور زمانہ دیکھے ہوئے ہے یہ تو گھر میں بیٹھی ہوئی اور میں دنیا گھوما ہوا لیکن بیٹے کو کیا پتا کہ میری ماں کے دل میں محبت کتنی ہے؟ ماں اس لیے نہیں کہہ رہی کہ وہ بیٹے کو بیوقوف سمجھ رہی ہے وہ تو محبت سے مجبور ہوکر انداز بدل کر سمجھا رہی ہے۔

یہ جو اگلی سات آیات ہیں ان میں قدرت کی نشانیوں کو بیان کیا ہے جنمیں سے ہر ایک نشانی گواہی دیتی ہے کہ اس قادر و مختار اللہ کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اور زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں، آسمانوں کا وسیع نظام ایک عمارت کی طرح مربوط نظام ہے۔

بعث بعد الموت پر کائنات کی گواہی

اس کائنات میں کروڑوں سیارے ہیں، ابھی انسان ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکا اور کروڑوں سیارے مسلسل حرکت میں ہیں اور حرکت کے باوجود آپس میں ٹکراتے نہیں ہر ایک اپنے مدار پر چل رہا ہے اس سے باہر نہیں نکلتا زمین کا ایک مخصوص نظام ہے زمین بھی گھوم رہی ہے حرکت کر رہی ہے لیکن اپنے مدار سے، اپنی سڑک سے باہر نہیں نکلتی۔ فرمایا کہ جو

اللہ آسمانوں کا یہ مربوط نظام بنا سکتا ہے کیا وہ تمہیں پیدا نہیں کر سکتا؟ انسان کی کیا حیثیت ہے اس کائنات کے مقابلے میں؟ اگر میں کہوں کہ اس کائنات کے مقابلے میں انسان کی اتنی حیثیت نہیں جتنی ایک قطرے کی سمندر کے مقابلے میں تو یہ بات غلط نہیں ہوگی۔ جو اللہ اتنا بڑا نظام بنا سکتا ہے کیا تجھے پیدا نہیں کر سکتا؟ اور ابھی کل کی بات ہے کہ میں نے تجھے ایک قطرے سے پیدا کیا اور اس ایک قطرے میں بھی یہ سائنسدان حضرات کہتے ہیں کہ انسان کی ساری خصوصیات موجود ہوتی ہیں جیسے اس خلیے کے اندر ساری خصوصیات موجود اس قطرے میں انسان کی ساری خصوصیات موجود تو کیا میں جب اس وقت پیدا کر سکتا تھا تو دوبارہ نہیں کر سکتا؟ کیا تمہاری تخلیق زیادہ سخت ہے یا آسمان کی۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ (اس اللہ نے آسمان کو بنایا اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی پھر اس کا توازن قائم کیا)

ایسے نہیں کہ پیدا کر کے چھوڑ دیا بلکہ ایک نظام بنایا ہے۔

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ (اس کی رات ڈھانپ دی اور اس کا دن نکالا)۔

زمین قدرت خداوندی کا عظیم مظہر ہے

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا)

کہتے ہیں کہ زمین گول ہے گھوم بھی رہی ہے لیکن اللہ نے ایسا بچھایا کہ اس زمین پر انسان چل بھی سکتا ہے تعمیرات بھی کر سکتا ہے، سڑکوں کا جال بھی بنا سکتا ہے۔

اس کائنات میں کروڑوں سیارے ہیں ان کروڑوں سیاروں میں ایک سیارہ بھی ایسا نہیں جس کا نظام زمین جیسا ہو، اس زمین کو اللہ نے خاص طور پر اپنی پیاری مخلوق انسان کے لئے بنایا ہے، ایک بھی سیارہ ایسا نہیں جس میں پانی موجود ہو اور وہ خصوصیات جو زمین کے اندر موجود ہیں سورج سے اس کا فاصلہ ایک حد تک رکھا یہ حضرات کہتے ہیں کہ جتنا زمین کا فاصلہ سورج سے ہے اگر اس میں دس فیصد کمی ہو جائے تو ساری زمین برف بن جائے اور دس فیصد اضافہ ہو جائے تو زمین اور زمین پر جو کچھ ہے یہ جل کر کوئلہ ہو جائے۔ اللہ نے زمین کو ایک خاص انداز سے بنایا اور اس میں انسانی ضروریات کی ساری چیزیں مہیا کیں۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ (اس زمین سے نکالا اس کے پانی کو اور اس کے چارے کو اور چراگاہوں کو)۔

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ (اور اس نے پہاڑ گاڑ دیئے)

اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے زمین ہر وقت متحرک رہتی زمین میں زلزلے آتے رہتے کوئی عمارت نہ بن سکتی۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ (تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے چوپائیوں کے لئے)

چوپائیوں کا بھی اللہ نے بار بار ذکر کیا ہے کہ صرف انسانوں کی ضروریات کو نہیں حیوانوں کی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھا ہے اس لیے کہ وہ صرف انسانوں کا رب نہیں وہ عالمین کا رب ہے اس نے سب کی ضروریات کو ملحوظ رکھا۔

پہلے ذہنوں کو تیار کیا گیا، دلوں میں اللہ کی قدرت بٹھائی گئی اور پھر اس کے بعد بتایا کہ جس نے یہ نظام قائم کیا ہے ایک دن آئے گا کہ وہ خود اس نظام کو تباہ و برباد کر دے گا۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى. (پھر وہ جب عظیم ہنگامہ برپا ہوگا، قیامت کا ہنگامہ)۔

حسرت کا دن

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ (اس دن انسان اپنے کیے ہوئے کو یاد کرے گا)

اپنے مشاغل زندگی کہاں لگائے، جوانی کہاں خرچ کی، صلاحیتیں کہاں خرچ کیں، پیسہ کہاں برباد کیا اس دن یاد کرے گا۔ وہ حسرت کا دن ہوگا قیامت کے ناموں میں سے ایک نام يَوْمَ الْحَسْرَةِ بھی ہے حسرت کا دن ہوگا اس دن گنہگار بھی حسرت کریں گے اے کاش! ہم نیک ہوتے نیک بھی حسرت کریں گے اے کاش! جتنی عبادت کی تھی اس سے زیادہ کی ہوتی۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ (دوزخ کھول کر رکھدی جائے گی ہر دیکھنے والے کے لئے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہے گی)۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

(جس نے سرکشی اختیار کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی آخرت کی زندگی پر، تو جہنم اس کا ٹھکانا ہے)

اے اللہ! تو ہمیں انہیں سے نہ بنانا جو دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔

بُری خواہش چھوڑنے کا انعام

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

(جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور اپنے آپ کو بری خواہشات سے باز رکھا تو اس کا ٹھکانا جنت ہے)

نفسانی خواہشات سرکشی پر آمادہ کرتی ہیں ان سے اپنے آپ کو روکے رکھا نفسانی خواہشات کو کیسے روکا جا سکتا ہے نفسانی خواہشات سے بچانے والی چیز اللہ کا خوف ہے۔ کہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا، یہ نہیں کہا کہ اس کے نفس میں خواہشات پیدا ہی نہیں ہوئیں، نہیں خواہشات پیدا ہوئیں لیکن اللہ کے ڈر سے روک لیا۔

ایسا نہیں ہے کہ گناہ کی صلاحیت ہی نہ ہو اور گناہ کی خواہش ہی نہ ہو اور یہ بھی عرض کر دوں گناہ کی خواہش اور

خیال اور وسوسہ کا دل میں پیدا ہو جانا یہ ایمان اور تقویٰ کے منافی نہیں۔

اللہ کے قرب حاصل کرنے کا مزہ تو تب آتا ہے کہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کا گلا گھونٹ دیتا ہے اللہ کے ڈر سے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی نور اللہ مرقدہ کا بڑا پیارا شعر یاد آیا، فرمایا کرتے تھے۔

آرزوئیں خون ہوں حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو تیرے قابل بنانا ہے مجھے

آرزوؤں کا خون کر کے حسرتوں کو پامال کر کے اے اللہ اس دل کو تیرے قابل بنانا ہے۔

وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ (آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کب قائم ہوگی)۔

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ (تم اس بحث میں کیا پڑے ہو)

کہ قیامت کا متعین علم تو اللہ نے اپنے نبی کو نہیں دیا۔

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ (اس کا معاملہ تیرے رب کے حوالے ہے)۔

حضور ﷺ سے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اے سوال کرنے والے! جس سے تم نے سوال کیا ہے وہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ نہیں جانتا ہے میں اس کی متعین تاریخ نہیں بتا سکتا۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ (بیشک تم تو خبردار کرنے والے ہو اُسے جو اس سے ڈرنے والا ہے)۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

(جس دن قیامت کو دیکھ لیں گے تو محسوس کریں گے کہ وہ ایک دن کے پچھلے پہر تک ٹھہرے ہیں)

جس دنیا کے لئے لڑتے تھے، مرتے تھے، سرکشی کرتے تھے گناہ اور نافرمانیاں کرتے تھے یہ دنیا، دنیاداروں کی نظر میں سکڑ جائے گی یوں محسوس کریں گے کہ ہم تو دن کا کچھ حصہ رہے زیادہ رہنے کا موقع نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کا خوف اور اپنا کا ڈر عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ

موضوع

آداب وعقائد

آیَاتُهَا ٤٢ (٨٠) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (٢٤) رُكُوْعَاتُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ(١) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ(٢) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ(٣) اَوْ يَذَّكَّرُ
فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ(٤) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ(٥) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ(٦) وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا
يَزَّكّٰى ۭ(٧) وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ(٨) وَهُوَ يَخْشٰى ۙ(٩) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ(١٠) كَلَّآ اِنَّهَا
تَذْكِرَةٌ ۚ(١١) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ(١٢) فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ(١٣) مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ(١٤) بِاَيْدِيْ
سَفَرَةٍ ۙ(١٥) كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۭ(١٦) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ(١٧) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۭ(١٨) مِنْ
نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ(١٩) ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ(٢٠) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ(٢١) ثُمَّ اِذَا
شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۭ(٢٢) كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ(٢٣) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ(٢٤) اَنَّا
صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ(٢٥) ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ(٢٦) فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ(٢٧)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ(٢٨) وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ(٢٩) وَّحَدَآىِٕقَ غُلْبًا ۙ(٣٠) وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ(٣١) مَّتَاعًا
لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۭ(٣٢) فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۡ(٣٣) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ(٣٤)
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ(٣٥) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۭ(٣٦) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ
يُّغْنِيْهِ ۭ(٣٧) وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ(٣٨) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ(٣٩) وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ
عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ(٤٠) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۭ(٤١) اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۧ(٤٢)

ترجمہ:...... (پیغمبر نے) منہ بنایا، رُخ پھیرلیا، (١) اس لئے کہ اُس کے پاس وہ نابینا آگیا تھا۔ (٢) اور (اے پیغمبر!) تمہیں کیا خبر؟ شاید وہ سدھر جاتا، (٣) یا وہ نصیحت قبول کرتا، اور نصیحت کرنا اُسے فائدہ پہنچاتا! (٤) ......وہ شخص جو بے

پرواہی دِکھا رہا تھا، (۵) اُس کے تو تم پیچھے پڑتے ہو، (۶) حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، (۷) اور وہ جو محنت کر کے تمہارے پاس آیا ہے، (۸) اور وہ دِل میں اللہ کا خوف رکھتا ہے، (۹) اُس کی طرف سے تم بے پرواہی برتتے ہو! (۱۰) ہرگز ایسا نہیں چاہیے! یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے، (۱۱) اب جو چاہے اُسے یاد کر لے، (۱۲) وہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو بڑے مقدس ہیں، (۱۳) اُونچے رُتبے والے ہیں، پاکیزہ ہیں، (۱۴) اُن لکھنے والوں کے ہاتھ میں رہتے ہیں، (۱۵) جو خود بڑی عزت والے، بہت نیک ہیں۔ (۱۶) خدا کی مار ہو ایسے انسان پر، وہ کتنا ناشکرا ہے! (۱۷) (وہ ذرا سوچے کہ) اللہ نے اُسے کس چیز سے پیدا کیا؟ (۱۸) نطفے کی ایک بوند سے! اُسے پیدا بھی کیا، پھر اُس کو ایک خاص انداز بھی دیا۔ (۱۹) پھر اُس کے لئے راستہ بھی آسان بنا دیا، (۲۰) پھر اُسے موت دی، اور قبر میں پہنچا دیا، (۲۱) پھر جب چاہے گا، اُسے دوبارہ اُٹھا کر کھڑا کر دے گا، (۲۲) ہرگز نہیں! جس بات کا اللہ نے اُسے حکم دیا تھا، ابھی تک اُس نے پوری نہیں کی۔ (۲۳) پھر ذرا انسان اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے! (۲۴) کہ ہم نے اُوپر سے خوب پانی برسایا، (۲۵) پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح سے پھاڑا، (۲۶) پھر ہم نے اُس میں غلے اُگائے، (۲۷) اور انگور اور ترکاریاں، (۲۸) اور زیتون اور کھجور، (۲۹) اور گھنے گھنے باغات، (۳۰) اور میوے اور چارہ، (۳۱) سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کی خاطر! (۳۲) آخر جب وہ کان پھاڑنے والی آواز آ ہی جائے گی، (اُس وقت اس ناشکری کی حقیقت پتہ چل جائے گی) (۳۳) یہ اُس دن ہوگا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا، (۳۴) اور اپنے ماں باپ سے بھی، (۳۵) اور اپنے بیوی بچوں سے بھی، (۳۶) (کیونکہ) ان میں سے ہر ایک کو اُس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہوگی کہ اُسے دوسروں کا ہوش نہیں ہوگا۔ (۳۷) اُس روز کتنے چہرے تو چمکتے دمکتے ہوں گے، (۳۸) ہنستے، خوشی مناتے ہوئے، (۳۹) اور کتنے چہرے اُس دن ایسے ہوں گے کہ اُن پر خاک پڑی ہوگی، (۴۰) سیاہی نے اُنہیں ڈھانپ رکھا ہوگا۔ (۴۱) یہ وہی لوگ ہوں گے جو کافر تھے، بدکار تھے۔ (۴۲)

یہ سورۂ عبس ہے مکی سورت ہے اور اس میں بیالیس آیات ہیں اس سورت میں اللہ نے دعوت کے بعض آداب اور بنیادی اسلامی عقائد بیان فرمائے ہیں۔ اس سورت کی جو ابتدائی آیات ہیں۔ ان کا ایک خاص شانِ نزول، پس منظر تفاسیر میں بیان کیا گیا ہے، جتنی بھی معتبر تفاسیر ہیں، قرطبی ہے، ابن کثیر ہے، روح المعانی ہے، اس طرح حدیث کی جو مشہور کتابیں ہیں ان کے اندر ان آیات کا جو سبب نزول اور پس منظر بیان ہوا ہے وہ یہ ہے:

شانِ نزول

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں قریش کے چند بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں عتبہ تھا، شیبہ تھا، ابو جہل بن ہشام تھا، عباس بن عبدالمطلب تھے (جو اس وقت ابھی کافر تھے)، امیہ بن خلف تھا، ولید بن مغیرہ تھا، انہیں حضور اکرم ﷺ اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسلام کی حقیقت سمجھا رہے تھے، اسی درمیان حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ ایک نابینا صحابی تھے وہ تشریف لے آئے، اُنہیں علم نہ تھا کہ

رسول اللہ ﷺ قریش کے چند سرداروں کو دعوت دینے میں مصروف ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عَلِّمْنِي مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ اے اللہ کے رسول جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھائیں، جو کلام اللہ نے آپ پر نازل فرمایا ہے وہ کلام مجھے بھی سنائیں اور یہ کلمہ انہوں نے بار بار کہا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کی یہ دخل اندازی اور قطع کلامی ناگوار گزری کہ میں دعوت دینے میں مصروف ہوں اس موقعہ پر اس کو میری بات کا سلسلہ کاٹنا نہیں چاہئے تھا، یہ بے وقت آ گیا اور اب بار بار مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے ممکن ہے میری دعوت سے ان میں سے کوئی سردار ایمان قبول کرلے اور اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کے دین پر ہوتے ہیں ایک سردار کے ایمان قبول کرنے سے ممکن ہے کہ اس کا پورا قبیلہ ایمان قبول کرلے اور ایسی مثالیں پیش آئیں، ایسا ہوا کہ بعض قبیلوں کے سرداروں نے ایمان قبول کیا تو اس قبیلے کے سارے ہی افراد نے ایمان قبول کرلیا۔

رسول اکرم ﷺ کی ناگواری، اور آپ کی طبیعت کا ملال اور ناراضگی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ دین کی دعوت کی بنیاد پر تھی کہ عبداللہ تو ہمہ وقت کا حاضر باش ہے کسی وقت بھی استفادہ کرسکتا ہے اور یہ لوگ تو کبھی کبھی ہاتھ آتے ہیں آج موقعہ ملا ہے تو ممکن ہے کہ یہ بات کو سمجھ جائیں۔

اس لیے حضور اکرم ﷺ کو ناگواری سی ہوئی اس پر اللہ نے یہ آیات اتاریں:

حضور ﷺ سے محبوبانہ خطاب

عَبَسَ وَ تَوَلّٰى: یہ اگرچہ واحد کا صیغہ ہے ایک کے لئے لفظ استعمال ہوا لیکن میں تو یوں ترجمہ کروں گا ادب کا ترجمہ، ان کے چہرے پر بل پڑ گئے، وہ چیں بجبیں ہو گئے وَ تَوَلّٰى اور انہوں نے منہ پھیر لیا۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲: (اس لئے کہ ان کے پاس ایک نابینا آ گیا اللہ ایمان والوں کی کتنی دلداری کرتا ہے، کتنی دلجوئی کرتا ہے، اللہ اپنے نبی کو تنبیہ فرما رہے ہیں، اگرچہ تنبیہ میں بھی محبت کے آداب ملحوظ رکھے ہیں یوں نہیں فرمایا عبست و تولیت تیرے چہرے پر بل پڑ گئے تو نے منہ پھیر لیا۔

اللہ کہہ رہا ہے کہ میرے محبوب کے چہرے پر بل پڑ گئے اور میرے محبوب نے منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ میرے محبوب کے پاس ایک نابینا آیا۔ ان سرداروں کی طرف متوجہ ہیں اور اس غریب نابینا کا آنا آپ کی طبیعت پر ناگوار گزرا ہے۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝۳: (تمہیں کیا معلوم شاید وہ اپنی اصلاح چاہتا ہو)

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴: (یا وہ نصیحت سننا چاہتا ہو اور اسے نصیحت فائدہ دے)۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵: (لیکن جو بے پروائی اختیار کر رہا ہے)۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶: (آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں)

وَمَا عَلَيۡكَ اَلَّا يَزَّكّٰىؕ﴿۷﴾ : (اور آپ پر کوئی ذمہ داری، کوئی وبال، کوئی گناہ، کوئی عذاب نہیں یہ کہ وہ پاک نہ ہوں اور یہ کہ وہ ایمان قبول نہ کریں)۔

تبلیغ کے لئے تقدیم وتاخیر کا اصول

وَاَمَّا مَنۡ جَآءَكَ يَسۡعٰىۙ﴿۸﴾

(اور جو تیرے پاس آتا ہے شوق سے)۔ ویسے عربی زبان میں یَسْعٰی کا معنی دوڑنا بھی ہے، آپ جانتے ہیں سورہ جمعہ میں فرمایا یٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، کوشش کرو، جلدی کرو، جب جمعہ کی اذان ہوجائے دیر نہ کرو وَ ذَرُوا الۡبَيۡعَ تجارت، دکانداری، کاروبار، فیکٹری، کارخانہ، ملازمت سب چھوڑ دو۔

فَاسۡعَوۡا، دوڑو یہاں جو لفظ آیا وہ یہ کہ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَكَ يَسۡعٰى لیکن جو آپ کے پاس آتا ہے کوشش کرکے دوڑتا ہوا۔ اور یوں بھی ترجمہ کیا گیا کہ جو آپ کے پاس آتا ہے شوق لے کر، طلب لے کر، وَ هُوَ يَخۡشٰى اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے۔

فَاَنۡتَ عَنۡهُ تَلَهّٰى : (اے میرے محبوب آپ اس سے بے پروائی اختیار کرتے ہیں) اللہ اپنے نبی کو تنبیہ فرمارہے ہیں۔ ان سرداروں کے پیچھے آپ پڑے ہوئے ہیں اور ایک غریب نابینا جو طلب لے کر آیا ہے، جو تڑپ لے کر آیا ہے، جو سیکھنے کا جذبہ لے کر آیا ہے، اس کی طرف آپ توجہ نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس کا آنا آپ کو ناگوار گزرا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غمگین دن

بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اتنے غمگین نہیں ہوئے تھے جتنا غمگین اس دن ہوئے جس دن یہ آیات حضور اقدس ﷺ پر نازل ہوئیں۔ کہ ایک غریب صاحب طلب کی وجہ سے اللہ مجھ سے ناراض ہوگیا کہ میں نے اس سے ناگواری کا رویہ اختیار کیا اور منہ پھیر لیا اور اس کے آنے سے میرے چہرے پر بل پڑ گئے اللہ نے اپنے نبی کی کیفیت کو بھی ذکر کردیا۔ میرے نبی کے چہرے پر بل پڑ گئے، وہ جو چہرے پر بل پڑ گئے تھے اللہ نے اُن کا بھی ذکر کردیا وَ تَوَلّٰى اور منہ بھی پھیر لیا یہ کہ نابینا آیا ہے اور صاف صاف اعمیٰ کہا یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ ایک مسکین آیا، غریب آیا ہے، فقیر آیا ہے لیکن کیا کہا اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى ایک نابینا آیا ہے وہ نابینا ہی سہی، لیکن اصل نابینا آنکھوں کا نہیں ہوتا وہ دل کا ہوتا ہے فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ اللہ کہتا ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ جو سینے کے اندر دل ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں، کتنے ہیں جو آنکھوں کے

اندھے ہیں لیکن لاکھوں کروڑوں آنکھوں والوں سے بہتر ہیں، اور کتنے ہیں جو آنکھوں کے بینا ہیں لیکن دل کے اندھے ہیں، اللہ کی نظر میں ان کی مکھی کے پَر کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔

قرآن محمد کا کلام نہیں

اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ نے عجیب بات فرمائی فرماتے ہیں لَوْ کَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ کَاتِمًا مِّنَ الْوَحْیِ شَیْئًا لَکَتَمَ هٰذَا۔ اگر محمد ﷺ وحی کی کوئی بات انسانوں سے چھپانا چاہتے تو ان آیات کو ضرور چھپاتے کہ ان آیات میں تنبیہ کی گئی ہے، ان جیسی آیات کا قرآن میں مذکور ہونا اس بات کی علامت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے محمد ﷺ کا کلام نہیں، وگرنہ وہ آیات تو ضرور ذکر کی جاتیں جن آیات میں حضور کی تعریف ہے اور حضور کے فضائل ہیں، لیکن وہ آیات جن میں اللہ نے حضور کو تنبیہ فرمائی وہ آیات قرآن میں مذکور نہ ہوتیں۔ لیکن حضور ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا بغیر کمی بیشی، کسی حرف اور حرکت کی تبدیلی کے بغیر امت تک پہنچا دیا اور قرآن کی صورت میں محفوظ کر دیا، اور یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد پھر کبھی حضور اکرم ﷺ کسی فقیر اور غریب کو دیکھ کر چیں بجبیں نہیں ہوئے، آپ کی پیشانی پر بل نہیں پڑنے۔ بعض سرداروں کے ساتھ تو آپ نے سخت رویہ اختیار کیا لیکن صاحب ایمان، غریب اور فقیر کے ساتھ ان آیات کے بعد سخت رویہ اختیار نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام کی مجلس اور فقراء کا حال

روایت میں آتا ہے کہ آپ کی مجلس میں فقراء ایسے ہوتے تھے جیسے امراء ہیں۔ بڑے بڑے سیٹھ بیٹھے ہیں، حبشہ کا بلال رضی اللہ عنہ بیٹھا ہے، فارس کا سلمان رضی اللہ عنہ بیٹھا ہے، قبیلہ غفار کا ابوذر رضی اللہ عنہ بیٹھا ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں، بڑے بڑے فقیر ہیں، کوئی ٹھکانہ نہیں، کوئی بنگلہ نہیں، کوئی مکان نہیں، کوئی خاندان نہیں، کوئی ظاہری ثروت اور غناء اور قوت کا سہارا نہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب بیٹھتے تھے تو اغنیاء کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ وَکَانَ الْفُقَرَاءُ فِیْ مَجْلِسِهٖ أُمَرَاءَ آپ کی مجلس میں جو فقراء ہوتے تھے، وہ امراء ہوتے تھے۔ اور ان آیات کے نزول کے بعد جب کبھی حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ دیکھتے کہ تشریف لا رہے ہیں تو ان الفاظ سے استقبال کیا کرتے تھے مَرْحَبًا لِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ۔ خوش آمدید کہتا ہوں اس شخص کو جس کی وجہ سے میرے اللہ نے مجھ پر ناراضگی کا اظہار کیا، اور پوچھتے هَلْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ عَبْدَ اللّٰهِ! کوئی ضرورت ہے، کوئی مقصد ہے تو بتلاؤ تمہاری وجہ سے اللہ مجھ پر ناراض ہو گیا تھا۔

معاذ اللہ یہ حضور اکرم ﷺ کی کوئی صراحۃً، عمداً غلطی نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ آپ اس کو اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں اور اجتہادی غلطی کے بارے میں تمام علماء کہتے ہیں کہ انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے۔ گویا کہ آپ کے پاس

دو بیمار تھے، ایک تو بیمار تھے جن کو شرک کی بیماری تھی اور دوسرے یہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیمار تھے یہ شرک کے بیمار تو نہ تھے اپنے ایمان میں ترقی چاہتے تھے، لیکن ان دونوں بیماروں میں فرق یہ تھا کہ یہ جو سردار بیمار تھے، یہ شفاء کے طلبگار نہ تھے اور عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ شفاء کے طلب گار تھے۔

فضیلت کا معیار کیا ہے؟

یہ آیات نازل فرما کر اللہ نے بتادیا کہ کسی انسان کا مقام روپے پیسے، حسب ونسب، اور عہدہ ومنصب، اور حسن وجمال کی وجہ سے متعین نہیں ہوگا بلکہ انسان کا مقام اور انسان کی قدر و قیمت تقویٰ کی بناء پر اللہ کے ہاں ثابت ہوگی۔ اور عرب معاشرے میں اصول جاری کرنا بڑا مشکل تھا، عربوں کے ہاں حسب ونسب، قوم، قبیلے اور، زبان کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ حسب ونسب کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ وہ کتوں، گھوڑوں اور اونٹوں تک کے نسب کو یاد رکھتے تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ میرا اونٹ فلاں مشہور اونٹ کی نسل سے ہے، میرا گھوڑا فلاں مشہور گھوڑے کی نسل سے ہے۔ اپنے نسب کو فخریہ طور پر میلوں میں بیان کیا کرتے تھے، بچے بچے کو نسب یاد ہوتے تھے۔ اس معاشرے میں، اس سوسائٹی میں یہ پیمانہ اور یہ اصول جاری کرنا بڑا مشکل تھا لیکن کائنات کے سردار حضرت محمد ﷺ نے سب سے پہلے خود اپنے عمل سے اس اصول کو جاری کیا۔ حسب ونسب، اور دولت وعہدہ و منصب کے بتوں کو توڑا اور عزت وفضیلت کا معیار ایمان وتقویٰ کو ٹھہرایا۔ اندازہ کیجئے آپ نے منہ بولا بیٹا سوائے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہیں بنایا ہے حالانکہ ہزاروں صحابہ تھے۔ اور زید بن حارثہ کون ہیں؟ آزاد کردہ غلام ہیں ان کو منہ بولا بیٹا بنایا اور ایسے ہی زبانی جمع خرچ نہیں جیسے آج ہم میں بعض اوقات زبانی جمع خرچ کرتے ہیں، اپنے عمل سے ثابت کیا کہ میں نے واقعی زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہے اور بیٹے کا مقام دیا ہے، اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سے کرایا ہے۔ ہجرت مدینہ کے موقعہ پر جب حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان مواخات کا، بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا آپ یوں کرتے تھے کسی مہاجر کو بلاتے اور ایک انصاری کو بلاتے اور فرماتے جاؤ! تم دونوں بھائی ہو۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو۔ تو آپ نے حسب ونسب کے بتوں کو توڑا۔ غزوۂ موتہ میں جب کہ تین ہزار انصار اور مہاجر صحابہ شامل تھے لیکن امیر بنایا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو۔ زندگی کے آخری ایام میں رومیوں کے خلاف آپ نے جس لشکر کو تیار کیا اس لشکر کا امیر بنایا حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو، حالانکہ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان جیسے بڑے بڑے صحابہ شامل تھے لیکن امارت دی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو، عمر بھی چھوٹی تھی بعض لوگوں کو تعجب ہوا کہ اسامہ کو اتنی بڑی مہم میں امیر کیوں بنایا جارہا ہے تو حضور ﷺ نے جب سنا

تو آپ نے فرمایا: کل جب میں نے اس کے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا تب بھی بعض لوگوں کو اشکال ہوا تھا، لیکن وہ امارت کا مستحق تھا آج تمہیں اس کے بیٹے کے امیر بنائے جانے پر اشکال ہو رہا ہے لیکن ان کا بیٹا بھی امیر بنائے جانے کا مستحق ہے۔

امیر المؤمنین کی تواضع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ نہ ہو سکا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد تمام خطرات کے باوجود جو کام سب سے پہلے کیا وہ یہ کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کیا اور انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کو امیر بنایا اور حالت یہ تھی کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ غلام کا بیٹا سوار ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین پیدل چل رہے ہیں، مدینہ منورہ سے رخصت کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا مجھ جیسا نوجوان اوپر بیٹھا ہے اور بوڑھے صحابی اور نبی کے بعد سب سے افضل اور خلیفۃ المسلمین پیدل چل رہے ہیں عرض کیا یا امیر المومنین یا تو خود بھی سوار ہو جائیے یا مجھے بھی سواری سے اترنے کی اجازت دے دیجئے۔ فرمایا نہ تم سواری سے نیچے اترو گے نہ میں سواری پر سوار ہوں گا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ فضیلت کیا کم ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو رہے ہیں۔

امیر المومنین ہیں، لیکن عرض کرتے ہیں اسامہ رضی اللہ عنہ! حالات بڑے مخدوش ہیں، مدینہ منورہ میں، میں اکیلا ہوں، مرتدین کی جماعت ہے، بہت سی اسلام دشمن طاقتیں مدینہ پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہیں سارے مسائل سے میرے لیے نمٹنا مشکل ہوگا، تم مجھے اجازت دو تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنی مدد کے لئے روک لوں۔ کیسے حسب ونسب کے بت گرائے اللہ کے نبی نے دلوں سے۔ امیر المومنین ہیں اور اونچے نسب کے ہیں اور نبی کے بعد سب سے افضل ہیں لیکن اجازت مانگ رہے ہیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ! اجازت دے دو تو میں روک لوں۔ ظاہر ہے کہ وہ انکار کیسے کر سکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ونسب کے بُت توڑے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے، مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وظائف بیت المال سے متعین کیے گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ کم مقرر کیا، حضرت عبداللہ کو اشکال ہوا تو پوچھا ابو اُسامہ کے مقابلے میں میرے اندر کون سی کمزوری تھی کہ اس کا وظیفہ زیادہ اور میرا وظیفہ کم۔ جواب دیجئے کیا محبت تھی، محبت یوں کی جاتی ہے۔ فرمایا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! اسامہ کا باپ حضور کی نظر میں تیرے باپ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب تھا اور زید رضی اللہ عنہ کا بیٹا اسامہ رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارا تھا، میں اپنی محبت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دیتا ہوں۔ میری محبت ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایک طرف، جو

حضور ﷺ کا چہیتا تھا، اور جو حضور ﷺ کا پیارا تھا اس کا وظیفہ تیرے وظیفے سے زیادہ ہوگا۔ حسب ونسب کے بت توڑے۔ قبیلہ نہیں، قوم نہیں، رنگ نہیں، نسل نہیں، نسب نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ دونوں میں ایک مرتبہ تکرار ہوگئی، بات بڑھ گئی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا ''او سیاہ فام عورت کے بیٹے'' حضور اکرم ﷺ کو پتا چلا حضور ﷺ نے فرمایا ابوذر! اب بھی تیرے اندر وہ جاہلیت والی خرابی ہے، اللہ کی نظر میں گوری عورت کے بیٹے کو کالی عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ ابھی تک وہ جہالت والی باتیں نہیں گئی ہیں۔ حضرت ابوذر تو تڑپ اٹھے، عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معاف کر دیجیے، کیسے معافی کی صورت ہوگی؟، بلال رضی اللہ عنہ کو کیسے راضی کروں؟، زمین پر لیٹ گئے اور کہا اے بلال! اللہ کی قسم! اس وقت تک زمین سے نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تم میرے چہرے پر اپنا پیر نہیں رکھو گے کہ میں نے تم کو یہ طعنہ دیا ہے۔ نسب کا طعنہ، حبشی ماں کا طعنہ، اور کالی ماں کا طعنہ۔ کیا بنا دیا تھا قرآن نے، اور صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے صحابہ کرام کو۔ تو یہ سارے بت گرا دیے اور بتلا دیا، عزت اور احترام دولت کی بناء پر نہیں، حسب ونسب کی بناء پر نہیں بلکہ ایمان کی بناء پر ہوگی، اچھے اخلاق کی بناء پر ہوگی، تقویٰ کی بناء پر ہوگی، یہ معیار ہے اللہ کی نظر میں محبوب بننے کا۔ ایسا نہیں کہ غریبوں سے تو بے توجہی اور امیروں کی خوشامد اور چاپلوسی، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

سبق آموز واقعہ

ایک دولت مند مرید، پیر صاحب کے پاس جایا کرتا تھا بڑی طلب کے ساتھ، لیکن پیر صاحب کی نظر اس کی طلب پر نہیں تھی اس کی جیب پر تھی، امیر اور غریب میں فرق کرتے تھے۔ ایک دن اس نے پیر صاحب کو اپنا خواب سنایا کہ حضرت! عجیب خواب دیکھا ہے۔ میری انگلی پر پاخانہ لگا ہوا ہے اور آپ کی انگلی پر شہد لگا ہوا ہے۔ پیر صاحب بڑے خوش ہوئے خواب سن کر کہا بد بخت! ہم اللہ والے لوگ ہیں ہماری انگلی پر شہد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اور تو دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے تیری انگلی پر گندگی نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ اس نے کہا حضرت! پورا خواب تو سن لیجیے! میری انگلی آپ کے منہ میں تھی اور آپ کی انگلی میرے منہ میں۔ اور واقعتاً ایسا ہوتا ہے کہ ان کی نظر تو جیب پر ہے روپے پیسے پر اور آنے والے وہ طلب لے کر آتے ہیں تو طلب کو دیکھا جائے گا۔

كَلَّا: ہرگز نہیں۔ اے محمد ﷺ! آج کے بعد کبھی ایسا نہیں کرنا چنانچہ میرے اور آپ کے اور پوری کائنات کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کے نزول کے بعد پھر کبھی ایسا نہیں کیا ہے کہ کسی صاحب طلب غریب کی آمد کی وجہ سے آپ کے چہرے پر بل پڑے ہوں۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ : بیشک یہ قرآنی آیات تو نصیحت ہیں اللہ کے کلام کو دیکھیں، ارے مزے لے کر پڑھا کریں اللہ کے کلام کو، کیا حسن ہے، کیا توازن ہے، کیا نغمگی ہے، کیا کشش ہے، کیا موافقت ہے، کیا تڑپ ہے، کیا

انداز اور کیا اسلوب ہے، دل موہ لینے والا۔

قرآن کی عظمت وصداقت

اللہ کے کلام کا یہی اسلوب اور یہی کلام سن کر تو عرب کے بڑے بڑے شعراء اور ادیب کہہ اٹھے تھے لیس هذا كلام البشر یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ جو کشش اور جو تاثیر اور جو جاذبیت اس کے اندر پائی جاتی ہے وہ امرأ القیس جیسے شاعروں کی شاعری کے اندر کہاں پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کسی کا محتاج نہیں

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ: (جو چاہے نصیحت حاصل کرے)۔ اللہ کا کلام عتبہ اور شیبہ کا محتاج نہیں ہے۔ اگر ابوجہل قرآن کو نہیں تھامے گا اور اُمیہ بن خلف قرآن نہیں پڑھے گا اور ولید بن مغیرہ ایمان قبول نہیں کرے گا تو قرآن بے سہارا نہیں ہو جائے گا۔ میں بے نیاز ہوں، مستغنی ہوں، مجھے کسی کے سجدوں کی ضرورت نہیں، تلاوت، عبادت، سجدے، ریاضت کی ضرورت نہیں، اور یہ بات ابوجہل اور اُمیہ کی نہیں ہے، اللہ کی قسم! یہ ہمارے لیے بھی ہے۔ ہم اگر قرآن نہیں پڑھیں گے، نہیں پڑھائیں گے تو قرآن بے سہارا نہیں ہو جائے گا، قرآن ختم نہیں ہو جائے گا۔ اگر مسلمان قرآن کی قدر نہیں کریں گے تو اللہ عیسائیوں کو، مجوسیوں کو، کافروں کو قرآن کے لئے کھڑا کر دے گا اور اللہ کھڑا کر رہا ہے، ہم اگر قرآن کو چھوڑ دیں گے تو قرآن دنیا سے نہیں مٹ جائے گا ہم مٹ جائیں گے۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

(مکرم و محترم صحیفوں میں ہے جو رب العزت کے نزدیک محترم اور مکرم صحیفے ہیں۔ بلند ہیں، پاکیزہ ہیں۔ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں جو کہ معزز ہیں نیک ہیں باوفا ہیں)۔

علماء نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے جو قرآن سے جڑے گا اللہ کی قسم! اللہ اس کے اندر بھی یہ صفات پیدا فرمائے گا مکرم و محترم بن جائے گا، بلند مرتبہ بن جائے گا، وہ پاک ہو جائے گا، اس کو عزت مل جائے گی، وہ نیک بن جائے گا۔

منکرین قرآن پاک پر عتاب

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ (برا ہو انسان کا یہ کتنا ناشکرہ ہے)

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ (کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے۔)

کیا تھا میں نے کیا بنا دیا۔ مِنْ نُّطْفَةٍ پانی کی ایک بوند سے اس کو پیدا کیا، جیتا جاگتا، چلتا پھرتا، بولتا چالتا، انسان بنا دیا۔ کوئی عالم بنا، کوئی حافظ، کوئی قاری، کوئی سائنسدان، کوئی ڈاکٹر، کوئی انجینئر، بڑے بڑے لوگ لیکن

اصل تو وہی ہے۔ مِنْ نُّطْفَةٍ پانی کی بوند سے۔

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ: اس کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ (پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا)

ولادت کا راستہ آسان کر دیا یہ کہ ہدایت کا راستہ آسان کر دیا۔

تکریم انسان

ثُمَّ اَمَاتَهٗ: (پھر اس کو مار دیا) فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو دفن کرادیا)۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ: (پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھائے گا)۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى: اسی مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ کسی قوم کے اندر مردوں کو جلانے کا رواج ہے۔ اور کسی کے اندر پرندوں اور جانوروں کو کھلانے کا رواج۔ لیکن اسلام نے جو طریقہ سکھلایا وہ سب سے زیادہ باعزت طریقہ۔ ولادت کے وقت بھی اکرام ہوتا ہے، ولادت ہوئی اذان کہی جارہی ہے، عقیقہ ہو رہا ہے، صدقہ کیا جارہا ہے، اللہ کا شکر ادا کیا جارہا ہے۔ وفات ہوئی، غسل دیا جارہا ہے، کفن دیا جارہا ہے، اور سارے مومن اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھائے کھڑے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا

اے اللہ! تو اس کو معاف فرمادے! یہ ایمان والا تھا سب ملکر کھڑے ہیں، عزت کے ساتھ رخصت کر رہے ہیں، عزت کے ساتھ قبر میں دفن کیا جارہا ہے۔

كَلَّا: (ہرگز نہیں)

ارے باز آجا، ارے انسان! باز آجا، ناشکرا بننے سے باز آجا، شرک کرنے سے باز آجا۔

لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ (ابھی تک انسان نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی جو اللہ نے اس کو دیا تھا)

قدرت خداوندی میں غور وفکر کی دعوت

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ﴿۲۴﴾ (انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے اپنی غذا کی طرف)

اپنی غذا پر توجہ دے دھیان کرے۔ پہلے تو انسان کی ذات میں جو اللہ کی قدرت کے داخلی دلائل تھے وہ بیان کیے اور داخلی نعمتیں بیان کیں اور اب خارجی نعمتیں بیان کی جارہی ہیں فرمایا کہ دیکھو اپنی غذا کی طرف اور اس میں غور کرو۔

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا (بیشک ہم نے اچھے طریقے سے پانی برسایا۔)

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (پھر ہم نے زمین کو پھاڑا اچھے طریقے سے)

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا (اس میں ہم نے غلے اگائے) ۔وَّعِنَبًا ۔(انگور) ۔وَّقَضْبًا ۔(ترکاریاں)۔ وَّزَيْتُوْنًا ۔(اورزیتون) ۔وَّنَخْلًا ۔(اور کھجوریں) ۔وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا (اور گنے باغات) ۔وَّفَاكِهَةً ۔(اورمیوے) وَّاَبًّا ۔(اور سبزہ، چارہ) ۔مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے)۔

ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور زمین کو پھاڑا۔اتنی ٹھوس اور سخت زمین اور کونپل جونکلتی ہے اور پتی جونکلتی ہے اور غلہ جونکلتا ہے کتنی نرم ونازک سی پتی ہے آپ میخ ٹھوکیں تو سوراخ ہوگا۔لیکن وہ کون ہے جو زمین کا سینہ شق کرتا ہے؟ وہ نازک سی کونپل بغیر کسی تکلف کے باہر نکل آتی ہے اور اللہ والا کہتا ہے وہ ایک کونپل، وہ ایک پتی جونکلتی ہے تو وہ نکلتے ہی کہتی ہے۔وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

گا ہے کہ از زمین گوید

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ گوید

وہ گھاس کی ایک پتی جوزمین سے اگتی ہے۔وہ زبان حال سے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کہہ رہی ہوتی ہے، میں خود نہیں نکلی مجھے کسی نے نکالا ہے، اللہ کہتا ہے میں نے پھاڑا زمین کے سینے کو، میں نے اس کونپل کو نکالا اور اللہ کہتا ہے دیکھو زمین ایک جیسی اور پانی ایک جیسا بیج ڈال دیا گیا لیکن کوئی پھل کالا ہے، کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی سبز ہے، کوئی میٹھا ہے، کوئی کھٹا ہے، رنگ بھی مختلف، ذائقہ بھی مختلف اور چیزیں بھی مختلف، اللہ نے بندوں کی طبیعت کا کتنا لحاظ رکھا، ایسا نہیں کہ ایک ہی پھل سارا سال چلتا رہے۔پھل بھی بدلتے رہتے ہیں تا کہ کہیں میرا بندہ تنگ نہ ہوجائے، اور ایک ہی پھل کے پھر مختلف مدارج، مختلف مراحل، آم ابھی چھوٹا سا ہوتا ہے استعمال میں آتا رہتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کون دے رہا ہے؟ میں دے رہا ہوں میں نے پانی برسایا میں نے زمین کے سینے کو پھاڑا۔

قرآن کتاب ہدایت ہے

پہلے تو یہ جان لیجئے قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں، قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔اور یہ ناجائز ہے کہ ہم قرآنی آیات کو توڑ موڑ کر سائنسی نظریات پر فٹ کرنے کی کوشش کریں۔لیکن اگر خود سائنس قرآنی حقائق کی تصدیق کرتی ہے تو پھر اس سے ہمیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔اور قرآن کا انداز ایسا ہے کہ اگر ایک سیدھا سادہ دیہاتی پڑھے وہ بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ایک گہرے علم والا سائنسدان اور محقق پڑھے وہ بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔بعض حضرات نے یہ

ذکر کیا ہے کہ یہ زمین جب سورج سے جدا ہوئی تھی تو اس کی سطح انتہائی گرم اور درجۂ حرارت بہت زیادہ تھا پھر اس پر آسمان سے مسلسل بارش برستی رہی جس سے زمین کی سطح ٹھنڈی ہوئی اور یہ زمین کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے بالکل سازگار نہیں تھی، پھر اس زمین کی سطح کو نباتات کی پیداوار کے لئے سازگار کیا گیا۔ تو اگر ایک سائنسدان دیکھتا ہے تو قرآن بھی کہہ رہا ہے أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ہم نے موسلا دھار بارش برسائی یہاں تک کہ زمین کا درجہ حرارت معتدل ہو گیا۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ زمین کوئی چیز اگا نہیں سکتی تھی، ہم نے زمین کو اُگانے کے قابل بنا دیا۔ زمین پر تحقیق کرنے والا سائنس کی نظر میں جب قرآن کو دیکھتا ہے اور قرآنی آیات کو پڑھتا ہے اور ساتھ یہ بھی سنتا ہے کہ یہ آیات اس شخص کی زبان سے ہم تک پہنچی جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا تو اگر وہ غیر متعصب ہو تو قرآن کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ (تمہارے فائدے کے لئے نفع رسانی کے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے)۔

نفسانفسی کا دن

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ (پھر جب وہ بہرا کر دینے والی آواز آئے گی)

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام صاخہ بھی ہے، جب وہ کانوں کو بہرا کر دینے والی آواز آئے گی۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾

(اس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی سے)۔

وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے۔ وَاَبِيْهِ اور اپنے باپ سے۔ وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے۔ وَبَنِيْهِ اور اپنے بیٹوں سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾

(ان میں سے ہر ایک شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی کہ اُسے دوسرے کا ہوش نہیں ہوگا)

اپنی اپنی فکر ہوگی دوسرے کی فکر نہیں ہوگی۔ بعض اوقات دنیا میں جب کبھی مصیبت آتی ہے تو ہم یہ منظر دیکھ لیتے ہیں، شوہر بیوی کو بھول جاتا ہے اور بیوی شوہر کو، یہاں تک کہ والدین اولاد تک کو بھول جاتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں لکھا ہے جب ہندوستان تقسیم ہوا پاکستان بنا اور لوگ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آرہے تھے تو فرماتے ہیں کہ نظام الدین اولیا اسٹیشن پر بہت سے والدین اپنے دودھ پیتے بچوں کو چھوڑ کر چلے گئے، کہنے لگے اگر زندہ رہے تو اور بچے آجائیں گے اور اگر مرے تو ان کو کون سنبھالے گا، وہیں پھینک کر چلے گئے۔ متعدد دودھ پیتے بچے اسٹیشن سے اٹھائے گئے۔ قیامت کا جو منظر، قیامت کا جو زلزلہ، قیامت کی جو مصیبت ہوگی وہ دنیا کی ہزاروں لاکھوں مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔ دنیا کے کروڑوں زلزلے بھی ملکر قیامت کے ایک زلزلے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

روشن اور سیاہ چہرے

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ ۝۳۸ (کتنے ہی چہرے ہیں کہ اس دن روشن ہوں گے)۔

ضَاحِكَةٌ ۔ (مسکراتے ہوئے)

مُّسۡتَبۡشِرَةٌ ۝۳۹ (ہشاش بشاش)۔

وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ عَلَيۡهَا غَبَرَةٌ ۝۴۰ (کتنے ہی چہرے ہیں کہ اس دن ان پر خاک اڑ رہی ہوگی)۔

تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝۴۱ (ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی)۔

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الۡكَفَرَةُ الۡفَجَرَةُ ۝۴۲ (یہی ہیں کافر اور بدکار)

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

حقانیت قرآن

اٰیَاتُھَا ۲۹ (۸۱) سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ (۷) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ﴿۳﴾ وَ اِذَا
الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ﴿۴﴾ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ﴿۵﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ﴿۶﴾ وَ اِذَا
النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ﴿۷﴾ وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ﴿۸﴾ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ﴿۹﴾ وَ اِذَا
الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا
الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ﴿۱۴﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ
الۡکُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ
کَرِیۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا
صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ
بِضَنِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیۡنَ تَذۡہَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ
لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ
رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا، (۱) اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے، (۲) اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا، (۳) اور جب دس مہینے کی گابھن اُونٹنیوں کو بھی بےکار چھوڑ دیا جائے گا، (۴) اور جب وحشی جانور اِکٹھے کردیے جائیں گے، (۵) اور جب سمندروں کو بھڑکایا جائے گا، (۶) اور جب لوگوں کے جوڑے جوڑے بنادیے جائیں گے، (۷) اور جس بچی کو زِندہ قبر میں گاڑ دیا گیا تھا، اُس سے پوچھا جائے گا، (۸) کہ اُسے کس جُرم میں قتل کیا گیا؟ (۹) اور جب اعمال نامے کھول دیے جائیں گے، (۱۰) اور جب آسمان کا چھلکا اُتار دیا جائے گا، (۱۱) اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی، (۱۲) اور

جب جنت قریب کردی جائے گی، (۱۳) تو اُس وقت ہر شخص کو اپنا سارا کیا دھرا معلوم ہوجائے گا۔ (۱۴) اب میں قسم کھاتا ہوں اُن ستاروں کی جو پیچھے کی طرف چلنے لگتے ہیں، (۱۵) جو چلتے چلتے دبک جاتے ہیں، (۱۶) اور قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ رُخصت ہو، (۱۷) اور صبح کی جب وہ سانس لے، (۱۸) کہ یہ (قرآن) یقینی طور پر ایک معزّز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے، (۱۹) جو قوّت والا ہے، جس کا عرش والے کے پاس بڑا رُتبہ ہے۔ (۲۰) وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے وہ امانت دار ہے۔ (۲۱) اور (اے مکہ والو!) تمہارے ساتھ رہنے والے یہ صاحب (یعنی حضرت محمد ﷺ) کوئی دیوانے نہیں ہیں، (۲۲) اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ اُنہوں نے اس فرشتے کو کھلے ہوئے اُفق پر دیکھا ہے۔ (۲۳) اور وہ غیب کی باتوں کے بارے میں بخیل بھی نہیں ہیں۔ (۲۴) اور نہ یہ (قرآن) کسی مردُود شیطان کی (بنائی ہوئی) کوئی بات ہے۔ (۲۵) پھر بھی تم لوگ کدھر چلے جارہے ہو؟ (۲۶) یہ تو دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے، (۲۷) تم میں سے ہر اُس شخص کے لئے جو سیدھا سیدھا رہنا چاہے! (۲۸) اور تم چاہو گے نہیں، اِلّا یہ کہ خود اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۲۹)

یہ سورۂ تکویر ہے مکی سورت ہے اس میں انتیس آیات ہیں۔ اس سورت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت سے پہلے جو بعض واقعات پیش آئیں گے ان کا ذکر کیا ہے۔

سورج کے فوائد

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ①

(جب سورج کو لپیٹ لیا جائے گا)

سورج اللہ کی مخلوق ہے، ایک اہم اور بہت فوائد والی مخلوق ہے شاید اسی لئے بہت ساری قوموں نے سورج کو دیوتا قرار دے دیا۔ اگر سورج نہ ہوتا تو آج پورا کرۂ ارض ہمیشہ کے لئے تاریک رہتا اور دنیا کے سارے سائنسدان مل کر، اور اپنے تمام وسائل خرچ کر کے کسی ایک ملک کو بھی ویسے روشن نہیں کر سکتے تھے جیسے سورج پوری دنیا کو روشن کررہا ہے۔ اگر بجلی اور گیس کے میٹر کی طرح شمسی توانائی کے استعمال کا بھی کوئی میٹر لگا دیا جاتا تو یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ اور بڑے بڑے سرمایہ دار پورے سال کا بل نہیں، پورے ایک مہینے کا بل نہیں، ایک دن کا بل بھی اپنے سارے خزانے خرچ کر کے ادا نہیں کر سکتے تھے اگر سورج نہ ہوتا تو پیڑ اور پودے نہ ہوتے، پھل اور پھول نہ ہوتے، سبزیاں اور غذائیں پیدا نہ ہوتیں اور حیوانات باقی نہ رہ سکتے، پھر کمال یہ کہ یہ سورج بڑے منظم طریقے سے روشنی اور حرارت دے رہا ہے نہ یہ بیمار ہوتا ہے نہ اسے مرمت کی ضرورت پیش آتی ہے، نہ اس میں پیٹرول اور ڈیزل ڈالنا پڑتا ہے۔ ایک خاص وقت پر طلوع ہوتا ہے اور ایک خاص وقت پر غروب ہوجاتا ہے۔ اور یہ

سورج ہمیں پانی بھی مہیا کرتا ہے۔ایک منٹ میں پوری دنیا کے سمندروں سے کھربوں ٹن پانی بخارات کی صورت میں اوپر اٹھاتا ہے اور وہاں قدرت کے لگائے ہوئے پلانٹ میں یہ کڑوا اور کھارا پانی میٹھا ہوتا ہے پھر یہ بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، بادل ہوا کے کندھوں پر سوار ہوجاتے ہیں اور پھر اللہ جہاں چاہتا ہے ان بادلوں کو لے جاتا ہے اور جہاں اللہ چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اتنا یہ برستا ہے۔سورۂ نور کی آیت نمبر (۴۳) میں اللہ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾

لیکن ایک وقت آئے گا کہ سورج ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کر سکے گا اس کی بساط کو ایسے لپیٹ دیا جائے گا جیسے صبح سو کر اٹھنے والے بستر کو لپیٹ دیتے ہیں۔

قیامت سے پہلے سات نشانیاں

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾

(جب ستارے بے نور ہوجائیں گے) ستارے جھڑ جائیں گے، آسمان سے گر پڑیں گے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے سات نشانیاں وقوع پذیر ہوں گی۔فرمایا کہ لوگ بازاروں میں مصروف ہوں گے کہ سورج کی روشنی ختم ہوجائے گی، ابھی اس مصیبت کو نہ بھولے ہوں گے کہ ستارے گرنا شروع ہوجائیں گے، ابھی اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے کہ پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور جب پہاڑوں کی میخیں نہیں رہیں گی تو زمین حرکت کرنے لگے گی، زمین میں زلزلہ برپا ہوجائے گا، جنات انسانوں کی طرف اور انسان جنات کی طرف بھاگیں گے اور حیوان اور چوپایے، درند، چرند اور پرند یہ سب مل جائیں گے اور پھر جنات کہیں گے کہ ہم تحقیقات کر کے آتے ہیں کہ ہوا کیا ہے؟ جنات سمندر کی طرف بھاگیں گے وہاں دیکھیں گے کہ آگ بھڑک رہی ہوگی، وہاں سے واپس پلٹیں گے اور آکر یہ خبر دیں گے۔زمین ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور پھر ایک ہوا چلے گی اور سب کو موت دے دی جائے گی۔

قیامت کے دن سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ (اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے)

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑنے لگیں گے۔ اللہ نے فرمایا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ دھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔ اور سورۂ طٰہٰ کی آیت (۱۰۵) میں فرمایا:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا

پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ان کو اڑا دیا جائے گا، ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، زمین پر ان کا وجود باقی نہیں رہے گا اور پوری زمین ہموار ہو جائے گی۔

قیامت کی دہشت

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ (اور جب گابھن اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی)

عربوں کے نزدیک گابھن اونٹنی سب سے زیادہ قیمتی اور نفیس اور عزیز مال شمار ہوتا تھا۔ جیسے آج کل کوئی قیمتی سے قیمتی گاڑی ہو، تو یہ حیثیت تھی عربوں کی نظر میں دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی۔ لیکن اللہ فرماتے ہیں قیامت کا خوف اور قیامت کا منظر اور قیامت کی دہشت ایسی ہوگی کہ لوگ اپنے اموال کو، اپنی جائیدادوں کو، اپنی قیمتی سے قیمتی چیزوں کو، گاڑیوں کو، کارخانوں کو، فیکٹریوں کو، یہاں تک کہ اولاد کو بھی بھول جائیں گے اور اپنی اپنی جان اور اپنی اپنی ذات کی فکر پڑی ہوگی۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ (اور جب جانور جمع کئے جائیں گے)

سارے جانور خوف کی شدت کی وجہ سے ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ بھیڑیئے بھی ہوں گے، شیر بھی ہوں گے، چیتے بھی ہوں گے، خنزیر بھی، ہرن بھی، بھیڑ بکریاں بھی، سارے جانور ایک جگہ، لیکن چیتا اپنی چستی اور چالاکی بھول جائے گا شیر اپنی درندگی کو بھول جائے گا اور بھیڑیا، بھیڑوں اور بکریوں پر حملہ کرنا بھول جائے گا ایسی جان کی فکر پڑی ہوگی کہ حملہ کرنے کا کسی کو خیال بھی نہیں آئے گا۔ آپ اگر کبھی دیکھیں کسی جنگل میں آگ لگ جائے تو اس جنگل میں رہنے والے سارے درندے بھاگ نکل کھڑے ہوتے ہیں لیکن کسی درندے کو کسی حیوان پر حملہ کرنے کی جرأت اور خیال نہیں آتا ہے تو قیامت کا منظر تو جنگل میں آگ لگنے والے منظر سے کہیں زیادہ خوفناک ہوگا، جب درندے تک اپنی درندگی بھول جائیں گے تو انسان جو کہ بڑا احساس ہے اللہ کی حساس مخلوق ہے تو اس کے جذبات کا کیا عالم ہوگا یہ کیسے دوسروں کو نہ بھول جائے گا؟

اللہ کی قدرت

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴿۶﴾ (اور جب سمندر آگ ہو جائیں گے، سمندروں میں آگ بھڑکادی جائے گی)۔

پانی دو عناصر سے مرکب ہے آکسیجن اور ہائیڈروجن سے۔ اللہ نے ان دو عناصر کو ملا کر پانی بنایا وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ ان دونوں عناصر کو الگ کردے اور پھر ان دونوں عناصر میں وہی تباہی کا سامان آجائے جو ایٹم بم میں اور ہائیڈروجن بم میں تباہی کا سامان ہوتا ہے۔ تو سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴿۷﴾ (اور جب روحیں ملادی جائیں گی)

روحوں کو کس کے ساتھ ملایا جائے گا ایک مطلب تو یہ ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ ملا دیا جائے گا جسم کہیں بھی ہو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ روح کا کنکشن اس جسم کے ساتھ جوڑ دے۔ بالفرض اگر کسی کے جسم کے لاکھ ٹکڑے اور لاکھ ذرے بھی ہو چکے ہوں تو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ روح کا تعلق ان لاکھ ٹکڑوں اور ذرّوں کے ساتھ جوڑ دے۔ ان میں سے ایک ٹکڑا مغرب میں، ایک مشرق میں، ایک شمال میں، اور ایک جنوب میں، ایک سمندر میں، اور ایک زمین میں کیوں نہ ہو اللہ روح کا تعلق جسم کے ان ذرّات اور اجزاء کے ساتھ ملا سکتا ہے۔ اگر انسان اس بات پر قادر ہے کہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آواز ملا سکتا ہے اور بات پہنچا سکتا ہے اور کنکشن جوڑ سکتا ہے تو میرا اللہ جس نے انسان کو یہ عقل عطا کی ہے وہ انسان سے کہیں زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

انسانوں کی تقسیم کا دن

دوسرا مطلب یہ ہے کہ عقائد اور اعمال کے اعتبار سے لوگوں کو مختلف جماعتوں اور ٹکڑوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ آج تو دنیا میں سب ملے جلے رہتے ہیں اللہ ہمیں معاف فرمائے لیکن اللہ نہ کرے ہو سکتا ہے ہم میں سے کوئی منافق بھی ہو اور کوئی مؤمن بھی ہو، یہاں فاسق اور صالح اکٹھے رہتے ہیں اللہ کے مقبول اور مردود مخلوط رہتے ہیں لیکن قیامت کے دن ایسا نہیں ہو سکے گا۔ سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۵۹ میں اللہ نے فرمایا میں حکم دوں گا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اے مجرمو! آج میرے نیک بندوں سے جدا ہو جاؤ، دنیا میں تم ملے جلے رہتے تھے لوگ تمہیں پہچان نہیں سکتے تھے تم میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ انہوں نے شکلیں تو نیکوں جیسی بنا رکھی تھیں، بظاہر تو اچھے نظر آتے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ اندر سے یہ گندے ہیں، اندر ایمان نہیں غلاظت بھری ہوئی ہے، نفاق بھرا ہوا ہے، وہ جرائم جو تم چھپ چھپ کے کیا کرتے تھے میں جانتا تھا لیکن میں نے دنیا میں پردہ ڈالے رکھا، تمہیں تمہارے بیوی بچوں کے سامنے، عزیزوں رشتہ داروں کے سامنے اور دوستوں کے سامنے ذلیل و رسوا نہیں کیا لیکن آج اپنا

نہیں ہوگا آج تو فرق کا دن ہے، امتیاز کا دن ہے، فیصلے کا دن ہے وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ آج مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ ایک دوسری جگہ اللہ پاک نے سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ۷ میں فرمایا وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً تمہیں تین جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ وہ دائیں ہاتھ والے کیا ہیں دائیں ہاتھ والے وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے۔ وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۝۱۰ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دائیں ہاتھ والوں سے بھی آگے بڑھ جائیں گے۔

اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ۔ یہ ہیں مقرب فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔ تو وہاں انسانوں کو تقسیم کر دیا جائے گا، یہ جماعت ہے کفار کی، مشرکین کی، اللہ کے نافرمانوں کی، متکبروں کی، سرکشوں کی، ظالموں کی۔ اے اللہ! ہمیں اس جماعت میں شامل نہ فرمانا اور یہ جماعت ہے اللہ کے نیک بندوں کی اے اللہ! تو ہمیں ان کی جوتیوں میں جگہ عطا فرما دینا اور یہ جماعت ہے مقربین کی۔ اے اللہ تو ہمیں ان کی محبت نصیب فرما دینا تو ایک مطلب یہ بیان کیا گیا۔

قیامت کا دن کامل عدل کا دن ہے

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۝۸ (اور جب زندہ در گور کی گئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا)

بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝۹ (کس گناہ میں اس کو قتل کیا گیا؟)

اس کو کیوں مارا گیا؟، وہ عدل کا دن ہوگا، کامل انصاف کا دن ہوگا کسی سے سوال ہوگا ظلم کیوں کیا تھا، مظلوم سے سوال ہوگا کس نے ظلم کیا تھا، کیا چاہتے ہو، عدل کا دن ہوگا اور جن مظلوموں کو عدل اور انصاف مہیا کیا جائے گا ان میں سے مثال کے طور پر رب تعالیٰ نے اس معصوم بچی کا ذکر کیا جس معصوم بچی کو اس کے والدین نے زندہ در گور کیا ہوگا۔

عربوں کے بعض اُجڈ قبائل میں یہ رواج تھا کہ بچی کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا، قتل کر دیا جاتا تھا اور قتل کرتے تھے اس شرم کی وجہ سے کہ میری بیٹی کسی کی بیوی بنے گی یا لونڈی بنے گی میں یہ برداشت نہیں کر سکتا یا پھر قتل کرتے تھے فقر و فاقہ کی وجہ سے کہ میں اس کو کیسے پالوں گا، اس کے معاش کا کیسے انتظام ہوگا؟ اللہ نے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۵۸ اور آیت نمبر ۵۹ میں اس منظر کا ذکر کیا ہے جو منظر اس وقت ہوتا تھا، جب انہیں بتایا جاتا تھا کہ تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے اللہ فرماتے ہیں وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰى ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ جب ان میں سے کسی کو یہ خوشخبری سنائی جاتی کہ تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا اور اس کا دل گھٹنے لگتا تھا۔

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ یہ خبر سن کر وہ قوم سے منہ چھپاتا پھرتا تھا اور دل میں سوچتا تھا اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ ذلت برداشت کر کے اس کو زندہ رہنے دوں اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ یا اس کو مٹی میں دھنسا دوں اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ اللہ کہتا ہے بہت برا فیصلہ تھا جو وہ کرتے تھے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ ولادت ہوتے ہی بچی کو قتل کر دیتے تھے۔ بعض قبائل میں بچے کی ولادت کے وقت سے پہلے ہی گڑھا کھود دیا جاتا تھا، بچہ جب پیدا ہوتا اگر بیٹا ہوتا اٹھا کر سینے سے لگا لیتے اگر بیٹی ہوتی اسی وقت اس گڑھے میں ڈال کر اس کے اوپر مٹی ڈال دی جاتی۔ بعض ایسے بھی تھے کہ پانچ چھ سال تک اس کو زندہ رہنے دیتے پھر باپ بچی کی ماں سے کہتا اس کو میرے ساتھ بھیجو میں اس کو عزیزوں سے ملا کر لاتا ہوں، عزیزوں سے ملوانے کے بہانے سے بچی کو لے جاتا، گڑھا پہلے سے کھود رکھا ہوتا تھا اس گڑھے کے پاس لے جا کر اس بچی سے کہتا ذرا اندر تو دیکھو وہ دیکھتی تو پیچھے سے دھکا دیتا اور اوپر مٹی ڈال دیتا اللہ اکبر۔ وہ کیسا منظر ہوگا جب معصوم بچی خوشی خوشی ابا کی انگلی پکڑ کر گھر سے باہر نکلتی ہوگی اچھلتی کودتی، ہنستی مسکراتی ماموں سے، عزیزوں سے، رشتے داروں سے ملنے جا رہی ہوں۔ جب جنگل میں پہنچتی ہوگی اور باپ اٹھا کے گڑھے میں پٹختا ہوگا۔ بیٹی باپ کے چہرے کو کس نظر سے دیکھتی ہوگی ابا! مجھے جنا کیوں تھا آج مجھے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے کہ مجھے گڑھے میں ڈالا جا رہا ہے۔

انسانیت پر ترس کھانے کا صلہ

حضرت صعصعہ بن ناجیہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی ہیں انہوں نے ایک دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے تین سو ساٹھ بچیوں کی جان بچائی ہے جب مجھے پتہ چلتا کہ کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اور ظالم باپ اس کو زندہ نہیں رہنے دے گا تو میں اس کے پاس پہنچ جاتا اور اسے دو گابھن اونٹنیاں اور ایک اونٹ دیتا اور بچی کی جان بچا لیتا، یوں میں نے تین سو ساٹھ بچیوں کی جان بچائی۔ پھر پوچھا یا رسول اللہ! مجھے اس نیکی کا کوئی صلہ اور بدلہ بھی ملے گا۔ اللہ اکبر۔ قربان جاؤں اپنے آقا ﷺ کی قدموں کی خاک پر اور مبارک زبان پر، جواب میں ارشاد فرمایا۔ اے صعصعہ اور کیا صلہ مانگتے ہو؟ یہ صلہ کوئی کم ہے کہ اللہ نے تمہیں ایمان کی توفیق عطا فرما دی، اس سے بڑا صلہ کیا مانگتے ہو کہ اللہ نے تمہیں ایمان نصیب فرما دیا۔

میرے بزرگو اور دوستو! یاد رکھیے نیکی کا صلہ جنت بھی ہے لیکن نیکی کا سب سے بڑا صلہ یہ ہے کہ اللہ ہمیں مستقل نیکی کے لئے قبول فرما لے، ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی، ایک سجدے کے بعد دوسرے سجدے کی، اور ایک تلاوت کے بعد دوسری تلاوت کی، اور ایک دعا کے بعد دوسری دعا کی توفیق مل جائے اور زندگی اللہ کے دین میں لگ جائے اور اللہ زندگی بھر کے لئے اپنے دین کی خدمت کے لئے اپنے قرآن کی خدمت کے لئے قبول فرمائے تو خدا کی قسم اس سے بڑا صلہ اور کوئی نہیں ہے۔ تو فرمایا اور صلہ کیا مانگتے ہو؟ یہ صلہ کیا کم ہے کہ اللہ نے تمہیں ایمان کی

توفیق نصیب فرمادی، وہ بچیوں کو قتل کرتے تھے لیکن میرے اور آپ کے آقا ﷺ جو مظلوموں کی دادرسی کے لئے آئے تھے آپ پسے ہوؤں کو، جھکے ہوؤں کو، گرے ہوؤں کو، دبے ہوؤں کو اٹھانے کے لئے آئے تھے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا دیکھو ان بچیوں کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو سورۃ الاسراء کی آیت ۳۱ میں فرمایا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۔ ان کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو ان کو بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں تم یہ سمجھتے ہو کہ ان بچیوں کو ہم پالتے ہیں ارے تم بچیوں کو کیا پالو گے تمہیں بھی میں پال رہا ہوں اور ان بچیوں کو بھی میں پال رہا ہوں۔ اس جگہ اللہ نے نَرْزُقُهُمْ اولاد کو پہلے ذکر کیا وَاِيَّاكُمْ والدین کو بعد میں ذکر کیا اس میں نکتہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ ارے ان بچوں کو بھی رزق دے رہا ہوں، اور ان بچوں کی برکت سے تمہیں بھی رزق دے رہا ہوں بچوں کی برکت سے، ضعیفوں کی برکت سے، کمزوروں کی برکت سے اللہ پاک طاقت والوں کو اور والدین کو بھی روزی دیتا ہے تو فرمایا قتل نہ کرو اور رسول اکرم ﷺ نے بچی کی تعلیم و تربیت کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

مغربی تہذیب کا اثر

میری وہ مائیں بہنیں اور بیٹیاں جو مغربی تہذیب سے اور آج کل کے مادر پدر آزاد صحافیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوتی ہیں جن کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ گویا اسلام تو عورت کے حقوق کو چھینتا ہے اور مغرب نے عورت کو حقوق دیے۔ مغرب نے عورت کو حقوق نہیں دیے، مغرب نے عورت سے حیا چھین لی، ممتا چھین لی، عفت چھین لی، عصمت چھین لی، وہ بیٹی اور ماں جس پر ہم فخر کیا کرتے تھے آج مغرب سے متاثر ہونے والیوں میں وہ نہ ماں دکھائی دیتی ہے اور نہ وہ بیٹی دکھائی دیتی ہے، مغرب نے تو نرم دل عورت کو سنگدل بنا دیا۔

بیٹیوں کی تربیت کے فضائل

حضور اکرم ﷺ نے تو بیٹی کو زندگی عطا کی، بیٹی کو حقوق دیے، بیٹی کی تربیت کے وہ فضائل بیان کیے جو بیٹے کی تربیت کے نہیں بیان فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول اللہ ﷺ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔

اللہ کے نبی نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ نے دو بیٹیاں عطا کیں اور پھر اس نے ان بیٹیوں کی کفالت، تربیت اور پرورش کی وہ قیامت کے دن آئے گا اور جنت میں میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے یہ میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ہیں۔

صحیح مسلم میں روایت ہے فرمایا کہ:

مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

فرمایا کہ جس کو اللہ نے بیٹیاں عطا کی اور پھر اس نے بیٹیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا، یہ بیٹیاں اسے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ بن جائیں گی۔ اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان رکاوٹ بن جائیں گی۔ ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے بیان فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثٰى جس کو اللہ نے بیٹی عطا کی پھر اس نے بیٹی کو زندہ در گور نہیں کیا بیٹی کی توہین بھی نہیں کی اور بیٹے کو بیٹی پر ترجیح بھی نہیں دی یہ الفاظ سن لیجئے بیٹوں کو فوقیت دینے والو! میں نے ایسے بیٹے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے باپ کو گریبان سے پکڑا، ایسے بیٹے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے باپ کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیا تو فرمایا کہ وَلَمْ يُؤْثِرْ اور جس نے اپنے بیٹے کو بیٹی پر ترجیح نہ دی اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

مغربی تہذیب نے سنگدل بنا دیا

حضور اکرم ﷺ نے بیٹیوں کی تربیت کے فضائل بیان فرمائے۔ آج مغربی تہذیب سے متاثر ہونے والی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں میں وہ حیا نہ رہی جو حیا ان کا زیور تھی، جو ان کی امتیازی پہچان تھی۔ دجالی تہذیب سے متاثر ہو کر اور قرآنی تعلیمات سے دور ہو کر ایسا لگتا ہے کہ عورت جاہلیت کے دور میں واپس چلی گئی۔

کیسے عرض کروں پچھلے دنوں ایک اخبار میں ایک رپورٹ پڑھی ایک رفاہی ادارے کے بارے میں جو لاوارث لاشوں کی تدفین کرتا ہے۔ انہوں نے لاوارث لاشوں کی تدفین کے سلسلے میں یہ بھی بتلایا کہ ہم نے اب تک ہزاروں معصوم تو زائدہ پیدا ہونے والے بچوں کی لاشوں کو بھی سپرد خاک کیا ہے۔ اور یہ بچوں کی لاشیں کہاں سے ملیں؟ گندے نالوں پر، کچرا کنڈیوں میں، ویران راستوں میں، جھولوں میں ان میں سے بعض لاشیں ایسی تھیں جن کو صرف مارنے پر اکتفاء نہیں کیا گیا تھا مارنے کے بعد جلا دیا گیا تھا ایسی لاشیں بھی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی سنگدل نے ٹانگوں سے پکڑ کر پیدا ہونے والے بچے کو چیر دیا ہے، ایسی بھی لاشیں تھیں جن کو کتوں بلیوں نے جھنجھوڑ کر مار دیا، ایسی لاشیں بھی تھیں کہ بھوک اور موسمی حالات کی وجہ سے وہ نیا پیدا ہونے والا بچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ ہزاروں بچوں کی لاشیں اندازہ کیجئے اپنے گھر کی فکر کیجئے ہم تو دور جاہلیت میں واپس جا رہے ہیں ماڈرن بننے کے شوق میں ماں بہن نے سر سے دوپٹہ اتارا، پردہ اتارا، حجاب اتارا اور مولوی کو دو چار گالیاں دیں فحش فلمیں، فحش گانے، مخلوط محفلیں، مخلوط مجلسیں، اور آج بدکاری کا یہ عالم کہ انہوں نے کہا کہ سال بھر میں جو ہمیں لاشیں ملتی ہیں، میں اس پر اس لیے زور دے رہا ہوں کہ بہت سی لاشیں ایسی بھی ہوتی ہوں گی جو کسی کو ملتی نہیں ہوں گی سال بھر میں پانچ سو بچوں کی لاشیں اور سو زندہ بچے اور اس میں قابل ذکر بات جس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ انہوں نے بتایا کہ ان

لاشوں میں اسّی فیصد لاشیں بچیوں کی ہوتی ہیں "اسی فیصد لاشیں" گویا کہ بیٹی پیدا ہوگئی تو ماردیا بیٹی پیدا ہوگئی ہسپتال میں زندہ بچی کو بنچ پر چھوڑ کر ماں بھاگ گئی باپ بھاگ گیا، سنبھالے جس کو سنبھالنا ہے ہم سے نہیں سنبھالی جاتی اور اس رفاہی ادارے کے سربراہ نے بتلایا کہ ایسا بھی ہورہا ہے کہ چونکہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے سے پتا چل جاتا ہے کہ بیٹا ہے یا بیٹی اگر بیٹی ہو تو پہلے ہی حمل ضائع کروادیا جاتا ہے)۔

اللہ کے نبی ﷺ نے تو بیٹی کو تحفظ دینے کا حکم دیا تھا آج مسلمان کتنا دور چلا گیا۔

ہم دین کی بات کرنے والوں پر لازم ہے کہ عورت کے حقوق بیان کریں، بچیوں کے حقوق بیان کریں، جو ظلم ہورہا ہے اس کے خلاف آواز اٹھائیں، بچی سمجھ کر حمل ضائع کروانا غلط، بچی پیدا ہونے پر لاوارث چھوڑ دینا غلط، بچی پر زیادتی کرنا غلط، بچی پر بچے کو ترجیح دینا غلط، اور بچی پر کاروکاری کا الزام لگانا غلط اور ناجائز ہے شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ بہت سے لوگ قبائلی رسموں اور خاندانی ظلم وستم کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں حالانکہ اسلام تو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اعمال نامہ کھلے گا

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ (اور جب اعمال نامے کھول دیے جائیں گے)

انسان مرتا ہے تو اعمال نامے بند کردیے جاتے ہیں، لیکن قیامت کے دن اعمالنامے کھول دیے جائیں گے اور پھر کسی کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں اور کسی کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۹ میں ہے اللہ فرماتے ہیں وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ اعمالنامہ سامنے رکھ دیا جائے گا۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ مجرم اس کو دیکھ دیکھ کر ڈریں گے۔ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا یہ کیسا اعمالنامہ ہے یہ کون ہیں لکھنے والے؟ کیسی باریک باریک باتیں لکھ دی ہیں جو ہمارے تصور میں بھی نہیں تھیں، بڑے گناہ بھی لکھ دیے، اور ہمارے چھوٹے گناہ بھی اس میں لکھ دیے، بڑی نیکیاں بھی اس میں لکھ دیں، اور چھوٹی نیکیاں بھی اس میں لکھ دیں، کوئی چیز نہیں چھوڑی وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا جو اعمال کیے تھے وہ سب موجود پائیں گے۔

آسمانی نظام درہم برہم ہوگا

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾

(اور جب آسمان کی کھال کھینچ دی جائے گی)

جیسے بکری کی کھال اتاری جاتی ہے اسی طرح اللہ آسمان کی کھال اتار دیں گے، یا جیسے چھت کو ادھیڑ دیا جاتا

ہے ایسے ہی آسمان کی چھت کو ادھیڑ دیا جائے گا، یہ نیلی چھت باقی نہیں رہے گی، یہ سورج چاند ستارے باقی نہیں رہیں گے، ایک نیا آسمان وجود میں آئے گا۔ سورۂ ابراھیم کی آیت نمبر ۴۸ میں ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ زمین کو بھی بدل دیا جائے گا اور آسمانوں کو بھی بدل دیا جائے گا اور اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے جو اکیلا قہار ہے۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ (اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی)

کس کے ذریعے سے بھڑکائی جائے گی ایندھن کیا ہوگا؟ اللہ نے بیان فرمایا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے ایمان والو! اپنے آپ کو بچاؤ اپنے اہل وعیال کو بچاؤ، اس آگ سے وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ (جنت کو قریب لایا جائے گا)۔

متقین کے قریب لایا جائے گا، سورہ کہف کی آیت نمبر ۳۱ میں اللہ نے فرمایا وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ متقین کے قریب جنت کو لایا جائے گا اور جو بن دیکھے اللہ سے ڈرا کرتے تھے ان سے کہا جائے گا اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ ساری چیزیں بیان کرنے کے بعد آخر میں ماقبل کا جواب بیان فرمایا ہے۔

ہر چیز واضح نظر آئے گی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

(ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے)

ہر شخص کو پتا چل جائے گا کھرا لے کر آیا یا کھوٹا لے کر آیا، نیکیاں زیادہ لایا، یا برائیاں زیادہ لایا کیا لایا ہے؟ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ نیکیوں کو بھی موجود پائے گا، بدیوں کو بھی موجود پائے گا اور اپنے گناہوں کو دیکھ کر آرزو کرے گا تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا کاش! میرے گناہوں اور میرے درمیان بڑا لمبا فاصلہ ہوتا۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے

اللہ اکبر! قرآن کی فصاحت پر قربان جایئے، قرآن کے اسلوب پر قربان جایئے۔ ارے لوگو! کیا ہو گیا کہ آج ہمیں قرآن میں مزہ نہیں آتا اور گندگی میں مزہ آتا ہے، گانوں میں مزہ آتا ہے، ہمارے دل کیسے کالے ہو گئے

کہ اللہ کی کتاب سن کر دلوں میں وحشت پیدا ہوتی ہے اور ہم سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور تلاوت کے لئے وقت نہیں نکلتا، یہ تو دلوں کو کھینچنے والا کلام ہے، ایمان والوں کے دلوں کے لئے مقناطیس ہے۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

میں قسم اٹھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان ستاروں کی جو سیر کرتے ہیں، نکلتے رہتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں اور قسم اٹھاتا ہوں رات کی جب ختم ہونے لگتی ہے اور قسم اٹھاتا ہوں صبح کی جب وہ نمودار ہوتی ہے۔ تین قسمیں کھا کر اللہ نے فرمایا کہ......

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ (یہ قرآن عالی مقام فرشتے کی زبان کا پیغام ہے)۔

اللہ نے قرآن کریم میں کئی جگہ قرآن کی حقانیت اور قرآن کی صداقت بیان کرنے کے لئے قسمیں کھائی ہیں۔ سورۃ واقعہ میں فرمایا فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ میں ستاروں کے مواقع کی قسم اٹھاتا ہوں اور اگر تمہیں علم ہو تو تم جانو کہ یہ کتنی بڑی قسم ہے اور قسم کھا کر کیا کہتا ہوں اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ یہ تو بڑا اعالی مقام قرآن ہے، عزت والا قرآن ہے، مکرم کلام ہے۔ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ اور سورۃ حاقہ میں فرمایا فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ان چیزوں کی بھی قسم جو تمہیں نظر آتی ہیں اور ان چیزوں کی بھی قسم جو تمہیں نظر نہیں آتیں اور مجھے نظر آتی ہیں اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ یہ تو عالی مقام فرشتے کی زبان کا پیغام ہے وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ اور یہ کاہن کا کلام نہیں ہے قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے۔ اللہ نے تو مشرکوں کو خطاب کر کے کہا تھا بہت کم ایمان لاتے ہو، بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو لیکن کیا آج ہمارے جیسے قرآن سے منہ موڑنے والے مسلمانوں کو نہیں کہا جا سکتا؟ ارے بہت کم قرآن پر ایمان لاتے ہو اور بہت کم قرآن سے نصیحت حاصل کرتے ہو، ارے بہت کم ایمان کو تازہ کرنے کے لئے توجہ دیتے ہو۔

ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾

(جو قوت والا ہے عرش والے کے نزدیک اونچے درجے والا ہے)۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ (سردار بھی ہے، امانتدار بھی ہے)۔

حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کوئی عقلمند نہیں ہے

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

(اور تمہارے ساتھ رہنے والے یہ صاحب کوئی دیوانے نہیں ہیں)۔

یہ میرے اور آپ کے آقا ﷺ کے بارے میں ہے جو دنیا کو عقل سکھانے کے لئے آئے تھے۔ جب انہوں نے دنیا والوں کو قرآن سنایا تو میرے اور آپ کے آقا ﷺ کو مجنون کہا گیا، دیوانہ کہا گیا۔ اور اللہ کہہ رہا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ارے بیوقوفو! تمہارا یہ ساتھی جس نے تمہارے ساتھ زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں یہ مجنون نہیں ہے۔ تم نے اس کی تجارت دیکھی، اس کے معاملات دیکھے، اس کی معاشرت دیکھی، اس کی صورت دیکھی، اس کے اخلاق دیکھے، اور تم نے خود اس کو لقب دیا تھا صدیق اور امین کا اور چالیس سال کے بعد جب میرے رسول ﷺ نے میرے حکم پر دعویٰ کیا اَنَا رَسُوْلُ اللهِ میں اللہ کا رسول ہوں تو آج تم میرے نبی کو دیوانہ کہنے لگے۔

جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾

(انہوں نے جبرائیل امین کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا)۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت امت میں سے نہیں سارے نبیوں میں سے یہ خصوصیت ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے جبرائیل امین کو زندگی میں دو دفعہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔

پہلی دفعہ غارِ حرا میں اور دوسری دفعہ شب معراج کے موقع پر۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾

(اور میرے نبی غیب کی باتوں پر، پوشیدہ باتوں پر بخل کرنے والے نہیں ہیں)

بلکہ میں اپنے نبی کی طرف جو وحی کرتا ہوں میرا نبی انسانوں تک پہنچا دیتا ہے۔

عزت دینے والا کلام

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

(اور نہ یہ کسی مردود شیطان کی بنائی ہوئی بات ہے، پھر بھی تم لوگ کدھر جا رہے ہو)

تم قرآن کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو، کہاں کہاں ٹھوکریں کھا رہے ہو، کہاں کہاں در ماندہ پھر رہے ہو؟ اگر تمہیں

عزت ملے گی تو قرآن میں ملے گی۔ یہ عزت دینے والا کلام ہے، اگر تم قرآن کو چھوڑو گے تو ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
ہم ذلیل و خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اگر قرآن کو چھوڑو گے تو زندگیاں تلخ ہو جائیں گی، زندگیوں میں حقیقی سکون باقی نہیں رہے گا۔ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر (۱۲۴) میں فرمایا وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى جو میرے قرآن سے اعراض کرے گا، منہ پھیرے گا میں اس کی زندگی کو تلخ کردوں گا اور میں اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى عرض کرے گا میرے رب! مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا میں تو آنکھوں والا تھا۔ اللہ فرمائے گا كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى میرا کلام، میری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تم نے ان کو بھلا دیا تھا، تم ان سے اندھے بن گئے تھے، میرے کلام کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اس لیے آج میں نے تجھے حقیقی اندھا بنا دیا، جا تجھے بھلا دیا گیا ہے۔ اگر قرآن کو چھوڑو گے بیماریوں کا شکار ہو جاؤ گے، جسمانی، روحانی ہر طرح کی بیماریاں۔ شفاء صرف قرآن میں ہے۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا قرآن میں ایمان والوں کے لئے شفا ہے اور قرآن میں ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔ اگر ہدایت چاہتے ہو تو پھر بھی قرآن کو تھامنا پڑے گا۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ اگر دلوں کا زنگ اتارنا چاہتے ہو تو قرآن سے تعلق جوڑنا ہوگا۔ اللہ کے نبی نے فرمایا دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے پوچھنے والے نے کہا یا رسول اللہ! یہ زنگ کیسے اترے گا اللہ کے نبی نے فرمایا یہ زنگ قرآن کی تلاوت سے اور موت کو یاد کرنے سے اترے گا۔

اگر فتنوں سے بچنا چاہتے ہو تو بھی قرآن سے تعلق جوڑنا ہوگا۔ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا فتنے ہوں گے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فتنوں سے بچاؤ کیسے ہوگا؟ فرمایا اے علی! فتنوں سے بچنے کے لئے کتاب اللہ کو تھامنا پڑے گا۔

میرے بزرگو اور دوستو! قرآن حق کلام ہے، سچ کلام ہے قرآن میں عزت ہے، ہدایت ہے، نور ہے، شفاء ہے، اور قرآن ہمیں وہ عزت و غلبہ عطا کر سکتا ہے جو ہم کسی اور طریقے سے حاصل نہیں کر سکتے اس کے لئے ضروری ہے قرآن کی تلاوت کی جائے، قرآن کو سمجھا جائے، قرآن میں غور و تدبر کیا جائے، قرآن کی اشاعت کی جائے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾
(یہ جہاں کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے)

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

(اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہتا ہے)۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

(اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو کہ رب العالمین ہے)

بتلایا گیا ہدایت چاہتے ہو تو قرآن کو مضبوطی سے تھام لو لیکن قرآن کو تھامنے کی قدرت بھی اللہ کی توفیق سے ملے گی لہٰذا اللہ سے توفیق مانگو کہ اے اللہ! تو ہمیں قرآن سے ہدایت حاصل کرنے اور قرآن کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

رب کریم اور انسان

آیاتُها ۱۹ (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) رُكُوعَاتُها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾
وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا
غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا
شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا
كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ
جَحِيْمٍ ۚۖ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا
يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ
شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۚ﴿۱۹﴾

ترجمہ:...... جب آسمان چِر جائے گا، (۱) اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے، (۲) اور جب سمندروں کو اُبال دیا جائے گا، (۳) اور جب قبریں اُکھاڑ دی جائیں گی، (۴) اُس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ (۵) اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اُس پروردگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے جو بڑا کرم والا ہے، (۶) جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا، پھر تیرے اندر اِعتدال پیدا کیا؟۔ (۷) جس صورت میں چاہا اُس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔ (۸) ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے، لیکن تم جزاوسزا کو جھٹلاتے ہو۔ (۹) حالانکہ تم پر کچھ نگراں (فرشتے) مقرر ہیں، (۱۰) وہ معزز لکھنے والے، (۱۱) جو تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔ (۱۲) یقین رکھو کہ نیک لوگ یقیناً بڑی نعمتوں میں ہوں گے، (۱۳) اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے۔ (۱۴) وہ اُس میں جزاوسزا کے دن داخل ہوں گے، (۱۵) اور وہ اُس سے غائب نہیں ہوسکتے۔ (۱۶) اور تمہیں کیا پتہ کہ جزاوسزا کا دِن کیا چیز ہے؟، (۱۷) ہاں تمہیں کیا پتہ کہ جزاوسزا کا دِن کیا چیز ہے؟ (۱۸) یہ وہ دِن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور تمام تر حکم اُس دِن اللہ ہی کا چلے گا۔ (۱۹)

قیامت کے مختلف مناظر

یہ سورۃ الانفطار ہے مکی سورت ہے اور اس میں انیس آیات ہیں۔ اس سورت مبارکہ کے آغاز میں اللہ پاک نے ان مناظر اور آثار کا بیان فرمایا ہے جو قیامت کے دن وقوع پذیر ہوں گے۔ ایک عظیم کائناتی انقلاب برپا ہوگا، سب کچھ بدل جائے گا، زمین بدل جائے گی، آسمان بدل جائے گا، سورج بدل جائے گا، چاند بدل جائے گا، تارے بدل جائیں گے، سمندر بدل جائے گا، پہاڑ بدل جائیں گے۔ جو کچھ نقشہ ہمیں نظر آ رہا ہے یہ نقشہ باقی نہیں رہے گا، سب کچھ تہہ و بالا ہو جائے گا۔ قیامت کے دن جو کچھ ہوگا ان مناظر میں سے ایک منظر آسمان کا پھٹنا بھی ہے فرمایا کہ:

آسمان پھٹ جائے گا

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱

(جب آسمان پھٹ جائے گا)

آسمان کیوں پھٹے گا؟ یا تو اس لئے پھٹ جائے گا کہ اس دن رب ذوالجلال جلال میں ہوگا اس کی ہیبت کی وجہ سے اس کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا، یا اس لئے پھٹ جائے گا کہ آسمان میں راستے ہو جائیں، فرشتے قطار در قطار نازل ہونے لگیں گے جیسا کہ اللہ پاک نے سورۂ فرقان کی آیت ۲۵ میں فرمایا: وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا جس دن آسمان پھٹ جائے گا بادلوں کے ساتھ اور فرشتے یکے بعد دیگرے بتدریج وہاں سے نازل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اسی طریقے سے سورۂ رحمٰن کی آیت ۳۸ میں فرمایا: فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ ایسے سرخ ہوگا جیسے کہ سرخ چمڑا ہوتا ہے۔ سورۂ حاقہ کی آیت ۱۶ میں فرمایا: وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن اس کی بندش کھل جائے گی، لیکن اس کے پھٹنے کی حقیقت ہمیں آج معلوم نہیں ہے۔

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲

(اور جب ستارے بکھر جائیں گے)

ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں اور سائنسدانوں کی دی ہوئی معلومات کے حوالے سے اس کائنات میں لاکھوں نہیں کروڑوں سیارے ہیں اور یہ سیّارے اور ستارے اپنے اپنے مدار میں تیز رفتاری سے گھوم رہے ہیں، ایک ایک ستارے اور سیارے کی رفتار ایک سیکنڈ میں اتنی ہے کہ اتنی ہماری گاڑیوں کی رفتار ایک گھنٹے میں بھی نہیں ہے، بلکہ کئی گھنٹوں میں ہماری گاڑیاں وہ سفر طے نہیں کر سکتیں جو یہ ستارے اور سیارے طے کر رہے ہیں، اپنے اپنے مدار میں بڑی تیزی سے گھوم رہے ہیں، اللہ جو کائنات کو کنٹرول کرنے والا ہے وہ ان کو

کنٹرول کئے ہوئے ہے ان کو اپنے مدار سے ہٹنے نہیں دیتا، کسی کی رفتار کو بڑھنے نہیں دیتا، کسی کی رفتار کو گھٹنے نہیں دیتا اگر ان میں سے کسی ایک سیارے کی رفتار گھٹ جائے یا بڑھ جائے یا اپنے مدار سے ہٹ جائے تو ان کے آپس میں ٹکرانے سے ایسی تباہی آئے گی کہ اس دنیا میں کوئی بھی جاندار باقی نہیں رہے گا۔ لیکن جب اللہ کا حکم آئے گا اور اللہ اپنی نگہبانی اور حفاظت اٹھالے گا تو اللہ ان کو آپس میں ٹکرانے اور بکھرنے کا حکم دے گا تو پھر یہ ستارے ذرّوں کی طرح اڑتے ہوئے اور بکھرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

سمندر کیسے پھٹیں گے

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

(جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے)

سمندر کیسے پھاڑ دیئے جائیں گے؟ آج سمندر ایک حد تک رکے ہوئے ہیں، بسا اوقات آپ دیکھیں سمندر کی طوفانی موجیں، سرکش موجیں، بپھری ہوئی آتی ہیں اور لگتا ہے کہ اب اگر یہ ساحل سے باہر آ گئیں تو شہر کو ڈبو دیں گی لیکن ان کا بپھرنا، ان کا اٹھنا، ان کا ٹکرانا ایک حد تک ہوتا ہے وہاں ٹکراتی ہیں اور پھر واپس کرنے والا اللہ ان کو واپس کردیتا ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا سمندر بپھر جائیں گے اپنے کناروں سے اچھل پڑیں گے، سارے سمندر اور دریا مل کر ایک ہو جائیں گے۔ ان کے پھاڑ دیئے جانے کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے جو بعض مفسرین نے بیان کی کہ پانی دو عناصر سے مرکب ہے آکسیجن اور ہائیڈروجن ان دو عناصر سے پانی مرکب ہے، تو جس اللہ نے آکسیجن اور ہائیڈروجن کو ملا کر پانی بنا دیا وہ اللہ دونوں اجزاء کو الگ الگ کر سکتا ہے کہ پانی کا ایک حصہ آکسیجن میں تبدیل ہو جائے اور دوسرا حصہ ہائیڈروجن میں تبدیل ہو جائے یوں بھی سمندروں کو پھاڑا جا سکتا ہے۔

اور ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے ان کے بپھرنے کی اور یہ کوئی ناممکن نہیں ہے کہ یہ دونوں عناصر آکسیجن اور ہائیڈروجن ایسے پھٹ پڑیں جیسے ایٹم بم پھٹتا ہے اور جیسے ہائیڈروجن بم پھٹتا ہے اس طریقے سے یہ دونوں پھٹ پڑیں۔ اگر انسان کے بنائے ہوئے ایٹم بم کے پھٹنے سے ملکوں اور شہروں میں تباہی آ سکتی ہے تو جب اللہ حکم دے گا ان ایٹوں کو، ان عناصر کو پھٹنے کا تو پھر جو تباہی ہو گی تو وہ میرے اور آپ کے تصور میں نہیں آ سکتی۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴

(اور جب قبریں کھول دی جائیں گی)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اس دنیا میں پیدا ہونے والے آخری انسان تک کتنے انسان دنیا میں آئے ہوں گے اور آئیں گے ان کا شمار ابھی تک تو کوئی سائنسدان نہیں کر سکا، ممکن ہے کوئی ایسا آلہ ایجاد ہو جائے

جس کے ذریعے سے ساری زمین میں بکھری ہوئی ہڈیوں کا جائزہ لیا جائے، سمندروں میں ڈوب جانے والوں کا جائزہ لیا جائے، فضاؤں میں بکھر جانے والوں کا، جل جانے والوں کا، ہلاک ہونے والوں کا جائزہ لیا جاسکے ان کے کوائف اکٹھے کئے جائیں لیکن بظاہر ممکن نظر نہیں آتا، لیکن اللہ حکم دے گا تو پھر قبریں کھول دی جائیں گی اور یاد رکھئے! قبر مٹی کے اس گھڑے کا نام نہیں ہے بعض لوگ بڑے تعجب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہوگا، کوئی سمندر میں ڈوب کر مرجاتا ہے اس کی قبر تو بنی نہیں اسے عذاب کیسے ہوگا؟ کوئی ہوائی جہاز فضا میں پھٹتا ہے اور جسم کے ذرّے ذرّے فضا میں بکھر جاتے ہیں اس کی قبر کہاں بنی؟ جس کو جلا کر راکھ کر دیا گیا اس کی قبر کہاں بنی؟ تو عذاب قبر کیسے ہوگا؟ تو قبر اس گڑھے کا نام نہیں ہے قبر تو مرنے کے بعد اور قیامت کے دن زندہ ہونے سے پہلے جو درمیانی زندگی ہے اس کا نام ہے جس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے اور اللہ اس بات پر قادر ہے کہ انسان کے جسم کے ذرّات جو سمندروں میں بکھر گئے، جو فضا میں بکھر گئے جو مٹی میں بکھر گئے اس کی روح کا کنکشن ان ذرّات کے ساتھ جوڑ دے اور اس کو وہ عذاب محسوس ہونے لگے۔ آخر یہ بجلی جل رہی ہے پاور ہاؤس تو ایک جگہ ہے لیکن کنکشن جوڑ دیا جاتا ہے اور ہر جگہ روشنی ہوجاتی ہے اگر انسان پاور ہاؤس کے ذریعے سے کنکشن جوڑ کر ایک ایک کونے میں بجلی کی رو پہنچا سکتا ہے تو اللہ بھی روح کا کنکشن انسان کے بکھرے ہوئے اجزاء کے ساتھ جوڑ سکتا ہے تو قبریں کھول دی جائیں گی، زندہ کر دیا جائے گا چاہے کوئی سمندر میں مرا، یا کہ زمین پر مرا، یا فضا میں مرا۔

واقعہ:

ایک شخص نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میں بہت گنہگار ہوں زندگی گناہوں میں بسر کر دی مجھے اپنی بخشش کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اپنی اولاد سے کہنے لگا میرے مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا اور میری جلی ہوئی لاش کی راکھ کو ہوا میں اڑا دینا مجھے ڈر ہے کہ میں عذاب سے بچ نہیں پاؤں گا۔ اپنی ناقص عقل کے مطابق اس نے عذاب سے بچنے کی صورت نکالی، میں اور آپ اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتے یہ تو اس کی ناقص سوچ تھی، غلط تھا جو یہ کیا لیکن جو کچھ کیا وہ اللہ کے ڈر سے کیا اللہ کے خوف سے کیا اللہ کو اس کا یہ ڈرنا پسند آیا اللہ نے فضا میں بکھرے ہوئے اس کی لاش کے اجزاء کو اکٹھا کیا جوڑا، روح ڈالی، زندہ کیا پوچھا یہ کیوں کیا؟ کیا تو نے سمجھا فضا میں بکھر جاؤں گا مجھے کوئی جمع نہیں کر سکے گا؟ کہنے لگا اے رب! تو جانتا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے وہ تیرے خوف سے کیا ہے۔ اللہ کہیں گے تیرے دل میں میرا خوف تھا جا اس خوف کی وجہ سے میں نے تیری مغفرت کر دی ہے۔

قیامت میں ہر شخص اپنی محنت دیکھ رہا ہوگا

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝

(ہر نفس، ہر شخص جان لے گا اپنا اگلا پچھلا)

سب کچھ معلوم ہو جائے گا جو کچھ آگے بھیجا، جو کچھ پیچھے چھوڑا نیکی کے کام برائی کے کام جو آخرت کے اکاؤنٹ میں جمع کئے وہ جان لے گا۔ وَ اَخَّرَتْ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ جو کچھ اس نے کوئی نیک عمل کا سلسلہ شروع کیا تا کہ میرے مرنے کے بعد بھی جاری رہے اور وہ نیک عمل کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد جاری رہا اس کو "صدقہ جاریہ" کہتے ہیں اور یاد رکھیں! صدقۂ جاریہ صرف ہسپتال، مدرسہ اور مسجد نہیں ہے نیک اولاد بھی بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے اور اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے ان میں سب سے بہترین چیز اچھی تربیت ہے۔ جنگ اخبار میں ایک صاحب کا انٹرویو پڑھا وہ کسی شعبے میں امریکی صدر کے مشیر بھی ہیں، انہوں نے ایک عجیب بات کہی وہ بات میرے آقا ﷺ کے فرمان کی تصدیق تھی بات انہوں نے تو اپنے انداز میں کہی لیکن مجھے نظر آیا کہ یہ تو میرے آقا نے فرمایا تھا۔ ایک دنیادار شخص کہہ رہا ہے، امریکہ میں رہ رہا ہے ایک شعبے میں امریکی صدر کا مشیر بھی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ لوگ اپنی اولاد کے لئے جائیداد بنانے کی سوچتے ہیں لیکن اپنی اولاد کے لئے سب سے بہترین چیز اچھی تربیت ہے۔ یہ تو میرے آقا نے کئی سو سال پہلے فرمادیا تھا جو کچھ لوگ ٹھوکریں کھانے کے بعد سوچتے ہیں اور جس نتیجے پر پہنچتے ہیں میرے آقا ﷺ کسی ٹھوکر کو کھائے بغیر اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ تو نیک اولاد بھی صدقۂ جاریہ ہے کوئی نیک کام شروع کر گیا جس پر لوگ چلتے رہے جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا رہا تو اسے آخرت میں ثواب ملتا رہے گا اور خدانخواستہ اگر کوئی برا کام شروع کر گیا، کوئی برا طریقہ شروع کر گیا اور اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس پر چلتے رہے جیسے سینما کھول گیا، شراب خانہ کھول گیا، کلب کھول گیا، بے حیائی کا اڈہ کھول گیا، بے ایمانی کا مرکز کھول گیا اور اس کے مرنے کے بعد بھی وہ چلتا رہا تو اس کا گناہ اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا رہے گا۔

اس لئے میرے عزیز دوستو اور بزرگو! اگر ہم سے گناہ ہو جائے تو کوشش یہ کی جائے کہ ایسا گناہ ہو جو ہماری ذات تک محدود رہے کوئی ایسے گناہ کا سلسلہ نہ ہم شروع کر دیں کہ جس پر باقی لوگ بھی چلیں اور ان کے چلنے کی وجہ سے ہمیں بھی گناہ ملتا رہے۔

قرآن کی ہر آیت ہی عجیب ہے

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝

قرآن کریم کی تو ہر آیت ہی بڑی عجیب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو جب قرآن

پڑھاتے تو فرماتے ارے توجہ سے سننا! ایک عجیب آیت آرہی ہے ایسی آیت لَهِيَ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ یہ آیت ساری کائنات سے بہتر ہے زمین وآسمان سے اور ساری کائنات سے یہ آیت بہتر ہے اگلی آیت پڑھاتے تو پھر یہی فرماتے لَهِيَ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لیکن اس کے باوجود بعض آیات ایسی ہیں جو واقعتاً کسی انسان کو زیادہ ہی اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ میں یوں کہہ سکتا ہوں نرم الفاظ میں معاذاللہ یوں تو نہیں کہہ سکتا ہوں یہ زبان تو جرأت نہیں کرسکتی کہ یوں کہا جائے کہ بعض آیات درجے میں کم ہیں یوں نہیں کہا جاسکتا لیکن یوں کہا جاسکتا ہے کہ بعض آیات ایسی ہیں جو انسان کو اپنی طرف زیادہ متوجہ کرتی ہیں تو میرے جیسے گناہ گار اور ناقص انسان کو اس آیت نے خاص طور پر شروع سے بہت متوجہ کیا۔ يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ۔ قیامت کے بعد غافل انسان پر اللہ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ان کی یاددہانی فرمائی کہ اے انسان! کس چیز نے تجھے اس کریم رب کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔ اُن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝٨

الَّذِي خَلَقَكَ جس نے تجھے پیدا کیا فَسَوَّاكَ پھر درست کیا فَعَدَلَكَ پھر تناسب بنایا فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ پھر جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کردیا۔ بلاتشبیہ کہوں گا جیسے ایک شفیق نرم دل، محسن دردر کھنے والا باپ اپنے نوجوان لیکن نافرمان بیٹے کو خطاب کر کے کہتا ہے میرے بیٹے! میں نے تیرے ساتھ کیا زیادتی کی؟ جو تو مجھے چھوڑ کر میرے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے، میں نے کیا زیادتی کی سوائے اس کے کہ میں نے تجھے پالا پوسا بڑا کیا تیری تعلیم وتربیت کا انتظام کیا لاکھوں روپے تجھ پر خرچ کئے اسی طرح اللہ خطاب کرتا ہے اے میرے بندے! ارے میرے جیسا محسن، نرم دل، ہمدردخیال رکھنے والا کون ہے؟ جو مجھ سے زیادہ تیرا محسن ہے کہ تو اس کی بات مانتا ہے اور میری بات نہیں مانتا۔ اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔ جو کریم ہے۔

کریم کی جامع تعریف

کریم کس کو کہتے ہیں؟ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اَلْمَقْصَدُ الْاَسْنٰی فِیْ شَرْحِ اَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی میں اللہ کے اسماء گرامی تحریر کئے ہیں ان کی تشریح بھی کی ہے تو اس میں الکریم کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَلْكَرِيْمُ هُوَ الَّذِيْ اِذَا قَدَرَ عَفَا وَاِذَا وَعَدَ وَفٰى وَاِذَا اَعْطٰى زَادَ عَلَى الْمُتَمَنّٰى وَلَا يُبَالِيْ كَمْ اَعْطٰى وَلِمَنْ اَعْطٰى وَاِذَا رُفِعَتِ الْحَاجَةُ اِلٰى غَيْرِهٖ لَا يَرْضٰى۔

کریم کی عجیب تعریف فرمائی فرمایا کریم کس کو کہتے ہیں؟ اِذَا قَدَرَ عَفَا جو قدرت کے باوجود معاف کردیتا ہے۔

انتقام لے سکتا ہے مجبوری میں معاف کرنا کوئی بڑی بات نہیں بہت سے لوگ ہیں انتقام لینا چاہتے ہیں لیکن انتقام لینے کی طاقت نہیں، جانتے ہیں دشمن طاقتور ہے میں کمزور ہوں معاف کر دیتے ہیں۔ معاف کرنا تو میرے اللہ کا ہے جو قدرت کے ہوتے ہوئے معاف کر دیتا ہے۔ وَاِذَا وَعَدَ وَفٰی جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ پورا کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ وَاِذَا اَعْطٰی زَادَ عَلَی الْمُتَمَنّٰی جب دیتا ہے تو امید سے زیادہ دیتا ہے۔ وَلَا يُبَالِيْ كَمْ اَعْطٰی وَلِمَنْ اَعْطٰی اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کتنا دیا اور کس کو دیا۔ وہ دشمن کو بھی دیتا ہے وہ دوست کو بھی دیتا ہے وہ کافر کو بھی دیتا ہے۔ وَاِذَا رُفِعَتِ الْحَاجَةُ اِلٰی غَيْرِهٖ اور جب وہ دیکھتا ہے کہ مجھے چھوڑ کر دوسرے کے سامنے ضرورت پیش کی جارہی ہے تو وہ ناراض ہوجاتا ہے سارے لوگ خوش ہوتے ہیں اچھا ہے مجھے چھوڑ دیا دوسرے سے مانگ لیا لیکن اللہ کا حال یہ ہے وَاِذَا رُفِعَتِ الْحَاجَةُ اِلٰی غَيْرِهٖ لَا يَرْضٰی اگر اس کا بندہ اس کو چھوڑ کر غیر کے سامنے دامن پھیلاتا ہے تو وہ ناراض ہوجاتا ہے اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے گناہ کرتا ہے تو غصے تو ہوتا ہے لیکن پورا پورا انتقام پھر بھی نہیں لیتا پوری سزا پھر بھی نہیں دیتا۔ اور جو اس کے دامن کو پکڑے اس کو کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا، اور اس کو وسائل اور سفارشیوں سے غنی کر دیتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کریم کی یہ تعریف اور تفسیر اور تشریح کرنے کے بعد فرماتے ہیں فَمَنِ اجْتَمَعَ جَمِيْعُ ذٰلِكَ لَا بِتَكَلُّفٍ فَهُوَ كَرِيْمٌ مُطْلَقٌ جس کے اندر بغیر تکلف کے یہ ساری صفات جمع ہوجائیں وہ کریم مطلق ہے اور آخر میں کہتے ہیں وَ ذٰلِكَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی فَقَطْ۔ اللہ کے سوا کون ہے جس کے اندر یہ ساری صفات بغیر تکلف کے جمع ہوجائیں تو حقیقی کریم صرف وہ ہے۔ اردو میں کریم کا صحیح معنی ہو نہیں سکتا کہ کریم کس کو کہتے ہیں عام طور پر کریم کا معنی شریف بھی کر دیا جاتا ہے، سخی بھی کر دیا جاتا ہے، جواد بھی کر دیا جاتا ہے لیکن یہ کریم کا پورا حق ادا نہیں کرتا۔ علماء کہتے ہیں کہ کریم اس کو کہتے ہیں جو بغیر مانگے دیتا ہے، جواد اس کو کہتے ہیں جو دے کر خوش ہوتا ہے اور سخی اس کو کہتے ہیں جو مانگنے والے کو دیتا ہے۔ گویا کہ وہ سخی سے بھی برتر، جواد سے بھی برتر۔

اللہ کریم کیوں ہے؟

وہ کریم اس لئے کہ اس نے انسان کو بہت کچھ دیا، بن مانگے دیا، انسان کا وجود ہی دیکھ لیں، انسان نے تو اللہ سے یہ وجود نہیں مانگا تھا، ہم نے اللہ سے آنکھیں نہیں مانگیں تھیں، زبان نہیں مانگی تھی، عقل نہیں مانگی تھی یہ اعضاء نہیں مانگے تھے اور اللہ پاک نے یہ اعضاء ہمیں عطا فرما دیئے۔ انسان کو اللہ نے بن مانگے خلافت عطا فرما دی خلیفہ بنا دیا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً خلافت مانگی نہیں تھی لیکن اللہ نے خلیفہ بنا دیا بلکہ یوں لگتا ہے کہ خلافت کی اُمید تو شاید فرشتوں کے دل میں تھی کہ ہم بڑا ذکر کرنے والے، تسبیح و تقدیس کرنے والے،

عبادت کرنے والے ہیں شاید ہمیں خلافت ملے گی لیکن اللہ نے کہا نہیں، تمہیں خلافت نہیں ملے گی خلافت گنہگار کو ملے گی تم کہہ رہے ہو کہ یہ قتل کرے گا، یہ گناہ کرے گا، لیکن میں خلافت اسی کو دوں گا جس کے اندر گناہ کی صلاحیت ہے، پھر وہ میرے ڈر سے گناہ سے بچے گا یا گناہ ہو جائے گا تو توبہ کر کے مجھے رو رو کر راضی کرے گا۔ میں خلافت اسی کو دوں گا، تمہارے اندر تو گناہ کی صلاحیت نہیں، نہ گناہ کر سکتے ہو، نہ توبہ کر سکتے ہو، نہ رو سکتے ہو، نہ آنسو بہا سکتے ہو، نہ گریہ کر سکتے ہو، میں تو خلافت اسی کو دوں گا۔ تو بن مانگے خلافت عطا کر دی یہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی بے شمار نعمتیں بن مانگے عطا فرما دیں، یہ عناصر پانی، آگ، مٹی، ہوا کو بن مانگے پیدا کر دیا دنیا میں خوشی کے ہزاروں سامان پیدا کر دیئے اور پھر ساری نعمتیں تو ایک طرف روحانی نعمتیں بھی بے شمار اس نے ہم کو عطا کر دیں، اس کا ذکر، اس سے دعا، اس کے سامنے رونا دھونا، دل میں تواضع، اور دل میں گہرائی یہ سب اللہ پاک کی روحانی نعمتیں ہیں بن مانگے بہت ساری نعمتیں عطا کر دیں۔

تخلیق انسان قدرت خداوندی کا عظیم شاہکار ہے

انسان اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ انسان جب اپنے بارے میں غور و فکر کرتا ہے تو حقیقت میں وہ پکار اٹھتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اللہ! تو نے مجھے کیسا عجیب بنایا ہے کیسا جسمانی نظام بنایا ہے۔ انسان عجائبات کا مجموعہ ہے۔ انسان کے اندر اللہ نے جو بڑے بڑے نظام رکھے ہڈیوں کا نظام، پٹھوں کا نظام، اور جلد کا نظام، اور ہاضمے کا نظام، اور دورانِ خون کا نظام، اور سانس کا نظام اور پیشاب کا نظام اور بول و براز کا نظام، اور سننے کا نظام، اور بولنے کا نظام اور چکھنے کا نظام اور محسوس کرنے کا نظام اور دیکھنے کا نظام اور سوچنے کا نظام یہ سارے نظام عجائبات میں سے ہیں۔ انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ اللہ پاک نے مجھے کیسی پیاری مخلوق بنایا ہے اور اللہ کہتا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ جس نے تجھے پیدا کیا، درست بنایا ایک کان کو دیکھئے کان کے بارے میں ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں صرف کان میں چار ہزار کے لگ بھگ نصف قوس کی کمانیں پائی جاتی ہیں، ایک آنکھ کو دیکھئے آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آنکھ میں روشنی کو اخذ کرنے والے تین کروڑ سے زیادہ اعصاب کے سرے پائے جاتے ہیں۔ ہضم کا نظام دیکھ لیجئے، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ایک لیبارٹری لگا رکھی ہے کیا کچھ کھا رہا ہے، پانی پی رہا ہے، دودھ پی رہا ہے، مٹھائیاں کھا رہا ہے، روٹی کھا رہا ہے، گرم کھا رہا ہے، میٹھا کھا رہا ہے، نمکین کھا رہا ہے، روٹی کھا رہا ہے، گوشت کھا رہا ہے، سبزی کھا رہا ہے، اور پھل کھا رہا ہے کیا کچھ کھا رہا ہے اور یہ لیبارٹری اپنے نظام کے مطابق کام کر رہی ہے اس میں سے غذا کو الگ کر رہی ہے خون کو الگ کر رہی ہے اور فضلے کو اور زائد چیزوں کو الگ کر رہی ہے اور باہر نکال رہی ہے اور اس لیبارٹری کو چلانے کے لئے نہ بٹن دبانے کی ضرورت، نہ سوچنے کی ضرورت یہ ابھی

نگل رہا ہوتا ہے، چبا رہا ہوتا ہے تو یہ لیبارٹری اپنا کام شروع کر دیتی ہے آپ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں یہ منہ کا لعاب کھانے کو ہضم کرنے میں بہت زیادہ مفید ہے ڈاکٹر تو آج کہہ رہے ہیں اور میرے اور آپ کے آقا ﷺ نے سینکڑوں سال پہلے کہہ دیا تھا وہ آقا جنہوں نے کہیں سائنس نہیں پڑھی اور کسی کالج میں داخلہ نہیں لیا، کسی استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی، اس آقا نے فرمادیا تھا چبا چبا کر کھاؤ لیکن میرے آقا ﷺ نے جو بات کی سائنسی انداز میں بات نہیں کی اس لئے کہ میرے آقا ﷺ کے مخاطب شہری بھی تھے، دیہاتی بھی تھے، اونٹوں کے چرواہے بھی تھے، شاعر بھی تھے، ادیب اور خطیب بھی تھے اور گنوار، کاشتکار بھی تھے۔ اگر میرے آقا ﷺ سائنسی انداز میں بات کرتے ارے کھانے سے پہلے ہاتھ دھولیا کرو ورنہ جراثیم چلے جائیں گے تو ان دیہاتیوں کی سمجھ میں یہ بات کیسے آتی؟ میرے آقا نے تو ثواب کے انداز میں بات کی، کہیں گناہ کے انداز میں بات کی ایسا کرو ثواب ہوگا ایسا مت کرو گناہ ہوگا لیکن اسی ثواب میں صحت اور شفا بھی ہے اور اسی گناہ میں بیماری اور ہلاکت بھی ہے۔ تو ایک پوری لیبارٹری اللہ نے بنادی اللہ کہتا ہے اے انسان! کس چیز نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اپنے اس رب کے بارے میں جو کریم ہے اَلَّذِیْ خَلَقَكَ جس نے تجھے پیدا کیا فَسَوّٰىكَ پھر درست کیا فَعَدَلَكَ پھر متناسب بنایا۔ اعضاء بنائے تو متناسب بنائے ایسا بھی تو ہوسکتا تھا ایک آنکھ چھوٹی اور دوسری آنکھ بڑی ہوتی، ایک ہاتھ لمبا ہوتا دوسرا اس کے مقابلے میں کوتاہ ہوتا، دو ٹانگیں ایک جیسی نہ ہوتیں، دونوں کان ایک جیسے نہ ہوتے، دونوں رخسار ایک جیسے نہ ہوتے۔ ایسا بھی تو ہوسکتا تھا اور ایسا بعض اوقات ہوتا بھی ہے کہ اللہ تو کہتا ہے کہ میں نے متناسب بنایا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں ایک ٹانگ چھوٹی ایک بڑی ایک ہاتھ لمبا دوسرا ہاتھ کوتاہ ایک آنکھ بالکل باریک سی اور دوسری آنکھ بہت بڑی تو وہ متناسب نہیں ہے۔ ارے یہ اللہ نے بنایا اور اس لئے بنایا کہ ایسوں کو دیکھو تو پکار اٹھو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھے ایسے نہیں بنایا جیسا اس کو بنایا ہے۔ اللہ کہتا ہے میں نے اس لئے بنایا تا کہ تم میرا شکر ادا کرو کہ اُسے اس مصیبت میں مبتلا کیا لیکن مجھے بچایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا اور اللہ نے مجھے مخلوق میں سے بہت ساروں پر فضیلت دی ہے بہت سوں سے زیادہ نوازا ہے۔ فرمایا کہ یوں کہو لیکن قربان جایئے اپنے آقا ﷺ کی تعلیمات پر حکم یہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو، بیمار کو، معذور کو دیکھ کر یہ دعا پڑھو تو سہی لیکن دل میں آہستہ پڑھو اونچی آواز سے نہ پڑھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اونچی آواز سے پڑھنے سے اس کا دل ٹوٹ جائے فَعَدَلَكَ تجھے متناسب بنایا فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا، کسی کو کالا بنایا، کسی کو گورا بنادیا، کسی کی ناک چپٹی ہے، کسی کی ناک اٹھی ہوئی ہے، کسی کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی، کسی کی آنکھیں بڑی، کسی کے ہونٹ باریک، کسی کے موٹے، کسی کا قد چھوٹا، کسی کا لمبا، فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ یہ انسان کا بنانا

اور کروڑوں انسانوں کا بنانا اور مختلف بنانا یہ اللہ کے وجود کی ایک مستقل دلیل ہے۔ چیزیں ایک جیسی مشینوں سے نکل رہی ہیں ایک جیسی کاریں نکل رہی ہیں ایک جیسی چیز بن کر نکل رہی ہے فرق نہیں ہے۔ اور یہاں اربوں انسان ہیں اور اربوں انسانوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ صورت کے اعتبار سے فرق، آواز کے اعتبار سے فرق ہے، مزاج کے اعتبار سے فرق ہے، دماغ کے اعتبار سے فرق ہے، سگے بھائی ہیں ایک ماں باپ کے بیٹے ہیں لیکن ان میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ اللہ نے ایسا بنایا جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا، ہزاروں انسانوں میں فرق، لاکھوں کروڑوں اربوں میں فرق جن کو لوگ کہتے ہیں کہ ایک جیسے ہیں دونوں میں غور کیا جائے تو ان کے جسموں میں بھی بہت سارے فرق ہیں، اللہ نے فرق رکھے ہیں مشینوں کی بنی ہوئی چیزیں ایک جیسی لیکن اللہ پاک کی بنائی ہوئی چیزوں میں فرق، جس صورت میں چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اس کو ایسا بنا دیا جائے فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کر دیا۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو عجیب بات بیان فرمائی وہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو انسان کو کتے کی صورت میں بھی بنا سکتا تھا، خنزیر کی صورت میں بھی بنا سکتا تھا، یہ تو اس کا لطف و کرم کہ اس نے انسان کی شکل دی، کسی حیوان اور درندے کی شکل نہیں دی اور بعض اوقات ایسے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ جو بچہ پیدا ہوا اس کا کوئی عضو حیوان جیسا، جانور جیسا ہوتا ہے۔

كَلَّا۔ ہرگز نہیں یہ عرض کیا جا چکا کہ كَلَّا بعض اوقات کسی غلط خیال کی تردید کے لئے ہوتا ہے ہرگز نہیں، ارے باز آ جاؤ، رسولوں کی مخالفت سے باز آ جاؤ۔

معاندین کا رویہ

بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹

(بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ تم جزاء وسزا کے دن کو جھٹلاتے ہو)

یہ تکبر، یہ عناد، یہ مخالفت، یہ انکار، اس کی اصل وجہ قیامت کے دن پر یقین کا نہ ہونا ہے۔ قیامت پر ایمان اور یقین انسان کو کفر اور شرک سے ہی نہیں بلکہ انسان کو گناہوں سے بھی بچا دیتا ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ (تمہارے اوپر نگران مقرر ہیں) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ معزز کاتب ایسے معزز کاتب يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ (وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو) تم پر نگران اللہ کی طرف سے مقرر مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ انسان کے منہ سے جو لفظ نکلتا ہے تو اللہ کی طرف سے نگران تیار کھڑا ہے اس کو نوٹ کرنے کے لئے، اس کو محفوظ کرنے کے۔ لئے اس کے منہ سے گالی نکلتی ہے محفوظ ہو جاتی ہے اس کے منہ سے اللہ اللہ کا ذکر نکلتا ہے تو محفوظ ہو جاتا ہے۔ ایک ایک چیز محفوظ ہو رہی ہے اگرچہ اللہ جانتا ہے اس کو کسی

رجسٹر کی ضرورت نہیں، کسی گواہی کی ضرورت نہیں، لیکن اس کے باوجود اس نے لکھنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ تاکہ کوئی انکار نہ کر سکے۔

كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾

(ایسے معزز کاتب جو جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو)

اللہ نے ان فرشتوں کے لئے کیا لفظ استعمال کیا كِرَامًا كَاتِبِينَ معزز لکھنے والے۔ انسان کی فطرت ایسی ہے کہ اگر شریفوں کا مجمع ہو اور نیک لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو پھر وہ نامناسب حرکت کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے، شرماتا ہے، وہ خود سے کہتا ہے کہ ارے کس مجمع میں بیٹھے ہو نیک لوگوں کے مجمع میں بیٹھے ہو یہاں تو شرم کرو۔ اللہ بتلانا چاہتا ہے کہ ارے انسان! تیری نگرانی کرنے والے بڑے معزز اور شریف ہیں ان سے ذرا شرما جانا ایسا نہ ہو کہ نگرانی کرنے والے تو ایسے معزز اور تم ایسی ایسی گندی حرکتوں میں مبتلا۔

ابرار اور فجار کا انجام

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾

(بیشک نیک لوگ مزے میں ہوں گے)

نعمتوں میں ہوں گے، سر سے لے کر پیروں تک نعمتوں میں ڈوبے ہوئے۔

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾

(اور بیشک بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے)۔

اے اللہ! تو ہمیں ابرار میں سے بنانا فجار میں سے نہ بنانا۔

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾

(وہ فجار، وہ بدکار، اس میں جلیں گے)

قیامت کے دن داخل ہوں گے یعنی جزاء کے دن۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾

(اور وہ اس سے غائب نہیں ہو سکیں گے)

چھوٹ کر کہیں جا نہیں سکیں گے، چھپ نہیں سکیں گے۔ انسان کہاں چھپ سکے گا؟ ارے یہاں بھگوڑے چھپ سکتے ہیں ایک ملک سے دوسرے ملک چلے جاتے ہیں اپنے ہی ملک، علاقہ غیر میں، جنگلات میں، پہاڑوں

میں چلے جاتے ہیں، دیہاتوں میں چلے جاتے ہیں کوئی جان نہ سکے، لیکن اللہ کہتا ہے مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ میری سلطنت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگو میں کہہ رہا ہوں بھاگ کر دکھاؤ کہاں جاسکتے ہو؟ جہاں جاؤ گے وہاں میری سلطنت ہوگی، وہاں میرا اقتدار ہوگا کہیں نہیں جاسکتے۔ آج تو یہاں سے بھاگ کر امریکہ چلے گئے تم افریقہ چلے گئے، وہاں بھی میری حکومت ہے دریاؤں میں چلے جاؤ سمندروں میں چلے جاؤ وہاں پر بھی میری حکومت ہے۔

قیامت کے حالات کی حقیقت دنیا میں بیان کرنا مشکل ہے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٧﴾

(اور تمہیں کیا خبر کہ جزاء کا دن کیا ہے؟)

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٨﴾

(ارے پھر میں کہہ رہا ہوں تمہیں کیا خبر کہ جزاء کا دن کیا ہے؟)

اس کی ہولناکی کو کوئی جان نہیں سکتا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ ہم یہاں پر بیٹھے دوسرے ملکوں کے بارے میں تبصرہ کرسکتے ہیں اس لئے کہ ہم میں سے کسی نے وہاں سے آنے والوں کی زبانی وہاں کے حالات سنے، کسی نے سفرنامے پڑھے، کسی نے کوئی ویڈیو وغیرہ دیکھی، کسی نہ کسی طریقے سے اس ملک کے حالات سے واقفیت ہے لیکن قیامت کے حالات کو ہم بیان نہیں کرسکتے، اس دن کی ہولناکی کو ہم بیان نہیں کرسکتے۔ حشر کیا ہوگا، پل صراط کیسے ہوگی، آگ کیسی ہوگی، حساب کیسے ہوگا، اور جزاء کیسی ہوگی اور گرفت کیسی ہوگی اور زنجیریں کیسے ہوں گی اور کوڑے کیسے ہوں گے، اور شعلے کیسے ہوں گے، اور زقوم کیسا ہوگا اور زخموں کی دھوون کیسی ہوگی، اور پیپ کیسی ہوگی، اور نعمتیں کیسی ہوں گی اور راحتیں کیسی ہوں گی اور جنت کیسی ہوگی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کی حقیقت کو بیان کرنا ہمارے لئے یہاں بیٹھ کر مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔

قیامت کے دن کا مالک صرف اللہ

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ

(یہ وہ دن ہے جب کسی کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا)

نہ باپ اولاد کے لئے کچھ کرسکے گا، نہ اولاد باپ کے لئے کچھ کرسکے گی، نہ بیوی شوہر کے لئے، نہ شوہر بیوی کے لئے، کوئی کسی کے لئے کچھ نہیں کرسکے گا۔ ایسی سفارش کہ اللہ کو مجبور کردے ایسی سفارش نہیں ہوسکے گی۔ ہاں ایسا

ہوگا کہ اگر واقعی نیکی پر چلنے والا تھا، قرآن کریم کا حافظ تھا اور نرا حافظ ہی نہیں "باعمل حافظ" یہ جتنی بشارتیں ہیں یہ بے عملوں کے لئے نہیں حافظوں میں بھی بے عمل ہوتے ہیں۔ ایسے ہوسکتا ہے کہ باعمل حافظ اگر اللہ پاک کے حضور عرض کریں تو اللہ پاک ان کی سفارش کو قبول فرمائے لیکن زور اور طاقت سے اللہ کو کوئی بات منوا سکے نہ کوئی حافظ منوا سکتا ہے، نہ کوئی ولی، نہ کوئی پیر، نہ مرشد، نہ صحابی، نہ نبی طاقت کے زور پر کوئی نہیں منوا سکتا، ہاں درخواست کی جاسکتی ہے۔ اور اللہ وہاں بعض لوگوں کی درخواستیں قبول فرمائے گا۔ ہمارے آقا ﷺ بھی درخواست کریں گے لیکن کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سجدے میں گر جاؤں گا سر جھکائے رکھوں گا جب تک کہا نہیں جائے گا سر اٹھایئے میں سر ہی نہیں اٹھاؤں گا۔ ہمارے آقا ﷺ نے یہ تو نہیں کہا کہ میں زور اور زبردستی سے بعض جہنمیوں کو نکال کر زبردستی جنت میں داخل کروں گا یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا یہ وہ دن ہے جب کسی کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ آج مصیبت پڑتی ہے تو کوئی سفارش سے کام چلا لیتا ہے، کوئی رشوت سے کام چلا لیتا ہے کوئی طاقت سے کام چلا لیتا ہے لیکن وہاں ایسا نہیں ہوگا۔

مالک حقیقی ذات خداوندی ہے

وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

(اور اس دن فیصلے صرف اللہ کے اختیار میں ہوں گے)

فیصلے تو آج بھی اللہ کے اختیار میں ہیں، ملکیت آج بھی اللہ کی ہے لیکن انسان کو اللہ نے جو تھوڑی سی ملکیت دے رکھی ہے اس کی وجہ سے بیوقوف دھوکے کا شکار ہوجاتا ہے۔ اپنے آپ کو مختار مطلق اور حقیقی مالک سمجھنے لگتا ہے لیکن وہاں بڑے بڑے اختیار والوں کو اور بڑی بڑی شان والوں کو اور سلطنت والوں کو بھی یقین آجائے گا کہ آج تو واقعی اختیار صرف اللہ کا ہے ہم میں سے کسی کا نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ

موضوع

نیک اور بد

آیاتُها ۳۶ (۸۳) سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ (۸۶) رُکوعاتُها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا
كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِیَوْمٍ
عَظِیْمٍ ۝۵ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ
سِجِّیْنٍ ۝۷ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۱۰
الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝۱۱ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝۱۲ اِذَا
تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا
كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ
لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ۝۱۶ ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ
الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۝۱۸ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ ۝۱۹ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۲۰ یَّشْهَدُهُ
الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝۲۲ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ ۝۲۳ تَعْرِفُ فِیْ
وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝۲۴ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝۲۵ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِیْ
ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۝۲۷ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا
الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ۝۲۹ وَاِذَا
مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ۝۳۰ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ۝۳۱ وَاِذَا

رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ
الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ:...... بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، (۱) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں، (۲) اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ (۳) کیا یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اُنہیں ایک بڑے زبردست دن میں زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا؟ (۴و۵) جس دن سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (۶) ہرگز ایسا نہیں چاہیے! یقین جانو کہ بدکار لوگوں کا اعمال نامہ سجّین میں ہے۔ (۷) اور تمہیں کیا معلوم کہ سجّین (میں رکھا ہوا اعمال نامہ) کیا چیز ہے؟ (۸) وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (۹) اُس دن بڑی خرابی ہوگی حق کو جھٹلانے والوں کی، (۱۰) جو جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ (۱۱) اور اُس دن کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہو۔ (۱۲) اُسے جب ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہوں تو وہ کہتا ہو کہ: ''یہ تو پچھلے لوگوں کے افسانے ہیں''۔ (۱۳) ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں، اُس نے ان کے دِلوں پر زنگ چڑھادیا ہے۔ (۱۴) ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ (۱۵) پھر ان کو دوزخ میں داخل ہونا پڑے گا۔ (۱۶) پھر کہا جائے گا کہ: ''یہ ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!'' (۱۷) خبردار! نیک لوگوں کا اعمال نامہ علّیّین میں ہے۔ (۱۸) اور تمہیں کیا معلوم کہ علّیّین (میں رکھا ہوا اعمال نامہ) کیا چیز ہے؟ (۱۹) وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، (۲۰) جسے مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔ (۲۱) یقین جانو کہ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے، (۲۲) آرام دہ نشستوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے، (۲۳) اُن کے چہروں پر نعمتوں میں رہنے سے جو رونق آئے گی، تم اُسے صاف پہچان لوگے، (۲۴) اُنہیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مُہر لگی ہوگی، (۲۵) اُس کی مہر بھی مشک ہی مشک ہوگی۔ اور یہی وہ چیز ہے جس پر للچانے والوں کو بڑھ چڑھ کر للچانا چاہیے۔ (۲۶) اور اُس شراب میں تسنیم کا پانی ملا ہوا ہوگا، (۲۷) جو ایک ایسا چشمہ ہے کہ جس سے اللہ کے مقرب بندے پانی پئیں گے۔ (۲۸) جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے، (۲۹) اور جب اُن کے پاس سے گذرتے تھے تو ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اِشارے کرتے تھے، (۳۰) اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے، تو دِل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے، (۳۱) اور جب ان (مؤمنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ (۳۲) حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ (۳۳) آخر ہوگا یہ کہ آج ایمان لانے والے کافروں پر ہنس رہے ہوں گے۔ (۳۴) آرام دہ نشستوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ (۳۵) کہ کافر لوگوں کو واقعی اُن کاموں کا بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۳۶)

تشریح:...... یہ سورۃ المطففین ہے مکی سورت ہے اور اس میں چھتیس آیات ہیں مُطَفِّفِیْن مطفف کی جمع ہے

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت اور انجام

مطفف کا معنیٰ ہے ناپ تول میں کمی کرنے والا تطفیف سے بنا ہے تطفیف کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنا فرمایا کہ وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ لعنت ہے، پھٹکار ہے، خرابی ہے افسوس ہے، شدید عذاب ہے، یہ سارے معنی ہو سکتے ہیں، کن لوگوں کے لیے؟ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ناپ تول پورا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، قرآن کریم میں جن مجرم قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں سے ایک مجرم قوم اصحاب مدین بھی تھے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور ان کا جو سب سے بڑا جرم تھا وہ ناپ تول میں کمی تھا اسی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا فرمایا کہ:

وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ۔

دیکھو ناپ تول پورا پورا کیا کرو انصاف کے ساتھ، لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، سمجھاتے رہے لیکن قوم باز نہ آئی اللہ کہتا ہے کہ پھر ان پر ہمارا عذاب آیا۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾

جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے ان کو اپنے فضل سے تو نجات دے دی۔ اللہ کے نبی کو نجات ملی ہے لیکن اللہ کہتا ہے ایسے ہی نجات نہیں ملی بلکہ میری رحمت سے ملی ہے، میرے فضل سے ملی ہے اللہ کے فضل اور رحمت کے بغیر کسی کو نجات نہیں مل سکتی محض اعمال کی بنیاد پر، نیکیوں کی بنیاد پر نجات نہیں مل سکتی، اس لئے کوئی اپنی نیکی تقویٰ اور پارسائی کی وجہ سے دھوکے کا شکار نہ ہو اور گھمنڈ کا شکار نہ ہو کہ میں نے جنت کو خرید لیا پتہ نہیں اللہ کے ہاں یہ سب کچھ قبول ہوا یا کہ نہیں ہوا۔ تو اللہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنی رحمت سے نجات دی اور وہ جو ظالم تھے ناپ تول میں کمی کرنے والے، لوگوں کے حقوق دبا لینے والے، غصب کرنے والے، ملاوٹ کرنے والے، کم تولنے والے، ان کو ایک چنگھاڑ نے، ایک چیخ نے پکڑ لیا تو اپنے گھروں میں صبح کے وقت اوندھے منہ گرے رہے اور وہ بستی ایسے ہوگئی کہ دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا یہاں تو کوئی کبھی رہا ہی نہیں۔ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ۔ مدین والوں کے لیے ہلاکت ہے جیسا کہ ثمود والوں کے لیے ہلاکت تھی تو یہ قوم ناپ تول میں کمی کے جرم میں مبتلا تھی اس کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا سورۂ اسراء میں اللہ نے حکم دیا

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ناپ بھی پورا پورا رکھا کرو اور تول بھی انصاف کے ساتھ پورا پورا رکھا کرو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ فرماتے ہیں وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ترازو سیدھا رکھو انصاف کے ساتھ اور لوگوں کو کم نہ دیا کرو اس میں دھوکہ نہ کیا کرو۔ یونہی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ نے ناپ تول پورا رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن آج ہم نے اللہ کے اس حکم کو نظر انداز کر دیا ڈنڈی مارنا، ملاوٹ کرنا، کم تولنا یہ ہماری پہچان بن گئی ساری دنیا کو پتہ چل گیا کہ ہم دکھاتے کچھ اور ہیں اور دیتے کچھ اور ہیں سب نے جان لیا کہ ہم معاملات کے کھرے نہیں ہیں ہم سچے تاجر نہیں ہیں حالانکہ ہمارے آقا ﷺ نے سچے اور امانت دار تاجر کو جنت کی بشارت سنائی اور ایسی بشارت جو کہ کسی غازی اور روزے دار کو نہیں سنائی ہے۔ فرمایا اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ نبیوں اور صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اللہ اکبر ارے جس امت کو اتنی بڑی بشارت سنائی گئی لیکن اس کے باوجود وہ تجارت میں جھوٹ بولتی ہے، خیانت کرتی ہے، ملاوٹ کرتی ہے، دھوکہ دیتی ہے، فراڈ کرتی ہے دکھاتی کچھ ہے دیتی کچھ ہے، قول کی سچی نہیں، وعدے کی پکی نہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ آج ہم تجارت کے میدان میں سب سے پیچھے رہ گئے ایک وقت تھا کہ ہم تجارت کے میدان میں سب سے آگے تھے۔

دیندار بننے کے لئے تجارت، ملازمت چھوڑنا ضروری نہیں

پتہ نہیں یہ کس نے ہمارے ذہن میں بٹھا دیا کہ دین دار بننے کے لیے دکان کو، ملازمت کو اور تجارت کو چھوڑنا ضروری ہے یہ کس احمق نے ہمارے ذہن میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ بہت سے لوگ ہیں ان سے پوچھیں ارے بھائی! کیا بات ہے فلاں آج کل نظر نہیں آرہے کہتے ہیں آج کل ان پر دینداری کا غلبہ ہو گیا ہے اس لیے دکان تجارت سے انہوں نے منہ موڑا ہوا ہے۔ گویا کہ دیندار بننے کے لیے دکان کو تجارت کو، کاروبار کو، ملازمت کو، رزق حلال کے ذرائع کو چھوڑنا ضروری ہے۔ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تاجر نہیں تھے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تاجر نہیں تھے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر نہیں تھے؟ وہ امام جنہیں ہم سب مانتے ہیں جن کی اقتداء کرتے ہیں ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کیا وہ اپنے وقت کے بہت بڑے تاجر نہیں تھے اور کائنات کے آقا ﷺ جن کا ہم عزت اور فخر سے نام لیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے تجارت نہیں کی، بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کے نام لیے جا سکتے ہیں جو تجارت اور صنعت کے شعبے سے وابستہ تھے اور قرآن نے باقاعدہ ان کی صنعت کا، ان کی مہارت کا اور ان کی کاری گری کا ذکر کیا ہے۔ تو پتہ نہیں کس نے ہمارے ذہن میں بٹھا دیا تو بعض لوگ وہ ہیں کہ جن کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کامل دیندار بننے کے لئے تجارت کے میدان سے اور رزق حلال کمانے کے میدان

سے منہ موڑنا ضروری ہے، یہ غلط سوچ ہے، قرآن اور حدیث کے خلاف سوچ، اپنے نبی کے اسوۂ اور طریقہ اور سنت کے خلاف سوچ ہے۔

غیر مسلم صنعت وتجارت پر کیوں چھا گئے؟

اور جو تجارت کر رہے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ دیانت اور امانت کا حق ادا نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج تجارت اور صنعت کے میدان پر یہودی اور عیسائی، ہندو اور غیر مسلم چھائے ہوئے ہیں۔

پچھلے دنوں اخبار میں یہ خبر پڑھی پتہ چلا کہ دنیا میں جو سب سے ٹاپ پر پچاس کمپنیاں ہیں وہ پچاس کی پچاس کمپنیاں غیر مسلموں کی ہیں ان میں کوئی ایک کمپنی بھی مسلمان ملک کی نہیں ہے، نہ پاکستان کی، نہ انڈونیشیا کی جس کا آج کل بڑا شہرہ ہے کہ وہاں کے قائدین نے اس کو ترقی کے بامِ عروج پر پہنچا دیا ہے نہ ملائشیا کی، نہ سعودیہ کی جن کے پاس پیٹرول، سونا اور دوسری بعض معدنیات کے دریا ہیں کسی اسلامی ملک کا ان پچاس کمپنیوں میں نام نہیں آیا ساری کی ساری غیر مسلموں کی۔ چنانچہ آج ہم مجبور ہیں ان کی مصنوعات استعمال کرنے پر ان کی بنائی ہوئی گاڑیاں، ان کے بنائے ہوئے جہاز، ان کے بنائے ہوئے مشروبات، ان کی بنائی ہوئی دوائیں، ان کی بنائی ہوئی غذائیں، ان کے بنائے ہوئے صابن، ان کے بنائے ہوئے بجلی کے آلات، یہاں تک کہ ان کے بنائے ہوئے جوتے، ان کے بنائے ہوئے موزے حد تو یہ ہے کہ ان کی بنائی ہوئی ٹوپیاں، ان کے بنائے ہوئے مصلے پر ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے مصلے غیر مسلم بناتے ہیں ٹوپی ہم پہنتے ہیں لیکن ٹوپی چائنا میں بہترین تیار ہوتی ہے بہت سی اسلامی چیزیں غیر مسلم بنا رہے ہیں ہم مفت خورے، نکمے خوش ہوتے ہیں دیکھو ہماری خدمت کر رہے ہیں لیکن کیا وہ ہم سے نفع نہیں لے رہے، اور یہ نفع کیا ہمارے خلاف استعمال نہیں ہو رہا، اسی نفع سے کیا اسلحہ تیار نہیں کیا جا رہا، تجارت اور صنعت کا میدان، ٹیکنالوجی کا میدان ہم نے ان کے لیے خالی چھوڑ دیا میں قرآن اور حدیث کے مطالعہ کی بناء پر کہتا ہوں انشاء اللہ یہ بات غلط نہیں ہوگی جو شخص مسلمانوں اور اسلام کے غلبہ کی نیت سے تجارت صنعت اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کافروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے خدا کی قسم! اس کو تہجد گزار مسلمان سے بھی زیادہ ثواب ہوگا جو ان کی محتاجگی سے، ان کے سامنے کشکول لے کر کھڑا ہونے سے، ان کے سامنے دامن پھیلانے سے اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے ہمیں بچاتا ہے وہ ہمارا کتنا بڑا محسن ہوگا لیکن ہم محسنوں کی قدر کرنے والی قوم نہیں ہیں ہم محسنوں کو ذلیل کرنے والی قوم ہیں ہماری تاریخ یہ ہے، ہمارا شیوہ یہ ہے ہم نے اپنے ہر محسن کو ذلیل کیا پوری دنیا کے سامنے ذلیل کیا یہ ہماری محسن کشی کی تاریخ ہے۔ وہ اپنے فنکاروں، کھلاڑیوں اور دنیا میں نام پیدا کرنے والے فرد کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور ہم ایسوں کو جوتوں کے نیچے روندتے ہیں، ذلیل وخوار کرتے ہیں۔

مقدس نام بدنام نہ ہوجائیں

تو بعض کے ذہن میں تو یہ بیٹھ گیا کہ دیندار بننے کے لیے تجارت وصنعت سے منہ موڑنا ضروری ہے اور جنہوں نے ان شعبوں کو اپنایا تو ان کا حق ادا نہ کیا اب یہ پچھلے دنوں ایک تحریک چلی ارے بھائی! یہ پیپسی، کوکا کولا اور فلاں فلاں مشروب یہ غیر مسلموں کے بنائے ہوئے ہیں ان کا بائیکاٹ کیا جائے چنانچہ بائیکاٹ کیا اس قسم کے مشروبات کے بہت سے نقصانات ہیں اسمیں طبی اور صحت کے اعتبار سے تو جو پیتے تھے وہ بھی بائیکاٹ کرنے لگے اور اب بہت سے مشروبات مسلمانوں کے بنائے ہوئے مارکیٹ میں آگئے یہ زمزم کولا، یہ مکہ کولا، یہ مدنی کولا، اور نا معلوم کس کس نام کے، بہت سے لوگ بڑے خوش ہیں کہ ہمارے اپنے مشروب آ گئے مجھے بھی قدرتی طور پر خوشی ہونی چاہیے لیکن مجھے افسوس صرف یہ ہوا کہ انہوں نے مکہ کا نام کیوں رکھا ہے مدنی نام کیوں رکھا ہے زمزم جیسا متبرک نام کیوں رکھا ہے اگر انہوں نے اپنی روایت اور اپنی عادت کے مطابق گڑبڑ کی اور صحیح معیار کے مشروب بازار میں مہیا نہ کیے تو یہ متبرک نام ذلیل ہوں گے، یہ مکہ کا نام، یہ مدینہ کا نام، یہ زمزم کا نام یہ دنیا کے سامنے ذلیل ہوجائیں گے کہ یہ مدنی، یہ مکہ، یہ زمزم یہ سب ایسے ہی ہیں، دھوکے باز ہیں۔

ان متبرک اور محترم ناموں کی وجہ سے بھی مجھے یوں تکلیف ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ معیار میں گڑبڑ کریں تو یہ مبارک نام بدنام ہوجائیں گے فرمایا کہ:

تطفیف کا تفصیلی مفہوم

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ

لعنت ہے، پھٹکار ہے، خرابی ہے، شدید عذاب ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ یہ میں نے تطفیف کا ایک پہلو آپ کے سامنے بیان کیا کہ تطفیف کیا ہے؟ ناپ تول میں کمی کرنا۔

لیکن بعض حضرات نے تطفیف کے معنی کو بڑی وسعت دی ہے اور بتایا ہے کہ تطفیف ایک اخلاقی بیماری ہے، ایک ظلم ہے۔ تطفیف کیا ہے؟ مطفف کون ہے؟ سب سے پہلے تو اللہ نے خود بیان فرمایا کہ!

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾

(وہ لوگ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں)۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾

(اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں)

دوسروں سے لیتے ہیں تو پورا پورا اور دوسروں کو دیتے ہیں تو ان کے حق سے کم دیتے ہیں تو تطفیف کے معنی کو وسعت دیتے ہوئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ تطفیف یہ ہے کہ دوسرے کے حق میں ڈنڈی مارنا اپنا حق پورا وصول کرنا دوسروں کیساتھ برائی کرنا اور اپنے ساتھ بھلائی چاہنا دوسروں کی عزت پر حملہ کرنا اور اپنے لیے عزت کی امید رکھنا دوسروں کیساتھ ظلم کرنا اور اپنے لیے انصاف کی توقع رکھنا یہ تطفیف ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات فرمائی فرماتے ہیں کہ:

اَلْمُطَفِّفُ یَتَنَاوَلُ التَّطْفِیْفَ فِی الْوَزْنِ وَالْکَیْلِ وَفِیْ اِظْهَارِ الْعَیْبِ وَاِخْفَائِهٖ وَفِیْ طَلَبِ الْاِنْصَافِ وَالْاِنْتِصَافِ۔

فرماتے ہیں کہ مُطَفِّف کا لفظ یہ ناپ تول میں کمی کو بھی شامل ہے، عیب کے ظاہر کرنے اور عیب کے چھپانے کو بھی شامل ہے، انصاف لینے اور انصاف دینے کو بھی شامل ہے اور فرماتے ہیں کہ:

وَمَنْ لَّمْ یَرْضَ لِاَخِیْهِ الْمُسْلِمِ مَا یَرْضَاهُ لِنَفْسِهٖ فَلَیْسَ بِمُنْصِفٍ۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے تو یہ منصف یعنی انصاف کرنے والا نہیں ہے یہ مُطَفِّف ہے تطفیف کرنے والا، حق مارنے والا، ظلم کرنے والا ہے اور فرماتے ہیں:

مَا الَّذِیْ یَرٰی عَیْبَ النَّاسِ وَلَا یَرٰی عَیْبَ نَفْسِهٖ فَهُوَ مِنْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ۔

جو لوگوں کے عیب تو دیکھتا ہے لیکن اپنے عیبوں پر کبھی نظر نہیں ڈالتا وہ بھی مطفف ہے۔

وَمَنْ طَلَبَ حَقَّ نَفْسِهٖ مِنَ النَّاسِ وَلَا یُعْطِیْ حُقُوْقَهُمْ فَهُوَ مِنْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ۔

اور جو شخص لوگوں سے اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے لیکن ان کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ بھی مطفف ہے وہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے اور آخر میں فرماتے ہیں:

وَالْفَتٰی مَنْ یَقْضِیْ حُقُوْقَ النَّاسِ وَلَا یَطْلُبُ اَحَدًا لِنَفْسِهٖ حَقًّا۔

صحیح مسلم نوجوان، اللہ والا تو وہ ہے جو لوگوں کے حقوق کو ادا کرے لیکن اپنے حق کا مطالبہ ان سے نہ کرے۔ ایک ہے عدل اور ایک ہے ایثار، ایثار یہ ہے کہ دوسروں کا حق دے لیکن اپنا حق نہ لے نیکی کرتا ہے اور صلہ کی، بدلے کی کوئی تمنا نہیں رکھتا یہ عدل سے بھی اونچا مقام ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

اللہ نے پہلے عدل کا ذکر کیا پھر احسان کا ذکر کیا اللہ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے اور احسان کا حکم دیتا ہے فرمایا کہ دیکھو اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی زیادتی کر سکتے ہو بدلہ لے سکتے ہو لیکن اگر کوئی معاف کر دے تو یہ اس سے بھی اونچا مقام ہے۔ یاد رکھو!

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

(اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

تطفیف کیا ہے؟

تو تطفیف یہ ہے کہ اپنا حق تو وصول کیا جائے لیکن دوسروں کا حق ادا نہ کیا جائے افراد ہوں یا جماعتیں آج سب کے سب اس بیماری میں مبتلا ہیں اور جھگڑے سارے اسی سے ہوتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارا حق تو مل جائے لیکن ہم دوسرے کا حق ادا نہ کریں مالک اور ملازم کو دیکھ لیجئے یہی چپقلش ہے ملازم چاہتا ہے کہ مجھے تنخواہ تو پوری ملے لیکن کام پورا نہ کروں، مالک چاہتا ہے کہ اس سے کام تو کچھ زیادہ لے لوں لیکن تنخواہ اور مزدوری کچھ کم دوں، لڑائیاں پیدا ہوتی ہیں، جھگڑے ہوتے ہیں۔ جماعتوں میں بھی یہی چل رہا ہے ایک جماعت دوسری جماعت کو برا بھلا کہتی ہے لیکن یہ امید رکھتی ہے کہ مجھے کوئی کچھ نہ کہے تو یہ تطفیف کی بیماری عام ہو چکی ہے۔ فرمایا کہ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔ لعنت ہے خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر دیتے ہیں یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴

قرآن عام کتاب نہیں ہے قرآن خاص کتاب ہے۔ قرآن قانون بھی بیان کرتا ہے تو اپنے انداز میں، ایک طرف ان لوگوں کی مذمت بیان کی جو مطفف ہیں جن کے اندر تطفیف کی بیماری پائی جاتی ہے دوسری طرف یہ فرمایا۔ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰٓئِكَ۔ کیا انہیں یہ گمان نہیں۔ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ کہ انہیں ایک بڑے سخت دن میں اٹھایا جائے گا۔

باطل خیالات کی تردید

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(جس دن سب لوگ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے)

كَلَّا ہرگز نہیں قرآن میں آپ کو یہ لفظ کئی جگہ ملے گا اس میں بسا اوقات کسی باطل خیال کی تردید ہوتی ہے حالانکہ وہ خیال یہاں مذکور نہیں لیکن اللہ تو دلوں کے باطل اور غلط خیالات کو جاننے والا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے تھے کہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ اول تو قیامت کا دن آئے گا نہیں اور اگر آ بھی گیا تو وہاں بھی ہمیں وہی عزت و وجاہت حاصل ہو گی جو آج دنیا میں حاصل ہے اور اگر پھنس بھی گئے تو ہمارے دیوتا ہمیں چھڑا لیں گے، اللہ نے ان سارے باطل خیالات کی تردید فرمائی۔ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں یہ خیال بھی غلط ہے کہ قیامت نہیں آئے گی یہ خیال بھی غلط کہ جو دنیا میں عزت والے ہیں وہ آخرت میں بھی عزت والے ہوں گے یہ خیال بھی غلط کہ جو دنیا میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں

وہ آخرت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے، یہ خیال بھی غلط ہے کہ جو دنیا میں دولت والے ہیں آخرت میں ان کا استقبال ہوگا، یہ خیال بھی غلط ہے کہ جو دنیا میں کسی کو دیوتا، کسی کو شیخ، کسی کو پیر، کسی کو مرشد بنائے بیٹھے ہیں تو ان کے مرشد، ان کے دیوتا زبردستی اللہ کی گرفت سے ان کو چھڑالیں گے، نہیں یہ سارے خیالات غلط ہیں۔

سجین کیا ہے؟

اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ

(گنہگاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہوگا)

سجین ایک مقام کا نام ہے جہاں بدکاروں کا اعمال نامہ ہوگا، جہاں ان کے اعمال کا پورا ریکارڈ محفوظ ہوگا تحریری صورت میں، اور قیامت کے دن اسی ریکارڈ کی بناء پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ۔نے باوجود عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ہونے کے سارے اعمال کو تحریری صورت میں محفوظ کر رکھا ہے تاکہ کوئی انکار نہ کرسکے۔ فرمایا کہ:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ

(تمہیں کیا خبر کہ سجین کیا ہے)؟

کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (وہ دفتر ہے)۔

مکذبین قیامت

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ

(خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔)

الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۔ (جو جھٹلاتے ہیں جزاء کے دن کو) وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ (اور جزاء کے دن کو کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا اور حق تلفی کرنے والا ہے)۔ مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا اَثِیْمٍ حق تلفی کرنے والا گناہ گار۔ بعض حضرات نے دونوں میں فرق کیا کہ مُعْتَدٍ اسے کہیں گے جو دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہو مثلاً کسی کی زمین پر یا پلاٹ پر قبضہ جمالیا اور اَثِیْمٍ اسے کہیں گے جو ان حقوق کو ادا نہیں کرتا جو دوسروں کے اس کے ذمہ واجب ہوتے ہیں۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾

(جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں)

اگلوں کی کہانیاں ہیں یہ تو نوح علیہ السلام کا افسانہ ہے، یہ تو قوم عاد کا افسانہ ہے، یہ تو قوم ثمود کا افسانہ ہے، یہ تو

افسانے ہیں، کہانیاں ہیں، کَلَّا ہرگز نہیں ارے بیوقوف! یہ افسانے نہیں ہیں، قرآن کہانیوں کی کتاب نہیں، اس میں تو اللہ نے حقائق بیان کئے ہیں ایسے حقائق جو کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے ایسے حقائق جن میں ذرہ برابر شک نہیں ہو سکتا۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس کتاب میں کوئی شک ہی نہیں۔ کَلَّا ہرگز نہیں تمہارا یہ خیال غلط بَلْ بلکہ اصل بات یہ ہے

رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے)

ان کے دل کالے ہو گئے ہیں ان کے دل زنگ آلود ہو گئے اس لئے اب وہ سچائی کی حقیقت کو قبول نہیں کرتے قرآن اس کو حقائق کی نہیں بلکہ افسانوں کی کتاب نظر آتی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الرَّانُ هُوَ ذَنْبٌ عَلَى الذَّنْبِ حَتّٰى يَعْمٰى قَلْبُهٗ وَ يَسْوَدَّ مِنَ الذُّنُوْبِ۔ رَانَ کہتے ہیں گناہ پر گناہ کرتے رہنا یہاں تک کہ دل اندھا ہو جاتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے ایک حدیث جو ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا نُقِطَتْ فِيْ قَلْبِهٖ سَوْدَآءُ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے فَاِنْ تَابَ وَ نَزَعَ اگر وہ توبہ کر لے اور گناہ سے باز آ جائے وَاسْتَغْفَرَ اللہ سے معافی مانگ لے صُقِلَ قَلْبُهٗ اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے وَاِنْ عَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَخْلِفَ قَلْبُهٗ فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللهُ سُبْحَانَهٗ فِي الْقُرْاٰنِ اور اگر توبہ نہ کرے، گناہ کرتا چلا جائے تو پھر اس کا دل سیاہ ہوتا جاتا ہے، نقطے بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پورا دل کالا ہو جاتا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہے وہ رَانَ وہ زنگ جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ گناہوں سے دل کالا ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ آپ کو ایسے ملیں گے آپ ان کو قرآن سنائیں، قیامت کا تذکرہ کریں، ان کے سامنے روئیں، پیٹیں، لیکن ایسا نظر آئے گا کہ ان پر کچھ اثر نہیں ہو رہا، ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ان کا دل نرم نہیں ہو رہا یہ کیا وجہ ہے؟ دل سخت ہو گئے ہم اذان سنتے ہیں لیکن متوجہ نہیں ہوتے کیوں؟ دل سخت ہو گئے، دلوں پر زنگ چڑھ گیا، دل کالے ہو گئے ہیں۔

دلوں کا زنگ کیسے دور ہوگا؟

اب دلوں کا زنگ کیسے دور ہوگا، دلوں کا زنگ توبہ سے دور ہوگا اور دلوں کا زنگ قرآن سے دور ہوگا۔ اللہ اکبر۔

حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو پانی کی وجہ سے زنگ لگ جاتا ہے۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ دلوں کا زنگ کیسے صاف ہوگا، کیسے دور ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا موت کو کثرت کیساتھ یاد کرنے سے قرآن کی غور و تدبر کیساتھ اور عظمت کیساتھ تلاوت کرنے سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے، دل صاف ہوتا ہے۔

رب کا دیدارا اہم چیز ہے

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ.

ہرگز نہیں ان کے باطل خیالات کا کوئی اعتبار نہیں آخرت آ کر رہے گی اور جب آخرت آئے گی تو یہ اپنے رب کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے، اپنے رب کے دیدار سے ان کو محروم کر دیا جائے گا رب کا دیدار، رب کی زیارت، میرے اور آپ کے لئے شاید اتنی اہمیت نہ رکھتی ہو لیکن وہ جو رب کے سچے عاشق ہیں، رب سے سچی محبت کرنے والے ہیں ان کے لئے نہ حوریں کچھ حیثیت رکھتی ہیں، نہ شراب، نہ شہد، نہ باغات، نہ پھل، کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی اُن کی نظر میں سب سے زیادہ اہم چیز رب کی زیارت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات کہی اللہ اکبر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو واقعی رب سے سچی محبت کرنے والا ہو۔ فرماتے ہیں اَمَا وَ اللهِ لَوْ لَمْ يُوْقِنْ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيْسَ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن ادریس تھا فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو یعنی امام شافعی کو یہ یقین نہ ہوتا اَنَّهُ يَرٰى رَبَّهُ فِي الْمَعَادِ لَمَا عَبَدَهُ فِي الدُّنْيَا اگر شافعی کو یہ یقین نہ ہوتا کہ قیامت کے دن رب کا دیدار ہوگا تو اللہ کی قسم! شافعی دنیا میں اپنے رب کی عبادت نہ کرتا نہ کوئی سجدہ کرتا، نہ کوئی روزہ رکھتا، نہ تلاوت کرتا، اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا کہ قیامت کے دن رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ بہت سے لوگ مذاق اڑاتے ہیں ارے یہ نماز جو پڑھ رہے ہیں حوروں کے لئے پڑھ رہے ہیں ارے جو جتنا زیادہ آگے بڑھتا جاتا ہے اس کی نظر میں ان چیزوں کی قیمت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور ان کی نظر میں رب کی رضا اور رب کے دیدار کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

ایمان والوں کو رب کا دیدار ہوگا

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے وہ قرآن کے سچے عاشق تھے فرماتے تھے کہ جنت میں جب حوریں آئیں گی تو ہم ان سے کہیں گے بیبیو! ہمیں تو قرآن سناؤ، ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں ہمیں تو قرآن سناؤ ہم نے ایسی جنت کو کیا کرنا جس جنت میں قرآن کی تلاوت نہ ہو۔ اللہ اکبر۔ تو فرمایا کہ انکو رب کے دیدار سے محروم کر دیا جائے گا معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو رب کا دیدار نصیب ہوگا، سورۂ قیامہ میں اللہ نے فرمایا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بہت سے تر و تازہ چہرے اس دن اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور حدیث میں آتا ہے جنتیوں کو جنت میں سب کچھ دے دیا جائے گا اور پھر ایک دن رب کے دیدار سے مشرف کیا جائے گا تو جنتی محسوس کریں گے کہ اصل نعمت تو ہمیں آج ملی ہے اس سے پہلے تو کچھ بھی نہیں ملا۔ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں ان کے یہ خیالات غلط ہیں کہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی عزت ہوگی۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے

ہاں عزت کا وہی معیار ہے جو ہمارے ہاں ہے۔ ارے نہیں یہ غلط ہے میں تو کبھی کبھی ظاہر ہے مدرسوں کی دنیا میں رہتا ہوں وہاں کوئی جھاڑو دینے والا ہے، کوئی مالی ہے، کوئی چوکیدار ہے، کوئی ڈرائیور ہے لیکن دل میں یہ سوچتا ہوں ہوسکتا ہے آج جو یہ ہماری خدمت کے لئے مقرر ہیں کوئی چوکیدار ہے، کوئی ڈرائیور ہے، کوئی مالی ہے، کوئی چپڑاسی ہے، اور کوئی باورچی ہے یہ قیامت کے دن اونچے تخت پر بیٹھے ہوں اور بعض اونچے تختوں پر بیٹھنے والے نیچے بیٹھے ہوں۔ اللہ ہمارے معیار کا پابند نہیں ہے کہ دنیا میں جسے بڑی کرسی ملی ہے تو آخرت میں بھی اللہ اسے بڑی کرسی دے گا۔ ارے نہیں یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تردید کرتے ہیں کَلَّا ہرگز نہیں تمہارا یہ ارمان پورا نہیں ہوگا کہ دنیا میں بھی معزز اور آخرت میں بھی معزز، انہیں اپنے رب کے دیدار سے روک دیا جائے گا۔

جھٹلانے والوں کا انجام

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ

(پھر یہ جہنم میں داخل ہوں گے)

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ

(پھر ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ چیز یہ دیکھ لو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو جس کو تم جھٹلاتے تھے)

تم کہتے تھے کوئی جنت نہیں، کوئی جہنم نہیں، کوئی عذاب نہیں، کوئی ثواب نہیں، دیکھ لو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو ارے کنوئیں کے مینڈکو! کنوئیں میں رہ کر کنوئیں سے باہر کی دنیا کا انکار کرتے تھے، جہنم کا انکار کرتے تھے چھوٹی سی دنیا میں رہ کر میری اتنی بڑی جنت کا انکار کرتے تھے چلو آنکھوں سے دیکھ لو اور جاؤ اس کے اندر کَلَّا ہرگز نہیں۔ بار بار باطل اور غلط خیالات کی تردید فرمارہے ہیں ہرگز نہیں اللہ ایسے نہیں چھوڑے گا وہ انصاف کرے گا فجّار اور بدکاروں کا اعمالنامہ سجّین میں ہوگا۔

علّیین کیا ہے؟

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ

(خبردار! نیک لوگوں کا اعمالنامہ علیین میں ہے اور تمہیں کیا معلوم علیین کیا چیز ہے؟ وہ لکھا ہوا دفتر ہے جہاں نیکوں کے اعمالناموں کا حساب رکھا جائے گا)۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (جسے صرف مقرب فرشتے دیکھتے ہیں) اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

ابرار کے انعامات

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾

(بیشک ابرار یعنی نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے)

بڑے عیش میں ہوں گے۔ اے اللہ! ہمیں بھی ابرار میں سے بنادے اے اللہ! ہمیں بھی نیکوں میں سے بنادے۔ آمین

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (تختوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے) تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ (تم ان کے چہروں پر عیش اور راحت کی جھلک دیکھو گے) يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ (ان کے پینے کے لئے خالص بمہر شراب ہوگی) خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (جس پر مشک کی مہر ہوگی)۔

نیکی کی رغبت

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

اللہ جنت اور جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ (اس میں حرص کرنے والوں کو حرص کرنی چاہئے)۔ ارے حرص کرنے والو! اگر حرص کرتے ہو تو جنت کی حرص کرو۔ ارے دنیا کی حرص کرتے ہو عارضی چیز کی، فانی چیز کی، ساری ذہانت حصول دنیا کے لئے استعمال کرنے والو! ساری دنیا ناک اونچی رکھنے کے لئے لگانے والو! اور ساری طاقت اقتدار تک پہنچنے کے لئے لگانے والو! اور ساری صلاحیتیں فانی راحتیں حاصل کرنے کے لئے لگانے والو! اگر حرص کرنی ہے، کوشش کرنی ہے، زور لگانا ہے، ذہانت خرچ کرنی ہے، دنیا کی زندگی کو خرچ کرنا ہے، تو پھر اس جنت کو کمانے کے لئے خرچ کرو۔

تسنیم کیا چیز ہے؟

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

(اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن ہیں ان سے سوال کیا گیا حضرت یہ تسنیم کیا چیز ہے؟ فرمایا ھٰذا اِمَّا قَالَ اللہُ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یہ تسنیم بھی اللہ کی ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ خود کہتا ہے کہ میں نے قیامت کے دن اپنے نیک بندوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کا جو سامان چھپا رکھا ہے اسے کوئی نہیں جانتا، اس کی حقیقت کوئی نہیں جانتا۔ یہ تو سمجھانے کے لئے کہا وہاں باغات ہوں گے،

وہاں پھل ہوں گے، وہاں پھول ہوں گے، وہاں شرابیں ہوں گی، وہاں جام ہوں گے، وہاں حوریں ہوں گی، وہاں تخت ہوں گے اور کشادہ زمین ہوگی یہ توسمجھانے کے لئے کہا وگرنہ آخرت کی نعمتوں کی اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا دنیا میں اس حقیقت کو جانا ہی نہیں جا سکتا۔

عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾

(وہ ایک خاص چشمہ ہے جہاں سے مقرب لوگ پئیں گے)

یا جہاں بیٹھ کر مقرب لوگ پئیں گے۔

ایمان والوں پر مجرمین کا استہزاء

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾

(بیشک جو مجرم لوگ ہیں وہ ایمان والوں کے حال پر ہنسا کرتے تھے)

اللہ اکبر، کوئی داڑھی پر ہنستا تھا، کوئی ٹوپی پر ہنستا تھا، کوئی شلوار پر ہنستا تھا، کوئی ٹخنے ننگے کرنے پر ہنستا تھا، کوئی رزق حلال پر اکتفاء کرنے پر ہنستا تھا، کوئی نماز پڑھنے پر ہنستا تھا، کوئی دین میں لگنے پر ہنستا تھا۔ کہتے تھے، ارے بیوقوف ہیں، پاگل ہیں، مُلّا بن گیا، صوفی بن گیا مذاق کے طور پر ایسے ایسے نام لیتے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾

(جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے بھی اشارے کرتے تھے)

ارے دیکھو! ذرا اس کو، یہ جنت کے طلبگار کو دیکھو، یہ حوروں کے امیدوار کو دیکھو، یہ اپنے آپ کو دنیا سے الگ تھلگ کئے ہوئے ہے، یہ حرام کے قریب نہیں جاتا، یہ گانا نہیں سنتا، یہ ٹی وی نہیں دیکھتا، یہ فلم نہیں دیکھتا، یہ پارسا بن گیا ہے۔ آنکھوں سے بھی اشارہ کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ﴿٣١﴾

(جب اپنے گھر والوں کے پاس جاتے تو وہاں بھی دل لگی کرتے)

اللہ اکبر، بعض جو خبیث ہوتے ہیں ان کے گھر والے بھی خبیث ہوتے ہیں گھر میں جا کر سناتے ہیں آج ایک مولوی کا ایسا مذاق اڑایا تھا، آج ایک سینیٹر کا میں نے ایسے مذاق اڑایا اور فلاں جو دین میں لگ گیا ہے، آج میں نے اس کو یوں کہا یہ لطیفہ اس پر فٹ کیا، گھر والوں کو جا کر اپنی ساری شیطانی کارروائی سناتے تھے گھر والے بھی خوش ہوتے یہ بھی خوش ہوتا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝۳۲
(جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ تو بالکل گمراہ ہیں)
دنیا کا ان کو کوئی پتا نہیں ہے، یہ بیوقوف ہیں تقریریں سن کر، قرآن سن کر، حدیث سن کر، ان کے دماغ خراب ہو گئے، یہ زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝۳۳ اللہ کہتا ہے کہ:
(ان کو ان نیک لوگوں پر نگران تو نہیں بنا کر بھیجا گیا)
میں نے ان کافروں کو مومنوں پر، فجار کو ابرار پر، بدکاروں کو نیکوں پر نگران نہیں بنایا کہ یہ فیصلہ کریں کہ یہ گمراہ ہیں یا ہدایت پر ہیں۔

قیامت کے دن ایمان دار کافروں پر ہنسیں گے

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝۳۴
(آج ایمان والے کفار کے حال پر ہنسیں گے)
آج میں بدلہ دوں گا میں کہوں گا یہ تم پر کل ہنستے تھے آج تم بھی ان پر ہنس لو اپنے دل کے ارمان نکال لو۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۝۳۵ (تختوں پر بیٹھے نظارے کرتے ہوں گے)۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ اللہ کہتا ہے میں زیادتی نہیں کروں گا،
(واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلا ملا، وہی بدلہ دیا جو کچھ یہ کرتے تھے۔)
اللہ پاک ہمیں ان جیسی مذموم حرکتوں سے باز رہنے اور اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑانے سے باز رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

حساب وجزاء

اٰيَاتُهَا ٢٥ (٨٤) سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (٨٣) رُكُوْعَاتُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ﴿۳﴾
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ
اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ
حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ
ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ؕ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ؕ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ
بِالشَّفَقِ ۙ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ
طَبَقٍ ؕ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ؕ۩﴿۲۱﴾ بَلِ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۖ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۖ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۙ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۠﴿۲۵﴾

ترجمہ:...... جب آسمان پھٹ پڑے گا، (۱) اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اُس پر لازم ہے کہ وہ یہی کرے، (۲) اور جب زمین کو کھینچ دیا جائے گا، (۳) اور اُس کے اندر جو کچھ ہے، وہ اُسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی، (۴) اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گی، اور اُس پر لازم ہے کہ یہی کرے۔ (۵) اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل کسی محنت میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اُس سے جا ملے گا، (۶) پھر جس شخص کو اُس کا اعمال نامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، (۷) اُس سے تو آسان حساب لیا جائے گا، (۸) اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا، (۹) لیکن وہ شخص جس کو اُس کا اعمال نامہ اُس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا (۱۰) وہ موت کو پکارے

گا(۱۱)اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا(۱۲) پہلے وہ اپنے گھر والوں کے درمیان بہت خوش رہتا تھا(۱۳)اُس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی پلٹ کر (اللہ کے سامنے) نہیں جائے گا۔(۱۴) بھلا کیوں نہیں؟ اُس کا پروردگار اُسے یقینی طور پر دیکھ رہا تھا (۱۵)اب میں قسم کھاتا ہوں شفق کی(۱۶)اور رات کی اور اُن تمام چیزوں کی جنہیں وہ سمیٹ لے(۱۷)اور چاند کی جب وہ بھر کر پورا ہوجائے(۱۸) کہ تم سب ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھتے جاؤ گے(۱۹) پھران لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟(۲۰)اور جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟(۲۱) بلکہ یہ کافر لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں(۲۲)اور جو کچھ یہ جمع کرر ہے ہیں، اللہ کو خوب معلوم ہے(۲۳)اب تم اُنہیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو(۲۴)البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کو ایسا ثواب ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا(۲۵)

احوال قیامت

یہ سورۃ الانشقاق ہے، مکی سورت ہے اور اس میں پچیس آیات ہیں فرمایا کہ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ (جب آسمان پھٹ جائے گا)

یہ وہ علامتیں ہیں جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گی زمین اور آسمان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں راستے بن جائیں گے۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۵ میں فرمایا وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ آسمان پھٹ جائے گا بادلوں کے ساتھ اور فرشتے قطار در قطار اترنا شروع ہوجائیں گے۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ (اور آسمان اپنے رب کی بات سنے گا یہی اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ اپنے رب کی بات سنے)

اس کائنات کی ہر چیز اپنے رب، اپنے مالک اور خالق کی بات سنتی ہے اور مانتی بھی ہے انسان سے زیادہ سنتی اور اس سے زیادہ مانتی ہے اللہ زمین کو خطاب کرتا ہے آسمان کو خطاب کرتا ہے وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اللہ کہتا ہے میں نے زمین وآسمان کو خطاب کرتے ہوئے کہا اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا آؤ دونوں چاہے خوشی سے آؤ چاہے نا خوشی سے آؤ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ دونوں نے کہا اے اللہ! ناخوشی سے کیوں ہم خوشی سے آتے ہیں تیری بات کو تسلیم کرتے ہیں، تو اللہ کا حکم چلتا ہے کائنات کی ہر چیز پر اللہ ان کو خطاب کرتا ہے۔ ہمارے سامنے یہ چیزیں گونگی ہیں اور بہری ہیں اور اندھی ہیں لیکن اللہ کے سامنے یہ بولتی بھی ہیں، سنتی بھی ہیں، دیکھتی بھی ہیں اور اللہ کی حمد وثناء اور تسبیح وتقدیس بھی بیان کرتی ہیں تو فرمایا کہ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا (سنے گا آسمان اپنے رب کی بات کو) وَحُقَّتْ (اور اس کے لئے یہی مناسب ہے)۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ (اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا، کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا)

نہ وادیاں، نہ پہاڑ، نہ دریا نہ اونچ نیچ کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

زمین انسان کی رازدان ہے

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر ڈال دے گی اور خالی ہوجائے گی)

زمین کے اندر خزانے وہ باہر نکال دے گی، دفینے باہر نکال دے گی، معدنیات سونے چاندی کا ڈھیر نکال دے گی۔ زمین انسانوں کے گناہ اور راز باہر نکال دے گی، یہ زمین انسان کی بہت بڑی رازدان ہے۔ یہ انسان کے گناہوں کا بھی ایک ریکارڈ رکھتی ہے، اور انسان کی نیکیوں کا بھی ریکارڈ رکھتی ہے، زمین کے جس حصے پر کوئی سجدہ کرتا ہے، زمین کا وہ حصہ قیامت کے دن اس کے سجدے کی گواہی دے گا، زمین کے جس حصے پر کسی کی ندامت کے جو آنسو بہتے ہیں وہ زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ اور قیامت کے دن وہ ان آنسوؤں کی گواہی دے گی۔ اور زمین کی پشت پر جو گناہ کیے جاتے ہیں قیامت کے دن زمین ان گناہوں کی بھی گواہی دے گی۔ اس کے اندر جو کچھ ہے وہ خالی کر دے گی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا کے آخری انسان تک جتنے انسان زمین میں دفن کیے گئے زمین ان سب کو باہر نکال دے گی ایک نئی زمین اور نیا آسمان وجود میں آئے گا۔

سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی قبر مبارک شق ہوگی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور میں قبر سے نکلوں گا اور مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک اعلیٰ جوڑا پہنایا جائے گا اس لئے کہ قبر سے جو سب نکلیں گے وہ ننگے ہوں گے، جیسے پیدا ہوتے وقت دنیا میں آئے تھے تو پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ستر کو چھپانے کے لئے چیتھڑا تک نہیں تھا۔ اور جب قبر سے اٹھیں گے تب بھی یہی حالت ہوگی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تو پوچھا یا رسول اللہ ننگے ہوں گے تو کیا ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ! کسی کو دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ایسی پڑی ہوگی اور ایسا غم لگا ہوگا کہ آج میرے ساتھ کیا بنتا ہے؟ کہ دیکھنے کی فرصت نہیں ہوگی۔ آپ سوچئے کہ ایک بلڈنگ میں خدانخواستہ آگ لگ جاتی ہے، بم دھماکہ ہوجاتا ہے۔ بہت ساروں کے کپڑے جل جاتے ہیں، ننگے ہیں تو کیا کسی کو فرصت ہوگی کہ کسی کا ستر دیکھے چاہے وہ کتنا ہی بے کار، بدکار شہوت پرست اور نظر کا گندہ ہی کیوں نہ ہو اس وقت اس کو اپنی جان کی پڑی ہوگی وہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھے گا بلکہ ہوسکتا ہے کہ اپنے بچوں تک کو بھول جائے تو اللہ کے نبی نے فرمایا سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور میں قبر سے نکلوں گا اور مجھے جنت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ﴿۵﴾ (اپنے رب کی بات سنے گی اور یہی اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے رب کی بات سنے)

اللہ نے زمین اور آسمان کو اور کائنات کی ان دوسری چیزوں کو گناہ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا، قدرت ہی نہیں دی۔ یہ قدرت تو انسان کو ملی اور انسان نے اس قدرت کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ یہی بات تو اس آیت میں بیان کی گئی۔ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ ہم نے امانت پیش کی آسمانوں کے سامنے، زمین کے سامنے، پہاڑوں کے سامنے، دین کی امانت، قرآن کی امانت، ذمہ داری کی امانت، انہوں نے انکار کر دیا، اللہ ہمارے اندر تو صلاحیت ہی نہیں ہم کیسے اتنا بڑا بوجھ اٹھالیں وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ انسان نے اٹھا لیا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا۔ انسان بڑا ظالم ہے، بڑا جاہل ہے امارت کا بوجھ اٹھا تو لیا لیکن اس کا حق ادا نہ کیا ہے۔

انسانی زندگی اور مشقتیں

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ﴿۶﴾

(اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف جا رہا ہے تو اس سے مل کر رہے گا)

اور دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا اے انسان تو مشقت اٹھا رہا ہے۔ فرمایا لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ﴿۱﴾ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴿۳﴾ اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍ﴿۴﴾ ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے انسان ہر وقت مشقت میں ہے اس کی ولادت بھی مشقت کے ساتھ، اس کی جوانی بھی مشقت کے ساتھ تو ساری زندگی مشقت میں گذرتی ہے کماتا ہے تو مشقت ہوتی ہے، ٹوکری اُٹھاتا ہے تو مشقت ہوتی ہے، بیوی بچے ہیں تو مشقت ہوتی ہے، مشقت میں زندگی گذرتی ہے ہر کسی کی زندگی مشقت میں ہے۔ دنیا کی کوئی خوشی ایسی نہیں جس میں غم کا پہلو نہ ہو یہاں کوئی پھول ایسا نہیں جس کے لئے خزاں نہ ہو، جس کے ساتھ کانٹا نہ ہو اور جس کے لئے مرجھانا نہ ہو یہاں کا کوئی دن ایسا نہیں جس کی رات نہ ہو، یہاں دکھ ہی دکھ ہیں غم ہی غم ہیں، تکلیفیں ہی تکلیفیں ہیں، مشقتیں ہی مشقتیں ہیں، کوئی حوصلہ مند اسے برداشت کر لیتا ہے اور کسی کی برداشت سے معاملہ باہر ہو جاتا ہے تو خودکشی تک کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

مصیبت کو راحت میں بدلنے کا طریقہ

اللہ نے کسی کو ایمان کی صفت سے نوازا ہے تو وہ مشقت کے اندر بھی اللہ کی رحمت کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتا ہے۔ وہ بیمار ہوتا ہے سوچنے لگتا ہے نہ معلوم کتنے ہی گناہ ایسے ہیں جو معاف ہو رہے ہیں۔ بیمار پڑا ہوا ہے بستر پر

سوچتا ہے نہ معلوم کتنے ہی اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب بستر پر پڑے پڑے مل رہا ہے۔ میں تو وہ اعمال کر ہی نہیں سکتا کتنوں کی عیادت کا، کتنوں کی تعزیت کا، کتنوں کی مدد کا، اُن کے ساتھ تعاون کا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا، نہ معلوم کتنے ہی اعمال ہیں ان اعمال کا ثواب اللہ مجھے یہیں دے رہا ہے۔ تو مشقت کے اندر بھی اللہ کی رحمت تلاش کر لیتا ہے۔ بے اولاد ہے لیکن کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری رضا پر راضی ہوں بے اولا د تھا اللہ پاک نے اس کو اپنی رحمت سے نواز دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو محروم رکھا پھر بھی میرا شکر ادا کرتا ہے اور عطا کر دیا پھر بھی میرا شکر ادا کرتا ہے۔

شکر کا بدلہ

حدیث آپ سن چکے ہیں اللہ نے بیٹا دیا، اولاد دی، بیٹی دی، پھر اللہ نے وہ بیٹا واپس لے لیا فرشتے آئے جان نکال کر لے گئے اللہ جانتا ہے کیا ہوا میں نے دیا تھا میں نے واپس لے لیا لیکن اللہ فرشتوں کو جتلانے کے لئے پوچھتا ہے ارے! تم نے میرے بندے کے جگر کے ٹکڑے کو اس سے چھین لیا؟ یارب! آپ کا حکم تھا ہم نے ایسا ہی کیا۔ اچھا تو میرے بندے کے بیٹے کی جب تم نے جان نکالی تو میرا بندہ کیا کہہ رہا تھا؟ کہتے ہیں اس وقت کہہ رہا تھا یا اللہ! میں تیری رضا پر راضی ہوں ربنا لک الحمد اللہ ہی کے لئے تعریف ہے میں اس حالت میں بھی تیری ہی تعریف کرتا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں، اللہ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک محل بنا دو اور اس محل کا نام ہی رکھ دو بیت الحمد حمد و شکر کا گھر یہ اس بندے کا گھر ہے جو ہر حال میں میری تعریف کرتا ہے اور میرا شکر ادا کرتا ہے۔

انسانی زندگی فانی ہے

تو عرض کر رہا تھا یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے۔ اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف جا رہا ہے، اے انسان! تو مشقت اٹھاتے اٹھاتے اپنے رب کی طرف جا رہا ہے۔ پھر تو اس رب سے مل کر رہے گا اور جو اعمال کر رہا ہے ان اعمال سے مل کر رہے گا۔ یہ معنیٰ بھی ہے کہ یہ اعمال تیرے سامنے آ کر رہیں گے۔ حقیقت میں تو جب انسان پیدا ہوتا ہے تو موت کا سفر شروع ہو جاتا ہے ولادت ہوئی بچپن کا زمانہ ہے بچپن کے بعد بلوغت کا زمانہ ہے، جوانی آئی، ادھیڑ پن آیا، بڑھاپا آیا، بیماریاں آئیں، تکلیفیں آئیں اور موت آ گئی، اگر چاہے بھی تو موت سے نہیں بچ سکتا ہے۔ کوئی چاہے کہ میں جوانی پر بریک لگا دوں، زندگی کی گاڑی پر سوار جا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جوانی پر بریک لگا دوں، رک جاؤں، میں بوڑھا نہیں ہوں گا، ابھی تک کوئی ایسی دوا کوئی ایسا علاج دریافت نہیں ہو سکا کہ انسان زندگی کی رفتار کو روک سکے۔ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی رفتار کو تو روک سکتا ہے

لیکن رب کی بنائی ہوئی چیزوں کی رفتار کو نہیں روک سکتا۔ سورج کی رفتار کو نہیں روک سکتا، چاند کی رفتار کو نہیں روک سکتا، ستاروں کی رفتار کو نہیں روک سکتا، خود اپنی زندگی کی رفتار کو نہیں روک سکتا، یہ زندگی کی گاڑی چلتی جائے گی۔

مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ آپ جتنا چاہیں جی لیں بالآخر موت آنی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے: اگر دنیا میں کسی کے لئے ہمیشہ کی زندگی ہوتی تو محمد رسول ﷺ اس قابل تھے کہ آپ کو دائمی زندگی عطا کی جاتی۔ ایسی زندگی جس پر موت کا سایہ نہ ہوتا اس لئے کہ دنیا میں سب سے کامل انسان ہمارے آقا محمد ﷺ تھے۔ آپ اس دنیا کا حسن ہیں، آپ انسانوں کا جمال ہیں، انسانیت کو جمال ملا آپ کے وجود سے، اور اس دنیا کو حسن ملا آپ کے وجود سے۔ تو فرمایا کہ آپ جتنا چاہیں، جی لیں لیکن بالآخر موت ہے۔

وَاَحْبِبْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَفَارِقُهٗ جس سے چاہتے ہیں محبت کر لیں بالآخر ان سے جدا ہونا پڑے گا۔ جتنی چیزوں سے اور جتنے انسانوں سے محبت کرتے ہیں ان سے جدا ہونا ہوگا۔ ہمیں اولاد سے محبت ہے اور ہونی بھی چاہیے، لیکن بالآخر ہمیں اولاد سے جدا ہونا پڑے گا اور اولاد ہم سے جدا ہو جائے گی، یا پھر ہم اولاد سے جدا ہو جائیں گے۔ کوئی پہلے چلا جائے گا اور کوئی بعد میں چلا جائے گا۔ ہمیں اپنی بیوی سے، بیوی کو شوہر سے محبت ہے لیکن بالآخر جدائی ہے۔ عزیزوں سے محبت ہے، بالآخر جدائی ہے اپنے مکان سے، کاروبار سے، فیکٹری سے محبت ہے لیکن بالآخر جدائی ہے۔ تو فرمایا وَاَحْبِبْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مُلَاقِيْهِ جو اعمال چاہتے ہیں وہ کر لیجئے وہ اعمال سامنے آکر رہیں گے، ان اعمال سے آپ ضرور ملیں گے ان سے ملاقات ہوگی، نماز سے ملاقات ہوگی، روزوں سے ملاقات ہوگی، صدقہ خیرات سے ملاقات ہوگی، اچھے اخلاق سے ملاقات ہوگی۔ یہ اعمال ہو سکتا ہے کہ مجسم صورت میں ہمارے سامنے آجائیں۔ آج تو بظاہر اعمال کی کوئی صورت نہیں، کئے اور ختم ہو گئے لیکن اللہ قیامت کے دن ایک جسم کی شکل میں ہمارے سامنے کر دے گا۔ بعض احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔

آسان حساب کس سے لیا جائے گا؟

بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے بعد اب دو گروہ ہو گئے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ (پس وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا)

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ (تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا)

اعمال نامے کا دائیں ہاتھ میں دیا جانا اس بات کی علامت ہوگی کہ اس کی زندگی کی محنت ٹھکانے لگ گئی، یہ کامیاب ہو گیا، اللہ اس سے راضی ہو گیا۔ یہ اللہ کی رضا والی زندگی گزار کر آیا ہے۔ آسان حساب لیا جائے گا۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے اگر حساب

لیا گیا تو وہ بچ جائے گا، جس سے حساب لیا جائے اور وہ بچ جائے یہ مشکل ہے، وہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے، میں آپ پر قربان ہو جاؤں (کیا بات کرنے کا انداز ہے سوال کرنے کا انداز ہے۔ پہلے یوں عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے) اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، کیا اللہ قرآن میں یہ نہیں فرماتا فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ حساب بھی لیا جائے گا اور بچ بھی جائے گا۔ اور آپ فرماتے ہیں جس سے حساب لیا جائے گا، وہ بچ نہیں سکے گا۔ تو حضور ﷺ نے جواب دیا فرمایا: ذَاكِ الْعَرْضُ وَمَنْ نُّوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ اے عائشہ! حساب نہیں ہوگا، صرف اعمال نامہ پیش کیا جائے گا، اس کے سامنے بس دکھا دیا جائے گا یہ تیرا اعمال نامہ ہے، بس اور اس کے بعد اس کو بند کر دیا جائے گا۔ لیکن جس سے حساب لیا گیا ارے! کہاں سے کمایا تھا؟ کیسے کمایا تھا؟ کہاں خرچ کیا تھا؟ جوانی کہاں ضائع کی؟ اور زندگی کہاں گزاری؟ میں نے نعمتیں عطا کیں نعمتوں سے شرابور کر دیا تھا تجھے سر سے لے کر پاؤں تک نعمتیں ہی نعمتیں آنکھوں کی نعمت، اور کانوں کی نعمت، اور زبان کی نعمت، اور ہاتھوں کی نعمت، اور پیروں کی نعمت، اور ہاضمے کی نعمت، اور دماغ کی نعمت، اور اولاد کی نعمت، اور دولت کی نعمت، اور رزق کی نعمت، ایمان کی نعمت، قرآن کی نعمت، اور محمد رسول اللہ کی نعمت یہ ساری نعمتیں میں نے تجھے عطا کیں ان نعمتوں کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا؟ جس سے حساب لیا گیا فرمایا کہ اے عائشہ! وہ نہیں بچ سکے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ جو اللہ کہتا ہے حساب لیا جائے گا تو آسان حساب لیا جائے گا۔ یہ تو حساب نہیں ہوگا یہ تو اس کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اس کی وضاحت ایک اور حدیث سے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَعَلْتَ كَذَا وَ كَذَا يَوْمَ كَذَا اللہ بندے کو قریب کرے گا، قیامت کے دن کیسے قریب آئے گا، ہماری عقل میں نہیں آتا، یہ قیامت کے حالات ہیں، کیفیات ہیں اور احوال ہیں یہ وہیں سمجھ میں آئیں گے یہاں سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اللہ بندے کو قریب کرے گا قیامت کے دن، اور پھر اس سے کہے گا تم نے فلاں دن یہ کیا تھا فلاں جگہ کیا تھا، ہائے اللہ! اگلے جو الفاظ ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میں اور آپ اللہ سے دعا کر لیں کہ اے اللہ! ہمیں بھی ان میں سے بنا لینا جن کو تو قیامت کے دن فرمائے گا اللہ کہے گا سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا میں نے تجھے ذلیل رسوا نہیں کیا، تیرے بیوی بچوں کے سامنے رسوا نہیں کیا، تیرے والدین کے سامنے، تیرے دوست واحباب کے سامنے رسوا نہیں کیا، تو نے سمجھا میں گناہ کر رہا ہوں کوئی نہیں دیکھ رہا، کوئی نہیں جانتا، میں اللہ جانتا تھا لیکن میں نے دنیا میں پردہ ڈالا تھا، آج میں قیامت کے دن بھی پردہ ڈال دیتا ہوں۔ ہاں مگر یہ مت سمجھنا کہ تیرا اعمال نامہ، تیری زندگی مجھ سے پوشیدہ ہے، مگر جا میں نے معاف کر دیا (اللہ اکبر)

تو یوں فرمایا حضور اکرم ﷺ نے کہ اے عائشہ! یہ عرض ہوگا، اللہ پیش کرے گا اور اس کے بعد اللہ پاک چھوڑ دے گا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا بہت مختصر سی آسان سی دعا اور آسان حساب کے لئے دعا ہے سارے احباب یاد کرلیں اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ یہ ہے آسان حساب جس کا اللہ نے سورۃ الانشقاق میں ذکر کیا فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

آخرت میں کامیاب لوگوں کے حالات

وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴿۹﴾ (اور آج اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا خوش خوش)

کشادہ اور فرحی چہرے سے خوشی ٹپک رہی ہے، مسکراہٹیں بکھر رہی ہیں، خوش خوش آرہا ہے۔ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ لو دیکھو میرا اعمال نامہ پڑھو میرے اللہ نے میرے لئے معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ لے کر آئے گا۔ خوش خوش اور آج کیوں خوش ہے اس لئے کہ دنیا میں فکر مند تھا اللہ اکبر۔ دنیا میں فکر مند تھا، اللہ نے کہا کہ تو دنیا میں فکر مند تھا آج میں نے تمہیں بے فکر کر دیا، آج تجھے کوئی فکر نہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے ایسے ہی اپنے مخصوص بندوں کے لئے فرمایا وہ کہیں گے اِنَّا کُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ہم دنیا میں جب اپنے گھر والوں میں تھے تو بڑا ڈرا کرتے تھے کہ بڑا مشکل دن ہے اور بڑی ذات ہے اور اگر اس نے حساب لے لیا تو کیا بنے گا ڈرا کرتے تھے لیکن آج اللہ نے اعلان کر دیا کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ آج نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔

حضرت ابن زیدؒ ایک بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں اللہ نے جنت والوں کے بارے میں جو صفات بیان کی ہیں وہ یہ کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں، غم میں رہتے ہیں، وہ اللہ کے سامنے روتے ہیں، سُجَّدًا وَّبُکِیًّا گر جاتے ہیں، سجدے میں روتے ہیں۔ دنیا میں تو اللہ نے انکا یہ حال بیان کیا خوف وغم، رونا دھونا، گریہ وزاری، آہ وبکا لیکن آخرت میں اللہ پاک ان کے غم کو خوشی میں بدل دے گا، ان کے آنسوؤں کو مسکراہٹوں میں بدل دے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔

ناکام لوگوں کے نتائج

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴿۱۰﴾ (اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا گیا)

اور پیٹھ پیچھے سے دینا گویا کہ شقاوت کی علامت ہوگی، ناکامی کی علامت ہوگی، اللہ کا ملعون، مبغوض، روندا ہوا، مردود ہونے کی علامت ہوگی۔ بعض جگہ ذکر فرمایا کہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور یہاں پر یہ فرمایا کہ پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا، معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ مجرموں کی طرح پیچھے بندھے ہوئے اور بائیں ہاتھ میں پکڑایا جارہا ہے۔

فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۝۱۱ (وہ موت کو پکارے گا)

اب یہ پکارے گا موت کو اے کاش! میں مرجاؤں، مجھے موت آجائے، دنیا میں تو زندگی کا طلبگار تھا، زندگی ملنی چاہیے چاہے وہ کیسی بھی ہو ذلت کی زندگی، معصیت کی زندگی، گناہ کی زندگی، بغاوت کی زندگی، سرکشی کی زندگی اللہ کی نافرمانی کی زندگی، بس زندگی چاہیے لیکن وہاں زندگی نہیں چاہے گا وہاں موت چاہے گا۔ سورۂ فرقان میں فرمایا:

اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا ۝۱۲ وَاِذَاۤ اُلۡقُوۡا مِنۡهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيۡنَ دَعَوۡا هُنَالِكَ ثُبُوۡرًا ۝۱۳

وہاں پر جہنم دیکھے گی، اور جہنم چیخے چلائے گی ان کو دیکھ کر، اور اس کا چیخنا چلانا اور اس کی چنگاڑ، اور اس کے شعلوں کی بھڑک اور اس کی خوفناک آوازیں یہ جب سنیں گے تو موت کو پکاریں گے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر اس میں گرادیا جائے گا۔ موت کو پکاریں گے ہائے موت آجائے اللہ فرمائیں گے لَا تَدۡعُوا الۡيَوۡمَ ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا وَّادۡعُوۡا ثُبُوۡرًا كَثِيۡرًا ایک موت کو نہیں بہت ساری موتوں کو پکارو ایک موت تمہارا کیا کرے گی بہت سی موتوں کو پکارو آج موت بھی تمہیں نہیں آئے گی اللہ اکبر۔

وَّيَصۡلٰى سَعِيۡرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ۝۱۳

(اور جہنم میں جلے گا۔ یہ اپنے گھر والوں میں اور اپنی دنیا کی زندگی میں بڑا خوش تھا)

مست تھا، مستغرق تھا سب کو بھلا دیا، اللہ کو بھی بھلا دیا۔ جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کی خوشی حقیقت میں اس دن ہوگی، خوشی خوشی گھر والوں کی طرف لوٹے گا۔ اور بہت سے لوگ عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ عورتوں کے لیے کیا ہوگا؟ یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کی بیوی نیک ہوگی وہ قیامت کے دن اپنے نیک شوہر ہی کے ساتھ ہوگی اس لیے فرمایا وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا۔ اپنے گھر والوں کی طرف، اپنے بچوں کی طرف خوش خوش جائے گا اللہ نے اس بات کو بیان فرمایا کہ ہم ان کے بیوی بچوں کو جنت میں بھی ان کے ساتھ جگہ عطا فرمائیں گے۔ اور دوسرے گروہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا میں بے فکر تھے تو آج آخرت میں فکرمند ہونا پڑے گا۔ دنیا میں انہیں آخرت کا کوئی غم نہیں تھا اور آج ہر طرف غم ہی غم ہوں گے۔ اللہ پاک ہمیں آخرت کا غم نصیب فرمائے، آخرت کی فکر نصیب فرمائے، قدم قدم پر نصیب فرمائے، ہم اپنے بیوی بچوں میں، اپنے کاروبار میں اتنے مست نہ ہو جائیں کہ اللہ اور آخرت کے دن کو بھول جائیں۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ ۝۱۴ (اس کا خیال یہ تھا کہ مجھے اللہ کی طرف لوٹنا نہیں ہے)

اس زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں ہے۔ اگر زبان سے نہیں بھی کہتا تھا تو اس کا عمل بتا رہا تھا، اس کا طرز زندگی،

اس کی مشغولیات، اس کا کاروباری انہماک، اس کی دین سے دوری، مسجد سے دوری، اور اللہ سے اور اللہ کے رسول سے دوری اور قرآن سے دوری اور اللہ کے حکموں سے دوری یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ اس شخص کے دل میں یہ ہے کہ کوئی اور زندگی نہیں ہے۔ حساب کتاب جزاء وسزاء کچھ نہیں ہے، معاذ اللہ ڈھکوسلا ہے یہی زندگی ہے بس یہ گمان کرتا تھا کہ مجھے لوٹ کر نہیں جانا۔

بَلٰىٓ ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ (ارے! کیوں نہیں اس کا رب اس کو دیکھ رہا تھا)

جب اللہ دیکھ رہا ہے تو ناممکن ہے کہ وہ ظلم اور زیادتی کا بدلہ نہ دے، وہ فرمانبردار اور نافرمان کے ساتھ ایک جیسا ہی معاملہ کر دے ایسا نہیں ہے۔ اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ! اللہ عدل کرنے والا نہیں حالانکہ وہ تو عادل ہے۔

پھر آگے چار قسمیں کھائیں

شفق کیا ہے؟

پہلی قسم:...... فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ (میں قسم کھاتا ہوں شفق کی)

اللہ کہہ رہا ہے جس اللہ کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی اور اُس کی کسی بات میں شک شبہ کا احتمال نہیں ہو سکتا وہ اللہ قسمیں کھا کھا کر فرما رہا ہے اور ایک نہیں چار چار قسمیں فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ شفق وہ سرخی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف نظر آتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں، یہ رات کی ابتداء ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان میں بلکہ پوری دنیا کے احوال میں ایک انقلاب سا آ جاتا ہے۔ دن کی زندگی اور طرح ہوتی ہے رات کی زندگی اور طرح ہوتی ہے۔

رات کی حالت

دوسری اور تیسری قسم...... وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ (اور رات کی قسم اور ان چیزوں کی قسم جن چیزوں کو رات سمیٹ لیتی ہے)

دن کے وقت جو چیزیں منتشر ہوتی ہیں رات ان کو سمیٹ دیتی ہے اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں جمع ہو جاتی ہیں چرند پرند کو دیکھیں صبح نکلتے ہیں سب منتشر ہوتے ہیں کوئی ادھر کوئی ادھر، اور رات کو سمٹ کر اپنے اپنے آشیانے میں آ جاتے ہیں۔ انسانوں کو دیکھیں دن بھر مصروفیات اور رات کو اپنے گھر کی طرف رخ کر کے واپس لوٹتے ہیں۔

چاند کی مختلف حالتیں:

چوتھی قسم:...... وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ (اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جاتا ہے)

جب چاند نیا طلوع ہوتا ہے دیکھیں تو تلوار کی طرح باریک سا، اور اس کو عربی زبان میں ھلال کہتے ہیں یہ ھلال بڑھتے بڑھتے بدرِ کامل بن جاتا ہے، پورا روشن ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز میں تغیر ہے، انقلاب ہے، ادلنا بدلنا ہے ایک حالت پر نہیں رہتے دوسری حالت کی طرف ہر چیز منتقل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا:

زندگی کے مختلف ادوار

جوابِ قسم:...... لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾

(تم لوگوں کو ضرور ایک حالت پر پہنچنے کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے)

ایک حالت پر نہیں رہو گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ بچپن میں ہی رہ جاؤ اور جوانی ہی پر رُک جاؤ اور جوانی ہی ہمیشہ ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا۔ تمہیں ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ انسان مسلسل سفر میں ہے اور تغیر اور انقلاب کی زد میں ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ ایک پانی کا نطفہ تھا اس سے گوشت کا ٹکڑا بنا، اس کے اندر ہڈیاں آئیں، ہڈیوں پر اللہ نے گوشت چڑھا دیا، پھر اعضاء کو مکمل کر دیا، اندر روح پھونک دی، نو مہینے کے بعد ولادت ہو گئی، اب بیٹھا بھی نہیں جاتا لیٹا رہتا ہے پھر بیٹھنے لگا، پھر گھسٹنے لگا، اٹھنے لگا، لڑکھڑاتا ہے پھر چلنے لگا اب بچپن ہے پھر جوانی ہے پھر بڑھاپا ہے اور موت ہے اور درمیان میں نکاح ہے، اولاد ہے، گھر ہے، کاروبار ہے۔ انجام کیا ہے؟ انجام وہی ہے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ۔ اپنے رب سے ملنا ہے ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے ایک حالت پر جماؤ نہیں آپ اجتماعی طور پر دیکھیں تو انسان مسلسل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ جب سے یہ دنیا پیدا ہوئی پہلے پیدل چلا کرتا تھا پھر چھکڑوں کا دور آیا، پھر انجن ایجاد ہوا، ٹوٹی پھوٹی گاڑی آ گئی اور پھر ہوائی جہاز پھر ریڈیو پھر ٹی وی پھر کمپیوٹر انٹرنیٹ اور نا معلوم کیا کچھ ترقیات ہو رہی ہیں؟۔ لیکن یہ ساری زندگی ناقص زندگی ہے، کامل زندگی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اور کامل زندگی کونسی ہو گی؟ وہ موت کے بعد ہو گی وہ زندگی کا کمال ہو گا نقطۂ عروج ہو گا اس سے بڑھ کر کامل زندگی اور کوئی نہیں ہے۔ اور بالآخر اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿٨﴾ وہاں پہنچ کر رہنا ہے۔

اللہ کا انسان سے شکوہ

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ (انہیں کیا ہو گیا ہے یہ ایمان نہیں لاتے)

اللہ اکبر اللہ تعجب سے کہتے ہیں انہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ تعجب کا صیغہ ہے اتنے دلائل سننے کے بعد، میرا کلام سننے کے بعد، میری قسمیں سننے کے بعد، یہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر، ایمان نہیں لاتے اس کی ذات پر، اس کی صفات پر

،قیامت کے دن پر، دیکھ رہے ہیں کہ یہ دنیا تغیر پذیر ہے یہاں انقلاب ہے، انقلاب در انقلاب، ایک حالت کے بعد دوسری حالت، جب مسلسل یہ ترقی دیکھ رہے ہیں تو کیسے سوچتے ہیں کہ موت آنے کے بعد سلسلہ ختم ہو جائے گا؟ اور پھر آگے سفر جاری نہیں ہوگا، نہیں اس کے بعد بھی سفر ہے۔

آنسو بہا دینے والا کلام

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ (اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے)

سجدے کا ایک تو اصطلاحی معنی ہے اللہ کے حضور زمین پر پیشانی رکھ دینا یہ ایک سجدہ ہے۔ اور لغت کے اندر سجدے کا معنی ہے جھک جانا، خشوع اور خضوع اختیار کرنا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے اگر چہ یہاں پر سجدہ تلاوت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو اللہ کے حضور سجدہ کیا آپ حضرات بھی اس آیت پر پہنچ کر سجدہ تلاوت کرلیا کریں اگر چہ یہاں پر سجدہ تلاوت بھی ہے لیکن یہاں پر یہ اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ یہاں پر معنی یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کے دل اللہ کے سامنے جھکتے نہیں ان کے اندر خشوع خضوع پیدا نہیں ہوتا، ورنہ یہ کلام تو ایسا ہے کہ اس کے اندر اللہ نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ اللہ کہتا ہے اگر پہاڑوں پر نازل کر دیتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے، اللہ نے اس کے اندر ایسی تاثیر رکھی ہے، جو صاف دل کے ساتھ اور سمجھ کر قرآن کو سنے گا وہ یقیناً متاثر ہوگا یہ تاثیر والا کلام ہے اور ایسا نہیں کہ چودہ سو سال پہلے تو اس میں تاثیر تھی اور آج تاثیر نہیں رہی، نہیں! خشوع خضوع پیدا کر دینے والا، جسم کے رونگٹے کھڑے کر دینے والا، آنکھوں سے آنسو جاری کر دینے والا کلام۔ جنوں نے بھی حضور اکرم ﷺ کی زبان سے سنا تھا سورۂ جن میں آیا:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا

اپنی قوم کے پاس جا کر کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا ہے يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ وہ ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ ہم نے سنا اور ایمان لے آئے۔ جنات ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے کیسا ایمان؟ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا آج کے بعد اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اب شرک سے ہم توبہ کرتے ہیں ایسا سنا کہ دل سے شرک کی غلاظت بہہ کر نکل گئی اللہ اکبر۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہجرت کے کئی سال بعد ستر عیسائیوں پر مشتمل نجاشی کا وفد آیا، حضور ﷺ نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھی سورۂ یٰسین اللہ کا کلام اور زبان ہمارے آقا ﷺ کی، حدیث میں آتا ہے سنتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور بار بار کہتے جاتے تھے اٰمَنَّا بِرَبِّنَا، اٰمَنَّا بِرَبِّنَا۔ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، ستر کے ستر عیسائیوں نے ایمان قبول کر لیا اور اللہ نے قرآن میں انکا ذکر کیا ساتویں پارے کے آغاز میں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

جب انہوں نے اللہ کا کلام سنا حق کو پہچان لیا آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ کہنے لگے رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہمارا نام ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جو تیری توحید کی گواہی دیتے ہیں اور کہنے لگے وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ہم کیوں نہ اللہ پر ایمان لائیں، ہم کیوں نہ قرآن پر ایمان لائیں جبکہ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن ہمیں نیکوں میں شامل فرمادے گا، امید تو یہ رکھے اور کیوں نہ ایمان لائیں جب اُنہوں نے قرآن سنا ان کے دلوں پر اثر کیا اور انہوں نے ایمان قبول کرلیا۔

دل بدلنے والا کلام

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجئے خلیفہ ثانی میرے اور آپ کے سید، مرشد، رہبر اور سر کے تاج، سارے مسلمانوں کے سر کے تاج، لیکن ایک وقت میں تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے جان لینے کے لئے نکلے ہوئے تھے بتایا گیا ارے حضور کی جان تو بعد میں لینا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر تو لے لو وہ ایمان قبول کر چکے ہیں پہنچے اور دروازے کے ساتھ کان لگا کر سنا کچھ پڑھنے کی آواز آرہی تھی، دروازہ کھٹکھٹایا کھلنے پر تشدد شروع کردیا، مارا پیٹا، پھر کہنے لگے لاؤ دکھاؤ، اس نے انکار کیا بہن نے کہا تم ناپاک ہو، پاک اوراق ہیں ناپاک ہاتھوں میں نہیں دے سکتی، بہت اصرار کیا، جب دیکھا کچھ نرم پڑ رہا ہے، سامنے اوراق رکھے سورۃ الحدید کی ابتدائی آٹھ آیات پڑھیں سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔اور آخر میں فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ ایمان لے آؤ۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ارے کیا ہوگیا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ اور میرا رسول تمہیں دن رات ایمان کی دعوت دیتا ہے ایمان کیوں قبول نہیں کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں سمجھا جیسے اللہ گریبان پکڑ کر پوچھ رہا ہے کہ کیا ہوگیا ایمان کیوں نہیں لاتے میرا رسول روتا ہے، تمہیں پکارتا ہے تمہاری ہدایت کے لئے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کرتا ہے، دعوت دیتا ہے اور تم ایمان نہیں لاتے۔

جب یہ آٹھ آیات پڑھیں تو ہل گئے کہا مجھ مجرم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے چلو، میں ایمان دل سے تو قبول کر چکا ہوں لیکن اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سامنے جا کر کرنا چاہتا ہوں، گئے اور جا کر ایمان قبول کرلیا۔ یہ دلوں کو بدلنے والا کلام ہے دلوں کو متاثر کرنے والا کلام ہے۔

حضور کی دعوت قرآن تھی

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مکہ آئے لوگوں نے ڈرایا، یہاں ایک جادوگر ہے اُس سے دور رہنا، اس کے

قریب نہ جانا، خاندانوں میں جدائی ڈال دیتا ہے، ماں باپ اور اولاد کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے، بہن بھائیوں کو جدا کر دیتا ہے، اللہ نے قسمت میں ایمان لکھا تھا گزر رہے تھے اور حضور حرم میں نماز ادا فرما رہے تھے کانوں میں قرآن کی آواز پڑ گئی سوچا میں تو جانتا ہوں جادوگر کیسے ہوتے ہیں، شاعر کیسے ہوتے ہیں، کاہن کیسے ہوتے ہیں، میں تو جانتا ہوں سننا تو چاہیے، گئے حضور ﷺ کے سامنے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے کچھ سنائیے آپ کیا پڑھ رہے تھے، حضور اکرم ﷺ نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے بہتر کلام آج تک نہیں سنا تھا، قرآن سنا اور ایمان قبول کر لیا۔ حضور کی دعوت قرآن تھی اور آج بھی سب سے مؤثر دعوت قرآن ہے، قرآن کو اٹھائیے، قرآن کو تھامئے، قرآن کو پڑھئے، قرآن کو سمجھئے، اپنی نسلوں کو سمجھائیے، قرآن پر عمل کیجئے، قرآن کی پوری دنیا میں اشاعت کیجئے۔ میرا دل کہتا ہے کہ مسلمان اگر دنیا کو اس وقت فتح کر سکتے ہیں تو صرف قرآن کے ذریعے سے فتح کر سکتے ہیں ٹیکنالوجی کا میدان، اسلحہ کا میدان، جنگ کا میدان، اپنی جگہ برحق ہے، لیکن نظر یہ آتا ہے کہ پچاس، سو سال تک مسلمان اس میدان میں ابھی مغرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے جتنے ہم گرے ہوئے ہیں، اتنے پیچھے چلے گئے ہیں دن بدن پیچھے جا رہے ہیں ہم نے تو جو کچھ بنایا تھا وہ بھی ہم سے چھینا جا رہا ہے آپ سب جانتے ہیں اس میدان میں اس وقت مقابلے کی صورت نظر نہیں آتی پھر خدا کی قسم! قرآن کا جواب نہیں ہے نہ تورات قرآن کا جواب ہے، نہ انجیل قرآن کا جواب ہے، قرآن کے ذریعے سے مسلمان دنیا کو فتح کر سکتے ہیں اگر قرآن کی دعوت لے کر اٹھ جائیں یہ قرآن دلوں کو جھکا سکتا ہے لیکن ہم نے خود قرآن کو چھوڑ دیا ہے دوسروں کو قرآن کیسے سنائیں گے۔

کفار کے لئے عذاب الیم

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ (بلکہ جو کافر ہیں وہ جھٹلاتے ہیں)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ (اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں)

جو اعمال کا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں برے، اچھے اللہ سب جانتا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ (ان کو (استہزاء کے طور پر) دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے)

لیکن سب کو نہیں، اللہ توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ توبہ کا راستہ اللہ خود دکھلاتا ہے۔

اہلِ ایمان کے لئے اجرِ عظیم

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے)

مجھے کوئی عذاب دینے کا شوق نہیں، میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے آؤ توبہ کر لو۔

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ (ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا)

"دنیا کی ہر چیز اور ہر نعمت اور ہر باپ اور ہر اولاد اور ہر کاروبار اور ہر کوٹھی اور ہر مکان اور ہر عہدہ اور ہر کرسی اور ہر اقتدار اور ہر عزت اور ہر نعمت اور ہر صحت اور ہر زندگی زوال پذیر ہے، ختم ہونے والی ہے لیکن اللہ فرماتا ہے وہاں پر ایسا اجر ہوگا جس کو زوال نہیں جو کبھی فنا نہیں ہوگا۔ اللہ ہم سب کو ایسا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

ایمان کے لئے قربانی

اٰیَاتُہَا ۲۲ (۸۵) سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ مَکِّیَّۃٌ (۲۷) رُکُوْعَاتُہَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا
يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ
وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ
هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا
يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ
تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:...... قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی۔(۱) اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔(۲) اور حاضر ہونے والے کی اور اُس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوں۔(۳) کہ خدا کی مار ہے اُن خندق (کھودنے) والوں پر۔(۴) اُس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی۔(۵) جب وہ اُس کے پاس بیٹھے تھے۔(۶) اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو کچھ کررہے تھے، اُس کا نظارہ کرتے جاتے تھے۔(۷) اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اُس پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابلِ تعریف ہے۔(۸) جس کے قبضے میں سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔(۹) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے

پھر توبہ نہیں کی ہے، اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور اُن کو آگ میں جلنے کی سزا دی جائے گی۔(۱۰) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اُن کے لئے بے شک (جنت کے) ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ہے بڑی کامیابی!۔(۱۱) حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے۔(۱۲) وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔(۱۳) اور وہ بہت بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔(۱۴) عرش کا مالک ہے، بزرگی والا ہے۔(۱۵) جو کچھ ارادہ کرتا ہے، کر گذرتا ہے۔(۱۶) کیا تمہارے پاس اُن لشکروں کی خبر پہنچی ہے۔(۱۷) فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟(۱۸) اس کے باوجود کافر لوگ حق کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔(۱۹) جبکہ اللہ نے اُن کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔(۲۰) (ان کے جھٹلانے سے قرآن پر کوئی اثر نہیں پڑتا) بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔(۲۱) جو لوحِ محفوظ میں درج ہے۔(۲۲)

تشریح:...... یہ سورۃ البروج ہے اس میں بائیس آیات ہیں، مکی سورت ہے اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے تین قسمیں کھائی ہیں۔

کائنات کی وسعت

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی)

بُروج برج کی جمع ہے۔ بُرج محل کو بھی کہتے ہیں اور قلعے کو بھی کہتے ہیں اور بڑے ستارے کو بھی کہتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہاں اللہ نے بڑے ستاروں کی قسم کھائی ہے اور بڑے ستارے آپ جانتے ہیں کہ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی ہیں یعنی شمار نہیں کیے جاسکتے، ابھی تک انسان ان ستاروں کو شمار نہیں کرسکا۔ یہ جو انسان دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے بہت کچھ جان لیا تو یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ چوہے کی دم کو ہلدی لگ گئی تو وہ پنساری بن کے بیٹھ گیا۔ کوئی نورانی قاعدہ پڑھ لے اور علامہ فہامہ مفسر شیخ الحدیث ہونے کا دعویٰ کرنے لگ جائے۔ یہ کائنات اتنی وسیع ہے اور ستارے اتنے بے حد و حساب ہیں کہ انسان اپنی تمام تر ترقیات کے باوجود ان تک پہنچنا تو دور کی بات ہے انہیں شمار بھی نہیں کرسکا۔ کائنات کی وسعت کا اندازہ آپ اس بات سے لگایئے کہ شام کے ایک عالم وھبہ الذھیلی اپنی تفسیر "التفسیر المنیر" میں لکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز سے زیادہ یہاں تک کہ ہوا اور آواز سے بھی زیادہ تیز رفتار روشنی ہے۔ روشنی کی رفتار کتنی تیز ہے؟ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرسکتی ہے اور کہتے ہیں کہ ایک سیکنڈ میں روشنی اس پوری زمین کا آٹھ دفعہ چکر لگا سکتی ہے اور چاند تک کا چکر روشنی ایک سیکنڈ کے تیسرے حصے میں طے کرسکتی ہے، اور جیسے ہمارا یہ مہینوں، ہفتوں، دنوں کا سال ہوتا ہے تو اسی طریقے سے روشنی کا بھی سال ہوتا ہے اور روشنی کا سال اِن دنوں اور ہفتوں اور مہینوں والے سال سے بڑا ہوتا ہے۔ بعض ایسے ستارے پائے جاتے ہیں کہ ان کی روشنی مسافت کے دس لاکھ سالوں کے باوجود بھی زمین پر نہیں پہنچ سکتی، اتنا فاصلہ ہے ان کے اور زمین

کے درمیان۔ یہ کوئی خطیبانہ، مقررانہ یا واعظانہ دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ کائنات کی وسعت کو اگر دیکھا جائے تو یہ جو ہماری زمین ہے یہ پوری کائنات کے مقابلے میں شاید اتنی حیثیت رکھتی ہو جتنی انگوٹھے کے ناخن کو پوری زمین کے مقابلے میں حیثیت حاصل ہے، جو حیثیت انگوٹھے کے ناخن کو اس زمین کے مقابلے میں حاصل ہے، وہ حیثیت ہے اس زمین کی پوری کائنات کے مقابلے میں۔

جنت کو عقل سے نہ پرکھیں

اب ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیجئے جو یہ حدیث سنتے ہیں کہ اللہ پاک اپنے ایک ایک بندے کو جو جنت عطا فرمائے گا وہ جنت اس زمین سے دس گنا بڑی ہوگی۔ تو انہیں تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہاں تو مجھے سو گز کا پلاٹ نہیں ملتا اور اس کے لئے آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ زمین کے ٹکڑوں کی خاطر بھائی بھائی کا خون بہادیتا ہے، رشتے ناطے ٹوٹ جاتے ہیں تو وہاں اتنی بڑی جنت اللہ کیسے دے سکے گا؟ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کی مثال کنویں کے مینڈک کی سی ہے؟ جیسے کنویں کے مینڈک کو زمین کی وسعت سمجھ میں نہیں آتی تو یہ کنویں کے مینڈک کہتے ہیں کہ اللہ کہاں سے دے گا؟

ستاروں کی گواہی

روسیوں نے جو خلائی جہاز مریخ پر بھیجا تھا وہ چھ مہینے میں مریخ تک پہنچا تو آپ اندازہ کیجئے، اگر کسی خلائی جہاز کی رفتار اس جہاز سے زیادہ ہے تو وہ پوری زمین کا چھ مہینے میں کتنی بار چکر لگائے گا، صرف مریخ تک سفر ہو چکا ابھی تو لاکھوں مریخ ایسے ہیں جن کو انسان ابھی تک دریافت نہیں کر سکا ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بروج سے مراد مدار ہیں جن میں وہ ستارے گردش کرتے ہیں۔ ان تحقیقات کو سامنے رکھ کر جب اللہ کی عظمت کے بارے میں غور و فکر کیا جاتا ہے تو انسان کا سر بے اختیار اس کے سامنے جھک جاتا ہے اور وہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ وہ سب سے بہترین خالق ہے۔ اور اللہ جو کہتا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا میرے بندوں میں سے مجھ سے وہ ڈرتے ہیں جن کو میں علم عطا کرتا ہوں تو اللہ برحق کہتے ہیں جتنا زیادہ انسان کا علم بڑھتا ہے تو اتنا ہی زیادہ اس کے دل میں اللہ کا خوف، اللہ کی خشیت، اللہ کی کبریائی مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر وہ علم برائے علم نہیں علم برائے تحقیق نہیں بلکہ علم برائے تصدیق، علم برائے ایمان حاصل کرتا ہے۔

وعدے کا دن

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ (وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم)

کون سا دن ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے؟ وہ ایک ہی دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ قیامت کا دن اللہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تمہیں جمع کر کے رہے گا۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ تاکید کا صیغہ ہے، دو تاکید ہیں قیامت کے دن ضرور جمع کر کے رہے گا لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہیں تذبذب میں نہ رہنا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اللہ کا بندوں کو سمجھانے کا کیا انداز ہے پہلے کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں، پھر فرمایا کہ تمہیں اس قیامت کے دن میں ضرور جمع کروں گا اور اس میں کوئی شک نہیں اور آخر میں فرمایا لوگو! وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے، کوئی ہے جس کی بات اللہ سے بھی زیادہ سچی ہو۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وعدہ کیا ہوا دن جس دن ظالم اور مظلوم، حاکم اور محکوم اور نیک اور بدسب کو جمع کیا جائے گا۔ بلکہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان تو انسان جنات اور حیوانات تک کو جمع کیا جائے گا، اور ان کے درمیان فیصلوں کو لمحوں میں نمٹا دیا جائے گا اور پھر انہیں حکم دیا جائے گا کہ تم تو مٹی ہو جاؤ، نہ تمہارے لیے جنت ہے نہ تمہارے لیے جہنم ہے۔ اور جب اللہ کا نافرمان دیکھے گا کہ حیوانوں کو کتوں اور خنزیروں کو بھیڑ بکریوں کو مٹی ہو جانے کا حکم دیا گیا تو اس وقت کہے گا يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا اے کاش میں بھی مٹی ہو جاتا، میں انسان نہ ہوتا، جانور ہوتا نہ میرے لیے جنت ہوتی، نہ جہنم ہوتی، جیسے ان کو مٹی میں مل جانے کا حکم دے دیا ایسے مجھے بھی مٹی میں مل جانے کا حکم دے دیا جاتا۔

شاہد و مشہود سے مُراد کیا ہے؟

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾

اس کے مختلف معنی کیے گئے ہیں اور یہاں بات سمجھانے کے لئے یہ عرض کردوں اگر کہیں ایسی بات آپ سن لیا کریں کہ بعض علماء نے یوں تفسیر کی ہے بعض علماء نے یوں تفسیر کی ہے تو اس کی وجہ سے شکوک نہ آئیں کہ اللہ کا کلام تو ایک ہے تفسیریں کیوں مختلف ہیں یہ جو مختلف تفسیریں ہیں اگر ان میں کہیں تفسیر کا فرق ہے تو اس کو تنوع کا اختلاف کہتے ہیں تضاد کا اختلاف نہیں کہتے یعنی آپس میں اتنی متضاد نہیں ہیں کہ وہ جمع نہ ہو سکیں تنوع کی حد تک ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی قول ہوتا ہے، اس کی تفسیر اور تشریح ایک مفسر اپنے مزاج کے مطابق، دوسرا اپنے مزاج کے مطابق کرتا ہے۔ اگر ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں تو اس اختلاف کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ تو چونکہ بعض جگہ بات آئے گی کہ بعض حضرات نے یوں کہا، بعض حضرات نے یوں تفسیر کی تو کہیں دل کے اندر وسوسہ نہ آنے لگے، جیسے بہت سے لوگ علماء سے بدگمان کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ارے ایک کا قول یہ ہے دوسرے کا قول یہ ہے یہ کیا، اقوال کا اختلاف کیوں ہے؟ یعنی تفسیر کو چھوڑیے فقہ میں بھی اگر کوئی اختلافی قول سامنے آجائے تو وہ علماء سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ کا پہلا معنی

حاضر ہونے والے کی قسم! اور جس کے پاس حاضری ہوتی ہے اس کی قسم! کہا گیا شاھد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے اللہ ہم سب کو باری باری وہاں لے جائے اور بار بار لے جائے وہ جگہ بار بار جانے کی ہے اللہ نے فرمایا وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ میں نے اس کو لوگوں کے رجوع کی جگہ بنایا ہے۔ وہ ایک دفعہ جانے کی جگہ نہیں ہے بار بار جانے کی جگہ ہے۔ اللہ ہم سب کو بار بار اپنے گھر کی زیارت سے مشرف فرمائے آمین۔

حضور ﷺ سب کے گواہ

دوسرا معنی:...... وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ: اور گواہ کی قسم! اور جس پر گواہی دی جائے گی اس کی قسم! یہ گواہی دینے والے کون ہوں گے؟ انبیاء کرام علیہم السلام، اور جن پر گواہی دی جائے گی مختلف امتیں ہوں گی۔ اور سارے عالم پر اور سارے انبیاء پر گواہی دینے والے کون ہوں گے؟ میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد الرسول ﷺ ہوں گے، قرآن میں آتا ہے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وہ کیا منظر ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے وَ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اور اے محمد ﷺ آپ کو ان سب پر گواہ بنا کے لائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے بڑے قاری تھے ابی! آج کچھ قرآن سناؤ عرض کیا یا رسول اللہ! میں سناؤں؟ آپ پر تو نازل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں ابی! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے قرآن سنوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تلاوت شروع کی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو آنکھیں بند کر کے تلاوت کر رہا تھا جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا وہ کیا منظر ہوگا جب ہر امت سے گواہ بنا کے کھڑا کیا جائے گا اور اے محمد! ﷺ ان سب پر آپ کو گواہ بنا کے لایا جائے گا تو فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ تو انبیاء گواہی دینے والے، اور امتیں ایسی ہوں گی کہ ان پر گواہی دی جائے گی۔

فرشتے کی گواہی

تیسرا معنی...... یا پھر یہ کہ انسان کے خلاف گواہی دی جائے گی اور گواہی دینے والے کون ہوں گے؟ فرشتے ہوں گے کہ ہر انسان کے ساتھ فرشتے مقرر ہیں اور سورۃ قٓ میں اللہ فرماتے ہیں وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا وَ شَهِيْدٌ اور دوسرا گواہی دینے والا۔ اے اللہ! میں گواہ ہوں، میں چوبیس گھنٹے تیرے حکم سے اس کے ساتھ چلتا رہا ہوں رات کو بھی، دن کو بھی، اپنی ڈیوٹی دیتا رہا ہوں، میں

گواہی دیتا ہوں اس کے ان اعمال کی جن کا یہ انکار کرتا ہے یہ تین قسمیں کھا کر فرمایا:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ (ہلاک ہوئے کھائیوں والے)

ہلاک ہوئے خندقوں والے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن میں جہاں قتل آتا ہے تو اکثر اس کا معنی ہوتا ہے لعنت ہوئی ان پر۔ اللہ کی لعنت ہوئی، ہلاک ہوئے کھائیوں والے، خندقوں والے یہ کون ہیں؟۔

النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ (وہ کھائیاں جو ایندھن بھری آگ والی تھیں)۔

اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾ (جبکہ وہ ان پر بیٹھے ہوئے تھے)۔

وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ (اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے)

یہ کھائیوں والے، خندقوں والے کون تھے؟

اصحاب الاخدود کا ایک عجیب واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں صحیح مسلم اور مسند احمد کے حوالے سے لکھا ہے: کہ یمن میں ایک بادشاہ تھا ذونواس نامی، وہ خدائی کا دعویدار تھا، اور اس کے پاس ایک بہت بڑا جادوگر بھی تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوگیا، انتقال کرنے لگا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ کسی نوجوان کو میرے حوالے کر دیا جائے جسے میں اپنا فن سکھا دوں۔ اس نے ایک ذہین نوجوان کا انتخاب کیا، نو عمر سا لڑکا تھا اور اسے مقرر کر دیا کہ جا کر روزانہ اس جادوگر سے جادو سیکھا کرو، سیکھنے کے لئے جاتا تھا راستے میں ایک عابد زاہد انسان کی عبادت گاہ اور رہائش گاہ بھی تھی، وہ اس کے پاس بھی جانے لگا اور پھر جادوگر کے پاس جانا چھوڑ دیا، ایمان قبول کیا زہد و عبادت میں لگا تقویٰ طہارت والی زندگی اختیار کی اور ایسے مقام پر پہنچا کہ اللہ نے اس کو مستجاب الدعوات بنا دیا کہ دعا کرتا تھا دعائیں قبول ہو جاتی تھیں، بیمار آتے اللہ سے دعا کرتا شفا مل جاتی، ضرورت مند آتے ان کی ضروریات پوری ہو جاتیں، پریشان حال آتے ان کی پریشانیاں دور ہو جاتیں، ہوتے ہوتے خبر پھیل گئی۔ بادشاہ کا کوئی خاص وزیر تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ اندھا ہو چکا تھا وہ پہنچا اور لڑکے سے کہا کہ سنا ہے تم بیمار کو شفا دے دیتے ہو، اس نے کہا کہ نہیں میرے ہاتھ میں شفا نہیں میں تو اللہ سے مانگتا ہوں، اللہ شفا دیتا ہے۔ اس نے کہا میرے لیے بھی دعا کرو لڑکے نے کہا شرط یہ ہے کہ تم ایمان قبول کرو اور پھر اللہ سے مانگو، اس نے ایمان قبول کیا، اللہ سے دعا کی اللہ پاک نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تم تو اندھے ہو چکے تھے یہ بینائی کہاں سے مل گئی؟ کہا کہ میرے رب نے مجھے بینائی لوٹا دی۔ کہا کہ میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ میرا بھی رب ہے اور تیرا بھی رب ہے۔ میں نے اس سے دعا مانگی، اس نے مجھے شفا دے دی میں اس پر

ایمان لا چکا۔اس نے کہا میرے سوا تو کوئی خدا نہیں میں ہی سب کچھ ہوں۔شفا، جزاء، سزا یہ سب میرے ہاتھ میں ہے۔باز آجاؤ کسی اور خدا پر ایمان کا دعویٰ کرنے سے، وگرنہ عبرت کا نشان بنادوں گا۔کہنے لگا جو کرنا چاہتے ہو کرلو لیکن ایمان نہیں چھوڑوں گا میرے بزرگو اور دوستو! ایمان ایسی چیز ہے اگر دل میں راسخ ہو جائے تو خدا کی قسم! پھر اس کے لئے سب قربانیاں دینا آسان ہو جاتا ہے۔پھر جان دینا آسان، مال دینا بھی آسان، اولاد دینا بھی آسان، سب کچھ دینا آسان ہو جاتا ہے جب دل کے اندر ایمان راسخ ہو جاتا ہے۔آپ جانتے ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی پر ایمان نے آمادہ کیا۔ساحران مصر جو تھوڑی دیر پہلے فرعون کے ساتھ بھاؤ تاؤ کر رہے تھے کہ موسیٰ کو شکست دے دی تو کیا ملے گا؟ ان کو قربانی پر کس نے آمادہ کیا ایمان نے آمادہ کیا تو ایمان جب دل میں قرار پکڑ جائے تو پھر ایمان کی خاطر سب کچھ قربان کرنا آسان ہو جاتا ہے اس نے کہا نہیں ایمان نہیں چھوڑ سکتا جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرلو۔آری لی اور آری کے ساتھ اس وزیر کو چیر دیا گیا مگر ایمان نہیں چھوڑا۔پتہ چلایا کس نے اس کو اس لائن پر لگایا، اس لڑکے کو بھی بلالیا گیا اور اس عابد زاہد کو بھی بلالیا گیا اور عابد زاہد کو بھی چیر دیا گیا وہ بھی ایمان سے باز نہیں آیا۔اب اس نوعمر لڑکے کی باری آئی کہا کہ اس کا انجام تو دیکھ چکے ہو ایمان چھوڑ دو وگرنہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا، کہا جو کر سکتے ہو کرلو لیکن ایمان نہیں چھوڑوں گا اس کو ہلاک کرنے کی مختلف ترکیبیں کی گئیں، کبھی پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کے لئے، کبھی سمندر میں غرق کرنے کے لئے لیکن اللہ کی شان جو اس کو ہلاک کرنے جاتے وہ خود ہلاک ہو جاتے وہ بچ جاتا۔آخر میں اس نے کہا تم نے ساری تدبیریں آزمالیں تم میری جان نہیں لے سکتے میں تمہیں بتلاتا ہوں سارے شہر کو اکٹھا کرواور اکٹھا کرنے کے بعد اللہ کا نام لو اللہ کا نام لے کر میرے اوپر تیر چلاؤ میں ہلاک ہو جاؤں گا۔سارے شہر کو جمع کیا گیا بادشاہ نے سوچا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری یہ لڑکا ختم ہو جائے گا اور اس کے مستجاب الدعوات ہونے کا جو چرچا ہے وہ ختم ہو جائے گا اور میرے علاوہ ایک اور خدا کی جو باتیں ہو رہی ہیں وہ باتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔سارا شہر جمع ہو گیا، بادشاہ نے اللہ کا نام لیا تیر چلایا لڑکا شہید ہو گیا پورا مجمع کہہ اٹھا کہ جس اللہ پر یہ لڑکا ایمان لایا تھا ہم سب اس پر ایمان لاتے ہیں۔چاہتا تو یہ تھا کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے لیکن پورا مجمع چیخ اٹھا اب اپنے فوجیوں اور سپاہیوں سمیت ہکا بکا دیکھ رہا ہے ارے یہ کیا ہو گیا میں کیا چاہتا تھا اور ہو کیا گیا چنانچہ حکم دیا ان کے لیے خندقیں کھودی جائیں سب کو زندہ جلا دیا جائے، خندقیں کھودی گئیں، آگ بھڑکائی گئی اور لایا گیا جو جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو اٹھا کر آگ میں پھینک دیا جائے اللہ اکبر کیا مرد کیا عورتیں جو ایمان قبول کر چکے تھے خندقوں میں چھلانگیں لگانے پر تیار ہو گئے لیکن ایمان چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

بچے کی گواہی

حدیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا کہ ایک عورت اپنے بچے کو لیے ہوئے آئی، ہچکچائی کہ چھوٹا سا بچہ ہے میرے بعد اس کا کیا بنے گا، میں تو اپنی جان ایمان پر دے دوں لیکن اس بچے کا کیا بنے گا؟ اللہ نے اس بچے کو قوت گویائی عطا فرمادی کہنے لگا، اماں! مت ڈر ایمان کی خاطر جان قربان کردے، مجھے بھی لے اور اپنے آپ کو بھی لے اور آگ میں چھلانگ لگادے، چنانچہ وہ عورت بھی بچے سمیت شہید ہوگئی۔ تو اللہ نے فرمایا قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ہلاک ہوئے کھائیوں والے النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ وہ کھائیاں جو ایندھن بھری آگ والی تھیں اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ جبکہ وہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے وَّ هُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔

مؤمنین کا قصور صرف ان کا ایمان تھا

وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۸﴾ (اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اُس پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابلِ تعریف ہے)۔

اگر بامحاورہ ترجمہ کیا جائے جسے خلاصہ کہتے ہیں، جس کو مفہوم کہتے ہیں تو یوں کہا جائے گا کہ ان کا قصور اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ مومن تھے آج کتنے ہی لوگ ہیں جن کو تڑپایا جارہا ہے، ستایا جارہا ہے، جیلوں میں ڈالا جارہا ہے، مارا جارہا ہے، تشدد کیا جارہا ہے، اور غیروں کے حوالے کیا جارہا ہے اور اللہ کی قسم! ان کا قصور کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ مومن ہیں وہ قرآن پر زندہ رہنا چاہتے ہیں وہ حدیث پر زندہ رہنا چاہتے ہیں کفر سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی داڑھی کا مذاق اڑارہا ہے، کوئی سنت کا مذاق اڑارہا ہے، کوئی نماز کا مذاق اڑارہا ہے، کوئی علماء کا مذاق اڑارہا ہے، ان کا کچھ قصور نہیں سوائے اس کے کہ یہ پرانے زمانے کے لوگ ہیں پرانے انداز میں رہنا چاہتے ہیں، نبی کے طریقے پر رہنا چاہتے ہیں۔

الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ (جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے)۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ﴿۹﴾ (اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے)

وہ اللہ جس کے اندر یہ صفات پائی جائیں کہ وہ غالب ہے، وہ ہر حال میں تعریف کے قابل ہے، اس کے لیے آسمان وزمین کی بادشاہی ہے، وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے وہ اللہ اس کا مستحق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس پر جو ایمان نہیں لاتا جس کے اندر اتنی صفات پائی جاتی ہیں وہ سوائے پاگل دیوانے، اور حیوان کے کوئی نہیں ہوسکتا۔

مؤمنین کو ستانے کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو ستایا)
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾
(پھر توبہ بھی نہیں کی پس ان کے لئے جہنم کی سزا ہے اور ان کے لئے جلانے والی سزا ہے)

جنہوں نے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو ستایا ایک مسلمان کو ستانا یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن ہو واقعی مسلمان ہمارے جیسا ڈرامے باز نہ ہو، فنکار نہ ہو، دھوکا دینے والا نہ ہو، اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ نہ ہو، منافق نہ ہو، واقعی مؤمن تو اس مومن کے لئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ جو میرے ولی کو ستاتا ہے میں اس کے لئے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور یاد رکھیں ایمان والوں کو ہر دور میں ستایا گیا ایمان والوں پر آزمائشیں آئیں۔

ایمان قربانی مانگتا ہے

یہ ذہنوں میں بٹھا لیجئے کہ ایمان قربانی مانگتا ہے اور صرف جانور کی قربانی نہیں اللہ جانوروں کی قربانی کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ یہ قربانی بہت بڑی قربانی کی علامت ہے لیکن ایمان صرف جانور کی قربانی نہیں، خواہشات کی قربانی، جذبات کی قربانی، عیش و راحت کی قربانی، عیاشی کی قربانی، وقت کی قربانی، جان کی قربانی، مال کی قربانی اولاد کی قربانی بھی مانگتا ہے۔ ایمان قربانی کا تقاضا کرتا ہے ایمان قربانی کا دوسرا نام ہے۔ جو کلمہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ گویا اقرار کرتا ہے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور حضور کی سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے ہر قربانی دوں گا۔ ایمان والوں نے ہر دور میں قربانیاں دیں ان پر آزمائشیں آئیں، تکلیفیں آئیں، اپنے آقا حضور اقدس ﷺ کو دیکھ لیجئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کو دیکھ لیجئے۔ حضور ﷺ کو ستانے کے لئے با قاعدہ کمیٹی بنائی گئی پچیس سردار اس کمیٹی کے ممبر تھے کوئی کانٹے بچھاتا تھا کوئی نجاست دروازے پر گراتا تھا، کوئی گالیاں دیتا تھا، کوئی پروپیگنڈہ کرتا تھا اور پورے بنو ہاشم کا پورے تین سال تک بائیکاٹ کیا گیا، بچے بلبلاتے تھے، بھوک سے تڑپتے تھے اور ظالم قہقہے لگاتے تھے اور پھر حضور ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر جو جور و جفا ہوا بالخصوص وہ غلام، وہ لونڈیاں جن کا مکہ میں کوئی خاندان نہ تھا اور جن کا کوئی پوچھنے والا نہیں تھا ان پر تو مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام ہیں کبھی گرم ریت پر لٹا دیتا ہے، کبھی ڈنڈوں سے پٹائی کرتا ہے، کبھی مسلسل بھوکا رکھتا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے دیکھا ستایا جا رہا ہے فرمایا کہ اِصْبِرُوْا آلَ يَاسِرَ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ اے یاسر کے خاندان والو! صبر کرو

تمہارے لیے اللہ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے، گردن مروڑی جاتی، انگاروں پر لٹادیا جاتا اور بے سہارا لونڈیاں حضرت زنیرہ، حضرت نہدیہ حضرت ام اویس رضی اللہ عنہا ایسا ظلم کہ دیکھنے والے کافر بھی کانپ اٹھتے۔ ایمان قربانی مانگتا ہے اور ان کی قربانیوں کا صدقہ کہ یہ ایمان ہم تک پہنچا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے وعدہ کیا تھا وہ یہ اعلان کرتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کرلی ہے، جہاد پر بیعت کرلی ہے جب تک جسم میں جان ہے دین کے لئے قربانی دیتے رہیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم قول کے پکے تھے، وعدے کے سچے تھے، اس قول کو نبھایا اور ایمان اور دین کے لئے قربانیاں دیں یہ ان کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم تک دین پہنچا ہے۔ آج ہم دین کو پسند تو کرتے ہیں، ایمان کو پسند تو کرتے ہیں لیکن ایمان کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، چاہتے ہیں کہ ساری خواہشات پوری ہوتی رہیں، من چاہی ضروریات پوری ہوتی رہیں، جو چاہیں نفس کے تقاضے وہ پورے کرتے رہیں، زمانے کو خوش رکھیں، زمانے کی ہواؤں کے ساتھ چلیں، مغرب بھی خوش رہے، مشرق بھی خوش رہے، خاندان بھی خوش، کافر بھی خوش، مسلمان بھی خوش، اور ایمان بھی باقی رہے۔ ایمان کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں حالانکہ ایمان قربانی مانگتا ہے۔

ایمان سب سے قیمتی متاع ہے

میرے بزرگو اور دوستو! ایمان سب سے قیمتی متاع ہے، قیمتی چیز ہے۔ دنیا سے اگر ہم خالی ہاتھ چلے گئے لیکن سینے میں ایمان لے کر چلے گئے تو ہزاروں صدر اور وزیر اعظم خدا کی قسم! ہمارے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں اور اگر ہم دنیا سے ایمان کے بغیر گئے تو پھر یاد رکھیے ہم سے بڑا کنگلا اور ہم سے بڑا فقیر کوئی نہیں ہے۔

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

اپنی سزا اور جہنم کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ توبہ کا راستہ دکھاتا ہے کہ توبہ کرلو اگر یہ جرم کر چکے ہو تو توبہ کرلو اللہ توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے، ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ ایسا ہے کہ نہ تو کوئی مولوی بند کرسکتا ہے نہ کوئی مفتی بند کرسکتا ہے یہ دروازہ اللہ نے کھول رکھا ہے۔ آؤ گنہگارو! جب تک تمہیں موت کی علامت دکھائی نہیں دیتی میری طرف سے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ توبہ کیجئے اور توبہ کی ترغیب دیجئے، اللہ کی طرف رجوع کیجئے، کفر سے توبہ، شرک سے توبہ، فسق سے توبہ، نفاق سے توبہ، زنا سے توبہ، اور شراب سے توبہ، بدکاری سے توبہ، غیبت سے توبہ، سود خوری سے توبہ، اور بندوں کے حقوق غصب کرنے سے توبہ، لوٹ کھسوٹ سے توبہ، ان سب سے توبہ کیجئے، توبہ کا وقت ہے مرنے سے پہلے توبہ کرلیجئے۔ اللہ نے یہاں اپنی سزا کا ذکر کرنے سے پہلے توبہ کا راستہ دکھادیا فرمایا کہ توبہ کرلیں تو

ٹھیک اگر توبہ نہ کی تو فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ان کے لئے جہنم کی سزا ہے اوران کے لئے جلانے والی سزا مقرر ہے۔

ایمان داروں کے لئے اجر

پورا قرآن اس انداز سے بھرا پڑا ہے۔ اللہ پہلے ڈراوے کا ذکر کرتا ہے تو آگے خوشخبری کا ذکر بھی کرتا ہے، اللہ جہنم کا ذکر کرتا ہے تو جنت کا بھی ذکر کرتا ہے، اللہ نافرمانوں کا ذکر کرتا ہے تو فرمانبرداروں کا ذکر بھی کرتا ہے۔ فرمایا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

(بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے باغات ہیں)

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ (یہ ہے بڑی کامیابی)

ارے دنیا کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر اترانے والو! بڑی کامیابی یہ ہے۔

سخت پکڑ کا مفہوم

اللہ نے اپنی پکڑ کا ذکر فرماتے ہوئے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے اپنے خیال میں ایمان والوں کو خوب جکڑا خندقیں آگ سے بھر دیں، ایمان والوں کو زندہ جلا دیا۔ اللہ کہتا ہے ان سزاؤں سے یہ مت سمجھو کہ ان کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ (بیشک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے)

دنیا کی جتنی بھی پکڑ ہے ان سے چھوٹنے کی کوئی نہ کوئی صورت ہے کسی کی ضمانت ہو جاتی ہے، کوئی رشوت دے کر چھوٹ جاتا ہے، کوئی سفارش سے چھوٹ جاتا ہے، کسی کو طاقت کے زور پر چھڑوا لیا جاتا ہے لیکن جسے جب اللہ پکڑے گا اسے کوئی نہیں چھڑا سکے گا۔ اللہ نے فرعون کو پکڑا، بڑا ناز تھا کہتا تھا کہ سمندر کا مالک میں ہوں اللہ نے اسی سمندر میں غرق کر دیا اور چیختا رہ گیا "اٰمَنْتُ میں ایمان لایا" کہا نہیں، اب ایمان معتبر نہیں ہے غرق کر دیا گیا، اللہ نے قارون کو پکڑا کہتا تھا زمین کا مالک میں ہوں، خزانوں کا مالک میں ہوں، میرے جیسا بنگلہ موسیٰ کے پاس نہیں ہے، ہارون کے پاس نہیں ہے۔ اللہ نے اس بنگلے سمیت زمین میں دھنسا دیا اور زمین میں دھنستا جا رہا تھا اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا موسیٰ! مجھے معاف کر دو، موسیٰ! مجھے معاف کر دو۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام پر بہتان لگوایا تھا، اس نے ایک عورت کو کھڑا کیا اس نے بہتان لگایا کہ موسیٰ نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے، بہتان لگا دیا، اللہ کے نبی نے اس کو ڈانٹا، ڈپٹا، ڈرایا، سمجھایا کہنے لگی موسیٰ! میں بے گناہ ہوں میں نے تو اس بدبخت کے کہنے پر تجھ

پر بہتان لگایا تھا سجدے میں پڑ گئے اے اللہ! اس نے مجھے سب کے سامنے رسوا کیا تو اس کو پکڑ، گرفت فرما۔ اللہ نے پکڑا، گرفت کی زمین میں دھنسنا شروع ہو گیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا موسیٰ! مجھے معاف کردو موسیٰ! مجھے معاف کردو دھنستا چلا گیا تو بعض روایتوں میں یہ آیا کہ اللہ نے کہا اے موسیٰ! اس نے تجھے بیس بار کہا تھا موسیٰ! مجھے معاف کردو لیکن تم نے معاف نہ کیا اگر مجھے ایک دفعہ کہہ دیتا یا اللہ! مجھے معاف کردے تو میں شاید اس کو معاف کر دیتا اللہ اکبر۔ اللہ نے نمرود کو پکڑا، شداد کو پکڑا جنت بنوائی اور جنت میں داخل ہو رہا ہے اللہ نے کہا تیرے نصیب میں نہیں اس میں داخل ہونا۔ کہتا تھا اللہ کی جنت کے لئے مرتے ہو میں دنیا میں ویسی جنت بنا کے دکھاتا ہوں، آؤ میری جنت میں آؤ۔ اللہ نے کہا تو دوسروں کو جنت کیا دے گا میں تو یہ جنت تجھے بھی دیکھنا نصیب نہیں کروں گا، اپنی بنائی ہوئی جنت کے دروازے پر چل بسا۔

اللہ کی صفات کاملہ

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾

(وہی آغاز کرتا ہے وہی لوٹائے گا) اسی نے پہلی دفعہ پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کرے گا وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے)

غفور کا معنی ہے چھپا دینے والا کہ وہ عیبوں کو چھپا دیتا ہے اور قرآن میں ۹۴ بار یہ لفظ آیا ہے اللہ نے کہا میں بخشنے والا ہوں، معاف کرنے والا ہوں، پردہ ڈال دینے والا ہوں۔ اَلْوَدُوْدُ محبت کرنے والا ہوں، پیار کرنے والا ہوں وہ اللہ بندوں سے پیار کرنے والا۔

عرش کیا چیز ہے؟

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ (وہ عرش کا مالک ہے)

عرش کیا چیز ہے، حدیث سے ثابت ہوتا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عرش اللہ کی ساری مخلوق میں سے بڑی چیز ہے ساتوں آسمانوں سے بڑی، زمینوں سے بڑی، کرسی سے بڑی سورہ بقرہ میں آیۃ الکرسی آتی ہے۔

آپ جانتے ہیں وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ کہتے ہیں کہ میری کرسی نے زمین اور آسمان کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ کرسی اتنی وسیع کہ اس نے آسمان زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے لیکن حدیث میں آیا اللہ کے نبی نے فرمایا کہ عرش کے مقابلے میں کرسی کی حیثیت ایسی ہے جیسے ایک حلقہ، ایک کڑا کہ اس کو جنگل میں پھینک دو تو جنگل کے مقابلے میں جو ایک حلقے کو حیثیت حاصل ہے وہ عرش کے مقابلے میں کرسی کو حیثیت حاصل ہے۔ یہ عرش کیا ہے کرسی کیا ہے؟ ہم ان پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن ان کی حقیقت ہم نہیں جانتے ہیں۔ حقیقت جانے بغیر ایمان رکھتے ہیں اس لئے کہ ہماری ناقص سوچ ہے سمجھ میں نہیں آتی، اور جن کو اپنی عقل پر ناز ہے اپنی سائنس پر ناز ہے، ان کا حال یہ

ہے کہ وہ ابھی چاند سے آگے نہیں بڑھ سکے عاجز ہیں اور ساری کائنات کا احاطہ نہیں کر سکے تو اگر میں اور آپ اور یہ سائنسدان عرش اور کرسی کو نہیں جانتے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ان کی حقیقت ہے، لیکن ہم ان کی حقیقت کو نہیں جانتے اور اس کے بغیر ایمان رکھتے ہیں اللہ! تیرے عرش پر بھی ایمان اور تیری کرسی پر بھی ایمان حالانکہ ہمیں اس کی حقیقت کا پتہ نہیں وہ عرش کا مالک ہے۔

اَلْمَجِيْدُ (وہ بزرگی والا ہے) جلال وکمال کی ساری صفات اس کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں میں فعال ہے

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ (وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے)

جو ارادہ کر لیتا ہے وہ کر کے رہتا ہے وہ جب ارادے کر لیتا ہے تو اس کے ارادے کو تکمیل تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ اگر تمہیں تکلیف پہنچانا چاہے کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر خیر پہنچانا چاہے اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے زندگی کے آخری دنوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے حاضر ہوئے سوال کیا هَلْ نَظَرَ اِلَيْکَ الطَّبِيْبُ اے امیر المومنین! کیا کسی حکیم اور طبیب نے بھی آپ کو دیکھا ہے فرمایا ہاں دیکھا ہے پھر حکیم نے کیا کہا؟ اَجَابَهٗ مُتَبَسِّمًا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا قَالَ اِنِّيْ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ جس طبیب اور حکیم نے مجھے دیکھا ہے اس نے کہا کہ میں جو فیصلہ کر لیتا ہوں میں وہ پورا کر کے رہتا ہوں۔ سمجھ گئے حضرت ابوبکر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے میری موت کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب اللہ کا فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ (کیا تجھے لشکروں کی خبر پہنچی، فرعون اور ثمود کی)

کون سے لشکر؟ فرعون وثمود کے لشکروں کی، بڑے بڑے لشکر تھے بڑی طاقت، اپنے دور کی سپر پاور لیکن اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ (بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں اور وہ جھٹلانے میں لگے رہیں گے)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ (اور اللہ ان کو آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں)۔

وہ اللہ کے قبضے میں ہیں ہر مکان میں، ہر زمان میں اللہ کے قبضے ہیں زمانہ بھی اللہ کے قبضے میں اور سارا مکان اور ساری جگہ بھی اللہ کے قبضے میں نہ انسان زمانے سے نکل سکتا ہے نہ مکان سے نکل سکتا ہے، اللہ سورۂ رحمٰن میں کہتا ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (اے جنو اور انسانو! اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل سکتے ہو مجھ سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگو جہاں بھاگو گے وہاں میری سلطنت ہوگی)

وہاں میری کبریائی ہوگی، وہاں میرا حکم چلتا ہوگا، کوئی ایسی جگہ نہیں تمہارے بھاگنے کے لئے جہاں میرا حکم نہ چلتا ہو۔

یہاں پاکستان میں لوگ علاقہ غیر میں بھاگ جاتے ہیں، کوئی باہر ملک بھاگ جاتا ہے وہاں تو پاکستان کا قانون نہیں چلتا لیکن اللہ کہتا ہے نہیں میرے لئے کوئی علاقہ غیر نہیں سارے علاقے میرے، سارے زمانے میرے، سارے وقت میرے، سارے سمندر میرے، سارے شہر میرے، ساری زمین میری، جنگل میرے، آسمانوں کی وسعتیں میری، مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

حفاظتِ قرآن

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ (بلکہ یہ بڑے مرتبے کا کلام ہے)

قرآن یہ بڑے مرتبے کا کلام ہے خود بھی مرتبے والا ہے اور جو قرآن سے جڑ جاتا ہے۔ اس کو بھی قرآن مرتبہ عطا کر دیتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم! قرآن عزت دینے والا کلام ہے، یہ دنیا میں بھی عزت دیتا آخرت میں بھی عزت دے گا۔ آج مسلمانوں کی ذلت کا بڑا سبب قرآن سے غفلت ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم ذلیل و خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

ہم قرآن کو چھوڑ کر ذلیل ہوئے ہیں، ہم قرآن کو چھوڑ کر فرقہ واریت میں مبتلا ہوئے ہیں، قرآن کو چھوڑ کر تعصبات کا شکار ہوئے ہیں آج بھی اگر ہم قرآن کے قریب آجائیں تو عزت و سیادت، قوت و طاقت ہمیں حاصل ہو سکتی ہے

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (بلکہ یہ بڑے مرتبے کا کلام ہے لوح محفوظ میں ہے)

اصل میں قرآن لوح محفوظ میں ہر زیادتی سے پاک، ہر تحریف سے پاک، ہر نقص سے پاک، وہاں محفوظ، وہاں سے اترا آسمان اول پر اور وہاں سے اترا ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے سینہ مبارک پر اور آپ سے منتقل ہوا پوری امت کی طرف۔

لوح محفوظ کیا ہے؟

ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت ہم نہیں جانتے یہ لوح محفوظ کیا ہے؟ اگر ہم اس کی حقیقت نہ جانیں تو ہمارے ایمان میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوتی، اللہ نے یہ نہیں کہا کہ اگر لوح محفوظ کی حقیقت نہیں جانو گے تو تمہارے ایمان کا اعتبار نہیں ہے بس ہم جانتے ہیں کہ لوح محفوظ کوئی جگہ ہے کوئی چیز ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ہم نہیں جانتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَوَّلَ شَیْیءٍ کَتَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ اللہ نے جو بات لوح محفوظ میں سب سے پہلے لکھی ہے وہ تھی کہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد الرسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَضَآءٍ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَآءٍ وَشَکَرَ لِنَعْمَآءٍ کَتَبْتُهٗ صِدِّیْقًا وَ بَعَثْتُهٗ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ۔ جو میری تقدیر اور قضاء کے سامنے سر جھکا دے گا، امتحانوں میں صبر کرے گا اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرے گا۔ میں اس کو اپنے ہاں صدیق لکھ دوں گا اور قیامت کے دن اس کو اٹھاؤں گا تو صدیقوں کے ساتھ اسے اٹھاؤں گا۔ وَمَنْ لَّمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَآءٍ وَلَمْ یَشْکُرْ نَعْمَآءً فَلْیَتَّخِذْ اِلٰهًا سِوَایَ جس نے میری تقدیر کے سامنے سر نہ جھکایا، مصیبتوں پر صبر نہ کیا، میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو اس کو چاہئے میرے علاوہ کوئی اور معبود بنا لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

دوسری زندگی

اٰیَاتُهَا ۱۷ (۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) رُكُوْعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ
نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ
دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ
تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ
ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

ترجمہ:...... قسم ہے آسمان کی، اور رات کو آنے والے کی۔(۱) اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ (۲) چمکتا ہوا ستارہ! (۳) کہ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کی کوئی نگرانی کرنے والا موجود نہ ہو۔(۴) اب انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اُسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ (۵) اُسے ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، (۶) جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔(۷) بے شک وہ اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔(۸) جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی۔(۹) تو اِنسان کے پاس نہ اپنا کوئی زور ہوگا، نہ کوئی مددگار۔(۱۰) قسم ہے بارش بھرے آسمان کی، (۱۱) اور پھوٹ پڑنے والی زمین کی، (۱۲) کہ یہ (قرآن) ایک فیصلہ کن بات ہے۔(۱۳) اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔(۱۴) بے شک یہ (کافر لوگ) چالیں چل رہے ہیں۔(۱۵) اور میں بھی اپنی چال چل رہا ہوں۔(۱۶) لہٰذا (اے پیغمبر!) تم ان کافروں کو ڈھیل دو، اُنہیں تھوڑے دنوں اپنے حال پر چھوڑ دو۔(۱۷)

تشریح:...... یہ سورہ طارق ہے مکی سورت ہے اور اس میں سترہ آیات ہیں اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے دو قسمیں کھائی ہیں فرمایا کہ:

وَمَآ اَدْرٰىكَ اور مَا يُدْرِيْكَ میں فرق

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① (آسمان کی قسم اور طارق کی قسم)

طارق رات میں نمودار ہونے والا، رات میں آنے والا، پھر خود سوال کیا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ اور تمہیں کیا خبر کہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ پاک یہ جو سوال کرتے ہیں ''تمہیں کیا خبر کہ یہ کیا ہے؟'' تو یہ اس چیز کی عزت اور عظمت بتانے کے لئے ہوتا ہے۔ اور جہاں پر اللہ یوں سوال کرتے ہیں وَمَآ اَدْرٰىكَ تو وہاں اس سوال کا جواب خود دیتے ہیں جیسے وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ آگے جواب دیا لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ لیکن جہاں پر أَدْرَاكَ کی بجائے یدریک کا لفظ آئے معنی دونوں کا ایک ہے لیکن وہاں سوال کا جواب نہیں دیا جاتا و مایدریک لعل الساعۃ تکون قریبا، تمہیں کیا خبر ہو سکتا ہے کہ قیامت قریب ہو، لیکن بتایا نہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی، کون سے سال کو، کون سے مہینے، کون سی تاریخ اور کتنے سو سال بعد یہاں پر بھی سوال کیا، تمہیں کیا خبر کہ رات کو نمودار ہونیوالا کیا ہے؟

ستاروں کی دنیا

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ (چمکتا ہوا ستارہ)

جواب دیا کہ (وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے) روشن ہونے والا ستارہ، کوئی ایک ستارہ مراد نہیں بلکہ سارے روشن ہونے والے ستارے مراد ہیں ستاروں کی دنیا اور فلکیات کی دنیا یہ عجیب و غریب دنیا ہے۔ اس کی وسعت اور اس کی عظمت، اس کی اہمیت بتانے کے لئے قسم بھی کھائی، سوال بھی کیا اور پھر اس سوال کا جواب بھی دیا۔ یہ ہماری اتنی وسیع و عریض زمین فلکیات کی دنیا کے مقابلے میں اتنی حیثیت رکھتی ہے جتنا ایک چھوٹا سا ذرہ لاکھوں میل وسیع دنیا کے مقابلے میں حیثیت رکھتا ہے یا جو حیثیت پورے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کو ہے وہی حیثیت اس بڑی زمین طویل و عریض زمین، وسیع زمین کو ستاروں کی دنیا کے مقابلے میں حاصل ہے۔ اس لیے اللہ نے دوسری جگہ پر بھی ستاروں کی قسم کھائی، سورۃ الواقعہ میں فرمایا وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ اگر تمہیں کچھ علم ہو تو تم جان لو کہ یہ میں نے بہت بڑی قسم کھائی ہے لیکن تمہیں اس دنیا کا علم نہیں۔

سائنس بتلاتی ہے کہ کائنات پانچ سو ملین کہکشاؤں پر مشتمل ہے۔ ایک ملین دس لاکھ کا اور ہر کہکشاں ایک ملین سے بھی زیادہ ستاروں پر مشتمل ہے۔ یہ ستارے سارے کے سارے جو لاکھوں کی تعداد میں نہیں، کروڑوں نہیں، اربوں نہیں، کھربوں کی تعداد میں ہیں یہ سارے ستارے گردش میں ہیں۔ زمین بھی ایک ستارہ ہے یہ بھی گردش میں ہے۔ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہے، سورج چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہا ہے۔ یونہی دوسرے ستارے جن کی رفتار ایک گھنٹہ میں لاکھوں میل ہے، دوڑ رہے ہیں، گردش کر رہے ہیں لیکن نہ ٹکراتے ہیں، نہ اپنے محور سے، نہ اپنے مدار سے، نہ اپنے متعین راستے سے ہٹتے ہیں۔ اللہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کون ہے جو ان کی

حفاظت کرتا ہے جوان کو مدار سے، محور سے، راستے سے ہٹنے نہیں دیتا؟ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ میں ان کھربوں گاڑیوں کو روکے ہوئے ہوں، یہ گاڑیاں ہیں لیکن کتنی بڑی بڑی گاڑیاں یہ کھربوں گاڑیاں میں چلا رہا ہوں، ان کا راستہ متعین کرنے والا میں ہوں، انہیں پٹرول فراہم کرنے والا میں ہوں، ان کے لئے راستوں کا تعین کرنے والا میں ہوں اور اگر میں نہ تھاموں تو کون ہے میرے علاوہ جوان کو تھام سکے؟ کوئی لات، کوئی ہُبل، کوئی عزّیٰ، کوئی منات، کوئی سائنس دان، کوئی صاحب علم، کوئی صاحب تحقیق، نہیں! اللہ کہتا ہے میں اس نظام کی حفاظت کر رہا ہوں۔

انسان کے نگہبان

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ (کوئی جان ایسی نہیں ہے جس پر میری طرف سے کوئی نگران مقرر نہ ہو)

میں اگر ستاروں کی لامحدود دنیا کی حفاظت کر سکتا ہوں تو میں انسان کی بھی حفاظت کر سکتا ہوں، میں نے انسان کو ایسے ہی نہیں چھوڑا حفاظت کا ایک پورا نظام ہے۔

حافظ دو معنی میں آتا ہے۔ حافظ ایک تو نگران کے معنی میں اور دوسرا محافظ کے معنی میں آتا ہے دونوں معنی یہاں ہو سکتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ہر انسان کے ساتھ نگران مقرر ہے، سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۱ میں فرمایا لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ اللہ کے چوکیدار ہیں معقبٰت اور باری باری سے آنے والے چوکیدار، شفٹیں بدلتی رہتی ہیں، صبح کے چوکیدار اور شام کے چوکیدار مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ انسان کے آگے بھی پیچھے بھی يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب تک اللہ نہ چاہے تو انسان کو کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکتی، اللہ کے محافظ مقرر ہیں۔ جب اللہ کسی کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں تو اپنے حفاظت کے نظام کو ایک طرف کر لیتے ہیں وگرنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ بچانا چاہتا ہو اور کوئی انسان کو نقصان پہنچا دے، ایسا نہیں ہے کہ محافظ سو جائے چوک جائے، غلطی کر جائے، غافل ہو جائے، اِدھر اُدھر متوجہ ہو جائے اور اللہ نے ان کے ذمہ حفاظت کا جو ذمہ لگایا تھا اس میں کوتاہی کر جائیں، ہاں! اللہ جب خود کسی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں کہ کسی کو زخم، کسی کو بیماری، کسی کو موت تو پھر محافظوں کو بھی ایک طرف ہونے کا حکم دے دیتے ہیں اور محافظ تو اس کے ہیں وہ جب چاہے اور جب تک چاہے حفاظت کرتا ہے جب وہ ہٹا لے تب وہ حفاظت نہیں کرتے۔ کتنے ہی مواقع ایسے پیش آتے ہیں کہ انسان محسوس کرتا ہے کہ موت کے منہ میں جا کر بچ گیا ہوں، سمجھ میں نہیں آتا کیسے بچ گیا، ایکسیڈنٹ ہونے والا تھا، کہتے ہیں قریب سے گاڑی گزر گئی پتہ ہی نہیں چلا، کس نے حفاظت کی اور کیونکر میں محفوظ رہا سمجھ میں نہیں آتا، لیکن اللہ کہتا ہے میں بتلاتا ہوں کس نے بچایا، میں نے تمہارے ساتھ محافظ مقرر کر رکھے ہیں۔

عجیب واقعہ! موت کا وقت اور سبب مقرر ہے

کیماڑی (کراچی) کے علاقے میں مزدور عمارت تعمیر کر رہے تھے۔ غالباً چوتھی یا پانچویں منزل سے ایک مزدور گرا اور خراش تک نہیں آئی، اٹھا اور اپنے پیروں پر چلتا ہوا واپس ان کے پاس پہنچا، سب نے مطالبہ کیا مٹھائی کا، کہہ رہے ہیں کہ چوتھی پانچویں منزل سے گر گئے ہو اور بچ گئے ہو مٹھائی کھلاؤ، ٹھیکیدار نے پیسے دیے جاؤ بھائی! مٹھائی لے کر آؤ، مٹھائی لینے جا رہا تھا روڈ کراس کرتے ہوئے گاڑی نے ٹکر ماری تو مر گیا۔ اللہ اکبر۔"

اللہ نے جگہ بھی مقرر کی تھی، سبب بھی مقرر کیا تھا اور وقت بھی، پانچویں منزل سے گر کر کوئی بچتا نہیں ہے لیکن اس کی زندگی کے ابھی دس منٹ باقی تھے، دس منٹ پہلے اس کو کوئی نہیں مار سکتا تھا اللہ نے جو حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں انہوں نے اس کی حفاظت کی۔ تو حافظ کا معنی محافظ بھی ہے، ہر انسان کے ساتھ اللہ کی طرف سے نگران مقرر ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی حفاظت کا خیال چھوڑ دیں نہیں، یہ اللہ کے نبی کی تعلیم ہے، حفاظت کا انتظام کرنا ہے اس لیے کہ غیب کے نظام کا ہمیں علم نہیں ہے کہ ہمارے لئے کون سا وقت ہمیں تکلیف پہنچنے کا مقرر ہے۔ ہم تو ظاہر کے پابند ہیں لیکن حفاظت کے نظام کو خدائی کا درجہ نہ دے دیا جائے کہ اب تو مجھے کوئی نہیں مار سکتا، میں نے اتنے انتظامات کر لیے ہیں۔

انسان کا ہر عمل محفوظ ہو رہا ہے

اور حافظ کا دوسرا معنی نگران ہے کہ اللہ نے ہر ایک کے ساتھ نگران لگا رکھے ہیں اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ میں اللہ خود بھی جانتا ہوں تم کیا کرتے ہو کہاں کرتے ہو اور کیا سوچتے ہو؟ میں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے تمہارے ساتھ نگران لگا رکھے ہیں جو ایک ایک حرکت کو، ایک ایک عمل کو نوٹ کرتے ہیں۔ نیک کو بھی، بد کو بھی تا کہ کل قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکے کیا ثبوت ہے کہ میں نے یہ جرم کیا تھا؟ وہ محافظ، وہ کراماً کاتبین رجسٹر کھول کر سامنے رکھ دیں گے اور اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اللہ سامنے فلم چلا دے۔ ہم اگر کیمرے تک پہنچ گئے خفیہ طور پر ہماری فلم بن سکتی ہے تو کیا اللہ جس نے عقل عطا کی ہے وہ ایسا نظام نہیں بنا سکتا جس کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے۔ بعض بدبخت تو مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں کہاں ہے مولوی صاحب! فرشتے کہاں ہیں، نظر نہیں آتے۔ ارے پاگل! تم ایسے باریک قسم کے، خفیہ قسم کے کیمرے لگا سکتے ہو جو کسی کی نظر میں نہیں آتے اور تمہاری حرکتیں نوٹ کرتے ہیں تو کیا وہ اللہ نہیں کر سکتا؟ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اللہ کہتا ہے ان انسانوں نے میری ویسے قدر نہیں کی جیسی میری قدر کرنے کا حق تھا۔ اپنے بارے میں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں ہم وہ کر سکتے ہیں اور میرا معاملہ آتا ہے تو ان کی عقل میں نہیں آتا کہ کیسے کر سکتا ہے۔ تو اللہ کی طرف سے محافظ مقرر، نگران

مقرر جو نوٹ کرتے ہیں۔ سورۃ قٓ میں فرمایا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ انسان کی زبان سے جو لفظ نکلتا ہے میری طرف سے نگران تیار بیٹھا ہے اس لفظ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

ایک چھوٹی سی ٹیپ ریکارڈ ہے اس میں نو گھنٹے تک باتیں ریکارڈ کی جاسکتی ہیں۔ کئی کئی گھنٹے نا معلوم اس سے بھی بڑی بڑی ٹیپ ریکارڈ ہوں گی اور اس سے زیادہ وقت چلنے والی، میں کھانستا ہوں تو محفوظ، سانس لیتا ہوں تو محفوظ، بولتا ہوں تو محفوظ، اونچا بولتا ہوں تو اونچا محفوظ، آہستہ بولتا ہوں تو آہستہ محفوظ۔ اگر انسان ایسا انتظام کر سکتا ہے تو کیا اللہ پاک ایسا انتظام نہیں کر سکتا؟ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ ہمارے ساتھ فرشتے مقرر ہیں جو اعمال کو لکھ رہے ہیں جو اقوال کو محفوظ کر رہے ہیں یہ یقین رکھیں کہ میری کوئی حرکت، کوئی عمل اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتا، یہ یقین انسان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے، میرا اللہ دیکھتا ہے، وہ بصیر ہے سمیع ہے خبیر ہے، اس کا ایک پورا انظام ہے نگرانی کا، حفاظت کا، اعمال کے لکھنے کا، اقوال کے محفوظ کرنے کا، یہ یقین انسان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے۔

ایک جملے نے غلامی سے آزادی عطا کر دی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگل میں گئے ایک چرواہے کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا کہا کہ ایک بکری مجھے بیچ دو، مالک اگر پوچھے گا تو کہنا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس نے کہا فَاَيْنَ اللّٰهُ اِذًنْ اے عمر! مالک تو نہیں دیکھ رہا تو کیا اللہ بھی نہیں دیکھ رہا کہ میں مالک کے مال میں خیانت کا ارتکاب کر رہا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا یہ یقین اور اس کے یہ الفاظ بڑے پسند آئے، اس کے مالک سے اسے خریدا اور آزاد کر دیا اور بکریوں کا پورا ریوڑ خریدا اور اس ریوڑ کا اس کو مالک بنا دیا۔ لوگ خیانت سے، بد دیانتی سے، چوری سے، جھوٹ سے، فریب سے پیسہ کمانا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! بعض اوقات امانت اور دیانت کی وجہ سے اللہ پاک چند لمحوں میں غنی کر دیتا ہے اور خیانت پائیدار نہیں ہے، جھوٹ فریب پائیدار نہیں ہے امانت پائیدار ہے امانت کا ثبوت دیا ایک بکری کے پیسے مل رہے تھے اللہ نے بہت ساری بکریوں کا مالک بنا دیا اور آزاد بھی کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر ایک عجیب کلمہ ارشاد فرمایا۔

اعتقتک ھذہ الکلمۃ فی الدنیا من الرق و ارجو ان تعتقک من نار جھنم فی الاخرۃ۔

اس جملے نے تم کو دنیا میں غلامی سے آزادی عطا کر دی ہے۔ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ کلمہ قیامت کے دن تجھے جہنم کی آگ کی غلامی سے بھی آزاد کروا دے گا۔ تو نے ایسا کلمہ کہا ایسے یقین کی بات کی ہے، اللہ کے خوف کی بات کی ہے کہ یہ کلمہ تیرے لئے جہنم سے آزادی کا سبب بن جائے گا۔

تخلیق انسانی کا مادہ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ (انسان کو غور کرنا چاہئے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟)

اللہ کی قدرت پر اس کو بڑا اشکال ہوتا ہے وہ کیسے دوبارہ پیدا کرے گا دوسری زندگی کیسے دے گا؟ کبھی اپنی پہلی زندگی پر بھی غور کر لے، پہلی زندگی تجھے کیسے ملی؟۔

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ (انسان کو پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے پانی سے)

ایک گندے قطرے سے، یہ جو انسان کی تخلیق ہے ایک نطفے سے، ایک قطرے سے، کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ معجزہ کبریٰ ہے بہت بڑا معجزہ۔ باپ کے جسم سے ایک نطفے کی شکل میں نکلتے ہیں تخلیق کے، تولید کے اربوں جرثومے اور ادھر ماں کے اندر سے بیشمار بیضے نکلتے ہیں۔ وہ کون ہے جو اربوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ کو ہزاروں بیضوں میں سے ایک بیضہ سے ملا دیتا ہے اور اس سے انسان پیدا ہو جاتا ہے؟ لکھا ہے کہ مرد کے نطفے میں دو سو پچاس ملین یعنی پچیس کروڑ خلیے ہوتے ہیں اور ماں کے اندر ہزاروں بیضے اور حمل کا جو عمل ہے یہ صرف ایک گھنٹے کے اندر مکمل ہوتا ہے "اللہ اکبر" نطفے کے پچیس کروڑ خلیوں میں سے ایک خلیہ، ایک بیضے کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے پچیس کروڑ تھیلیاں ہوں اور تیس ہزار ساٹھ ہزار کارڈ ہوں اور کہا جائے کہ ان پچیس کروڑ تھیلیوں میں سے ایک تھیلی ایسی ہے کہ اس میں ان ہزاروں کارڈوں میں سے ایک کارڈ پورا آ سکتا ہے تو تم چیک کرو پچیس کروڑ تھیلیوں میں سے ایک تھیلی، ایک لفافہ جس میں یہ کارڈ پورا آ جائے پورا ایک میں ہی آئے گا تم یہ کرو۔ ارے ہزاروں ماہرین ہوں جدید لیبارٹریوں سے لیس اور پھر چیک کرنا شروع کر دیں کہ کون سا خلیہ کونسے بیضے کے مناسب ہے اور اس کی وجہ سے تولید ہو سکتی ہے تو اسی چیک کرنے میں ایک بچہ پیدا کرنے میں سالہا سال لگ سکتے ہیں لیکن یہاں تو دنیا میں انسانوں اور حیوانوں کے روزانہ لاکھوں بچے پیدا ہوتے ہیں۔

وہ کون ہے جو لمحوں کے اندر ان کروڑوں خلیوں میں سے ایک خلیے اور ان ہزاروں بیضوں میں سے ایک بیضہ کا انتخاب کرتا ہے اور ان کو آپس میں ملا دیتا ہے اور اس سے بچہ پیدا کرتا ہے۔

مادہ منویہ کا مرکز

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ (جو نکلتا ہے ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے بیچ میں سے)

وہ غدود جن سے مادّۂ منویہ پیدا ہوتا ہے یہ ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان گردوں کے قریب ہوتے ہیں ارے کون یہ حقیقت بیان کر رہا ہے؟ کس کی زبان سے یہ حقائق کھلوائے جا رہے ہیں وہ مکہ کا دُرِّ یتیم، وہ یتیم جس کا والد اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی چل بسا، جس نے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی اور اگر بالفرض شاگردی اختیار بھی کی ہوتی تو اس وقت عرب اور عجم میں کون تھا، جو ان حقیقتوں کو بیان کرنے والا تھا۔ ان کا تو شعر و شاعری سے شغف ادب سے شغف، اور قصے کہانیوں سے شغف لیکن یہ سائنسی حقیقتیں یہ طبی حقائق بیان کرنے والا اس وقت

نہ عرب میں کوئی تھا نہ عجم میں تھا جس وقت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے وہ حقائق بیان کیے جارہے تھے کہ آج ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے بعد ابھی سوسال کے اندر اندر انسان ان حقیقتوں تک پہنچا ہے اور ماننے پر مجبور ہے کہ واقعی آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے محمد بن عبداللہ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ فرمایا تھا، واقعی یہی ہے منی کا مرکز، یہیں سے نطفہ نکلتا ہے۔

تخلیق انسانی قیامت پر دلیل ہے

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾

جو اللہ تجھے پانی کے ایک قطرے سے پیدا کرسکتا ہے (وہ تجھے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) وہ اس کو لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ دنیا کا اصول ہے ایک چیز کو ابتدا میں بنانا مشکل ہوتا ہے لیکن اس کو دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتا۔ اسی لیے اللہ فرماتے ہیں وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ابتدا میں بھی اللہ نے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی اللہ ہی پیدا کرے گا اور یہ تو تمہاری عقلیں بھی مانتی ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اگر ماں اور باپ کے جسم میں سے بکھرے ہوئے اجزاء میں سے اللہ پاک خلیوں کو، بعض جراثیم کے اجزاء کو اکٹھا کر کے تمہیں جیتا جاگتا انسان بنا سکتا ہے تو مٹی میں بکھرے ہوئے تمہارے اجزاء کو بھی جمع کر کے جیتا جاگتا انسان بنا سکتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اس مضمون کو بار بار بیان کیا گیا اس لیے کہ یہ بات ایسی ہے جو کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ مشرکین بڑے تعجب سے کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ارے! جب ہم مرجائیں گے اور مٹی میں رل مل جائیں گے تو پھر ہمیں پیدا کیا جائے گا یہ تو بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے، بہت مشکل بات معلوم ہوتی ہے۔ اللہ نے ان کے اس اشکال اور اس اشتباہ کو قرآن میں مختلف انداز میں بیان بھی کیا اور اس کو دور کیا کہ میں تو وہ اللہ ہوں جو ضد سے ضد کو پیدا کرتا ہے۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ میں مردے سے زندہ کو نکالتا ہوں، زندہ سے مردہ کو نکالتا ہوں۔ مرغی سے انڈا نکالتا ہوں، انسان کے نطفے سے انسان کو نکالتا ہوں اور بیج سے درخت کو پیدا کرتا ہوں، رات سے دن کو نکال لیتا ہوں اور دن سے رات کو نکال لیتا ہوں، میں اللہ جو ضد سے ضد کو پیدا کرسکتا ہوں مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ کو پیدا کرسکتا ہوں۔ تم مردہ غذا کھاتے ہو اور اللہ پاک اس سے خون بنا رہا ہے، جسم کے اجزاء بنا رہا ہے، غذائیت دے رہا ہے اور ہڈیاں بن رہی ہیں اور چربی بن رہی ہے اور گوشت بن رہا ہے اور ذہن کو طاقت مل رہی ہے۔ تو اللہ نے کہیں یوں بیان فرمایا کہ میں ضد سے ضد کو پیدا کرتا ہوں تو میں تمہیں بھی پیدا کرسکتا ہوں اور یہ دلیل تو اکثر قرآن میں بیان فرمائی اللہ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو میں آسمان سے پانی برساتا ہوں، زمین مردہ ہوتی ہے، کہیں سبزے کی پتی تک نظر نہیں

آتی تو میں پانی برسا کر اس مردہ زمین میں سے نباتات نکال دیتا ہوں تو کیا تمہیں اس طریقے سے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ سورۂ کہف میں فرمایا مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۔ ارے بیوقوفو! وہ اللہ جو آسمان وزمین جیسی عظیم دنیا بنا سکتا ہے وہ کیا تمہارے جیسا چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکتا؟ بَلٰٓى کیوں نہیں اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور سورۂ یٰسین میں فرمایا وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ہمارے لیے تو مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق بھول گیا کہ میں کیا ہوں کہاں سے پیدا کیا گیا ہوں اور پوچھتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو کون زندہ کرے گا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وہی اللہ پیدا کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا بیشک وہ اسے لوٹانے، پر دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

قیامت کے دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ (جس دن تمام راز ظاہر کر دیے جائیں گے)

دوبارہ پیدا کرے گا اور پھر قیامت کے دن سارے راز ظاہر کر دیے جائیں گے۔ راز دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو انسان نے چھپ چھپ کے گناہ کیے ہیں خفیہ طور پر لوگوں سے نظریں بچا بچا کر۔ فرمایا کہ ان رازوں کو بھی ظاہر کر دیا جائے گا الا یہ کہ انسان توبہ کر لے، تو اللہ پاک اس کے خفیہ گناہوں پر بھی پردہ ڈال دے گا اور اس کے اعلانیہ گناہوں پر بھی پردہ ڈال دے گا ورنہ اس دن رازوں کو ظاہر کیا جائے گا سب کچھ سامنے آ جائے گا۔ اور رازوں کو ظاہر کرنے کا ایک اور مطلب بھی ہے وہ یہ کہ کون سا عمل کس نیت سے کیا تھا یہ بتا دیا جائے گا "اللہ اکبر" اللہ معاف فرمائے بسا اوقات ہم ایک عمل کرتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہوتا دکھاوا ہوتا ہے، شہرت ہوتی ہے، ریاء ہوتی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں اس دن ظاہر کر دیا جائے گا یہ عمل کس لیے کیا تھا۔ دنیا کو تم نے دھوکا دیا لیکن مجھے دھوکا نہیں دے سکتے، میں جانتا تھا تم کیوں کر رہے ہو۔ لوگ مجھے سخی کہیں، بہادر کہیں، میرے علم کی تعریف کریں، میری خطابت کی تعریف کریں، میری فیاضی کی تعریف کریں، میری مالداری کی تعریف کریں اور میرے خشوع و خضوع کی تعریف کریں، میری نیکی کی تعریف کریں اور وہ تعریف تو ہو گئی تم نے میرے لیے یہ اعمال نہیں کیے تھے۔ اللہ سے دعا کیا کریں اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عُيُوْبِيْ وَاغْفِرْ ذُنُوْبِيْ اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دینا اور میرے گناہوں کو معاف فرما دینا اگر وہ ذلیل کرنا چاہے تو دنیا میں ذلیل کر دے اور اگر توبہ نہ کی تو ذلیل ہونا پڑے گا۔

توبہ کا پردہ گناہوں کو ڈھانپ لے گا

ایک ہی پردہ ہے جو ہمیشہ کا پردہ بن سکتا ہے۔ایسا پردہ جسے نہ کوئی انسان پھاڑ سکتا ہے اور اللہ کا تو وعدہ ہے کہ میں اس پردے کو نہیں پھاڑوں گا۔وہ کون سا پردہ ہے توبہ کا پردہ، گناہوں پر توبہ کا پردہ ڈال دیا جائے تو کوئی انسان تو نہیں پھاڑ سکے گا۔وہ اللہ، جو جانتا ہے کہ اس پردے کے نیچے کیا ہے وہ بھی پردہ نہیں اٹھائے گا، میں نے معاف کر دیا۔بعض احادیث میں تو یہاں تک آیا ہے جس نے سچے دل سے توبہ کی تو اللہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ معافی تو لکھو ہی اس کے نامۂ اعمال سے ان گناہوں کو بھی مٹا ہی دو تا کہ جب اس کے سامنے کل نامہ اعمال نظر آئے تو صرف ایسا نہیں کہ گناہوں پر کاٹا ہو بلکہ گناہ اس کو دکھائی نہ دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بندہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر شرمندہ نہ ہو یہ دنیا میں شرمندہ ہو چکا میں دوبارہ اس کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا یہ توبہ کر چکا اب میری غیرت کا تقاضا یہ نہیں ہے۔ میرے رحمٰن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اب میں اس کو کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہونے دوں نہ کسی انسان کے سامنے، نہ خود اپنے سامنے۔

کوئی طاقت اور مدد کام نہیں آئے گی

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾

رازِ ظاہر کر دیے جائیں گے (تو اس کے پاس نہ زور ہوگا، نہ کوئی مددگار) نہ کوئی زور کہ عذاب سے بچاؤ ہو سکے، نہ کوئی مددگار اور نہ رازوں کی حفاظت کرنے والا۔یہاں تو ہمارے راز کسی کو معلوم ہو جائیں تو کہیں ہم طاقت کے زور پر اس کی زبان بند کروا دیتے ہیں، کبھی دوستی کی بنیاد پر کہ کسی کو مت بتانا، اپنے تک محدود رکھنا۔لیکن وہاں ایسا نہیں ہو سکے گا نہ اس کے پاس خود زور ہوگا نہ داخلی زور نہ خارجی زور ہوگا نہ کوئی جماعت، نہ کوئی دوست ہو، نہ کوئی جتھا ہو، نہ کوئی وڈیرا جو اس کو بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾ (بار بار برسنے والے آسمان کی قسم! بادل کی قسم)!

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ (پھٹنے والی زمین کی قسم)!

بار بار بادل برستا ہے یہ دریا، یہ نہریں، یہ سمندر، یہ چشمے، یہ کہاں سے رواں دواں ہیں، کہاں سے پانی آ رہا ہے؟ آسمان سے اللہ پاک برسا رہے ہیں اور پانی مہیا ہو رہا ہے۔زمین کے سینے میں پانی کہاں سے آیا آسمان سے برستا ہے زمین میں اللہ محفوظ کر دیتے ہیں۔بار بار برسنے والے آسمان اور بادل کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! کہ جب زمین کا سینہ پھٹتا ہے اور اس میں نرم و نازک کونپل نکلتی ہے کونپل بھی اللہ کی قدرت اور اللہ کے وجود کی نشانی

ہے زمین کا سینہ اتنا ٹھوس کہ بعض اوقات اس میں سوراخ کرنے کے لئے کیل ٹھوکنی پڑتی ہے اور جو پتی نکلتی ہے وہ کتنی نرم و نازک ہے ارے کون ہے جو اس پتی کے لئے زمین کے سینے کو پھاڑ دیتا ہے؟ اس پتی کے اندر تو کوئی طاقت نہیں ہے کہ وہ زمین کے سخت سینے کو پھاڑ سکے۔ پھر دیکھیے آسمان سے بارش برستی ہے، زمین اس سے فیض یاب ہوتی ہے، زمین کے مختلف ٹکڑے ہیں کہیں پھول اگتے ہیں کہیں کانٹے اُگتے ہیں اور زمین پر محنت کی جائے تو اچھی فصلیں وہاں سے حاصل ہوسکتی ہیں اللہ ان دونوں کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں۔

قرآن فیصلہ کُن کلام ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ (بے شک یہ قرآن فیصلہ کن بات ہے)

قسم اٹھا کر فرمایا برسنے والے آسمان کی قسم، پھٹنے والی زمین کی قسم، یہ قرآن فیصلہ کن بات ہے۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ (کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے)

لوگو! کہیں یہ نہ سمجھو کہ ایسے ہی کہانیاں اور قصے اور دل بہلانے کی باتیں کردی گئیں۔ نہیں، یہ فیصلہ کن بات ہے اور پھر جیسے آسمان سے بارش برستی ہے زمین سیراب ہوتی ہے اور زمین کو اگر جھاڑ جھنکاڑ سے پاک کرلیا جائے صاف کرلیا جائے تو زمین سے اچھی فصل ہوسکتی ہے۔ اللہ کی قسم اگر دل کی زمین کو صاف کرلیا جائے تو پھر جب قرآن کی بارش اس پر برستی ہے تو پھر ایمانی انوار اور روحانی پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ ترمذی کی روایت ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کتاب اللّٰہ فیه من نبامن قبلکم و خبر من بعد کم و حکما ما بینکم لوگو! یہ اللہ کی کتاب ہے اس کتاب میں پہلوں کے قصے ہیں تمہارے بعد کی خبریں ہیں اور آپس کے معاملات کے فیصلے ہیں ھو الفصل لیس بالھزل یہ فیصلہ کن کلام ہے کوئی ہنسی مذاق والا کلام نہیں من ترکه من جبّارٍ قسمه و من ابتغی الھدیٰ فی غیرہٖ اضلّه اللّٰہ جو جبار ظالم میری اس کتاب کو چھوڑے گا اللہ اس کو تباہ کردے گا اور جو شخص میری کتاب کو چھوڑ کر کہیں اور ہدایت کو تلاش کرے گا اللہ اس کو گمراہ کردے گا۔ یہ ہدایت دینے والی کتاب ہے، ہدایت اس سے ملے گی، ہدایت کا آخری منبع ہے، آخری سرچشمہ، پیاسوں کو پانی یہیں سے ملے گا، ہاں گمراہوں کو ہدایت یہیں سے ملے گی، اندھوں کو آنکھیں یہیں سے ملیں گی، اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو روشنی یہیں سے ملے گی قرآن کے علاوہ روشنی کا کوئی اور راستہ باقی نہیں رہا۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ (وہ مشرکین چال چل رہے ہیں)

حضور اکرم ﷺ کو، قرآن کو ناکام بنانے کے لئے چالیں چلتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا مطلب

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ (میں بھی چال چل رہا ہوں)

میں بھی تدبیر کر رہا ہوں لفظی معنی کر رہا ہوں۔معاذ اللہ یہ نہیں کہ وہ دھوکہ دے رہے تھے۔اللہ فرما رہے ہیں یہ بھی تدبیر کر رہے ہیں میں بھی تدبیر کر رہا ہوں وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ یہ بھی تدبیریں کرتے ہیں اللہ بھی تدبیر کرتا ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور اللہ کی تدبیر سب سے بہتر ہوتی ہے۔لیکن اللہ مہلت دیتا ہے اس لیے کہ وہ رحمان ہے، رحیم ہے، غفار ہے، ستار ہے، غفور ہے، وہاب ہے، اور یہ بد بخت مہلت کو اپنے لیے بجائے رحمت بنانے کے زحمت بنا لیتا ہے اس کو چاہئے کہ اس مہلت سے فائدہ اٹھائے، اس مہلت کو اللہ کو راضی کرنے کے بجائے اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں میں لگا دیتا ہے۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ (کافروں کو مہلت دے دیجئے، ان کو چھوڑ دیجئے تھوڑی دیر کے لئے)

سورۂ قلم میں فرمایا:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ

کہ ہم ان کو ایسی جگہ سے پکڑیں گے کہ جہاں ان کو پتا ہی نہیں ہوگا اور میں ان کو مہلت دے رہا ہوں میری تدبیر بڑی سخت ہے۔کل کے منکروں مخالفوں دشمنانِ دین کو بھی اللہ نے مہلت دی آج بھی اللہ مہلت دے رہے ہیں لیکن جب اللہ پکڑے گا تو پھر اللہ کی پکڑ سے کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے اور اپنی پکڑ کے آنے سے پہلے ہی مہلت سے فائدہ اٹھانے اور توبہ کرنے کی توفیق دے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ

موضوع

توحید اور قدرت کے دلائل

اٰیَاتُہَا ۱۹ (۸۷) سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ (۸) رُکُوْعَاتُہَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ وَالَّذِىْٓ
اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ
اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ
الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ
الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ
فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى
الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

ترجمہ:......اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو جس کی شان سب سے اُونچی ہے،(۱) جس نے سب کچھ پیدا کیا اور ٹھیک ٹھیک بنایا،(۲) اور جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز دیا، پھر راستہ بتایا۔(۳) اور جس نے سبز چارہ (زمین سے) نکالا۔(۴) پھر اُسے کالے رنگ کا کوڑا بنا دیا۔(۵) (اے پیغمبر!) ہم تمہیں پڑھائیں گے، پھر تم بھولو گے نہیں،(۶) سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے۔ یقین رکھو وہ کھلی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے، اور اُن چیزوں کو بھی جو چھپی ہوئی ہیں۔(۷) اور ہم تمہیں آسان شریعت (پر چلنے کے لئے) سہولت دیں گے۔(۸) لہٰذا تم نصیحت کیے جاؤ، اگر نصیحت کا فائدہ ہو۔(۹) جس کے دِل میں اللہ کا خوف ہوگا، وہ نصیحت مانے گا(۱۰) اور اُس سے دور وہ رہے گا جو بڑا بدبخت ہوگا،(۱۱) جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا،(۱۲) پھر اُس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔(۱۳) فلاح اُس نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی،(۱۴) اور اپنے پروردگار کا نام لیا، اور نماز پڑھی۔(۱۵) لیکن تم لوگ دُنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو،(۱۶) حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔(۱۷) یہ بات یقیناً پچھلے (آسمانی) صحیفوں میں بھی درج ہے،(۱۸) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔(۱۹)

تشریح:...... یہ سورۃ الاعلیٰ ہے اس میں انیس آیات ہیں فرمایا کہ:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾ (تسبیح بیان کیجیے اپنے رب کے نام کی جو کہ بلند و برتر ہے)

تسبیح کا معنی ہے تنزیہ اور تنزیہ کا معنی ہے اللہ پاک کو ان باتوں سے پاک قرار دینا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ کمزوری اس کی شان کے لائق نہیں، بیماری، عیب، نقص، جہالت، عدم، فنا، اولاد، سہارا، نیند، اونگھ وغیرہ وغیرہ نامعلوم کتنے عوارض ہیں جو اللہ کی شان کے لائق نہیں ہیں ان سب سے اللہ کو پاک قرار دینا یہ تسبیح ہے۔

ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے

اللہ کہتا ہے کائنات کی ہر چیز میری تسبیح بیان کرتی ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ یہ کوے جن کی کائیں کائیں کی آواز آپ کو آتی ہے اور شام کے وقت چڑیوں کے چہچہانے کی آواز یہ سب اپنی اپنی زبان میں اپنے اپنے انداز میں اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ سورۃ اسراء میں اللہ نے بیان کیا تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ بھی اور خود آسمان اور زمینیں یہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز اس کی تسبیح اور تعریف بیان کرتی ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔ کیڑے مکوڑوں کی اپنی زبان ہے اور چرند پرند کی اپنی زبان ہے، زمین و آسمان کی اپنی زبان ہے، پہاڑوں کی اپنی زبان ہے، ندی نالوں کی اپنی زبان ہے جس زبان سے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر کوئی چیز زبان حال سے تسبیح بیان کرتی ہے اور کوئی چیز بیان قال سے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے کسی کا حال یہ بتاتا ہے کہ یہ اللہ کی اتباع کر رہی ہے، اللہ کی تسبیح کر رہی ہے، اللہ کی تحمید کر رہی ہے اور کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ انہیں دیکھ کر بے ساختہ ہماری زبان سے سبحان اللہ کے الفاظ نکل جاتے ہیں۔ تو یہاں پر بظاہر تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا لیکن اپنے نبی کے واسطے سے سب کو حکم دیا کہ تم اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کرو جو کہ بلند و برتر ہے اور خود حضور اقدس ﷺ نے تو اس حکم کے آتے ہی فوراً اس کی تعمیل بھی فرما دی۔ اللہ نے کہہ دیا تسبیح بیان کرو اور آپ نے اللہ کی تسبیح بیان کرنا شروع فرما دی اور امت کو بھی اس کا حکم دے دیا۔ ابن ماجہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ اتری فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ تو ہمیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اجعلوها في ركوعكم تم اسے اپنے رکوع میں رکھ لو چنانچہ ہم نے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا شروع کر دیا جب یہ آیت کریمہ اتری سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى تو آپ نے فرمایا اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ اسے تم اپنے سجدوں میں کہا کرو چنانچہ ہم نے سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہنا شروع کر دیا تو یہ اسی حکم کی تعمیل ہے۔ اسم سے ذات

وصفات دونوں مراد ہوسکتے ہیں نام کی تسبیح یعنی اس کی ذات کی تسبیح۔بعض نے کہا نام ہی مراد ہے اس کے نام کو بھی ہر عیب اور نقص سے پاک رکھنا ضروری ہے اس کے لیے کوئی ایسا نام تجویز کرنا جائز نہیں جس نام سے نقص اور عیب کا اظہار ہوتا ہو اور اس کی ذات کی بھی تسبیح اور پاکی بیان کرنا ضروری ہے۔

تخلیق کائنات میں اللہ کی دقیق حکمتیں

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝۲ (جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی نوک پلک سنواری، پھر اس کو اعتدال سے بنایا، پھر اس کو برابر کیا)

جتنی بھی چیزیں اس نے پیدا کیں چاہے وہ فرشتے ہوں، انسان ہوں، چوپائے ہوں، نباتات ہوں ہر چیز کو بنایا اور بہت اچھے طریقے سے بنایا۔امام غزالیؒ نے فرمایا اور برحق فرمایا کہ کائنات کو جتنا خوبصورت اللہ نے بنایا ہے اس سے زیادہ خوبصورت بنایا ہی نہیں جاسکتا تو ہر چیز کو جیسے بنانا چاہیے تھا ویسے ہی بنایا پہاڑوں کو ایسے ہی بنانا چاہیے تھا، زمین کو یونہی بنانا چاہیے تھا، آسمان کو یونہی بنانا چاہیے تھا اور درختوں کو ایسے ہی بنانا چاہئے تھا اور حیوانوں میں لے لیں تو بے شمار قسمیں ہیں تو ہر حیوان کو اللہ نے جیسے پیدا کیا ویسے ہی پیدا کرنا چاہیے تھا۔ساری چیزیں ایک جیسی ہوتیں آپ اندازہ کیجیے ہر طرف مور ہی مور ہوتے تو اس کائنات میں کیا حسن تھا ہر طرف مور ہی مور ہیں یہاں تو جیسے موروں سے حسن ہے اسی طریقے سے ان کوّوں سے کائنات کے اندر حسن ہے جیسے بلبل کی مترنم آواز اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس کائنات میں حسن پیدا کرتی ہے اسی طریقے سے کوّوں کی یہ بے ڈھنگی آواز بھی کائنات میں حسن پیدا کرتی ہے جیسے اس نے کائنات کو بنایا ایسے ہی کائنات کو ہونا چاہیے تھا۔ہر چیز کو خوبصورت بنایا جیسا قد کسی کے مناسب تھا ویسا قد کسی کو دیا جیسی آنکھیں کسی کے لیے مناسب تھیں ویسی آنکھیں دیں اور جیسی ٹانگیں کسی کے لیے مناسب تھیں ویسی ٹانگیں دیں۔

قَدَّرَ کا پہلا معنی

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳ (جس نے اندازہ لگایا)

قَدَّرَ کا معنی ہوتا ہے اندازہ لگانا، تقدیر بھی اسی سے ہے اور مقدر کرنا بھی اس کا معنی ہے اور یہ بھی معنی کر سکتے ہیں کہ ہر چیز کے اندر اس کی خصوصیات رکھ دیں پھر رہنمائی بھی فرمادی ہر چیز کے اندر منافع رکھ دیئے پیٹرول میں کیا منافع ہیں، تیل میں کیا منافع ہیں، پانی میں کیا منافع ہیں لوہے میں کیا منافع ہیں، سونے میں کیا منافع ہیں، چاندی میں کیا منافع ہیں، ہوا میں کیا منافع ہیں، نباتات میں کیا منافع ہیں، ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں ان کے اندر کیا منافع ہیں یہ منافع رکھ دیئے اور پھر انسان کی اس طرف رہنمائی بھی کردی کہ دیکھو اس چیز میں تیرے لیے یہ

فائدہ ہے اس میں یہ فائدہ ہے ایک جڑی بوٹیوں کے جہان کو لے لیں اتنا وسیع وعریض جہاں اتنی بڑی دنیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ دنیا کا کوئی حکیم اور کوئی ڈاکٹر اور کوئی سائنسدان ایسا ہو جسے دنیا بھر کی ساری جڑی بوٹیوں کے بارے میں پوری مہارت ہو اور سب کی خصوصیات اور سب کے منافع اس کو معلوم ہوں بعض اوقات دیکھتے ہیں تو ایک ایک کتاب ایک جڑی بوٹی کے بارے میں لکھی ہوتی ہے اس میں ساری بیماریوں کے علاج لکھے جاتے ہیں کبھی کبھی تو مذاق کے طور پر میں کہتا ہوں کہ یہ حکیم تو ایسے لکھتے ہیں کہ ایک ہی پھل ایسا کہ اس کے اندر تمام بیماریوں کا علاج ہے اور ایک ہی پودا ایسا ہے، ایک ہی پھول ایسا ہے، اور ایک بوٹی ایسی ہے، گویا کہ اس سے ساری بیماریوں کا علاج ہو جاتا ہے جب ایک ایک بوٹی کا یہ حال ہے تو جہاں لاکھوں بوٹیاں ہوں! بے شمار بوٹیاں تو ایسی ہیں جو پاکستان کے اندر نہیں ہیں ہندوستان میں ہیں بے شمار بوٹیاں ایسی ہیں جو ہندوستان میں نہیں ہیں بنگلہ دیش میں ہیں بے شمار ایسی ہیں جو افریقہ میں ہیں، بنگلہ دیش میں نہیں بے شمار ایسی ہیں جو عرب میں ہیں افریقہ میں نہیں ہیں بے شمار ایسی ہیں جو امریکہ میں ہیں دنیا کے دوسرے خطوں میں نہیں ہیں پرندوں کا یہی حال ہے کیڑے مکوڑوں کا یہی حال تو ان کے اندر اللہ پاک نے مختلف قسم کے منافع اور مختلف قسم کی خصوصیات رکھدیں اور پھر انسان کو ان سے نفع اٹھانے کا ڈھنگ سکھادیا تاکہ سمجھ لے اور کائنات کو کنٹرول کر لے میں نے یہ سب کچھ تیرے لیے پیدا کیا ہے اور تجھے میں نے اپنے لیے پیدا کیا ہے سب تیری خدمت کے لئے اور تجھے نفع پہنچانے کے لئے اور تو میری عبادت کے لئے اور میری خلافت کے لئے اور دنیا میں میرے حکموں کو جاری کرنے کے لئے ہے۔

قَدَّرَ کا دوسرا معنی

دوسرا معنی یہ بھی ہے قَدَّرَ فَهَدٰى ہر چیز کے اندر اس کی خصوصیات رکھدیں ہر چیز کو اس کی ذمہ داری بتلادی۔

زندگی گزارنے کے لئے جس قسم کے اعضاء کی اس کو ضرورت تھی وہ اعضاء دے دیئے غذا کی ضرورت تھی وہ غذا بھی اس کو بتادی اور وہ چیز زندگی کہاں گزارے گی یہ بھی بتادیا، کوئی بل اور سوراخ میں، کوئی آشیانے میں اور کوئی خشکی میں اور کوئی پانی میں اور پھر نسل کیسے چلے گی انڈے ہوں گے یا بچے ہوں گے اور بچوں کی پرورش کیسے ہوگی حمل کیسے ٹھہرے گا اور یہ چیز زندگی کیسے گزارے گی اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہوگا یہ پہلے طے فرمادیا اور طے فرمانے کے بعد ہر چیز کو اپنے مقاصد کی تکمیل کی ہدایت بھی دے دی ہدایت صرف انسان کو نہیں دی بلکہ اللہ نے حیوان کو بھی دی ہے یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں کو بھی اللہ نے ہدایت دی کیسے زندگی گزارنی ہے یہ بتادیا آپ ایک شہد کی مکھی ہی کو لے لیجئے ہزاروں سال بلکہ اگر کہا جائے کہ لاکھوں سال ہو گئے کہ شہد کی مکھی ایک ہی طرح کا چھتہ بنا رہی ہے اللہ نے اس کے ذمے ایک کام لگادیا تم نے شہد بنانا ہے اور شہد ان کی اپنی ضرورت بھی ہے لیکن اللہ نے اس کو کہہ دیا کہ تمہیں اپنی ضرورت سے زائد بنانا ہے جتنا وہ بناتی ہے اتنا شہد اس کی ضرورت نہیں ہوتا بعض مکھیاں وہ

بھی ہیں بڑی مکھیاں منوں کے حساب سے شہد بناتی ہیں اور کھاتی تو وہ کلو کے حساب سے ہیں ضرورت سے زائد بنا رہی ہے کیوں اللہ کا حکم ہے اللہ کہتا ہے وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی اللہ نے طے کر دیا تھا پھر ان کو ہدایت بھی دے دی کہ یہ کام کیسے کرنا ہے آپ گائے کو دیکھئے گائے دودھ دیتی ہے اپنی ضرورت سے زائد دیتی ہے اس کا بچھڑا کتنا پیتا ہے بیچارہ ایک کلو پیتا ہوگا لیکن ہم ایک کلو بھی اس کو نہیں پینے دیتے ایک چھٹانک سے بھی زیادہ اس کو نہیں پینے دیتے بس اتنا پینے دیتے ہیں کہ دودھ تھنوں میں اتر آئے جب اتر آتا ہے تو اس بیچارے کو بھوکا ہی رہنے دیتے ہیں اور وہ خود سارا ہضم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو وہ ضرورت سے زائد دودھ پیدا کر رہی ہے کیوں؟ اللہ کا حکم ہے وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی اللہ نے پہلے طے کر دیا پھر اس کو ہدایت دے دی کہ یہ کام اس طریقے سے کر رہی ہے میرے دل میں عجیب خیال آیا کہ اکثر یہ چیزیں کائنات میں جو اللہ نے پیدا کیں پیداوار کا کام کرتی ہیں انسانوں کے لئے اپنی ضرورت سے زائد پیدا کرتی ہیں اور واقعتاً ایسا ہوتا ہے کہ ان کی پیداوار انسانوں کے اور حیوانوں کے کام آتی ہے لیکن صرف انسان ہی ایسا بخیل ہے کہ ضرورت سے زائد کماتا ہے لیکن خرچ کرنے کا نام نہیں لیتا، دینے کا نام نہیں لیتا، چاہتا ہے کہ چمٹ جاؤں، خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ جاؤں دوسرا میرے سامنے بھوکا مر جائے لیکن اس کو نوالہ نہ دوں اس کے دل میں ایک تنگی ہے ورنہ اس کائنات کی ہر چیز ایسی ہے جو اپنی ضرورت سے زائد پیدا کرتی ہے اور پھر دیتی ہے لے جاؤ تم استعمال کرو۔ انسان سے زیادہ تو مکھی سخاوت کرتی ہے گائے اور بھینس سخاوت کرتی ہے۔

شہد کی مکھی اور قدرت خداوندی

ہزاروں لاکھوں سال ہو گئے کہ شہد کی مکھی ایک خاص قسم کا چھتہ بناتی ہے چھ کونوں والا چھتہ اور اس کے یہ چھ کونے ایسے برابر ہوتے ہیں کہ جدید ترین، باریک ترین آلات کی مدد سے اگر ان کی پیمائش کی جائے تو ان میں سے کسی کونے میں بھی ہزارویں حصہ کے برابر بھی فرق نہیں ہوگا ایسا چھتہ اور چھتہ کس سے بناتی ہے کوئی آلہ نہیں، کوئی جیومیٹری کا سامان نہیں پیمائش کے آلات نہیں منہ سے اور ہاتھوں سے اور گارا بھی منہ سے بناتی ہے کوئی تغاری بھی نہیں موم کو منہ میں پتلا کرتی ہے اور اسی موم کے ذریعے سے وہ چھتہ بناتی ہے اور اس چھتے میں درجۂ حرارت (کتابوں میں لکھا ہے کہ) پینتیس چھتیس گریڈ سے زیادہ نہیں ہوتا یہ طے شدہ بات ہے کہ باہر کے موسمی حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں مکھی کو یہ ہدایت ملی ہے کہ اندر درجۂ حرارت پینتیس درجۂ حرارت سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ یہ جو قیمتی مشروب اور غذا تم تیار کر رہی ہو اس کے خراب ہونے کا خطرہ ہے چنانچہ وہ اپنے پروں سے ہوا دیتی ہے پانی کا چھڑکاؤ کرتی ہے دوسرے انتظامات کرتی ہے لیکن درجۂ حرارت کو نہ پینتیس گریڈ سے اوپر جانے دیتی ہے نہ نیچے گرنے دیتی ہے۔ اللہ اکبر

اللہ پوچھتا ہے یہ کون کرتا ہے؟ آیا یہ مکھی نے کہیں سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہے اور ہونا یہ چاہیے تھا کہ پاکستان کی

مکھیاں اور مزاج کی ہوتی اور ایشیا کی اور مزاج کی، چین کی اور مزاج کی اور افریقہ کی اور مزاج کی، عرب کی مکھیاں اور مزاج کی لیکن دنیا بھر کی مکھیوں کے اندر ایک اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایسا ہی چھتہ بنانا ہے اور چھ کونوں والا بنانا ہے ارے اس انداز سے بنانا ہے یہ کون ہے جو ان کو اس پر متفق کیے ہوئے ہے؟ اللہ کہتا ہے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا لیکن میں کہتا ہوں وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی اللہ نے طے کردیا کہ یونہی کرنا ہے اور پھر میں ہی ایشیا کی مکھیوں کو ہدایت کرتا ہوں اور افریقہ کی مکھیوں کو ہدایت کرتا ہوں، میں نے ان کو اس کام میں لگا رکھا ہے۔ اللہ اکبر۔ اس چھتے میں اَسّی ہزار مکھیاں ایک وقت میں رہ سکتی ہیں اور اندر صحت اور صفائی اور ملاوٹ سے پاک ہونے کا انتظام اتنا کہ دو محافظ مکھیاں ہمیشہ باہر کے دروازے پر مقرر رہتی ہیں تاکہ کوئی بیرونی مادہ اور باہر کا کیڑا اندر نہ آجائے اور اگر بالفرض آجائے تو جب تک ساری مل کر اس کو نکال نہیں لیتی اس وقت تک ان کو چین نہیں آتا ہے، کوئی ایسی چیز جو خطرناک اور زہریلی ہو اس کو شہد میں لاکر شامل نہیں کرتی ہیں انسان سے کہیں زیادہ صحت اور صفائی کے اصولوں کا لحاظ رکھتی ہیں، انسان دھوکہ دینے کے لئے کہتا تو ہے سو فیصد خالص لیکن سو فیصد خالص ہوتا نہیں ہے جھوٹ بولتا ہے۔

اور انسان کی اخلاقی کمزوری دیکھئے کہ شہد کے اندر مکھی تو ملاوٹ نہیں ہونے دیتی یہ بدبخت خود شہد کے اندر ملاوٹ کرلیتا ہے اس نے صاف ستھری چیز اس کے حوالے کی تھی اس نے اس کے اندر ملاوٹ کردی پھر وہ شہد کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہیں مکھی کے جو نظم وضبط کے اور اس کی محنت اور مشقت والی زندگی کے جو عجیب کام ہیں وہ اگر پڑھیں تو انسان دنگ رہ جاتا ہے شہد کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہے دور دراز کے راستوں میں جاتی ہے لیکن بھٹکتی نہیں ہے یہ کون ہے جو اس کو منزل تک لے جاتا ہے اور اس کو واپس لاتا ہے؟ اللہ کہتا ہے یہ میں ہوں وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی میں ہدایت دیتا ہوں کس پھول سے اس کو شہد کا قطرہ مل جاتا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ واپس آکر دوسری مکھیوں کو تین چیزیں بتلاتی ہے ایک تو یہ کہ شہد موجود ہے، دوسرا فلاں جگہ موجود ہے اس کے لئے خاص قسم کا رقص کرتی ہے جس سے دوسری مکھیاں سمجھ لیتی ہیں کہ اس طرف، شمال کی طرف، جنوب کی طرف، مشرق کی طرف پھول موجود ہیں جن کے اندر شہد دستیاب ہے ایک تو یہ بتلاتی ہے۔ دوسرا یہ بھی بتلاتی ہے کہ وہ پھول کتنے فاصلے پر ہے۔ اس کے لئے اپنے جسم کو خاص طریقے سے حرکت دیتی ہے وہ اس کی حرکت دیکھ کر سمجھ جاتی ہیں کہ فاصلہ کتنا ہے اور تیسرا کام یہ کرتی ہیں کہ جس پھول سے خود چوس چکی ہوتی ہے اس کو خالی کرچکی ہوتی ہے وہاں خاص قسم کی خوشبو چھڑک کر آجاتی ہے تاکہ دوسری مکھی آئے تو اس کی محنت ضائع نہ ہو وہ دوسرے پھولوں کی طرف رخ کریں اس پھول کی طرف رخ نہ کریں۔ ارے کوئی ہے جو خود یہ سب کام کرسکے اللہ کہتا ہے نہیں اگر مکھی کی زندگی پر غور وفکر کرو تو تم جان لوگے کوئی ہے جو قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

وَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ۔ اللہ کہتا ہے میں

نے مکھی کی طرف وحی کی، مکھی کو حکم دیا گھروں میں، پہاڑوں میں، درختوں میں چھتے بناؤ پھر کہا کہ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ مختلف پھلوں سے شہد حاصل کرو۔ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا میں تیرے لیے راستوں میں آنا جانا آسان کردوں گا۔ تو بھولے بھٹکے گی نہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے واللہ اعلم یہ بات کہاں تک صحیح ہے صرف چالیس دن شہد کی مکھی کی زندگی ہوتی ہے ان چالیس دنوں میں زمین سے لے کر چاند تک جتنا سفر ہے اس سے زیادہ سفر ایک مکھی طے کرتی ہے اور اس کے لیے قطرہ قطرہ کر کے شہد حاصل کرتی ہے اور زندگی بھر ایک مکھی تقریباً ایک چچ کے برابر شہد اکٹھا کرتی ہے، کتنی محنت سے انسانوں کے لئے یہ چیز اختیار کر رہی ہے۔ اللہ کہتا ہے ہم نے ان کے لئے یہ راستے آسان کر دیئے پھر ملکہ ہے، اس کی اتباع میں ساری مکھیاں اس کے پیچھے چلتی ہیں اس کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کر سکتی۔ تو فرمایا کہ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى جس نے ہر چیز کے لئے فیصلہ کر دیا کہ زندگی کیسے گزارنی ہے اور پھر زندگی گزارنے کی اس کو ہدایت بھی دے دی۔

کنگرو اور قدرت خداوندی

کنگرو نام کے جانور کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا یہ عام طور پر آسٹریلیا کے اندر پایا جاتا ہے یہ مادہ کنگرو مسلسل تین بچے جنتی ہے اور جب اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ جنس کی حالت میں ہوتا ہے۔ میں نے کتاب میں لکھا ہوا دیکھا کہ مونگ پھلی کے دانے کے برابر ہوتا ہے ابھی اس کی شکل وصورت نہیں بنتی پہلے ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ باہر آ کر اس کی شکل وصورت بنتی ہے، اعضاء بنتے ہیں ماں کی تھیلی میں آ جاتا ہے یہاں سے دودھ، پینا شروع کرتا ہے اور اس کی تکمیل اور تحمیل کے مراحل طے ہونا شروع ہوتے ہیں، ایک سو نوے دن اس تھیلی میں رہتا ہے ایک سو نوے دن کے بعد تھیلی سے باہر نکلنے کے قابل ہوتا ہے اور تقریباً دو سو پچیس دن کے بعد وہ مکمل تھیلی کو چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن ابھی یہ تھیلی میں ہوتا ہے کہ دوسرا بچہ پیدا ہو جاتا ہے پھر یہ کھانے کے قابل ہو جاتا ہے کہ تیسرا بچہ پیدا ہو جاتا ہے تقریباً چھ چھ مہینے کے فرق سے یہ تین بچے یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے ہیں اور اتنے مہینوں کے بعد وہ پیدا ہوتے ہیں انھیں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ پستان ہوتا ہے اور الگ الگ نپل ہوتی ہے ہر ایک کے دودھ کا معیار الگ الگ ہوتا ہے جو چند دن کا بچہ ہے اس کے دودھ کا معیار اور ہے جو چھ مہینے کا ہے اس کے دودھ کا معیار اور ہے جو اس سے بڑا ہے اس کے دودھ کا معیار اور ہے۔ اللہ اکبر

ماں ایک ہے پستان ایک جگہ پر ہیں لیکن الگ الگ۔ تین پستان ہیں اور اللہ نے تینوں کی عمروں کا لحاظ کرتے ہوئے جیسی غذا کی ان کو ضرورت تھی اس کے مطابق دودھ کا معیار برقرار رکھا۔ اللہ کہتا ہے کون ہے جو یہ کرتا ہے کوئی ہے ڈاکٹر جو کنگرو مادہ کے پیٹ میں بیٹھا ہوا ور دودھ کی کوالٹی کو اور اس کی غذائیت کو کنٹرول کر رہا ہو؟ اللہ کہتا ہے نہیں وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى میں نے طے کیا کہ اس نے کیسے بچے پیدا کرنے ہیں اور پھر میں نے ہی اس کو ہدایت دے دی

کہ تم نے بچوں کی پرورش کیسے کرنی ہے اور کون سا دودھ کس بچے نے پینا ہے۔ حالت یہ ہے کہ ایک بچہ دوسرے بھائی کے پستان پر منہ نہیں مارتا ہے اس لیے کہ وہ دودھ اس کی حالت کے موافق نہیں وہ اس سے زیادہ طاقت والا ہے یا اس سے کمزور تر ہے۔ اللہ کہتا ہے میں نے طے کیا اور میں ہی ہدایت دیتا ہوں۔

مگرمچھ اور قدرت خداوندی

آپ جانتے ہیں مگرمچھ کتنا خوفناک جانور ہے اس کے نام ہی سے خوف آتا ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مگرمچھ مادہ جو ہوتی ہے وہ انڈے دیتی ہے وہ انڈے ایسی جگہ رکھتی ہے جہاں درجۂ حرارت تیس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اس درجۂ حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتی ہے، ریت کے اندر کھڈا بناتی ہے، پانی لاتی ہے، مختلف قسم کے حیلے بہانے کرتی ہے، تاکہ درجۂ حرارت تیس سے بڑھ نہ جائے، جب اس کے بچے پیدا ہو جاتے ہیں تو آپ کو پتہ ہے کہ اس کے بچے رہتے کہاں ہیں؟ اس کے بچے اس کے منہ کے اندر بنی ہوئی جبڑوں کے درمیان، دانتوں کے درمیان تھیلی ہوتی ہے جس میں مگرمچھ مادہ کے بچے رہتے ہیں، چھ بچے بیک وقت اس میں رہ سکتے ہیں وہ مگرمچھ جو ایک بوٹی کے لئے بھوکی مرتی ہے اللہ نے اس کے جبڑوں میں بالکل دانتوں کے درمیان تھیلی بنادی۔ میں نے ایک کتاب میں اس تھیلی کی تصویر دیکھی تو دنگ رہ گیا دونوں طرف خطرناک دانت اور ان کے ساتھ ہی وہ تھیلی بنی ہوئی ہے جس کے اندر ان کے بچے رہتے ہیں یہ کون ہے جو اس بھوکی مادہ مگرمچھ کو روک لیتا ہے؟ جو ایک بوٹی کے لئے بھوکی ہے تم نے ان بچوں کو کھانا نہیں ہے ان کی پرورش کرنی ہے اللہ کہتا ہے یہ میں کرتا ہوں وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی میں نے طے کر دیا پھر میں اس کو ہدایت بھی دیتا ہوں کہ تم نے یوں کرنا ہے۔

کوئل اور قدرتِ خداوندی

میں آپ کو اللہ کی ہدایت کی ایک عجیب ترین مثال دیتا ہوں کوئل آپ نے دیکھی بھی ہو گی نام بھی سنا ہو گا لیکن یہ بہت کم جانتے ہوں گے کہ یہ جب انڈے دیتی ہے تو اپنے انڈوں سے خود بچے نہیں نکالتی اور ایک موسم میں یہ تقریباً بیس انڈے دیتی ہے یہ انڈے دینے کے لئے ایسے وقت اور موسم کا انتخاب کرتی ہے جب اس کے سائز کا کوئی دوسرا پرندہ انڈے دے رہا ہو تو اس کی جاسوسی کرنا شروع کر دیتی ہے جب وہ انڈے دیتا ہے تو یہ اپنے انڈوں میں سے ایک انڈہ اٹھا کر اس کے انڈوں میں رکھ آتی ہے اور ایک انڈہ اس کے انڈوں میں سے نیچے گرا دیتی ہے تاکہ اسے شک نہ ہو جائے۔ یوں اس کے بیس انڈے مختلف گھونسلوں میں چلے جاتے ہیں اور تقریباً بارہ دن کے بعد بچے نکلتے ہیں اور جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو آپ یہ سُن کر دنگ ہوں گے کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلنے کے بعد پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ دوسرے جانور پرندے کے جو انڈے وہاں پڑے ہوتے ہیں ان کو اٹھا کر گھونسلے سے باہر

پھینک دیتے ہیں چنانچہ دوسرا پرندہ کوئل کے بچوں کی پرورش کرتا ہے اور حیرانگی اس وقت ہوتی ہے جب یہ چھ ہفتوں کے بعد چلنے پھرنے اڑنے کے قابل ہوتے ہیں تو بعض اوقات اپنی پرورش کرنے والے پرندوں سے، اپنے ان نقلی ماں باپ سے قد کاٹھ میں بڑا ہوتا ہے۔

وحی کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے

حضور اکرم ﷺ جبرائیل امین کی زبان سے وحی کی آیات اور الفاظ سن کر جلدی جلدی ان کو دوہرانے کی کوشش کرتے تا کہ یاد ہو جائے اللہ نے فرمایا سورۃ القیامہ میں لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿۱۶﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿۱۷﴾ آپ پریشان نہ ہوں قرآن کو جمع کرنا بھی میری ذمہ داری ہے آپ کے سینے میں بھی محفوظ کرنا میری ذمہ داری اور پڑھانا بھی میری ذمہ داری ہے اور دنیا میں چلانا بھی میری ذمہ داری ہے آپ پریشان نہ ہوں چنانچہ یہاں پر بھی فرمایا:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ﴿۶﴾ (ہم تجھ کو پڑھادیں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے)

چنانچہ بغیر کسی کتاب کے ہمارے آقا نے قرآن پڑھا قرآن کتابی شکل میں تو نہیں تھا، لکھا ہوا تو نہیں تھا آپ نے بغیر کسی استاد کے اور بغیر کسی کتاب کے قرآن پڑھا اور اللہ نے آپ کے سینے میں قرآن پورے کا پورا محفوظ کر دیا اور سینے میں قرآن کا محفوظ ہو جانا یہ بھی قرآن کریم کا ایک عظیم معجزہ ہے نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے سینے میں قرآن محفوظ ہوا بلکہ اللہ نے دنیا کے اربوں انسانوں کے سینوں میں قرآن کریم کو محفوظ کر دیا جن سینوں میں قرآن محفوظ ہے مبارک ہو ان کو اگر وہ قرآن پر عمل کرنیوالے ہیں کہ انکا سینہ محمد الرسول اللہ ﷺ کے سینے کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اللہ اکبر حضور کے سینے میں بھی قرآن محفوظ تھا۔ مبارک ہے وہ حافظ جو باعمل حافظ ہے کہ جس کے سینے میں قرآن محفوظ ہے اور اس کو قرآن کی عظمت کی قدر بھی ہے۔

اعجاز قرآنی کا انوکھا پہلو

امت میں ایسے ایسے حفاظ ہیں کہ جن کو پورا قرآن یاد ہے ایک لفظ تک نہیں بھولتا ہے، الحمد سے لے کر والناس تک پورا قرآن پڑھ جائیں تو کہیں اٹک نہ آئے یہ قرآن کا معجزہ ہے۔ آپ نے ایسے حافظ تو بے شمار اور دیکھے کہ انکا امتحان لیا تو الحمد سے لے کر والناس تک بھی پورا قرآن یاد اور والناس سے لے کر الحمد تک الٹا بھی پورا قرآن یاد۔ پچھلے دنوں ہمارے سامنے اس طریقہ سے ایک چھوٹے سے بچے نے حفظ قرآن کریم کی پختگی کا مظاہرہ کیا تو الحمد سے لے کر والناس تک جہاں سے بھی سن لیا اس نے سنایا اور پھر یہ کہ ہر آیت کا پہلا لفظ سناؤ تو شروع سے آخر تک اس کو اس طریقہ سے بھی یاد، ہر آیت کا صرف پہلا لفظ پڑھتا چلا جاتا ہے پھر الٹا بھی، پھر

اس سے پہلی آیت، پھر اس سے پہلی آیت اور اسی طریقہ سے الٹا آخر سے یہ بتانا شروع کریں کہ قرآن کریم کی آخری آیت کا پہلا حرف یہ ہے پھر آخر سے پہلی آیت کا حرف یہ ہے اور یوں الحمد تک جہاں سے بھی سن لیں اس کو سارا کا سارا یاد، ہر آیت کا الٹا رخ بھی بتا سکتا ہے، پہلا لفظ کون سا ہے یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے۔ خدا کی قسم! دنیا میں نہ تورات کے حافظ ہیں نہ انجیل کے حافظ ہیں۔ جن ملکوں میں تورات کے ماننے والے رہتے ہیں انجیل کے ماننے والے رہتے ہیں ان ملکوں میں بھی تورات وانجیل کے حافظ تو نہیں ملیں گے قرآن کریم کے حافظ ضرور ملیں گے قرآن کریم کی سچائی کے تو بیشمار پہلو ہیں کاش دنیا کے متعصب لوگ اس پہلو کو لے لیں حفظ قرآن کا پہلو اتنا بڑا پہلو ہے اعجاز اور صداقت کا پہلو غیر متعصب انسان کے قرآن پر ایمان لانے کے لئے یہی پہلو کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے اندر یہ برکت رکھی ہے کہ سینے میں محفوظ ہو سکتی ہے۔

قرآن کے سب سے پہلے حافظ ہمارے آقا حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (مگر جو اللہ چاہے)

جو وقتی احکام اللہ منسوخ کرنا چاہیں وہ تو منسوخ ہو جائیں گے باقی میرا کلام آپ کے سینے میں محفوظ رہے گا آپ کے سینے سے جائے گا نہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴿۷﴾ (اللہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور مخفی کو بھی جانتا ہے)۔

شریعت محمدی ﷺ آسان شریعت ہے

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ۚ (اے میرے نبی! ہم آپ کو توفیق دیدیں گے آسان شریعت پر عمل کرنے کی) ہم آپ کے لئے شریعت پر چلنا آسان کر دیں گے۔

دو باتیں جان لیجیے! پہلی بات تو یہ کہ یُسْرٰی یہاں پر شریعت کو کہا ہے یہ شریعت آسان شریعت ہے جو اس شریعت کو مشکل شریعت کہتے ہیں شیطان نے ان پر قبضہ جما رکھا ہے۔ شیطان کے تصرف میں ہیں نہ یہ صرف شریعت آسان ہے بلکہ شریعت پر چلنے والے کی پوری کی پوری زندگی آسان ہو جاتی ہے، زندگی میں بڑی آسانیاں آجاتی ہیں میرے بزرگو اور دوستو! جو واقعی شریعت پر چلتا ہے اس کی گھر کی زندگی آسان، اس کی تجارت کی زندگی آسان، اس کی شادی بیاہ کی زندگی آسان، معاشرتی زندگی آسان، تجارتی زندگی آسان یہ شریعت آسان شریعت ہے اللہ نے کہا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [1] (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے) تنگی نہیں کرنا چاہتا ہے اللہ نے نماز کا حکم دیا تو اس لیے نہیں دیا کہ تنگی کر دے، بندوں کو تنگ کر دے، نہیں، اللہ تعالیٰ

کہتا ہے میں نے اس لئے حکم دیا تا کہ تیرے لیے آسانیاں ہوں اور نماز میں کتنی آسانیاں پیدا کردیں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے بیٹھ کر پڑھ لیجئے، بیٹھ کر نہیں تو لیٹ کر پڑھ لیجئے، مسجد میں نہیں جا سکتے گھر میں پڑھ لیجئے، وضو نہیں کر سکتے تیمم کر کے پڑھ لیجئے سفر میں گئے قصر ہوگئی دو رکعتیں ہوگئی اللہ آسانیاں ہی آسانیاں پیدا کرتے ہیں مشکلات پیدا نہیں کرتے لیکن جو لوگ چاہتے ہیں ہم حیوانوں جیسی زندگی گزاریں انہیں واقعتاً شریعت پر چلنے میں کچھ مشکلات محسوس ہوتی ہیں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جن کو انسانوں کی طرح زندگی گزارنا بہت مشکل محسوس ہوتا ہے۔ وہ کتوں جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہیں، بھیڑیوں جیسی زندگی، نہ حلال کا فرق، نہ حرام کا فرق نہ جائز کا فرق نہ ناجائز کا فرق جہاں یہ باتیں آتی ہیں یہ حلال، یہ حرام، جائز، ناجائز کہتے ہیں بڑی مشکلات ہیں۔ ہر ملک کے اندر قوانین ہیں ٹریفک کے قوانین ہیں، تجارت کے قوانین ہیں، داخلہ کے قوانین ہیں، خارجہ کے قوانین ہیں، ایک ایک دفتر کے قوانین ہیں انکا لحاظ کرتے ہیں، کوئی مشکل محسوس نہیں ہوتی اور جہاں اللہ اور اس کے رسول کے قوانین آتے ہیں کہتے ہیں بڑے مشکل قوانین ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ جو شریعت پر چلنا چاہے اللہ اس کے لئے چلنا آسان کردیتے ہیں وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (جو چلنا چاہتے ہیں ہم تک پہنچنا چاہتے ہیں ہم ان کے لئے پہنچنا آسان کردیتے ہیں) ایک راستہ نہیں ان کے لئے کئی راستے کھول دیتے ہیں اور جو ہم تک آنا ہی نہیں چاہتا شریعت پر چلنا ہی نہیں چاہتا اس کے لئے واقعی شریعت بڑی مشکل ہے۔

آپ اپنا فریضہ رسالت ادا کیجئے

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ۹ (آپ نصیحت کردیجئے اگر نصیحت فائدہ دے)

دو معنی کیے گئے ہیں۔

پہلا معنی آپ نصیحت کردیجئے اگر نصیحت فائدہ دے۔ بعض حضرات نے کہا نصیحت ایسی جگہ کی جائے جہاں واقعی نصیحت کا کچھ فائدہ ہوتا ہوا دکھائی دے، نااہل کے پاس علم کی بات کو ضائع نہ کیا جائے، ایسے شخص کے سامنے دین کی بات رکھی جائے جس کے اندر واقعی کچھ طلب ہو۔ بعض لوگوں کو دیکھنے سے محسوس ہو جاتا ہے جیسے ان کو شریعت کی بات سے وحشت ہوتی ہے وہ شریعت کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ شریعت کی بات کرنا چاہتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی بات کرنا چاہتا ہے تو ان کے چہروں پر بل پڑ جاتے ہیں اور کہلاتے مسلمان ہیں اللہ نے قرآن میں کہا:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

(اور جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں جب غیر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں)

وہ دیکھ لیتے ہیں کہ نیکی کی بات کرنے والا، کتاب وسنت کی بات کرنے والا ہے فوراً ان کے چہروں پر بل پڑ جاتے ہیں ہم یہ بات سننے کے لئے آمادہ نہیں ہیں میں اس قسم کے ذھن کا نہیں ہوں مجھے سب کچھ پتہ ہے اس طرح کی بات کر کے جان چھڑائے تو ایسوں سے بات نہ ہی کی جائے۔

دوسرا معنی: یہ بیان کیا گیا کہ قرآن کا انداز یہ ہے جہاں پر یوں آتا ہے آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت فائدہ دے تو مطلب یہ ہے کہ نصیحت فائدہ دے یا نہ دے آپ کا کام ہے نصیحت کا کر دینا آپ کر دیجئے آپ کا کام تو میری بات کو، میرے پیغام کو پہنچا دینا ہے دل میں اتار دینا آپ کا کام نہیں ہے لہٰذا آپ پہنچا دیجئے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾

(نصیحت وہی قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرنے والا ہو گا جس کے دل میں خوفِ خدا ہو گا وہ نصیحت قبول کرے گا)۔

شقی کا انجام

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ (اور اس سے گریز کرے گا وہ جو بڑا بد بخت ہو گا)

اللہ! ہمیں ان سے بنانا جو تجھ سے ڈرنے والے ہیں ان میں سے نہ بنانا جو بڑے بد بخت ہیں اور نصیحت کی بات سے گریز کرتے ہیں، قرآن سننے سے گریز کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سننے سے گریز کرتے ہیں ما مین

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ (وہ بد بخت جو بڑی آگ میں جلے گا)۔

نارِ کبریٰ بڑی آگ دنیا کی آگ نار صغریٰ ہے چھوٹی آگ آخرت کی آگ نار کبریٰ ہے بڑی آگ، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی آگ آخرت کی آگ کا سترواں جز ہے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے فرمایا کہ یہ اس میں جلے گا۔

دوزخ میں نہ موت ہے نہ زندگی

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ (نہ تو اس آگ میں مرے گا اور نہ جیئے گا)۔

مرنا چاہے گا لیکن موت نہیں آئے گی سورۃ فاطر میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا

(ان کے لئے جہنم کی آگ ہو گی اس میں مر نہیں سکیں گے چاہیں گے مرنا لیکن مر نہیں سکیں گے اور نہ ہی عذاب میں تخفیف اور

آسانی کی جائے گی)

نہ موت ہوگی اور نہ زندگی وہ ایسی زندگی ہے کہ موت سے بھی بدتر۔

تزکیہ کرنے والوں کا انعام

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾

اللہ جہاں بدبختوں کا ذکر کرتا ہے تو وہاں نیک بختوں کا بھی ذکر کرتا ہے، جہاں جہنم کا ذکر کرتا ہے وہاں جنت کا بھی ذکر کرتا ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بندے میری پکڑ دھکڑ کی باتیں سن کر مایوس ہی ہو جائیں اللہ ایسا نہیں چاہتا اللہ امید کا دروازہ بھی کھولتا ہے تو اس لیے ساتھ ان کا بھی ذکر کر دیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ (تحقیق کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔) کس سے پاک کر لیا؟ کفر سے پاک، شرک سے پاک، منافقت سے پاک، روحانی بیماروں سے پاک، مال و مرتبے کی محبت سے پاک، ایسی محبت جو اللہ کی محبت میں، اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ بن جائے اس سے اپنے آپ کو پاک کر لیا جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

شریعت کے چار بُنیادی اُصول

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شریعت کے چار بنیادی اُصول بتائے ہیں (۱) باطن کی پاکیزگی۔ (۲) تواضع۔ (۳) خودغرضی سے بچنا۔ (۴) عدل وانصاف۔

پہلا اصول:......باطن کی پاکیزگی

بعض اُصول ایسے ہیں جو ہر شریعت میں رہے کبھی منسوخ نہیں ہوئے پہلا اصول طہارت، پاکی، ظاہر کی بھی پاکی اور باطن کی بھی پاکی اور باطن کی پاکی ظاہر کی پاکی سے بھی زیادہ ضروری ہے، ظاہر کو پاک کر لے باطن ناپاک رہے کسی کام کا نہیں ہے ظاہر کا پاک کرنا کیا ہے؟ غسل کر لیا، اچھے صابن سے نہا لیا، پرفیوم لگا لیا، اچھے کپڑے پہن لئے مٹی کا نام ونشان نہیں کپڑوں پر داغ دھبہ نہیں یہ ظاہری پاکی ہے لیکن اصل باطن کی پاکی اور صفائی ہے۔

دوسرا اصول:......تواضع

اخبات تواضع، عاجزی یہ ہر شریعت میں رہا اللہ کو عاجزی پسند ہے اور تکبر پسند نہیں ہے، جھکنے والے پسند ہیں، اکڑنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں اور یہ بھی بتا دوں کہ تکبر کا تعلق غریبی اور امیری کے ساتھ نہیں کوئی یہ سمجھے جتنے امیر ہیں متکبر ہوتے ہیں اور غریب جو ہیں سارے عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں بسا اوقات ایسے بھی ہوتا ہے غریب بھی ہے اور متکبر بھی اور امیر بھی ہے اس کے اندر تواضع بھی ہے، عاجزی بھی ہے۔

تیسرا اصول:......خود غرضی سے بچنا

سماحت یعنی اپنے آپ کو خود غرضی سے پاک کر لینا۔ ایسا نہ ہو کہ ہر وقت اپنا ہی فائدہ سوچتا رہے دوسروں کا بھی فائدہ سوچے، دوسروں کی بھلائی سوچے اس امت کو اللہ نے ساری امتوں سے بہتر اسی لیے قرار دیا یہ صرف اپنا فائدہ نہیں سوچتی دوسروں کا بھی فائدہ سوچتی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(تمہیں دوسروں کے فائدہ کے لئے نکالا گیا ہے اس لیے تم سب سے بہتر ہو)۔

چوتھا اصول:......عدل وانصاف

طہارت، اخبات اور عاجزی اور سماحت یعنی اپنے آپ کو خود غرضی سے پاک رکھنا اور عدالت یعنی عدل اور انصاف یہ چار اصول ایسے ہیں جو ہر شریعت کے اندر رہے ہیں۔

نماز درحقیقت خالق حقیقی کی یاد ہے

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (اور اپنے رب کے نام کو یاد کیا پھر نماز پڑھی)

اپنے رب کی عظمت کو یاد کیا، اپنے رب کی کبریائی کو، اس کے جلال کو، اس کے رحمٰن ہونے کو، رحیم ہونے کو، اس کے احسانات کو یاد کیا پھر نماز پڑھی جب اللہ کو یاد کرتا ہے کہ تو اللہ کے سامنے جھکتا ہے اس کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں وہ جلال والا ہے، جمال والا ہے، رحمن اور رحیم ہے، اس کے دل سے آواز اٹھتی ہے اس منعم حقیقی کے سامنے جھک جاؤ تو جھک جاتا ہے۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ صَلّٰی کے معنی خشوع اختیار کرنا ہے اپنے رب کو یاد کرنا ہے اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا ہے اللہ کی طرف متوجہ، اللہ کے سامنے عاجز ہو جانا ہے۔ بعض صلحاء نے فرمایا اللہ کی نعمت کو یاد کرو اللہ کے احسان کو یاد کرو اللہ نے تمہاری زبانوں کو مزین کیا ہے شہادتوں کے ساتھ:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تمہارے دل کو مزین کیا ہے اپنی معرفت کے ساتھ، محبت کے ساتھ اور تمہارے بدن کو مزین کیا ہے عبادت کے ساتھ۔ لہٰذا نماز پڑھو جو شخص نماز پڑھے گا جب تک نماز میں رہے گا اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی رہے گی فرشتے اس کو گھیرے رہیں گے اور جب وہ اللہ کو پکارے گا یا ربّ! یا ربّ! کہے گا۔ اللہ اکبر۔ حدیث میں آیا بعض صلحاء نے نقل کیا جب بندہ کہتا ہے یا رب! یا رب! تو اللہ کہتا ہے لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ اے میرے بندے میں حاضر ہوں ہائے اللہ! تیرے کرم کی انتہاء یہ تو بندے کی زبان ہے وہ کہے لبیک اللہ میں حاضر ہوں لیکن جب نماز میں وہ

محبت کے ساتھ عاجزی کے ساتھ پکارتا ہے تو اللہ کہتا ہے لَبَّیکَ یَا عَبْدِی میرے بندے! میں حاضر ہوں بول کیا کہتا ہے کہا کہ اگر بندہ کو پتہ چل جائے میں کس ذات کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف ہوں تو اس کا دل کسی اور طرف متوجہ نہ ہو۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اپنے رب کا نام یاد کرتا ہے تو نماز پڑھتا ہے یا خشوع وخضوع اختیار کرتا ہے اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہ تو وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا لیکن بہت سے ایسے ہیں جو اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے اللہ فرماتے ہیں:

دنیا و آخرت کی زندگی میں تقابل

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ (بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو)

دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اس لیے کہ یہ نقد ہے۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ (لیکن آخرت بہتر ہے دنیا سے اور پائیدار ہے)

یہی تعلیم پہلے صحیفوں میں بھی تھی کون سے صحیفے؟

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ (ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے)۔

آسمانی صحیفے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صحیفے عطاء کیے گئے اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ کے علاوہ بھی صحیفے عطاء کیے گئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کے بارے میں پوچھا اس میں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا بس ان میں عبرتیں اور نصیحتیں تھیں مثال کے طور پر ایک نصیحت آپ نے بیان فرمائی یاد رکھنے کی ہے اس طرح کی نصیحتیں تھیں ''عجبت لمن ایقن الموت کیف یفرح'' مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو موت کا یقین ہے پھر وہ کیسے خوش ہوتا ہے ''عجبت لمن ایقن النار کیف یضحک'' مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کا یقین ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے ''عجبت لمن راء الدنیا وتقلبها باهلها کیف یطمئن علیها''۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دیکھتا ہے آج دنیا اس کے پاس ہے کل اس کے پاس ہے نہیں پھر وہ دنیا پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

دو مختلف گروہ

اٰیاتُھا ٢٦ (٨٨) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٨) رکوعاتُھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾
تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا
رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا
سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ
مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَاِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ
رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾
فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: کیا تمہیں اُس واقعے (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے جو سب پر چھا جائے گا؟ (۱) بہت سے چہرے اُس دن اُترے ہوئے ہوں گے (۲) مصیبت جھیلتے ہوئے تھکن سے چُور! (۳) وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے (۴) اُنہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا (۵) اُن کے لئے ایک کانٹے دار جھاڑ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا (۶) جو نہ جسم کا وزن بڑھائے گا اور نہ بھوک مٹائے گا (۷) بہت سے چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے (۸) (دُنیا میں) اپنی کی ہوئی محنت کی وجہ سے پوری طرح مطمئن (۹) عالیشان جنت میں ہوں گے (۱۰) جس میں وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے (۱۱) اُس جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (۱۲) اُس میں اُونچی اُونچی نشستیں ہوں گی (۱۳) اور سامنے رکھے ہوئے پیالے (۱۴) اور قطار میں لگائے ہوئے گداز تکیے (۱۵) اور بچھے ہوئے قالین! (۱۶) تو کیا یہ لوگ اُونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اُنہیں کیسے پیدا کیا گیا؟ (۱۷) اور آسمان کو کہ اُسے کیسے بلند کیا گیا؟ (۱۸) اور پہاڑوں کو کہ اُنہیں کس طرح گاڑا گیا؟ (۱۹) اور زمین کو کہ اُسے کیسے بچھایا

گیا؟(۲۰) اب (اے پیغمبر!) تم نصیحت کیے جاؤ، تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو(۲۱) آپ کو ان پر زبردستی کرنے کے لئے مسلط نہیں کیا گیا(۲۲) ہاں مگر جو کوئی منہ موڑے گا اور کفر اختیار کرے گا۔(۲۳) تو اللہ اُس کو بڑا زبردست عذاب دے گا(۲۴) یقین جانو ان سب کو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے(۲۵) پھر یقیناً ان کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے(۲۶)۔

تشریح:......سورۃ الغاشیہ مکی سورت ہے اور اس میں چھبیس آیات ہیں۔غاشیہ کا معنی ہے ڈھانپ لینے والی، چھپا لینے والی۔

قیامت کے مختلف نام ہیں ان میں سے ایک نام غاشیہ بھی ہے اس لیے کہ قیامت ہر چیز پر چھا جائے گی، ہر ایک چیز کو ڈھانپ لے گی، کوئی چیز اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ میں آپ نے اخبار میں دیکھا ایران کے ایک شہر میں زلزلہ آیا چھوٹا سا زلزلہ آیا ہے لیکن اس کے اثرات سے پورے شہر میں کوئی چیز بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی ہے، زیادہ تر مکانات گر گئے، کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے، زمین بڑی بڑی عمارتوں کو کھا گئی۔ یہ تو ایک چھوٹے سے زلزلے کا حال ہے۔قیامت کا زلزلہ تو بہت بڑا ہو گا جس کو اللہ نے بھی بہت بڑا اقرار دیا ہے فرمایا کہ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے تو قیامت سے کوئی چیز متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی اس لیے اس کا نام غاشیہ بھی ہے فرمایا کہ اس دن لوگ دو قسموں میں، دو گروہوں میں اور دو جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

پہلا گروہ......ذلیل چہرے

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ (بہت سے چہرے اس دن ذلیل ہوں گے)

وُجُوْهٌ ،وجہ کی جمع ہے وجہ عربی زبان میں چہرے کو کہتے ہیں اور عربی زبان کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک عضو بول کر پورا جسم مراد لیا جاتا ہے۔تو بہت سے چہرے اس دن ذلیل ہوں گے یعنی بہت سارے انسان اس دن ذلیل ہوں گے۔اللہ پاک ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔

اہل جہنم کی زندگی مشقت میں ہوگی

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ (بڑی محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے)

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ (دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ (کھولتے ہوئے چشمے سے ان کو پلایا جائے گا۔)

یہ بڑی محنت کرنے والے اور تھکے ہوئے چہرے اور تھکے ہوئے لوگ کون ہوں گے؟ ان کو تھکاوٹ کہاں سے

لاحق ہوگی؟ اور محنت کہاں کرنی پڑے گی؟ بعض حضرات تو اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کی زندگی بڑی مشقت والی زندگی ہوگی اور یقینی بات ہے اللہ پاک نے جس کو جہنم میں داخل کر دیا اس کی زندگی تو بڑی مشقت والی زندگی ہے وہاں کی آگ، وہاں کی سزائیں، وہاں کا کھولتا ہوا پانی، وہاں کے کوڑے، وہاں کی زنجیریں، وہاں کے پہاڑ، وہاں کی برف وہاں کے سخت مزاج فرشتے ہر ایک سزا ایک سے بڑھ کر ہے تو قیامت کے دن واقعی ان کو مشقت اور محنت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بعض عبادت گذار بھی جہنم میں جائیں گے

لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ دنیا میں ان لوگوں نے بڑی محنت کی ہوگی، بڑی ریاضت کی ہوگی، بڑے چلے کاٹے ہوں گے، اپنے آپ کو بڑا مشقت میں ڈالا ہوگا، بظاہر عبادت کی ہوگی، دنیا کو ترک کر دیا ہوگا، پہاڑوں میں، غاروں میں بسیرا کیا ہوگا، جنگلات میں راتیں اور دن گزارے ہوں گے، بیوی بچوں سے الگ رہے ہوں گے، روکھی سوکھی کھائی ہوگی، مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا ہوگا، اچھا لباس بھی نہیں پہنا ہوگا، دنیا میں کوئی نعمت انہوں نے استعمال نہیں کی ہوگی اپنے آپ کو تھکا دیا، بڑی محنت کی، بڑی عبادت کی، بڑی ریاضت کی، بڑے چلے کاٹے کیونکہ عقیدہ صحیح نہیں تھا، چونکہ اخلاص نہیں تھا، چونکہ ایمان نہیں تھا، چونکہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع پیش نظر نہیں تھی اس لیے ان کی ساری عبادت، ساری محنت اور ساری ریاضت ضائع چلی گئی محنت بھی کی لیکن کام نہیں آئی، پیسہ بہت خرچ کیا ہوگا کروڑوں خرچ کر دیا لیکن دکھاوے کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے خرچ نہیں کیا یا خرچ کیا مگر دل میں ایمان ہی نہیں تھا سنت کی اتباع ہی نہیں تھی، عقیدہ ہی صحیح نہیں تھا تو اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا ضائع چلا جائے گا۔

عمل کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے

یہاں یہ عرض کر دوں آجکل بعض حضرات خصوصاً ہمارے صحافی بھائی، قلمکار اس کا بڑا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ مولوی حضرات کہتے ہیں کہ کافروں کی ساری محنت ضائع چلی جائے گی ان کے ہسپتال، ان کے رفاہی ادارے اور ان کی خدمت خلق کے منصوبے یہ ضائع چلے جائیں گے کیونکہ ان کے پاس ایمان نہیں تھا۔ تو بات یہ ہے کہ آپ مولوی کا مذاق نہیں اڑا رہے بلکہ قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں، حدیث کا مذاق اڑا رہے ہیں ارے یہ تو قرآن نے جگہ جگہ کہا ہے کہ کسی بھی عمل کی قبولیت کی شرط ایمان ہے فرمایا کہ:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾

(جو آخرت کو پیش نظر رکھتا ہے اور آخرت کی کامیابی کے لئے کوشش بھی کرتا ہے تو اللہ کہتے ہیں کہ اس کی کوشش

کی قدر کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے وَھُوَ مُؤْمِنٌ وہ مومن ہو) دوسری جگہ فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

(جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا کہ وہ عورت ہو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے)

آپ مولوی کا مذاق نہیں اڑا رہے میرے بھائی! آپ قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں، حدیث کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ نے تو کبھی قرآن کھول کے دیکھا ہی نہیں اس لیے سمجھتے ہیں کہ شاید مولوی اپنی طرف سے باتیں کر رہے ہیں تو یہ مولوی کی خود ساختہ باتیں نہیں ہیں یہ قرآن سے ثابت ہیں میں بھی اس بات کا قائل ہوں، ہم بھی کہتے ہیں کہ جو رفاہی کام اور خدمت خلق کے کام عیسائی کرتے ہیں غیر مسلم کرتے ہیں وہ تو حقیقت میں مسلمانوں کو کرنے چاہیے تھے۔ اگر ان کے معاملات صحیح ہیں، ان کی تجارت صحیح ہے تو ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ اصل میں تو مسلمانوں کی تجارت صحیح ہونی چاہیے، مسلمانوں کے معاملات صحیح ہونے چاہیے تھے لیکن ان کے معاملات کی صفائی وغیرہ کو دیکھ کر ایمان کی نفی کر دینا کہ اللہ کے ہاں کسی عمل کی قبولیت کے لئے ایمان کی ضرورت ہی نہیں تو یہ قرآن کی نفی ہے، یہ حدیث کی نفی ہے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ بعض لوگ جنہوں نے دنیا میں بڑی ریاضت کی ہوگی، سخاوت کی ہوگی، قربانیاں دی ہوں گی قیامت کے دن اٹھیں گے لیکن جہنم کے حقدار۔ اللہ اکبر

وہ حدیث آپ نے سنی ہوگی بار بار پیش نظر رکھنے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن وہ سخی آئیگا جس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں لٹایا ہوگا، وہ مجاہد آئے گا جس نے نقد جان نثار کی ہوگی اور وہ عالم قاری وحافظ آئے گا جس نے قرآن اور علم کی خدمت کی ہوگی، لیکن ان تینوں کو جہنم میں گرانے کا حکم دیا جائے گا اس لیے کہ اللہ فرمائیں گے تم نے جو کچھ کیا وہ میری رضا کے لئے نہیں کیا ہے وہ دنیا کو دکھانے کے لئے اور شہرت کے لئے اور پیسہ کمانے کے لئے تم نے کیا تھا اور یہ مقصد تو تمہیں دنیا میں حاصل ہو گیا تھا میری رضا کے لئے تو کیا ہی نہیں تھا لہٰذا یہاں پر تمہارے لیے کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ بڑا ڈرنے کا مقام ہے کہ ایسا نہ ہو کہ محنت بھی ہو اور کام بھی نہ آئے، ریاضت کرتا رہا لیکن قیامت کے دن اٹھا پتہ چلا کہ ثواب بھی نہیں ملا، حج کئے، عمرے کئے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں ایک حج بھی ایک عمرہ بھی قبول نہیں ہوا ساری زندگی پڑھتا پڑھاتا رہا لیکن پتہ چلا کہ اللہ کے ہاں تو یہ سارے اعمال اور محنت قبول ہی نہیں ہوئے۔ بڑی عجیب آیت ہے میں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ قرآن کریم کی ایک یہ آیت کریمہ ایسی ہے کہ حقیقت میں میرے جیسا گنہگار انسان جب اس کو پڑھتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں بدعتی اور مشرک کے اعمال کی کوئی قیمت نہیں

اللہ فرماتے ہیں: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (فرما دیجئے میں تم کو بتاؤں کہ انسانوں میں سے سب سے زیادہ اعمال کے اعتبار سے خسارے میں کون ہے؟) آگے اللہ نے خود جواب دیا۔

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا

وہ لوگ جن کی کوشش اور محنت دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ اپنے دل میں سمجھتے رہے کہ ہم بڑے اچھے کام کر رہے ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ جو شخص بدعت کرتا ہے، کتنے اخلاص کے ساتھ لگا ہوا ہے بدعت کے کام کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتا ہے شرک کرتا ہے اور اسے اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتا ہے تو کیا اس کے شرک اور بدعت کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہوگی؟ نہیں اس کا عمل کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں مشرک اور بدعتی کے عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

عمل کی قبولیت کے لئے عقیدہ کا صحیح ہونا اور مومن ہونا ضروری ہے

اسی طریقے سے جس شخص کا عقیدہ صحیح نہیں یا دل میں ایمان نہیں وہ جتنی بھی محنت کر لے اور ریاضت کر لے کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی آپ اگر دیکھیں عیسائیوں کے بعض پادری اور بدھ مذہب کے بھکشو اور سکھ مذہب کے گرو اور ہندوؤں کے پنڈت بڑی محنت کرتے ہیں، بڑی ریاضت کرتے ہیں، جنگلوں میں بسیرا اور اپنے آپ کو تکلیف اور مشقت میں ڈالتے ہیں ڈھنگ کا لباس نہیں پہنتے، لذیذ غذا نہیں کھاتے، ساری زندگی گوشت کے قریب نہیں جاتے، بعض شادی بیاہ کے نام سے بدکتے ہیں، بیوی بچوں سے دور رہتے ہیں گرجاؤں اور غاروں میں زندگی بسر کر دیتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان کی اس محنت اور ریاضت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اللہ اکبر۔ ارے جو شخص حضور اکرم ﷺ کے طریقے کو زندہ کرتے ہوئے قیمتی لباس پہنتا ہے، خوشبو لگاتا ہے، بہترین غذا کھاتا ہے، بیوی بچوں کے اندر رہتا ہے، اچھے مکان میں رہتا ہے، صاف ستھرے بستر پر سوتا ہے تو اس کے یہ سارے اعمال عبادت میں شمار ہوتے ہیں اور حضور کے طریقے کو چھوڑ کر جنگل کے کانٹوں پر جا کے رات گزارتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں حضور اکرم ﷺ کی سنت پر چلنے کی کتنی قیمت ہے آپ کو پتا ہے مشرکین جو حج کرتے تھے تو ان کے ہاں ایک عقیدہ اور تصور یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ لیا، گھر سے نکل گئے تو اب اگر گھر میں کوئی کام یاد آجاتا تھا تو گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے، گھر کے پچھواڑے سے اندر آتے تھے، دیواریں پھلانگتے ہوئے چھتوں کے اوپر چڑھ کر کتنی مشقت کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہوں گے لیکن اللہ نے قرآن میں فرمایا تمہاری اس مشقت کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں، کوئی قدر و قیمت نہیں دروازے سے داخل ہو، تو مشقت اٹھاتا

ہے اور چھتیں بھلانگتے ہوئے آتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کی اس مشقت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور دوسرا حضور ﷺ کی سنت سمجھ کر آرام اور راحت اور سکون کے ساتھ دروازے سے داخل ہوتا ہے اللہ پاک کے ہاں اس کی قدر و قیمت ہے۔ آپ دودھ پیتے ہیں لیکن حضور ﷺ کی سنت سمجھ کر پیتے ہیں، اللہ کی نعمت سمجھ کر پیتے ہیں تو اس کا بھی ثواب ملے گا اتنا ہی اللہ کے محبوب بنیں گے۔ جو شخص خودکشی کرتا ہے کتنا اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتا ہے لیکن خودکشی کرنے کی وجہ سے وہ حرام موت مرتا ہے، لعنتی موت مرتا ہے۔ تو صرف مشقت نہیں اٹھانا ہے، صرف اپنے آپ کو مصیبت میں نہیں ڈالنا ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع ضروری ہے، دل میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے، عقیدے کا صحیح ہونا ضروری ہے اور ایمان ہونا شرط ہے تب اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پادری کو دیکھ کر آنسو بہانا

اس آیت کے تحت بعض مفسرین نے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے سفر میں ایک گرجے کے قریب سے گزرے تو گرجے کا پادری باہر آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا چہرہ مرجھایا ہوا، ہڈیاں نکلی ہوئیں، جسم انتہائی لاغر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو دیکھ کر رونے لگے حاضرین نے پوچھا حضرت! کیوں رو رہے ہیں فرمایا کہ مجھے اس بدنصیب پر رونا آرہا ہے اتنی مشقت میں اپنے آپ کو مبتلا کیے ہوئے ہے لیکن قیامت کے دن اس کو جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا اس مشقت کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

حدیث میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ایک صاحب اپنے دو بیٹوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا ہے۔ پوچھا! یہ کون ہے؟ عرض کیا یہ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور انہوں نے نذر مانی تھی کہ میں پیدل جاؤں گا۔ اب بوڑھے ہوگئے چل نہیں سکتے تو بیٹوں کے سہارے پر جا رہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بڑے میاں! سواری پر سوار ہو جاؤ اللہ کو تمہارے پیدل چلنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس طرح اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں تو حضور ﷺ کی سنت کے مطابق اگر اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے ضرورت کے مطابق تو بڑی بات ہے لیکن جہاں ضرورت نہیں ہے تو وہاں اپنے آپ کو اگر مشقت میں ڈالے تو اللہ پاک کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آج بھی بہت سارے عیسائی راہب اور عیسائی راہبات اپنے آپ کو بڑی مشقت میں ڈالتی ہیں، وہ کام کرتی ہیں جو ہم نہیں کر سکتے جذامیوں کی خدمت، بیماروں کی خدمت اور عیسائیت کی تبلیغ کے لئے دنیا کے دور دراز ملکوں اور علاقوں میں جاتے ہیں افریقہ کے بعض طالبعلموں نے مجھے بتایا کہ ایسے دشوار گزار علاقے جہاں ہم نہیں جاتے اور مسلمان نہیں جاتے وہاں عیسائی راہب اور راہبات عیسائیت کی تبلیغ کے لئے جاتی ہیں، اپنے آپ کو مشقت میں ڈال رہے ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان کی اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی کوئی

قدر و قیمت نہیں ہے۔ سچے ایمان کے لئے، اسلام کے لئے، قرآن کے لئے اگر وہ محنت کرتے اور یہ ریاضت کرتے اور یہ پیسہ خرچ کرتے تو اللہ پاک کے ہاں اس کی قدر و قیمت ہوگی۔

کفّار کا انجام

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ (دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ (کھولتے ہوئے چشمے سے پلایا جائے گا)

بدترین کھانا

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾

(ان کے لئے قیامت کے دن کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر جھاڑ اور کانٹے)

دوسری جگہ فرمایا: وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (ان کے لئے کھانا نہیں ہوگا مگر جہنمیوں کے زخموں کی پیپ) یہاں فرمایا جھاڑ اور کانٹے تو ہوسکتا ہے کہ مختلف جہنمیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں۔

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾

(کہ یہ کھانا نہ تو ان کے جسم کو موٹا کرے گا اور نہ یہ بھوک سے کوئی فائدہ دے گا)

کھانے کے دو مقصد ہوتے ہیں ایک تو غذائیت، جسم کو طاقت ملے اور دوسرا بھوک مٹ جائے۔ فرمایا کہ یہ دونوں فائدے اس سے حاصل نہیں ہوں گے۔ پہلے تو اس گروہ کا ذکر فرمایا جو گروہ ذلیل ہوگا، جو جہنم میں جلے گا اور دوسرا گروہ اس کے برعکس ہوگا۔ اے اللہ! ہمیں اس دوسرے گروہ سے ملا دینا۔

دوسرا گروہ......شگفتہ چہرے

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾

(بہت سارے چہرے اس دن شگفتہ ہوں گے)

تروتازہ ہوں گے، ان کے چہروں پر گلاب اور کلیاں مہک رہی ہوں گی اور چمک رہی ہوں گی، ان کے چہروں پر ستارے چمک رہے ہوں گے۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾ (اپنی کوشش پر مطمئن ہوں گے)

کہ ہماری کوشش اور محنت ٹھکانے لگ گئی، ہماری سخاوت ٹھکانے لگ گئی، ہماری عبادت ٹھکانے لگ گئی، ہماری

ریاضت ٹھکانے لگ گئی، ہماری تبلیغ ٹھکانے لگ گئی، ہمارا جہاد ٹھکانے لگ گیا، ہمارا درس وتدریس ٹھکانے لگ گیا ہاں! اگر اللہ کے ہاں یہ چیزیں قبول ہوجائیں تو بہت بڑی ہیں لیکن اگر یہ قبول نہ ہوں تو ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اصل تو اس کی رضا ہے وہ راضی ہوجائے، وہ قبول کرلے وہ کہہ دے کہ میں تیری نماز سے راضی ہوں، میں تیرے روزے سے راضی ہوں، میں تیری دعوت وتبلیغ سے راضی ہوں۔ دنیا والے تعریف کریں یا نہ کریں، اچھا کہیں یا نہ کہیں قیامت کے دن انھیں تو اللہ کہہ دے کہ تم اچھے ہو، میں تم سے راضی ہوں، تمہاری محنت ٹھکانے لگ گئی تو پھر یہ کامیاب شمار ہوگا اس وقت اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور تازگی اور شگفتگی دیکھنے کی ہوگی

یاد رکھیے میرے بزرگو اور دوستو! صرف جہاد کافی نہیں ہے، صرف گلا کٹوالینا کافی نہیں ہے، صرف تبلیغ کافی نہیں ہے، صرف سخاوت کافی نہیں ہے صرف تصوف کافی نہیں ہے، صرف درس وتدریس کافی نہیں ہے ان ساری چیزوں کا صحیح نہج پر ہونا بھی ضروری ہے قربانی دیتے وقت سوچ لیجیے صحیح نہج پر چل رہا ہوں یا نہیں، آج کے سیاسی لیڈر تو ہیں ہی بعض مذہبی لیڈر بھی ہوتے ہیں وہ ایسا جوش خروش اپنے ماننے والوں میں اور اپنے سامعین، معتقدین مریدین اور متعلقین میں بھر دیتے ہیں کہ وہ جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، گلے کٹوانے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، لاکھوں کروڑوں خرچ کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں قیامت کے دن یہ جواب نہیں دیا جاسکے گا اے اللہ! میں نے تو اس غلط راستے کو اپنے پیر، اپنے لیڈر، اپنے شیخ کے کہنے پر اختیار کیا تھا اللہ کہے گا کیا میں نے تمہیں عقل عطا نہیں کی تھی کیا تو قرآن پڑھنے والا نہیں تھا، کیا میرے نبی کی احادیث اور دین موجود نہیں تھا کہ غور فکر کرلیتے کہ میرا لیڈر مجھے صحیح راستے پر چلا رہا ہے یا غلط راستے پر چلا رہا ہے؟ آج تو حالت یہ ہے کہ ذاتی مفادات کے لئے، سیاسی مفادات کے لئے، لسانیت کے لئے، قومیت کے لئے، تعصّبات کے لئے اور کسی کی لیڈر شپ کے لئے جو جانیں قربان کردیتے ہیں ان کو کہتے ہیں یہ بھی شہید۔ اللہ اکبر۔ شہادت اتنی آسان ہوگئی، دیواروں پر لکھا ہوتا ہے، شہیدوں کو سرخ سلام اب یہ سلام کی دو قسمیں ہوگئی اک سرخ سلام، ایک نیلا سلام نہ معلوم کتنی قسموں کے سلام اور شہادتیں بھی کئی قسموں کی۔ اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا تھا شہادت کیا ہے، شہادت اللہ کے ہاں کون سی قبول ہوگی؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا وہ جان دینا جو صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو اسی کو شہادت کہا جائے گا دوسرے جان دینے کو شہادت نہیں کہا جائے گا، صرف قربانی کافی نہیں ہے۔ جان قربان کرنے والے، مال قربان کرنے والے یہ سوچ لیں کہ میری قربانی صحیح رخ پر لگ رہی ہے یا کہ نہیں۔

اصل عمل کی قبولیت ہے

ابن کثیر ہی میں روایت ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے کاش! مجھے معلوم ہوجائے اللہ پاک

نے میری دو رکعتیں قبول کر لی ہیں تو یہ میرے لیے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہو گا بشرطیکہ مجھے یقین ہو جائے کہ واقعی اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ تو اصل اللہ کی قبولیت ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بڑھاپا مالٹا کی جیل میں گزارا بڑی تکالیف اٹھائیں، مصیبتیں سہیں، بعض حضرات کہتے ہیں مظالم بھی وہاں برداشت کیے اور جیل کی کال کوٹھڑی میں قرآن کی خدمت کرتے رہے، قرآن کے ترجمے کی تسہیل کی، ابتدائی پاروں کی تفسیر بھی لکھی، تہجد بھی نہیں چھوڑی، اشراق، چاشت، اوابین اور دوسری نفلی عبادتیں جیل میں بھی نہیں چھوڑیں، جب تشریف لائے بعض لوگوں نے قربانی کی بڑی تعریف کی کہ حضرت! آپ نے بڑی قربانی دی اور جیل کا وقت بڑا اچھا گزارا، حضرت نے ساری باتیں سننے کے بعد فرمایا پتہ نہیں اللہ نے قبول بھی فرمایا ہے یا کہ نہیں اللہ قبول فرمالے۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿۱۱﴾

(بلند باغات میں ہوں گے نہیں سنیں گے اس جنت میں کوئی بیہودہ بات)

اللہ والوں کی مجلسیں فحش گوئی سے، غیبت سے جھوٹ سے، بہتان تراشی سے، گالی گلوچ سے پاک ہوتی ہیں اور جنت میں بھی ان کی مجلسیں ساری خرافات سے پاک ہوں گی اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ ان کی زبانوں پر تسبیح ایسے جاری ہو گی جیسے کہ سانس نکلتی ہے، گویا کہ اللہ کی تسبیح ان کی سانس ہو گی۔

مسلم شریف کی حدیث ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ ان کو ایسی تسبیح کی توفیق دی جائے گی جیسے تمہیں سانس لینے کی توفیق دی جاتی ہے۔

مسلمان کی زندگی کا مقصد

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ (اس میں چشمے ہوں گے بہنے والے)

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾ (اس میں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے)

کتنے اونچے؟ بعض احادیث میں آیا کہ اتنی بلندی ہو گی جتنی بلندی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ بعض وہ لوگ جن کو جنت کی، جہنم کی یا مولوی کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کا مذاق اڑانے کا مزہ آتا ہے وہ جب ایسی نعمتوں کا ذکر سنتے ہیں تو ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ ارے اللہ کے بندو! ہم تمہارے جیسے صحافیوں، ادیبوں اور فنکاروں اور دانشوروں کو ناراض کر سکتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کو ناراض نہیں کر سکتے اللہ کی کتاب کو حضور اکرم ﷺ کی احادیث کو معاذ اللہ اپنی نظروں سے نہیں گرا سکتے جب اللہ نے ذکر کیا تو پھر ہم کیوں نہ اس کا تذکرہ کریں، کیوں نہ پڑھیں، اور کیوں نہ اللہ کے وعدوں پر یقین کریں؟ بے شک ایک مسلمان کی زندگی اور عبادت اور

محنت کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی رضا ہے جنت نہیں ہے، پھل اور پھول نہیں ہے، حور وغلمان نہیں ہے، شراب اور دودھ نہیں ہے، ارے! یہ چیزیں مقصود نہیں، مقصود اللہ کی رضا ہے اللہ راضی ہو کر اگر یہ چیزیں عطا فرماتا ہے تو الحمد للہ ہمیں ان چیزوں کی تمنا اور آرزو بھی ہے۔ تو یہ تخت بلند ہوں گے، کتنی بلندی؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اتنی بلندی جتنی بلندی آسمان اور زمین کے درمیان ہے اب وہ جو مذاق اڑانے والے ہیں اگر آج سائنس ان کے سامنے بہت سی ایجادات سامنے نہ کر دیتی تو بعید نہیں کہ وہ اس کا بھی مذاق اڑاتے ارے یہ کیسی حدیث ہے؟ کتنی بلندی ہے؟ کیسے اوپر چڑھے گا؟ تو ہوائی جہاز کیسے اڑاتا ہے، آپ اس پر کیسے چڑھتے ہیں؟ اگر آپ کے لیے وہ اتر سکتا ہے اور انسان اتار بھی سکتے ہیں اور آسمان کی بلندیوں تک لے جا بھی سکتے ہیں تو اللہ پاک بھی ان تختوں کو ایسا کر سکتا ہے وہ آسمان کی بلندیوں پر بھی جا سکتے ہیں اور وہ نیچے بھی آ سکتے ہیں۔

جنت کی نعمتوں کی حقیقت دنیا میں سمجھ نہیں آسکتی

یاد رکھیے! کہ آخرت کا جہان ایسا جہان ہے کہ اس کی نعمتوں اور اس کی سزاؤں کی حقیقت دنیا میں سمجھ میں نہیں آسکتی یہ تو ہمیں سمجھانے کے لیے کہا ارے! وہاں تخت بھی ہوں گے وہاں آب خورے اور گلاس بھی ہوں گے، وہاں پینے کا پانی بھی ہوگا، وہاں دودھ بھی ہوگا، شہد بھی ہوگا اور پاک صاف شراب بھی ہوگی یہ ہمیں سمجھانے کے لیے کہا ورنہ جنت کی نعمتوں کی حقیقت ہم سمجھ نہیں سکتے اللہ خود قرآن میں فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ (کسی نفس کو پتہ نہیں میں نے آخرت میں نیک نفس کے لیے آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے) جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۱۷ اس سبب سے جو وہ کرتے تھے۔

ہمارے آقا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حدیث قدسی ہے۔

اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر۔

اللہ کہتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے نہ کسی دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ یہ تو ایسا ہے جیسے ہم اندھے ہیں اور ہمیں سمجھانے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا ہم نے لطیفے کے طور پر سنا، آپ نے بھی سنا ہوگا کہتے ہیں یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ تو یہ ٹیڑھی کھیر کا محاورہ کیسے نکلا؟ کہتے ہیں کہ ایک نابینا حافظ صاحب کو کسی نے بتلایا کہ کھیر بڑی مزیدار ہوتی ہے کہنے لگا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا جیسے بگلا ہوتا ہے کہا بگلا کیسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا بگلا ایسا ہوتا ہے خوب نقل کر کے بتلایا ایسے اس کی گردن ٹیڑھی ہوتی ہے، ہاتھ کے ذریعے سے حافظ صاحب نے اس کے ٹیڑھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو پھر کہنے لگے بھائی! کھیر تو بڑی ٹیڑھی ہوتی ہے۔

تو ہمیں سمجھانے کے لیے اللہ نے کہا یوں ہوگا ورنہ اس کی حقیقت تو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جو نعمتیں ہوں گی دنیا میں ہم صرف ان کے نام جانتے ہیں ان کی حقیقت ہم نہیں جانتے کہ ان کی حقیقت کیا ہوگی۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ (اس میں تخت ہیں اونچے بچھے ہوئے اور آب خورے قرینے سے رکھے ہوئے)

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ (اور غالیچے ترتیب سے بچھے ہوئے)

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾ (اور تکیے ہر طرف پڑے ہوئے)۔

یہاں تک تو دو گروہوں کا ذکر کیا اور ان دو گروہوں (جنت والوں اور جہنم والوں) کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور واحدانیت کے دلائل بیان کئے جارہے ہیں فرمایا کہ:

اللہ کی قدرت کے دلائل ...... اونٹ کی تخلیق

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾

(یہ اونٹ کی طرف نگاہ نہیں کرتے کہ کیسے اس کو پیدا کیا گیا)

قرآن کریم یہ صرف آج کے دانشوروں کے لئے نازل نہیں ہوا، یہ چودہ سو سال پہلے کے بدوؤں کے لئے بھی نازل ہوا ہے، قرآن شہری کے لئے بھی ہے، اور دیہاتی کے لئے بھی ہے، اس میں عالم کے لئے بھی ہدایت کا سامان ہے، جاہل کے لئے بھی ہدایت کا سامان ہے، عرب کا بدو اور دیہاتی جو کہ سادہ صحرائی زندگی گزارنے والا صحراء میں رہتا ہے اسے اونٹ سے واسطہ پیش آتا تھا، اونٹ عرب کے بدوؤں کے لئے سب سے نفع بخش جانور اور اونٹ ان کی زندگی میں کتنا داخل تھا یہ ایک لطیفے سے آپ بات سمجھیں گے ایک لطیفہ ہی سمجھ لیجئے کہتے ہیں کسی نے کسی عرب بدو سے پوچھا ارے بھائی! کھاتے کیا ہو؟ اس نے کہا اونٹ۔ پیتے کیا ہو؟ اونٹ۔ پہنتے کیا ہو؟ اونٹ۔ جلاتے کیا ہو؟ اونٹ۔ رہتے کس میں ہو؟ اونٹ میں۔ سوار کس پر ہوتے ہو؟ کہا اونٹ پر۔ کہا یہ عجیب پہیلی ہے ہر چیز کا جواب اونٹ، اس نے کہا کہ اونٹ کو کاٹ کر اس کا گوشت کھاتے ہیں اس کا دودھ پیتے ہیں اس کی اون سے کپڑے بنتے ہیں اور وہ پہنتے ہیں اس کے چمڑے سے خیمہ بناتے ہیں اس میں رہتے ہیں اس کی مینگنیوں کو جلاتے ہیں۔ اور اونٹ پر تو سفر کرتے ہوئے تم نے بھی دیکھا ہوگا اونٹ اس طریقے سے عربوں کی زندگی میں داخل تھا۔ اللہ نے فرمایا کیا یہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے اس کو کیسے پیدا کیا گیا؟ لمبا قد ہے، عجیب سی شکل ہے، لمبی گردن ہے۔ بعض حضرات اسی لیے کہتے ہیں ارے اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ ہر کل ہی عجیب ہے کتنا بڑا جانور اور کان چھوٹے

چھوٹے اور ٹانگیں کتنی لمبی اور گردن کہا جا رہی ہے دُم دیکھیں کیسی ہے۔ تو عجیب الخلقت جانور کیسے پیدا کیا گیا؟ مضبوط اور طاقتور لیکن متواضع، اور وفادار ایسا کہ ایک بچہ سو سو اونٹوں کی قطار کو ہنکائے لیے جا رہا ہے مہار سے پکڑا ہے اور پوری کی پوری قطار اس کے پیچھے چل رہی ہے ایک بھی اونٹ قطار سے ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ اللہ اکبر۔ ہم تو ان جانوروں کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑے وفادار کہتے ہیں لیکن انسان تو ہر وقت اسی چکر میں رہتا ہے کہ داؤ لگا دوں، فریب کر دوں لیکن وہ اتنا طاقتور ہونے کے باوجود فریب نہیں کرتا۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کہیں کولہو کا بیل گھوم رہا تھا اور اس کے گلے میں گھنٹی باندھی ہوئی تھی تو ایک منطقی انسان باہر آ کر کھڑا ہو گیا اور تیلی سے پوچھا کہ بھائی! اس کے گلے میں گھنٹی کیوں ہے اس نے کہا کہ جب تک یہ چلتا رہتا ہے تو گھنٹی سے مجھے پتہ چلتا رہتا ہے اور اگر کھڑا ہو جائے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ کھڑا ہو گیا میں آ کر ڈنڈا رسید کرتا ہوں پھر چل پڑتا ہے اس نے کہا کہ اگر یہ کھڑا کھڑا ہی گردن ہلانا شروع کر دے تو پھر کیا ہوگا؟ اس نے کہا بھاگ، کہیں میرے بیل کا دماغ نہ خراب کر دینا انسان تو ایسی چکر بازیاں سوچتا ہے لیکن حیوان کو اللہ پاک نے ایسا بنا دیا اسی لیے تو اللہ کہتا ہے میں نے ان کو مسخر کیا ہے، میں نے ان کو تمہارے تابع کر دیا ایک بچہ پورے سو سو اونٹوں کی قطار کو ہانک کر لے جا رہا ہے متواضع اور وفادار اتنا اور صابر اتنا کہ دس دن تک اگر پانی نہ ملے تو برداشت کر جاتا ہے، پیاس برداشت کر جاتا ہے اور سادگی اتنی کہ ہر طرح کی جھاڑیاں کھا لیتا ہے کانٹے دار جھاڑیاں کڑوی ہوں، میٹھی جیسی بھی ہوں کھا جاتا ہے بہت سے جانور ہوتے ہیں کہ مخصوص قسم کی جھاڑیاں اور مخصوص قسم کا چارہ کھاتے ہیں ہر طرح کی چیزیں نہیں کھاتے لیکن اونٹ ہر طرح کی جھاڑیاں کھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ محنتی اتنا کہ کئی کئی سو میل کا سفر طے کر جاتا ہے اور عرب کے لوگ تو اس کو تیز چلانے کے لیے حُدی پڑھا کرتے تھے حُدی ان کے ہاں ایک خاص انداز سے، خاص لہجہ سے اور خاص راگ اور طرز سے ماہر قسم کے لوگ ہوتے تھے جو حُدی پڑھتے تھے اور جب حُدی پڑھی جاتی تھی تو اونٹ مستی میں آ کر خوب تیز چلتا تھا۔

تو اس کے اندر وفاداری بھی ہے، جفاکشی بھی ہے۔

کائنات کی وسعت

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ (اور آسمان کی طرف نظر دیکھتے کیسے اس کو اونچا کیا گیا)

کیسا مضبوط، کیسا بلند، کیسا وسیع و عریض خیمہ کہ اس سے زیادہ وسیع و عریض خیمہ آج تک نہیں بنایا گیا اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اسی آسمان کے اندر کیا کچھ ہے۔ بعض کتابوں میں دیکھا کہ سب سے زیادہ دنیا میں جس چیز کی رفتار تیز ہے وہ روشنی ہے تو سورج کی روشنی آ- ان سے زمین تک تقریباً سوا آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے جبکہ

روشنی کی جو رفتار ہے وہ دو سو چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے ایک سیکنڈ میں روشنی جو فاصلہ طے کرتی ہے وہ دو سو چھیاسی ہزار میل۔ تو آپ اندازہ کیجیے کہ سورج کی روشنی سوا آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے تو کتنا فاصلہ ہوگا سورج اور زمین کے درمیان لیکن سورج کے علاوہ آسمان کے اندر کئی ستارے ایسے ہیں جن کی روشنی زمین تک پہنچنے کے لیے لاکھوں سال درکار ہیں۔

اور بعض کتابوں میں دیکھا بعض ستارے ایسے ہیں کہ جب سے اللہ نے آسمان کو پیدا کیا ہے ان کی روشنی کا سفر شروع ہوا زمین اور یہ کائنات لاکھوں سال بوڑھی ہو چکی لیکن ان ستاروں کی روشنی اب تک زمین تک نہیں پہنچ سکی ہے یہ کائنات اتنی وسیع ہے۔ ابھی تو انسان نے چاند پر قدم رکھا ہے اور بھڑکیں مارنے لگ گیا کہ میں ایسا ہوں۔ اللہ پاک کی کائنات تو بڑی وسیع ہے اب اس وسعت کا اندازہ لگایئے کہ کائنات کتنی وسیع ہے اور پھر ان لوگوں کی حماقت دیکھیے جن کے سامنے جب جنت کی وسعت کو بیان کیا جاتا ہے تو وہ بے وقوف مذاق اڑاتے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے کنویں کے اندر مینڈک ہو اس کو بتایا جائے جناب عالی! یہاں سے اگر باہر نکلے تو بڑی وسیع وعریض زمین ہے، سڑکیں ہیں، گاڑیاں ہیں، بلڈنگیں ہیں تو وہ کہے گا اے احمق آدمی! اس کنویں سے بڑی کوئی کائنات ہو سکتی ہے؟ تو ایسے لوگ کنویں کے مینڈک ہیں کنویں میں رہتے ہوئے اس دنیا کا مذاق اڑاتے ہیں یا یوں کہہ لیجیے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ تھا اس کو اگر بتایا جاتا ارے بھائی! باہر اتنی لمبی چوڑی زمین اور جہان ہے اسے یقین آتا؟ نہیں بلکہ آپ کہتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی جو روتا ہے تو اس لیے روتا ہے کہ بڑی اچھی جگہ میسر تھی وہ مجھ سے چھوٹ گئی، اس کو پتہ نہیں کہ اللہ پاک نے اس کو اس سے بھی اچھی جگہ عطا فرمادی ہے وہ تو وطن کے چھوٹنے پر رو رہا ہے اور اللہ پاک نے اس کے لیے ایک اور وطن کا انتظام کر رکھا ہے۔

پہاڑوں کی نعمت

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

(پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کس طرح وہ کھڑے کیے گئے)

پہاڑ زمین کے لیے میخ کا کام دیتے ہیں ان کے اندر معدنیات، ان کے اندر پانی کے چشمے اور بہت سے پہاڑ ایسے ہیں کہ وہ سردیوں کے دنوں میں اپنے کندھوں پر لاکھوں ٹن برف اٹھا لیتے ہیں اور گرمیوں کے دنوں میں جب بندوں کو اور اللہ کی مخلوق کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ برف پگھلتی ہے اور نہروں میں آکر بندوں کے کام آتی ہے۔

زمین بچھونا ہے

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ (زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے بچھایا گیا)

ہے تو گول لیکن اللہ نے اس کو ایسا بچھایا کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ گول ہے۔ فرمایا کہ جو ان تکوینی دلائل میں غور و فکر کرے گا وہ جان لے گا کہ جو اللہ اونٹ جیسا جانور، آسمان جیسی چھت اور پہاڑوں جیسی میخیں اور زمین جیسا فرش بنا سکتا ہے وہ اللہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے، وہ جنت اور جہنم میں نعمتوں اور سزاؤں کا بھی انتظام کر سکتا ہے وہ اللہ اس بات پر قادر ہے۔ اللہ اکبر

نکتہ

بعض تفاسیر میں بڑا پیارا نکتہ لکھا ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصل میں ان آیات میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ اگر کامیابی چاہتے ہو تو اپنے اندر یہ صفات پیدا کرو اونٹ جیسا صبر، جفاکشی، سادگی، آسمان جیسی بلندی اور پہاڑوں جیسی استقامت اور زمین جیسی عاجزی اور بعض حضرات نے کہا کہ ان صفات کا سب سے زیادہ دین کے داعی کے لیے ہونا ضروری ہے جو دین کی دعوت دیتا ہے اس کے اندر ان صفات کا ہونا ضروری ہے اونٹ کی طرح جفاکشی، صبر، سادگی، محنت و وفاداری اور آسمان کی طرح ان کی نظر بلند ہو نظر نیچی نہ ہو، نظر روپے پیسے پر نہ ہو اللہ کی طرف نظر ہو اور پہاڑ کی طرح استقامت اور زمین کی طرح عاجزی اس کے اندر ہو۔ اللہ اکبر۔

حضور ﷺ نصیحت کرنے والے ہیں

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ (آپ تو صرف یاد دہانی کرانے والے ہیں)

آپ کا کام سمجھانا ہے دلوں کو بدلنا آپ کا کام نہیں ہے۔

لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ (آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں)

کہ زبردستی ان کو لائیں، دین کا راستہ دکھائیں، ہدایت کا راستہ دکھائیں، جو مانتا ہے مانے جو نہیں مانتا تو نہ مانے لیکن اس کے باوجود اللہ کے نبی صرف دعوت نہیں دیتے تھے، تڑپتے بھی تھے، روتے بھی تھے دعائیں بھی کرتے تھے، اللہ! میں نے کانوں تک تو بات پہنچا دی دل میں تو اتار دے لیکن اللہ نے کہا آپ ان پر مسلّط نہیں ہیں لہٰذا آپ اتنے فکر مند نہ ہوں۔

منکرین کا حساب ہمارے ذمہ ہے

إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ (مگر وہ جو منہ موڑے گا اور کفر کا راستہ اختیار کرے گا)

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ (تو اللہ اس کو بڑی سزا دے گا)

اے اللہ! تو ہمیں بڑی سزا سے بچا لے اور چھوٹی سی سزا سے بھی بچا لے اے اللہ! ہم بڑی سزا تو کیا چھوٹی سزا

بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ ﴿۲۵﴾ (بیشک ہماری طرف ان کی واپسی ہوگی)

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَهُمۡ ﴿۲۶﴾ (پھر بیشک ہمارے ذمے ہے ان کا حساب لینا)

احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ یہ آیت پڑھتے تو آپ ﷺ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ حَاسِبۡنِیۡ حِسَابًا یَّسِیۡرًا یہ تو آپ کو بتا چکا ہوں حضور ﷺ قرآن پڑھتے ہوئے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ اللہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

اللہ تعالیٰ کی آزمائش

اٰيَاتُهَا ٣٠ (٨٩) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (١٠) رُكُوْعَاتُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْفَجْرِ ۙ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ
قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ؕ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ﴿٧﴾ الَّتِيْ
لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۙ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ
ذِي الْاَوْتَادِ ۙ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۙ﴿١١﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۙ﴿١٢﴾ فَصَبَّ
عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا
ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ﴿١٥﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ
فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ﴿١٧﴾ وَلَا
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ
حُبًّا جَمًّا ؕ﴿٢٠﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ﴿٢٢﴾
وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ
اَحَدٌ ؕ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ﴿٢٨﴾
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: قسم ہے فجر کے وقت کی۔ (۱) اور دس راتوں کی۔ (۲) اور جفت کی، اور طاق کی۔ (۳) اور رات کی جب وہ چل کھڑی

ہو (کہ آخرت میں جزا و سزا ضرور ہوگی۔ (۴) ایک عقل والے (کو یقین دلانے) کے لئے یہ قسمیں کافی ہیں کہ نہیں؟ (۵) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (۶) اُس اُونچے ستونوں والی قوم اِرم کے ساتھ۔ (۷) جس کے برابر دُنیا کے ملکوں میں کوئی اور قوم پیدا نہیں کی گئی؟ (۸) اور ثمود کی اُس قوم کے ساتھ کیا کیا جس نے وادی میں پتھر کی چٹانوں کو تراش رکھا تھا؟ (۹) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا کیا؟ (۱۰) یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں سرکشی اِختیار کرلی تھی۔ (۱۱) اور ان میں بہت فساد مچایا تھا۔ (۱۲) چنانچہ تمہارے پروردگار نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسادیا۔ (۱۳) یقین رکھو تمہارا پروردگار سب کو نظر میں رکھے ہوئے ہے۔ (۱۴) لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس کا پروردگار اُسے آزماتا ہے اور اِنعام و اِکرام سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ "میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے"۔ (۱۵) اور دُوسری طرف جب اُسے آزماتا ہے اور اُس کے رزق میں تنگی کردیتا ہے تو کہتا ہے کہ "میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے"۔ (۱۶) ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ (۱۷) اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے۔ (۱۸) اور میراث کا مال سمیٹ سمیٹ کر کھاجاتے ہو۔ (۱۹) اور مال سے بے حد محبت کرتے ہو۔ (۲۰) ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔ (۲۱) اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدانِ حشر میں) آئیں گے۔ (۲۲) اور اُس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا تو اُس دِن انسان کو سمجھ آئے گی اور اُس وقت سمجھ آنے کا موقع کہاں ہوگا؟ (۲۳) وہ کہے گا کہ "کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیا ہوتا!" (۲۴) پھر اُس دن اللہ کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہیں ہوگا۔ (۲۵) اور نہ اُس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہوگا۔ (۲۶) (البتہ نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ) "اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے۔ (۲۷) اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی۔ (۲۸) اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں۔ (۲۹) اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

سورۃ الفجر کا خلاصہ

تشریح:...... یہ سورۃ الفجر ہے اس میں تیس آیات ہیں اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے تین مضامین بیان فرمائے ہیں۔ پہلی چودہ آیات میں بعض سرکش قوموں کا ذکر ہے اس کے بعد چھ آیات میں اللہ کی یہ سنت بیان کی گئی ہے کہ وہ انسان کو کبھی دے کر آزماتا ہے اور کبھی اس سے لے کر اس کو محروم رکھ کر آزماتا ہے۔ تیسرے نمبر پر دس آیات میں قیامت کی ہولناکی کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اس دن دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے بعض سعادت مند ہوں گے اور بعض بدبخت۔ اللہ پاک ہم سب کو سعادت مندوں میں سے بنائے اور ان میں سے اٹھائے۔ آمین

چار قسمیں اور اہل عقل کے لئے نصیحت

سورت کی ابتداء میں اللہ نے چار چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں فرمایا کہ:

وَالْفَجْرِ ۝١ (فجر کی قسم!)

فجر کا وقت بڑا مبارک وقت ہے، دن کا آغاز ہوتا ہے کائنات انگڑائی لے کر جاگ اٹھتی ہے، چرند پرند اس وقت اللہ کی تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں، انسان کے لئے عبادت اور مناجات کا وقت ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی ہر دن کی فجر کا آغاز اللہ کے ذکر عبادت، تلاوت، دعا اور نماز سے ہوتا ہے۔

دس راتوں سے کیا مراد ہے؟

وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ (دس راتوں کی قسم!)

یہ کون سی دس راتیں ہیں؟ زیادہ تر مفسرین اسطرف گئے ہیں کہ اس سے مراد ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ یہ ابتدائی دس دن وہ ہیں جس میں اہل ایمان حج کے مناسک اور حج کے اعمال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ عاشقوں کے دل میں محبت اور عشق کا شعلہ روشن ہوتا ہے کیونکہ حج ایسی عبادت ہے کہ جس میں عشق اور محبت کا پہلو غالب ہے۔ ہر عبادت کا اپنا الگ ڈھنگ، رنگ، اسلوب ذائقہ اور کیفیت ہے۔ حج جو ہے یہ عاشقانہ عبادت ہے اور ان دس راتوں کی بھی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے بخاری اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا کہ ذوالحجہ کے جو ابتدائی دس دن ہیں ان میں اعمال صالحہ کی قدر و قیمت سال بھر کے بقیہ سارے ایام سے زیادہ ہے تو یہ دس دن اور دس راتیں بڑی قیمتی ہیں۔

کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ (جفت کی قسم اور طاق کی قسم!)

اس کائنات میں جو کچھ ہے یا جفت ہے یا طاق ہے۔ تو گویا کہ اللہ نے سارے جہاں کی قسم کھائی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے سوائے اللہ پاک کی ذات کے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں اللہ وتر و انتم شفع ایک اللہ صرف طاق ہے باقی سارے کے سارے جفت اور شفع ہیں کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے کوئی چیز ایسی نہیں جس کا دوسرا جوڑا جس کی دوسری مثل، جس کی دوسری مانند موجود نہ ہو۔ سمندر جوڑا جوڑا، جنگل جوڑا جوڑا، جن جوڑا جوڑا، انسان جوڑا جوڑا، شمس و قمر جوڑا جوڑا، آسمان زمین جوڑا جوڑا، درخت جوڑا جوڑا، نباتات جوڑا جوڑا، ہر حیوان جوڑا جوڑا، ہر کیڑا مکوڑا جوڑا جوڑا، بلکہ بے جان چیزوں میں بھی اگر آپ دیکھیں صفات واخلاق میں دیکھ لیں تو ہر چیز کا جوڑا موجود ہے اس کی ضد یا اس کی جنس موجود ہے، ایمان ہے تو کفر بھی ہے، محبت ہے تو نفرت بھی ہے، غصہ ہے تو نرمی بھی ہے، حسد ہے تو ایثار بھی ہے، آپ رنگوں کو دیکھ لیں

کالا ہے تو سفید بھی ہے، نیلا ہے تو پیلا بھی ہے، آپ کیفیات کو دیکھ لیں آپ ذائقہ کو دیکھ لیں اس کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا دکھائی دے گی سوائے اللہ پاک کی ذات کے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

قرآن کریم نے اس وقت دعویٰ کیا تھا جس وقت کہ کوئی سائنسی تحقیق نہیں ہوئی تھی۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ہم نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور آج دنیا بھر کے سائنسدان، حکماء، ڈاکٹر، مفکرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے، کوئی بھی جوڑے سے خالی نہیں ہے۔ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ جفت کی قسم، طاق کی قسم گویا کہ یوں کہہ سکتے ہیں ساری مخلوق کی بھی قسم اور مخلوق کو پیدا کرنے والے اس ایک اللہ کی بھی قسم۔

باطل ہمیشہ نہیں رہے گا حق کا سویرا ہوگا

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ (اور رات کی قسم جبکہ وہ چلتی ہے)

سرٰی یسری کا معنی ہوتا ہے چلنا۔ انسان کا، حیوان کا، کسی چیز کا چلنا۔ اللہ نے گویا ایسا لفظ رات کے لئے استعمال کیا کہ جو بھی جاندار چیز جو چل رہی ہے، جو کہ جارہی ہے اس کو شامل ہے رات جانے کے لئے ہے رات کے بعد صبح کا آنا یقینی ہے ایسے نہیں کہ ہمیشہ رات رہے گی رات کے بعد صبح آکر رہے گی باطل اور کفر یہ بھی ایک رات ہے، ایک ظلمت ہے، ایک اندھیرا ہے، ایک تاریکی ہے۔ یہ باطل ہمیشہ نہیں رہے گا حق کا سویرا ہوگا اللہ پاک کے ہاں حق کے سویرے کے لئے جو وقت مقرر ہے وہ وقت آئے گا اور حق کا سویرا ہوگا اس لیے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے مسلمان کی شان نہیں کہ مایوس ہوجائے لیکن یہ مطلب نہیں کہ باطل پر مطمئن ہوجائے بلکہ باطل کو مٹانے کی اور حق کو لانے کی اپنے طور پر کوشش کرتا رہے لیکن باطل ہمیشہ نہیں رہے گا یہ یقین دل کے اندر ہونا چاہیے کہ باطل کا اندھیرا ختم اور حق کا سویرا ہوکر رہے گا۔ یہ چار قسمیں کھائیں فجر کی قسم، دس راتوں کی قسم، جفت اور طاق کی قسم، رات کی قسم جبکہ وہ چلتی ہے لیکن اس کے بعد جواب قسم ذکر نہیں کیا گیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ قسم کے بعد جواب قسم آتا ہے جس دعویٰ پر قسم کھائی جاتی ہے وہ آتا ہے یہاں وہ مذکور نہیں ہے تو وہ کیا ہے؟ وہ یہاں کلام میں محذوف ہے کلام میں ذکر نہیں کیا گیا لیکن مراد ہے اور وہ ہے۔ اقسم لکم ان ھولاء المجرمین سیعذبون۔ میں (اللہ) ان ساری چیزوں کی قسمیں کھا کر کہتا ہوں کہ ان مجرموں کو عذاب دیا جائے گا میں، ان کو ایسے نہیں چھوڑوں گا پھر فرمایا کہ:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ (میں نے جو چار قسمیں کھائی ہیں)

کیا تمہارے اہل عقل کے لئے ان چار قسموں میں کچھ سبق ہے؟

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کون سی قوم عاد؟

اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۝ (لمبے لمبے ستونوں والی)

قوم عاد کی مختصر تاریخ

قوم عاد دو گزری ہیں عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ قوم ثمود کو بھی عاد کہا جاتا ہے یہ عاد ثانیہ ہے لیکن یہ قوم ثمود عاد ثانیہ عاد اولیٰ سے دو سو سال بعد ہوئی ہے۔ تو فرمایا کہ کیا تم کو پتہ نہیں کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی عاد ارم لمبے لمبے ستونوں والے۔ ذَاتِ الۡعِمَادِ لمبے لمبے قد والے اور اپنے قد آور ہونے پر ان کو بڑا ناز تھا۔ اور دوسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وہ اونچی اونچی ستونوں والی عمارتیں بناتے تھے عمارتیں بنانے کا ان کو بڑا شوق تھا۔ سورۃ شعراء میں اللہ نے فرمایا:

اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ ۝ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ۝ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ ۝

کیا تم ہر ٹیلے پر کوئی اونچی عمارت بنا دیتے ہو اور ایسے مکانات بناتے ہو جیسے گویا کہ تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑے ظالم اور جابر بن کر گرفت کرتے ہو۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ آج کے مسلمانوں سے خطاب ہے۔ آج کے بہت سے متمول، اصحاب ثروت اور ارباب اقتدار مسلمان وہی کام کرتے ہیں جو قوم عاد کرتی تھی محلات، بنگلے، وسیع و عریض کوٹھیاں، عجیب و غریب عمارات وہ بناتے چلے جاتے ہیں ہر ملک میں ایک محل بنا لیتے ہیں جس میں بعض اوقات چند دن قیام کرنا ہوتا ہے۔ اور ہم اخبارات میں جو پڑھتے رہتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں کے ڈپٹی کمشنر کا بنگلہ اور کوٹھی یورپ کے بعض بادشاہوں کے محلات سے بھی زیادہ وسیع اور عریض ہوتے ہیں۔ تو قوم عاد کے اندر یہ ایک خرابی پائی جاتی تھی ظلم وستم، کسی پر گرفت کرتے تو بڑی سختی سے گرفت کرتے تھے۔

الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ ۝

خود اللہ کہتے ہیں کہ قوم عاد ایسی تھی کہ اس جیسی قوم شہروں میں پیدا نہیں کی گئی اس جیسی قد آور اور طاقت ور قوم

دنیا میں نہیں گزری۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ان کا ایک ایک فرد ایسی بھاری چٹان اٹھالیتا تھا جسے دس افراد بڑی مشکل سے اٹھا سکیں اور جب زمین پر چلتے تو زمین تھرتھراتی تھی اس قوت اور طاقت نے ان کو دھوکے اور غرور میں مبتلا کر دیا تھا اور قرآن کہتا ہے وہ خود کہنے لگے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ انہیں اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔

قوم عاد کی ہلاکت

اللہ نے انہیں سب سے ہلکی چیز سے ہلاک کیا۔ سب سے ہلکی چیز ہوا ہے سورۃ الحاقہ میں ہے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝

سات دن اور آٹھ راتیں مسلسل ہوا چلتی رہی ہوا نے اٹھایا اور اٹھا اٹھا کے پٹخا، اللہ کہتا ہے کہ ایسے لاشے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجور کے تنے اور کھجور کے سڑے ہوئے درخت ہوتے ہیں۔

قوم صالح کا انجام

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝

دوسری قوم کا ذکر کیا، (کیا تم نے نہیں دیکھا قوم ثمود کو جو وادی میں پتھروں کو تراشتے تھے)

اس سے مراد قوم صالح ہے۔ یہ تبوک اور مدینہ کے درمیان رہتے تھے ان کے اندر بڑے بڑے انجینئر کاریگر اور صناع اور معمار پیدا ہوئے سورۂ شعراء کی آیت ۱۴۹ میں اللہ نے فرمایا: وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ وہ تکبر سے اکڑتے ہوئے پہاڑوں کو تراش تراش کر اس میں اپنے مکانات بناتے تھے۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے سترہ سو شہر تعمیر کیے اور ہر شہر سنگ مرمر سے بنا ہوا تھا اور ان کی عمریں اتنی طویل تھیں کہ تین تین سو سال اور پانچ پانچ سو سال کی عمر ان میں سے بعض کو عطا کی گئی۔ ان کو بھی اپنی مادی طاقت نے، ظاہری طاقت نے گھمنڈ میں مبتلا کر دیا اللہ کا عذاب آیا اور یہ زلزلے سے سارے کے سارے ہلاک ہو کے رہ گئے۔ تیسری قوم جس کا اللہ نے یہاں ذکر فرمایا:

فرعون کے مظالم

وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۝ (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا کیا)

اَوْتَاد وَتَد کی جمع ہے وتد میخ کو کہتے ہیں، کیل کو کہتے ہیں لیکن عربی زبان میں اوتاد کا معنی بلند عمارت بھی ہے۔

فرعونیوں نے بھی بلند و بالا عمارتیں بنائیں۔ یاد رکھیے! کہ فرعون کسی ایک بادشاہ کا نام نہیں تھا فرعون ایک عہدے پر فائز ہونے والے کا نام تھا اس لیے فرعون تاریخ میں ایک نہیں گزرا فرعون کئی گزرے ہیں اور قرآن کی سچائی پر قربان جائیے کہ قرآن نے کسی فرعون کا نام نہیں لیا فرعون جو عہدے کا عنوان تھا اس کو تو ذکر کیا لیکن متعین طور پر کسی فرعون کا نام نہیں لیا ہے۔ وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہیں نجات دی آل فرعون سے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہی دو فرعون گزرے اگر تاریخ سے واقعی یہ بات ثابت ہو جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دو فرعون گزرے ہیں تو اس سے قرآن کی صداقت ثابت ہوتی ہے کہ قرآن نے ایک متعین فرعون کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس عہدے پر فائز ہونے والے کا نام ذکر کیا تو قرآن کی سچائی پر حرف نہیں آتا لیکن وہ کتابیں جس میں کسی ایک متعین فرعون کا ذکر کیا گیا ہے تو اگر تاریخ سے ثابت ہو جائے کہ ایک شخص نہیں تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حکمران دو تھے تو پھر ان کتابوں کی سچائی پر حرف آئے گا کہ فرعون اس عہدے پر فائز ہونے والا تو ایک ہے انہوں نے بلند و بالا عمارتیں بنائیں، اہرام مصر تو آپ جانتے ہیں دنیا کے جو سات عجائبات ہیں ان میں سے ایک عجوبہ اہرام مصر بھی ہے اس زمانے میں چٹانوں کو تراش کر انہوں نے اپنے مقبرے کے طور پر جو اہرام بنائے آج تک کے سائنسدان اور صانع اور کاریگر اور انجینئر ان کی ذہانت پر اور ان کی مسلسل محنت پر حیران اور ششدر ہیں کس طریقے سے ان عمارتوں کو بنایا گیا ہے تو یہ معنی بھی ہو سکتا ہے بلند و بالا عمارتوں والے فرعون، اور اوتاد کا معنی لشکر بھی ہے لشکروں والے فرعون اور اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ فرعون اپنے مخالفین کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میخوں والے فرعون کے ساتھ تیرے رب نے کیا معاملہ کیا؟۔

سرکشوں کا انجام

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ (جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔)

فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ (بہت زیادہ فساد برپا کر دیا)

ظلم کرتے تھے، قتل کرتے تھے، اللہ کے حکموں کو توڑتے تھے، معاصی میں غرق تھے۔ تو کیا ہوا؟

فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ (تیرے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا)

ہر ایک پر اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ نے سورۂ عنکبوت میں فرمایا فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ان میں سے ہر ایک کو ان کے گناہ کی وجہ سے پکڑا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ان میں سے کسی پر تیز ہوا چلا دی۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ کسی کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ اور ان میں سے کسی کو ہم نے

زمین میں دھنسا دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا اوران میں سے کسی کو ہم نے پانی میں غرق کر دیا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ اللہ ظلم کرنے والا نہیں۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ بلکہ وہ اپنے اوپر خود ہی ظلم کرنے والے ہیں، انہوں نے تباہی کے اسباب خود جمع کیے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴿۱۴﴾ (بیشک تیرا رب گھات میں ہے)

ایسا نہیں کہ ان پر تو عذاب نازل ہوا اور دوسرے ظالموں اور سرکشوں کو اللہ چھوڑ دے گا اللہ گھات میں ہے، دیکھ رہا ہے کون ظالم ہے، اس کو ایک وقت تک ڈھیل تو دیتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ کبھی اس پر اللہ کا عذاب نہ آئے جو ظالم ہیں ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا آج کے ظالم ہوں، ماضی کے ظالم ہوں یا مستقبل کے ظالم ہوں یہ حقیقت ہے قرآن کی بیان کردہ سچائی ہے اگر ابھی تک کچھ ظالموں کو اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ بڑے ظالم چھوٹے ظالموں پر ظلم کر رہے ہیں یہ ہمارے عالم اسلام کے حکمران یہ چھوٹے چھوٹے ظالم ہیں اللہ نے ان پر امریکہ جیسے ظالم کو مقرر کر رکھا ہے لیکن اللہ پاک ظالم کو پکڑے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جب ہم نے واقعی اپنے آپ کو اس قابل بنا دیا کہ اللہ کی نصرت نازل ہو اللہ ہماری مدد فرمائے تو ظالم کا ہاتھ پکڑا جائے گا۔

خوشحالی یا تنگی مقبول و مردود ہونے کی نشانی نہیں

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ

یہاں سے اللہ دوسرا مضمون بیان فرماتے ہیں۔ انسان کو جب اس کا رب آزماتا ہے فَاَكْرَمَهٗ اس کو عزت دیتا ہے۔ وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت بخشتا ہے۔ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ﴿۱۵﴾ تو تکبر اور فخر کے ساتھ کہتا ہے میرے رب نے مجھ پر کرم کر دیا مجھے عزت دے دی اگر یہ کلمہ شکر کے طور پر کہتا تو یہ کلمہ بڑا اونچا کلمہ تھا کہ میرے رب نے مجھے نواز دیا میرے رب کا میرے اوپر بڑا کرم ہے لیکن وہ یہ کلمہ شکر کے طور پر نہیں کہتا بلکہ فخر اور تکبر کے طور پر کہتا ہے میں عزت والا ہوں اس لیے کہ میرے پاس مال و دولت کی کثرت ہے، عہدہ ہے، کرسی ہے، اقتدار ہے، اولاد ہے، بنگلہ ہے، کوٹھی ہے، کار ہے ان چیزوں کو باعث عزت سمجھتا ہے کہ جس کے پاس یہ چیزیں ہوں وہ عزت والا ہے یہ کافر کی سوچ ہے۔ لیکن اللہ اگر اس کو دوسرے طریقے سے آزماتا ہے اور اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے، میں تو ذلیل ہو گیا یہ شخص مال و دولت کی کثرت کو عزت کی دلیل سمجھتا ہے اور فقر اور غربت کو ذلت کی دلیل سمجھتا ہے لیکن میں نے تو عرض کیا کہ یہ کافر و فاسق و فاجر کی سوچ ہے مسلمان کی یہ سوچ نہیں ہے مسلمان کی سوچ تو یہ ہے کہ عزت اعمال سے ہے یہ مال کا ہونا ضروری زندگی گزارنے کے لئے ہے لیکن مال کا ہونا یہ اللہ کے نزدیک کسی کے محترم اور مکرم ہونے کی نشانی نہیں ہے۔ اور کسی نے کہا ہے کہ عزة الدنیا بالمال

وعزۃ الاٰخرۃ بالاعمال دنیا کی عزت تو مال سے ہے لیکن آخرت کی عزت اور اللہ کے ہاں عزت اعمال سے ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے رزق تو اپنے اپنے مقدر اور اپنے اپنے نصیب کے مطابق ملتا ہے کسی کے پاس رزق کا زیادہ ہونا اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ وہ اللہ کا محبوب اور اللہ کا پیارا ہے اگر مال کی کثرت اللہ کے محبوب ہونے کی نشانی اور مال کی قلت اور غربت اللہ کے ناراض ہونے کی نشانی ہے تو معاذ اللہ پھر تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سے تو اللہ ناراض تھا اور فرعون سے اللہ راضی تھا ہارون علیہ السلام سے اللہ ناراض تھا۔ اور قارون سے اللہ راضی تھا اور ابو جہل سے اللہ راضی تھا اور ہمارے آقا حضرت محمد الرسول ﷺ سے اللہ ناراض تھا۔ مال کی کثرت اللہ کے محبوب ہونے اور اللہ کے راضی ہونیکی نشانی نہیں ہے مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا ان اللہ قسم بین اخلاقکم اللہ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق بھی تقسیم کیے ہیں جیسے تمہارے درمیان اللہ نے رزق کو تقسیم کیا ہے اور فرمایا وان اللہ تعالیٰ یوتی الدنیا لمن یحب و لمن لا یحب اللہ دنیا اپنے محبوب کو بھی دیتا ہے اور اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے ولا یوتی الدین الا لمن احبہ لیکن اللہ پاک دین صرف اپنے محبوب کو دیتا ہے اپنے دشمن کو دین نہیں دیتا ہے کسی کے پاس دین، ایمان، اخلاق، اعمال صالحہ کا ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اگر اللہ اس سے راضی نہ ہوتا تو اس کو اپنے دین پر چلنے کے لیے، دین کی خدمت کے لئے، دین پر عمل کے لئے قبول نہ فرماتا۔

رضا بالقضاء کا مطلب

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہے وہ دے تو بھی راضی رہے وہ محروم رکھے تو بھی راضی رہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی بیمار ہے تو اپنی بیماری کا علاج نہ کرے، بیروزگار ہے تو روزگار تلاش نہ کرے، غریب ہے تو اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش نہ کرے کوشش ضرور کرے لیکن اللہ کی رضا پر راضی رہے اب کوشش کے باوجود میں بیمار ہوں صحت مند نہیں ہوتا علاج کرتا ہوں تو مجھے چاہیے کہ میں بیماری میں بھی اللہ کی رضا پر راضی رہوں اے اللہ! میں اس بیماری پر راضی ہوں۔ اللہ اکبر۔ اللہ کی قسم! یہ جو رضا بالقضا ہے کہ اللہ کے فیصلے پر اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا اس سے جو سکون ملتا ہے وہ ہفت اقلیم کی بادشاہت سے بھی نہیں ملتا میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں اللہ نے سوکھی کھلادی تو بھی الحمد للہ، اللہ نے روکھی کھلادی تو بھی الحمد للہ، اس نے غربت میں رکھا تو بھی الحمد للہ اور اس نے ثروت میں رکھا تو بھی الحمد للہ اس نے اولاد عطا کردی تو بھی الحمد للہ اور بے اولاد رکھا تو بھی الحمد للہ اب کر بھی کیا سکتا ہے اگر اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو تو کیا کر سکتا ہے کیا اللہ سے زبردستی لے سکتا ہے اللہ نے اولاد نہیں دی تو کیا زبردستی سے لے گا، نہیں ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا تو اب میں اللہ کی تقدیر پر راضی

ہوں کتنا اطمینان ہے۔ کتنا سکون ہے۔ اے اللہ! میں تیرے فیصلے پر راضی ہوں زبان پر وہ الفاظ ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی زبان پر الفاظ تھے جس وقت بیٹے کی لاش کو اپنی گود میں رکھا بلکہ اپنے بیٹے کو دیکھا کہ فوت ہو گئے تو فرمایا ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں ہماری آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہیں لیکن ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں، ہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں رو بھی رہے ہیں، غمگین بھی ہیں لیکن اللہ! تیرے فیصلے پر راضی ہیں تو نے اس کو اٹھا لیا تو ہم اس پر راضی ہیں ایسے شخص کا کیا مقام ہے۔ حدیث میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جب کسی کے بچے کی جان نکال لیتے ہیں اللہ پوچھتے ہیں کیا تم نے میرے بندے کے جگر کے ٹکڑے کو موت دے دی؟ کہتے ہیں ہاں، پھر پوچھتے میرے بندے کے بیٹے کو جب موت آئی اور اس کی روح نکلی تو میرے بندے نے اس وقت کیا کہا؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس نے اس وقت بھی یہی کہا الحمد للہ اے اللہ! میں تیرے فیصلے پر راضی ہوں۔ تو اللہ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک محل بنا دو اور اس محل کا نام ہی رکھ دو بیت الحمد حمد کا گھر اللہ کی تعریف کا گھر۔ تو ہر حال میں اللہ کے فیصلے پر راضی رہو جس حال میں وہ رکھے۔

ایمان افروز واقعہ

حضرت میاں صدیق صاحبؒ درد گردہ میں مبتلا تھے اور درد گردے کی وجہ سے اپنے کمرے میں گرمیوں کی دوپہر میں ریت ڈلوا لیتے تھے سادہ زمانہ تھا اور اس پر لوٹتے پوٹتے تھے اور ریاستی اور فارسی زبان کو ملا کر ایک شعر بنایا ہوا تھا اس کو پڑھتے رہتے تھے وہ کیا تھا۔

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
ایں وی سجن واہ واہ تے اوں وی سجن واہ واہ

وہ جو سجن ہے، وہ جو اللہ ہے، وہ جو حقیقی دوست ہے اس کا لطف و کرم تو ہر وقت ہوتا ہے لیکن اس کی طرف سے تکلیف اور پریشانی کبھی کبھی ہوتی ہے۔

اس حالت میں رکھے تو بھی ہم واہ واہ کہیں گے اور اس حالت میں رکھے تو بھی ہم واہ واہ کہیں گے۔ ابھی پچھلے دنوں مجھے ریل گاڑی میں سفر کا موقعہ ملا اب بعض ساتھی ایسے ہیں جو پوچھتے ہیں ارے آپ اکیلے سفر کر رہے ہیں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی میں نے کہا نہیں میں تو اللہ کا اتنا شکر ادا کرتا ہوں جس کی کوئی حد نہیں میں نے کہا اللہ کے بندے مجھ سے لاکھوں لوگ ہیں جو گھٹیا زندگی گزار رہے ہیں تکلیف والی زندگی گزار رہے ہیں تو کیا میں ان کو نہ دیکھوں اپنے لیے سہولتوں کو دیکھتا رہوں تو الحمد للہ جب۔ اس بات کو دیکھتا ہوں تو دل کی گہرائی سے اللہ کا شکر نکلتا ہے تو بندہ کر بھی کیا سکتا ہے تو اگر تقدیر پر راضی رہے تو اطمینان بھی مل جائے گا بچہ فوت ہو گیا کوئی عزیز فوت ہو گیا تو

اس کی روح کو عزرائیل سے چھین کر واپس تو نہیں لے سکتا لیکن الحمد للہ کہے گا تو اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہو جائے گی جتنا اطمینان اور سکون اس رضا بالقضاء میں ہے کہ مجھے وہ جس حال میں رکھے میں راضی ہوں میں بار بار کہہ رہا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس حال میں رکھے کوشش ہی نہ کرے کہ امت مسلمہ پستی کا شکار ہے پستی سے نکلنے کی کوشش نہ کرے، ذلیل ہو رہی ہے ذلت سے نکلنے کی کوشش نہ کرے، شکست پر شکست کھا رہی ہے فتح کے حصول کے لئے کوشش نہ کرے، ٹیکنالوجی سے محروم ہے ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے کوشش نہ کرے اور کہیں کہ ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں، نہیں یہ شیطان کا ڈھکوسلا ہے، یہ سوچ غلط ہے ان دونوں چیزوں کا مطلب اور ہے رضا بالقضاء بھی ہو اور ساتھ ساتھ کوشش اور محنت بھی ہو یہ ہمارے آقا ﷺ کی تعلیم ہے اور یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ تو فرمایا کہ یہ کافر و فاسق و فاجر کی سوچ یہ ہے کہ جب اللہ دیتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے، اکڑتا ہے اور کہتا ہے معلوم ہوتا ہے اللہ مجھ سے راضی ہے اور اللہ اس سے چھینتا ہے، رزق کی تنگی ہوتی ہے، کاروبار میں خسارہ ہوتا ہے کہتا ہے میں تو ذلیل ہو گیا اور سمجھتا ہے یہ غربت، یہ فقر، یہ خسارہ گویا کہ اللہ کی نظر میں ذلیل ہونے کی نشانی ہے فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں! یہ سوچ غلط ہے یہ جھوٹ ہے دولت والا تو معزز اور غریب اللہ کی نظر میں ذلیل ہے یہ سوچ غلط ہے مومن کی سوچ یہ ہے کہ اللہ اس کو دیتا ہے تو شکر کرتا ہے اور اللہ اس سے لے لیتا ہے تو صبر کرتا ہے جب اللہ اس کو دیتا ہے تو یہ اس میں سے دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے وہ یتیموں کے حقوق نہیں بھولتا مسکینوں کے حقوق نہیں بھولتا لیکن اے کافرو! اے فاجرو! اے میرے نافرمانو! تم ان کے حقوق کو بھول جاتے ہو۔

یتیم اور مسکین پروری

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ (یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو)۔

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ (اور مسکین کو کھلانے پر ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے ہو)

مسکین اور بھوکے کو خود بھی نہیں کھلاتے اور دوسروں کو ترغیب بھی نہیں دیتے گویا کہ یہ بخل کا آخری درجہ ہے۔ عملاً کچھ نہیں کر سکتا تو زبان بھی نہیں ہلاتا تا کہ کسی کو ترغیب دے دے کہ یہ بھی پریشان حال ہے اس کی پریشانی دور کرو میرا پڑوسی ہے میں جانتا ہوں اس کے حالات ابتری کا شکار ہیں اس کے ساتھ تعاون کرنے کا زیادہ اجر و ثواب ہے لیکن یہ زبان نہیں ہلاتا میں کیوں کروں۔

اسلام نے خواتین کو حقوق دیئے ہیں

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ (اور تم وراثت کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو)

بہنوں کی وراثت، بچوں کی وراثت سمیٹ کر کھا جاتے ہو ان میں میراث کو صحیح تقسیم نہیں کرتے ہو زمانہ جاہلیت میں سوچ یہ تھی کہ میراث کے اندر بچوں اور عورتوں کا کوئی حق نہیں ان کے ہاں گویا کہ اصول یہ تھا کیف نعطی المال من لا یرکب فرسا و لا یحمل سلاحا و لا یقاتل عدوا جو گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا اور ہتھیار نہیں اٹھا سکتا اور دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس کو میراث میں سے ہم کیسے حصہ دیں تو گویا کہ عورتیں اور بچے میراث سے محروم تھے یہ قرآن کا خواتین پر احسان عظیم ہے قرآن نے عورتوں کا میراث میں حصہ بیان کیا اور آپ کو یہ یاد ہونا چاہیے، یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ پورے قرآن میں سورۃ الرجال مردوں کی سورت تو کوئی نہیں سورۃ النساء عورتوں کی سورت چوتھے پارے میں ہے اور اس سورت میں اللہ نے زیادہ تر خواتین کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

آج ہماری بھولی بھالی سیدھی سادھی بہنوں بیٹیوں اور ماؤں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ معاذاللہ اسلام تو تمہیں حقوق نہیں دیتا اور یورپ کی گندی تہذیب اور ثقافت تمہیں حقوق دیتی ہے اور یہ حقوق کیا ہیں بے پردہ پھرنے کے حقوق معاذاللہ عزت و عصمت کو بے قیمت کرنے کا حق اور بازار کی پتلیاں بنا دینے کا حق، اشتہاروں میں استعمال کرنے کا حق اور عریانیت پھیلانے کا حق اور مردوں کی ہوس پوری کرنے کا حق اس کو حقوق سمجھ لیا گیا یہ حقوق نہیں حقوق تو وہ تھے جو اسلام نے عورت کو دیئے تھے حضور اکرم ﷺ نے جو عورتوں کو حقوق دیئے ہیں چاہے وہ مالی حقوق ہوں، معاشی ہوں، ازدواجی ہوں اسلام نے عورت کے حقوق کی آواز اس وقت بلند کی جب دنیا کے بعض مذاہب میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ عورت انسان بھی ہے یا کہ نہیں عورت کی انسانیت پر بحث ہو رہی تھی اس وقت اسلام نے عورت کے حقوق بیان کیے ہیں اور بتایا کہ عورت مرد کی طرح حقوق رکھتی ہے فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

فرمایا کہ جیسے عورتوں پر کچھ حقوق ہیں ماں کی حیثیت سے حقوق، بیٹی کی حیثیت سے حقوق اور بیوی کی حیثیت سے حقوق، فرمایا کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے یہ اسلام نے بتلایا فرمایا کہ جو بیٹی کی پرورش کر لیتا ہے تو وہ میرے ساتھ جنت میں ایسا ہوگا جیسا کہ ہاتھ کی یہ دو انگلیاں ہیں بیوی کی حیثیت سے فرمایا لوگو! تم میں سے سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہے اور فرمایا کہ میں محمد ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا معاملہ کرنے والا ہوں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا اور آج بھی ہو رہا ہے آج کا مسلمان بھی بہنوں اور بیٹیوں کو میراث نہیں دیتا۔ کہتے ہیں ہم نے ان کی شادی پر اتنا خرچ کر دیا تو شادی تو آپ نے بیٹے کی بھی بڑی دھوم دھام سے کی تھی اس پر بھی جو خرچہ کیا تھا اس کو شمار نہیں کرتے، کس نے کہا تھا کہ دھوم دھام سے خرچہ کرو جو اللہ نے حکم دیا کہ ان کی میراث ان کو دو، وہ حکم تو پورا نہیں کرتے اور جو معاشرے اور سوسائٹی کا رواج ہے کہ دھوم دھام سے شادی کی جائے اور جہیز دیا جائے اس رسم کو پورا کرتے ہو۔

مال کی محبت

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ (اور تم مال سے شدید محبت کرتے ہو)

ایسے لگتا ہے کہ اللہ ہمارے اندر کی کمزوریاں بیان کرتا ہے ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اللہ ہمارے اندر کی کمزوریاں کھول کر بیان کر رہا ہے تم مال سے بڑی شدید محبت کرتے ہو ایسی محبت کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مال کی عبادت شروع کر دی اور مال کی پرستش شروع کر دی، مال کے سامنے رکوع اور سجدے شروع کر دیئے بخاری میں حدیث ہے ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ ان اُتی رضی ان لم یوت لَمْ يَرْضَ

ہلاک ہو جائے دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور کپڑے کا بندہ اور چادر کا بندہ روپے پیسے اور مال و متاع کا بندہ ان کی بندگی کرنے والا۔ اگر دیا جائے تو بڑا خوش ہوتا ہے نہ دیا جائے تو خوش نہیں ہوتا

بعض ایسے بھی تھے حضور اکرم ﷺ ان کو دیتے تو بڑے خوش ہوتے، کہتے کہ محمد بڑے اچھے آدمی ہیں اور اگر کبھی حضور نہ دیتے تو ناراض ہو جاتے فرمایا کہ یہ اللہ کے بندے نہیں ہیں یہ روپے پیسے ڈالر اور پاؤنڈ کے بندے ہیں۔

غافلو! باز آ جاؤ ظلم سے، فساد سے، یتیموں کے حقوق دبانے سے، بہنوں کی اور بیٹیوں کی میراث کھانے سے باز آ جاؤ تمہارے سامنے وہ دن آنے والا ہے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

ہرگز نہیں! جب زمیں کو کوٹ کوٹ کر برابر کر دیا جائے گا، اونچ نیچ ختم ہو جائے گی نہ کوئی پہاڑ باقی رہے گا نہ ٹیلہ۔

فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ (تیرا رب صف در صف فرشتوں کے ساتھ آئے گا)

فرشتوں کی صفوں کی صفیں اور رب تعالیٰ کا جلال، اس کی تجلی کا اظہار، بیچ میں انسانوں کا مجمع چار طرف سے فرشتوں نے گھیرا ہوا اور اللہ کی عدالت قائم، سچی عدالت، عدل کی عدالت، انصاف کامل کی عدالت دنیا میں عدل کامل کبھی نہیں ہو سکتا لیکن اس دن عدل کامل ہوگا اللہ آئے گا فرشتوں کی صفوں کے ساتھ آئے گا کیسے آئے گا وہ آنے کا انداز کیسا ہوگا یہ وہ آیات ہیں جن کو ہم متشابہات کہتے ہیں۔ کیا مطلب کہ ہم اس بات پر تو ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ فرشتوں کے ساتھ آئیں گے لیکن کس کیفیت کے ساتھ آئیں گے یہ کیفیت آج ہمیں معلوم نہیں ہے اللہ جانتے ہیں کہ کس کیفیت کے ساتھ وہ آئیں گے۔

جہنم حاضر کردی جائے گی

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ : (اور اس دن جہنم کو حاضر کردیا جائے گا)

اب جہنم کو کیسے حاضر کیا جائے گا؟ حدیث میں آیا صحیح مسلم میں روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جہنم کی ستر ہزار لگامیں اور زنجیریں اور ز نجیر کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے اب کیسی لگامیں، کیسی زنجیریں فرشتے کیسے کھینچ رہے ہوں گے؟ تو یہ چیز ایسی ہے کہ ہم اس پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کی حقیقت اور کیفیت کا ادراک نہیں ہے قیامت کے بہت سارے معاملات ایسے ہیں کہ آج ہماری سمجھ میں نہیں آسکتے اللہ پاک نے اگر کہیں کوئی چیزیں بیان کی ہیں تو ہمارے چھوٹے سے ذہن کو سامنے رکھ کر سمجھانے کے لئے کہ جنت ہوگی، دوزخ ہوگی، جنت میں باغات ہوں گے اور مختلف قسم کے پھل اور پھول اور راحت کے سامان ہوں گے اور جہنم میں آگ ہوگی، زنجیریں ہوں گی، کوڑے ہوں گے لیکن ان سب کی اصل حقیقت مرنے کے بعد ہی معلوم ہوسکے گی۔

قیامت کے دن کی نصیحت بے سود ہوگی

یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ (اس دن انسان سوچے گا، اس دن نصیحت حاصل کرنا چاہے گا)

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ (لیکن اب سوچنے کا کیا فائدہ؟)

سوچنے کا وقت نکل گیا سوچنے کا وقت دنیا میں تھا آخرت عمل کی جگہ نہیں ہے آخرت تو جزاء کی جگہ ہے وہاں نتیجہ سنایا جائے گا پرچہ حل نہیں کیا جائے گا پرچہ تو ہم سب یہاں حل کرنے میں مصروف ہیں وہاں تو صرف نتیجہ سنادیا جائے گا وہاں ایک لحظہ کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ (کہے گا ہائے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھی بھیجا ہوتا)

اس دن اس کو زندگی مانے گا کہے گا کاش! میں نے اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا، دنیا کی زندگی کے لئے تو میں بہت کچھ سوچتا رہا لیکن آخرت کی زندگی کے لئے کچھ نہ سوچا جو کچھ دنیا کی زندگی کے لئے کمایا تھا وہ آخرت میں کام نہیں آرہا اور جو کچھ آخرت کی زندگی کے لئے چاہیے وہ میرے پاس نہیں ہے۔

عجیب مثال

کسی نے بڑے عجیب اور پیارے انداز میں مثال دے کر ایک بات کو سمجھایا مجھے یہ مثال بڑی پیاری لگی، بڑی دل کو لگی اور صحیح بات یہ ہے کہ اس مثال نے دل کو ہلا دیا اس مثال سے آخرت کی حقیقت کو ایمان کی قدر و قیمت کو سمجھا رہے تھے وہ یوں سمجھو جیسے ایک شخص کسی گاڑی پر سفر کر رہا ہے راستے میں روپے نے لفٹ مانگی رک گیا پوچھا

کہ کون ہو بھائی؟ روپیہ ہوں کس کام آتے ہو؟ اس نے کہا میرے ذریعے سے گھڑی خرید سکتے ہو، چشمہ خرید سکتے ہو، کپڑے خرید سکتے ہو اس نے کہا آیئے تشریف لایئے بٹھالیا۔ آگے گئے پونڈ نے لفٹ مانگی رکا ہاں بھائی! کون ہو بڑی طاقتور کرنسی ہوں کس کام آسکتے ہو کوٹھی بنا سکتے ہو، بنگلہ بنا سکتے ہو اور رسم و رواج پورا کر سکتے ہو آیئے آپ کی تو مجھے ضرورت ہے آپ کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں ان کو بھی بٹھالیا۔ آگے ڈالر نے لفٹ مانگی اس نے کہا کہ کس کام آسکتے ہو؟ اس نے کہا میں تو اس وقت دنیا کا بادشاہ ہوں میں بہت سارے کام کر سکتا ہوں اللہ معاف فرمائے کہنے لگا میں تو سچ کو جھوٹ بنا سکتا ہوں، پولیس خرید سکتا ہوں، قانون خرید سکتا ہوں کیا کچھ نہیں کر سکتا آیئے آپ کی مجھے ضرورت ہے آگے گئے، ایک اور صاحب نے ہاتھ دیا گاڑی کو روکا پوچھا ارے! آپ کون ہیں؟ کہا کہ میں ایمان ہوں ارے آپ کس کام آتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں اس دنیا میں کام نہیں آتا میں تو مرنے کے بعد کام آؤں گا کہا کہ مجھے اس وقت دنیا میں جو کام آنے والی چیزیں ہیں ان کی ضرورت ہے آپ کی ضرورت نہیں ہے جو مرنے کے بعد کام آئیں گے ایمان کو چھوڑ دیا آگے کسی نے پھر روک لیا گاڑی کو ارے! آپ کون؟ کہنے لگے میں ملک الموت ہوں آپ کی روح نکالنے کے لئے آیا چلیے اگلے سفر میں اچھا اگلے سفر میں، کس کس چیز کی ضرورت ہے؟ میرے پاس روپیہ بھی ہے، پونڈ بھی ہے، ڈالر بھی ہے، سونا بھی ہے، چاندی بھی ہے انہوں نے کہا نہیں اگلے سفر میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں وہاں تو ایمان اور اعمال صالحہ کی ضرورت ہے اب ان سے مہلت طلب کرتا ہے تھوڑی سی مہلت دے دو میں گاڑی کو واپس لے جا کر راستے میں جو ایمان تھا اس کو ساتھ لیتے آؤں تو کہا پیچھے نہیں جا سکتے اس گاڑی کو آگے سفر کی اجازت تو ہے پیچھے جانے کی اجازت نہیں ہے اس میں تو ریورس گیر ہی ختم کر دیا گیا ہے اب یہ گاڑی آگے جا سکتی ہے پیچھے نہیں جا سکتی تو اس وقت کہے گا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾

(کاش کہ میں نے اپنی اس زندگی کو بھی یاد کیا ہوتا اور اس کے لئے بھی کچھ کیا ہوتا)

اپنا مستقبل سوچتا رہا اپنی اولاد کا مستقبل سوچتا رہا اور صرف دس سال کا مستقبل نہیں، پچاس سال کا، ساٹھ سال کا، سو سال کا مستقبل سوچتا رہا میں صحیح کہتا ہوں کہ ہم میں سے بعض لوگوں نے جو دنیا اکٹھی کر رکھی ہے، اگر وہ صحیح طریقے سے خرچ کرتے رہیں تو پانچ پانچ سو سال تک ان کے ہاں غربت آنے کا کوئی امکان نہیں ہے اتنی دنیا اکٹھی کر رکھی ہے اتنا دنیا کا مستقبل بنا رکھا ہے لیکن وہ جو حقیقی مستقبل ہے اس مستقبل کے لئے کچھ نہیں کیا، کہتے ہیں آج جمع کریں کل کام آئے گا پوری قوم کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے آج روپیہ جمع کریں کل کام آئے گا، لیکن آج عمل کریں کل کام آئے گا آج اللہ کی راہ میں دیں کل کام آئے گا یہ سوچ ذہنوں سے نکل گئی لیکن اس وقت کہے گا۔

يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ (اے کاش! میں نے اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا)

آخرت کے اکاؤنٹ میں بھی کچھ کرنسی جمع کرائی ہوتی اور آپ جانتے ہیں وہاں کی کرنسی روپیہ، پونڈ، ڈالر، درہم، دینار نہیں ہے وہاں کی کرنسی تو ایمان ہے، نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، صدقہ وخیرات ہے، سچائی ہے، دیانتداری ہے، ایثار ہے، احسان ہے، محبت ہے یہ چیزیں آخرت کی کرنسی ہیں۔

خدا کی سزا بڑی سخت ہوگی

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ (اُس دن اس جیسی سزا کوئی نہیں دے گا)

جتنی سزاؤں کا تم تصور کر سکتے ہو ہلاکو، چنگیز خان، فرعون اور دورِ حاضر کا چنگیز بش سب کی سزاؤں کا تصور کر لو کوئی بھی اس جیسی سزا پھر نہیں دے سکے گا اس کی سزا کسی اور انداز کی ہوگی۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ (اور نہیں جکڑ سکتا اس جیسا جکڑنا)

کوئی بھی اس جیسا نہیں جکڑ سکتا، ہر کسی کے جکڑے ہوئے کو چھڑایا جا سکتا ہے لیکن اللہ کے جکڑے ہوئے کو چھڑایا نہیں جا سکتا۔

مومن کامل کے لئے بشارت

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ (اے اطمینان والے نفس!)

یہ قرآن کا انداز ہے قرآن صرف جہنم کا ذکر نہیں کرتا جنت کا بھی ذکر کرتا ہے، کافروں کا نہیں ایمان والوں کا بھی ذکر کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بندے اللہ کی پکڑ کا ذکر سن کر مایوس ہی نہ ہو جائیں، نہیں اللہ اس کے ساتھ ساتھ جنت والوں کا بھی ذکر کرتے ہیں فرمایا کہ: يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ایمان والے سے کہا جائے گا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ موت کے وقت کہا جائے گا اللہ اکبر۔ اللہ سے دعا کیجئے اللہ پاک ہمیں موت کے وقت یہ مبارک کلمات سننے کی توفیق عطا فرما دے، اللہ! ان لوگوں میں سے ہمیں بنا دے جن کو یوں بشارت دی جائے گی۔ اے وہ نفس! اے اطمینان والے نفس! النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان والے نفس! اللہ پر اطمینان، قیامت پر اطمینان، اللہ کے نبی کی باتوں پر اطمینان، قرآن پر اطمینان، اللہ فقیری میں رکھے تو اطمینان، اللہ امیری میں رکھے تو اطمینان، آپ پڑھ چکے ہیں کہ کافر کا طریقہ تو یہ ہے امیری میں تو بڑا مطمئن اور فقیری میں بڑا پریشان ہوتا ہے لیکن مسلمان کی شان یہ نہیں۔ وہ ہر حال میں مطمئن، اللہ کی قضا پر راضی رہتا ہے۔

ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ (لوٹ جا اپنے رب کی طرف کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی)

لوٹ جانا کہاں ہوتا ہے جہاں سے انسان آیا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح وہیں سے آئی تھی اور وہیں پر جانے کا حکم ہے۔

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ (میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ)

وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾ (اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ)۔

اللہ پاک ہمیں بھی اپنے نیک بندوں میں شامل فرما کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

انسان کی نیک بختی اور بدبختی

آیاتہا ۲۰ (۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رکوعاتہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ
مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا
وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ
مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا
بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:...... میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، (۱) جبکہ (اے پیغمبر!) تم اس شہر میں مقیم ہو۔ (۲) اور (قسم کھاتا ہوں) باپ کی اور اُس کی اولاد کی۔ (۳) کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ (۴) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہیں چلے گا؟ (۵) کہتا ہے کہ: ''میں نے ڈھیروں مال اُڑا ڈالا ہے''۔ (۶) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ (۷) کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ (۸) اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ (۹) اور ہم نے اُس کو دونوں راستے بتا دیئے ہیں۔ (۱۰) پھر بھی وہ اُس گھاٹی میں داخل نہیں ہوسکا۔ (۱۱) اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ (۱۲) کسی کی گردن (غلامی سے) چھڑا دینا، (۱۳) یا پھر کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلا دینا۔ (۱۴) کسی رشتہ دار یتیم کو، (۱۵) یا کسی مسکین کو جو مٹی میں رُل رہا ہو۔ (۱۶) پھر وہ اُن لوگوں میں بھی شامل نہ ہوا جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تاکید کی ہے، اور ایک دوسرے کو رحم کھانے کی تاکید کی ہے۔ (۱۷) یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے نصیب والے ہیں۔ (۱۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے، وہ نحوست والے لوگ ہیں۔ (۱۹) اُن پر ایسی آگ مسلط ہوگی جو

اُن پر بند کردی جائے گی۔(۲۰)

تشریح:...... یہ سورۃ البلد ہے مکی سورت ہے اور اس میں بیس آیات ہیں اس کی ابتداء میں اللہ پاک نے دو قسمیں کھائی ہیں فرمایا کہ:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ (میں قسم اٹھاتا ہوں اس شہر کی)

البلد سے مراد (مکہ مکرمہ) ہے ویسے تو عربی زبان میں بلد شہر کو کہتے ہیں لیکن جب البلد کہا جائے گا تو اس سے مراد بلد حرم یعنی (مکہ مکرمہ) ہوگا جیسے مدینہ ویسے تو ہر شہر کو کہتے ہیں مدینہ کا معنی ہی شہر ہے لیکن اب جب مدینہ بولا جاتا ہے تو اس سے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا شہر مراد ہوتا ہے۔

شروع میں لا آیا ہے، عربی میں لا کا معنی ہوتا ہے نہیں، یہ نفی کے لئے آتا ہے لیکن قسم کے شروع میں جو لا آتا ہے یہ بعض اوقات تو تاکید کے لئے آتا ہے اور بعض جگہ کسی غلط خیال کی تردید کے لئے آتا ہے۔ یہاں دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں پر لا تاکید کے لئے ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں پر لا ایک غلط خیال کی تردید کے لئے ہے۔ وہ غلط خیال کیا ہے؟ سورۃ الفجر میں اللہ نے بیان فرمایا کہ لوگوں کو جب مال ملتا ہے تو وہ اسے اپنی کوشش، اپنی محنت، اپنی ذہانت، اپنی تدبیر اور اپنی مہارت کا نتیجہ سمجھتے ہیں تو لا سے اس کی تردید فرمائی یہ تمہاری سوچ غلط ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے ملتا ہے۔

مکہ کے فضائل

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ (آپ اس شہر میں مقیم ہیں)

یہ خطاب کس سے ہے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے، مکہ تو ویسے ہی حرمت و عظمت اور فضیلت والا شہر ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے آپ نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ "یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ نے اس دن حرمت بخشی جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا" لہٰذا یہ شہر قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ جس دن آسمان و زمین پیدا ہوئے اللہ نے یہ فیصلہ فرما لیا کہ یہاں ایک شہر کو بسانا ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ زمین کا سب سے پہلا ٹکڑا پانی سے جو نمودار ہوا یہ وہ ٹکڑا ہے جہاں مکۃ المکرمہ ہے اس ٹکڑے کا وہ حصہ ہے جہاں کعبہ شریف ہے تو مکہ تو شروع سے حرمت والا، عظمت والا ہے۔

مکہ کو فضیلت کس وجہ سے ملی؟

لیکن اللہ نے مکہ کی عظمت اور حرمت کی ایک اور وجہ بیان کی ہے۔

اور وہ یہ کہ اس شہر میں خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ آپ جوانی کی عمر کو پہنچے تو یہیں پر آپ ﷺ کو نبوت و بعثت ملی اس لیے کہ مکان کو شرف حاصل ہوتا ہے مکین کے شرف سے۔ بہت سے مکان ایسے ہیں ان کو شرف ملتا ہے مکین کے شرف سے، رہنے والوں کے شرف سے اور مکان ذلیل ہوتا ہے مکین کے ذلیل ہونے سے، اگر مکین ایک جھونپڑے میں بیٹھ جائے اور وہ مکین اللہ والا ہو، اللہ کا خاص بندہ ہو، اللہ کا مقرب، محبوب اور پیارا ہو تو وہ جھونپڑا بڑے بڑے محلات پر بھاری ثابت ہوتا ہے اور اگر کوئی ذلیل شخص کسی محل میں رہتا ہے بے نظیر محل، بے مثال محل، تو اس کے رہنے کی وجہ سے وہ محل بھی ذلیل ہو جائے گا، اس کو عزت حاصل نہیں ہوگیا تو مکان کی عزت پتھروں سے نہیں ہوتی، سیمنٹ سے نہیں ہوتی، نقش و نگار سے نہیں ہوتی بلکہ مکان کی عزت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے اور مکان کی ذلت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اسی لیے وہ دل جس میں ایمان ہو وہ دل کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے اس لیے کہ یہ ایسا مکان ہے جس میں اللہ رہتا ہے لہٰذا اس مکان کا مقابلہ دنیا کا کوئی مکان، کوئی ٹھکانہ اور کوئی رہائش گاہ نہیں کر سکتی اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کہتا ہے کہ میں کہیں نہیں سما سکتا، میں نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں، نہ زمین میں، نہ فضاؤں میں، کہیں بھی اتنی وسعت نہیں کہ میں وہاں سما سکوں البتہ میں مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ تو مومن کے دل کو عزت ملتی ہے اس میں اللہ کی محبت اور اللہ کی معرفت اور اللہ کا نور ہونے کی وجہ سے۔ تو اللہ نے حضور ﷺ کے مکہ میں رہنے کو مکہ کے لئے باعث فضیلت بتلایا کہ مکہ کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے اے میرے نبی! آپ یہاں پر رہتے ہیں۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ مکہ میں آپ کے رہنے کی وجہ سے اگر مکہ کی فضیلت میں اضافہ ہوتا ہے تو ہمارے آقا ﷺ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کتنے فضیلت والے ہیں کہ جس شہر میں آپ رہیں اس شہر کو آپ کی وجہ سے فضیلت مل گئی، عظمت مل گئی اور وہ لوگ کتنے فضیلت اور عظمت والے ہوں گے جو اپنے آپ کو آقا ﷺ کے سچے غلام بنالیں جب ایک شہر میں پیدا ہونے کی وجہ سے اس شہر کو فضیلت ملتی ہے جو انسان حضور اقدس ﷺ کے نقشے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے اس کو کتنی فضیلت ہوگی اور ایمان والے کی فضیلت کی بات آئی تو یہاں یہ بات ذہن میں آ رہی ہے، عرض کر دوں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اے کعبہ! میں تیری حرمت کو جانتا ہوں لیکن ایک مسلمان کے خون کی حُرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے'' اور اس لیے کہا جاتا ہے کہ کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے اگر چہ وہ گنہگار ہی کیوں

نہ ہو۔ گنہگار مسلمان کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن کریم کا ورق جو گندی جگہ پر گرا ہو۔ اگر قرآن کریم کا ورق گندی نالی میں بھی گر جائے تو کوئی مسلمان اس کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا ہے وہ اسے عزت کی نظر سے دیکھے گا۔ ہاں یہ سوچے گا کہ قرآن کے ورق کی یہ جگہ نہیں ہے قرآن کے ورق کی جگہ تو میرا سینہ ہے، میری آنکھیں ہیں، میرا سر ہے، یہ اونچی جگہ یہ قرآن کی جگہ ہے۔ یہ گھٹیا جگہ قرآن کے قابل نہیں یونہی ایک گنہگار مسلمان کے بارے میں سوچا جائے گا کہ اے مسلمان! تیرا یہ مقام نہیں ہے ان گناہوں کی گندگی میں پڑنا تیرا کام نہیں، تیرا مقام تو بہت اونچا ہے۔ اللہ نے فرمایا: میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں اور اے میرے نبی! آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔ خود حضور اقدس ﷺ کو مکہ المکرمہ سے بڑی ہی محبت تھی، حضور ﷺ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے ما اطیبك من بلد اے مکہ! تو کتنا ہی پاکیزہ شہر ہے اور جب حضور ﷺ کو مکہ والوں نے مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اگر یہ مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے مَا سَكَنْتُ فِیْ غَیْرِكِ۔ اے مکہ! میں تیرے علاوہ کہیں اور نہ رہتا۔ ہاں مکہ سے حضور ﷺ کو بڑی محبت تھی۔

انصار کی محبت اور حضور ﷺ کی وفا

لیکن جب مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے انصار کو یہ خیال ہوا کہ حضور ﷺ کو مکہ سے بڑی محبت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اب حضور مکہ میں ہی رہ جائیں تو حضور اکرم ﷺ نے انصار کے اس گمان کو دور کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں وفادار ہوں، بے وفا نہیں ہوں اب تک تمہارا ساتھ دیا ہے تو تمہارے ساتھ ہی رہوں گا زندگی بھی تمہارے ساتھ اور موت بھی تمہارے ساتھ گویا کہ مکہ سے محبت تو تھی لیکن انصار نے جس وفاداری کا ثبوت دیا اس کے بعد پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اب جینا اور مرنا انصار ہی کے ساتھ ہوگا اور سیرت و تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو انصار سے بڑی محبت تھی، آخری ایام میں حضور نے فرمایا: کہ میں نے سب کے حقوق ادا کر دیئے لیکن انصار کے حقوق ادا نہیں کیے اور انصار کو بھی حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، بڑا پیار کرتے تھے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جب حضور اکرم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو جو نو مسلم تھے ان کو آپ نے بہت زیادہ نوازا، بہت دیا، ارے دنیا جتنی چاہے لے لو، ایمان پر جم جاؤ اور انصار جن کی قربانیوں کی تاریخ بڑی طویل تھی ان کو بہت تھوڑا دیا۔ قدرتی طور پر انصار کے نوجوانوں کے دل میں اشکال آیا کہ جب قربانی کا وقت تھا ہم تھے جب کوئی ٹھکانہ نہیں دے رہا تھا تو ہم تھے اور آج خوشحالی اور مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو یہ کل کے مسلمان جن کی کوئی قربانی نہیں ان کو نوازا جا رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے انصار کو جمع فرما لیا۔ قربان جاؤں اپنے آقا کے قدموں کی خاک پر! اور لاکھ بار قربان جاؤں حضور کے سمجھانے کا انداز بھی بڑا

عجیب تھا حضور نے پہلے تو ان کے اشکال کا ذکر فرمایا کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہیں یہ اشکال ہوا ہے، انہوں نے اقرار کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوانوں نے ایسا کہا ہے۔ حضور نے فرمایا: کہ ہاں تم سوچ سکتے ہو کہ ہم نے اس وقت ساتھ دیا تھا جب کوئی ساتھ دینے والا نہیں تھا، اس وقت ٹھکانہ دیا تھا جب مکہ والوں نے نکال دیا تھا، اس وقت قوت فراہم کی تھی جب آپ سب سے کمزور تھے، اُن کی قربانیوں کا ذکر کیا اور پھر عجیب بات ارشاد فرمادی، حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اے انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں جائیں تو مال ومتاع لے کر جائیں اور تم اپنے گھر کو جاؤ تو محمد رسول اللہ کو لے کر جاؤ۔ اللہ اکبر۔ انصار تڑپ اٹھے یارسول اللہ! ہمیں نہیں چاہئے مال ومتاع، ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہم اپنے گھروں میں جائیں تو آپ کی محبت اور آپ کا عشق لے کر جائیں۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ (اور باپ کی قسم اور اولاد کی قسم!)

بعض نے کہا کہ ہر باپ کی قسم اور اولاد کی قسم! بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔ دو قسمیں کھا کر کیا فرمایا؟

انسان پر مختلف حالات آتے ہیں

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝۴

(ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے)

انسان کو مشقت کے لیے پیدا کیا ہے، انسان اپنی ابتداء سے لے کر انتہا تک مشقت ہی کا سامنا کرتا ہے، ماں کے پیٹ میں تھا تو مشقت، ولادت ہوئی تو مشقت اور انتہاء اس کی دیکھئے تو موت ہے وہ سب سے بڑی مشقت ہے، ہر انسان مشقت میں ہے، ہر انسان تکالیف کا سامنا کر رہا ہے۔ ایک شخص اولاد کے لئے پریشان ہے اور دوسرا شخص اولاد کی وجہ سے پریشان ہے ایک شخص شادی نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہے اور دوسرا شخص شادی ہو جانے کی وجہ سے پریشان ہے، ایک دولت نہ ملنے سے پریشان ہے اور دوسرا دولت کے مل جانے کی وجہ سے پریشان ہے۔ پریشانیوں میں پھر بھی اضافہ، ایک بھوک کی وجہ سے پریشان ہے اور دوسرا بھوک نہ لگنے کی وجہ سے پریشان ہے، ہر انسان پریشان۔ اس کے عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، اس کا بیٹا بیمار تھا چل بسا، اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، یہ ہسپتال میں پڑا ہوا ہے، ہر انسان مشقت میں ہے کوئی انسان ایسا نہیں، جس کو کوئی تکلیف نہ ہو، کوئی انسان ایسا نہیں جس کو کوئی غم نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کرسی والے، یہ اقتدار والے، جن کے آگے پیچھے دس دس گاڑیاں ہوتی ہیں جن کے لیے کئی کئی گھنٹے ٹریفک کو بند رکھا جاتا ہے، عوام کو پریشان کیا جاتا ہے یہ کسی مشقت میں نہیں، یہ کسی تکلیف

میں نہیں لیکن اگر اللہ نے ایسا نظام بنایا ہوتا کہ کسی ایکسرے کے ذریعے سے کسی کے دل کی پریشانیوں کو سامنے لایا جاسکتا تو ہم اور آپ دیکھتے یہ بڑی کرسیوں پر بیٹھنے والے تو سب سے زیادہ پریشان ہیں، خاک نشین فقیروں سے زیادہ پریشان ہیں، ملنگوں سے زیادہ پریشان ہیں، بھوکوں سے زیادہ پریشان ہیں، بھکاریوں سے زیادہ پریشان ہیں، ان کی پریشانی کی تو کوئی انتہاء نہیں۔ ہر انسان تکلیف میں، مشقت میں، غم میں اور فکر میں ہے۔ البتہ وہ شخص غم اور فکر سے بچا ہوا ہے جس نے اپنی سب سے بڑی فکر اللہ کی رضا کو بنالیا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہوجائے جس نے اپنی یہ سوچ بنالی، اللہ کی رضا کو اپنی سب سے بڑی فکر بنالیا، وہ پھر فکروں سے آزاد ہوجاتا ہے۔ خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور معتمد ہم نشین اور عظیم صوفی شاعر، اصلاحی شاعر اور بڑے غضب کے قادرالکلام شاعر ہیں ان کے اشعار دل کو ہلا دینے والے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

کسی کو رات دن سرگرمِ فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا
بس اک مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو اس غم کدہ میں شادماں پایا

غموں سے بچنا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ ہوجائے

غموں سے بس بچنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ ہوجائے، گویا کہ دین کی فکر کے مقابلے میں باقی ساری فکریں ہیچ ہوجائیں، وگرنہ انسان مشقت کا سامنا کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے اس کی کوئی خوشی ایسی نہیں جس کے ساتھ غم نہ لگا ہو، کوئی ملاپ ایسا نہیں جس کے ساتھ جدائی کا اندیشہ نہ ہو، کوئی صحت ایسی نہیں جس کے ساتھ بیماری کا اندیشہ نہ ہو، کوئی مالداری ایسی نہیں جس کے ساتھ فقیر ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور کوئی زندگی ایسی نہیں جسے موت کا خطرہ نہ ہو۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ ہم نے انسان کو بڑی مشقت کے لیے پیدا کیا۔ ارے جب مشقت کرنی ہے تو پھر کیوں نہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشقت کی جائے۔ مشقت ہی کرنی ہے مشقت تو کرے گا کہیں بھی کرے، تو کیوں نہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشقت کرے یعنی دنیا کی زندگی بھی اس ڈھنگ سے گزارے کہ جو تکلیف اٹھائے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اٹھائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت مسجد میں بیٹھا رہے، ہر وقت مدرسے میں بیٹھا رہے، نہیں! دکان چلائے، کارخانہ چلائے، ٹھیلہ لگائے، نوکری اٹھائے، مزدوری کرے لیکن جو کچھ کرے وہ اللہ کی رضا کے لئے کرے۔ جب مشقت ہی اٹھانی ہے تو کیوں نہ اس مشقت کا صلہ پھر اللہ سے وصول کیا جائے اور اللہ خوب دیتا ہے یہاں تک صلہ، کہ اللہ کے نبی فرماتے ہیں ''ایسا مومن جو اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے مطابق لگا دیتا ہے تو پھر اس کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو ثواب ملتا ہے، اسے

سخت دھوپ لگتی ہے تو ثواب ملتا ہے، اسے سردی لگتی ہے تو ثواب ملتا ہے، وہ بیمار ہوتا ہے تو ثواب ملتا ہے، اس کو غم لاحق ہوتا ہے تو ثواب ملتا ہے، اس کو عزیزوں کی جدائی کا صدمہ لگتا ہے تو ثواب ملتا ہے'' تو جب مشقت ہی اٹھانی ہے تو بھائی کیوں نہ اس مشقت کو اللہ کے لئے اٹھائے اور اس کا رخ اللہ اور اس کے رسول کی طرف موڑ دے۔

انسان کی خام خیالی

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝

(کیا یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے۔)

تو اتنا کمزور، ہر وقت مشقت کا سامنا، ہر وقت کسی نئے مسئلے کا سامنا، ہر سورج طلوع ہوتا ہے ایک نیا مسئلہ سامنے ہوتا ہے اور آپ کیا نہیں جانتے ہم اس معاشرے کا حصہ ہیں، اس ماحول میں رہتے ہیں لوگوں کے جذبات، افکار، پریشانیوں، مسائل اور تکالیف سے باخبر ہیں آج کا انسان جتنا پریشان ہے، شاید کبھی بھی کوئی اتنا پریشان نہ تھا ہر دن کا سورج گویا کہ ایک نئی پریشانی لے کر طلوع ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی وہ حدیث صادق آتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ایسا وقت آئے گا کہ انسان قبرستان کے پاس سے گزرے گا اور وہ آرزو کرے گا کاش! میں بھی کسی قبر میں دفن ہوتا'' ایسے مصائب کا سامنا، ایسے مسائل کا سامنا پھر برداشت کا جذبہ نہیں بڑا ہی کمزور ہے، بات بات پر جھنجلا جاتا ہے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن دوسری طرف خودسر اور متکبر اتنا کہ سمجھتا یہ ہے کہ میرے اوپر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے، میں خود مختار ہوں حالانکہ دیکھ رہا ہے کہ میرے اختیار میں کچھ نہیں، اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو مجھے پریشانی نہ ہوتی لیکن اس کے باوجود اس کی عملی زندگی بتلاتی ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہے کہ میں خود مختار ہوں۔

مال کی ہلاکت

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ (کہتا ہے میں نے بڑا مال ہلاک کر دیا ہے)۔

اللہ! تیرے کلام پر قربان! میں نے بڑا مال ہلاک کر دیا، اللہ نے یوں کہا کہ کہتا ہے کہ میں نے بڑا مال خرچ کر دیا حالانکہ خرچ کرنے کے لیے تو أَنْفَقْتُ کا لفظ آتا ہے یوں نہیں کہتا میں نے خرچ کر دیا، کہتا ہے میں نے ہلاک کر دیا، اللہ نے أَهْلَكْتُ کا لفظ بولا ہے اس لیے کہ یہاں یہ بتلانا ہے کہ جہاں جہاں خرچ کر رہا ہے ضائع جا رہا ہے کہہ رہا ہے، میں نے شادی پر اتنا خرچ کیا، بیٹے کا عقیقہ کیا، اتنی بڑی دعوت کی اور ولیمہ ایسا شاندار کیا اور مکان ایسا بنایا اور فلاں فلاں ملک کی سیاحت کر کے آیا اور میرے بچے فلاں فلاں اسکولوں میں پڑھتے ہیں، میرے اخراجات اتنے ہیں یوں

فخریہ طور پر گنوارہا ہے اور بعض ایسے بدبخت بھی ہیں کہ جو اسلام دشمنی میں اپنا پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعض دشمن تھے جو آپ ﷺ کی دشمنی میں پیسہ خرچ کرتے تھے اور پھر فخریہ طور پر یوں کہتے تھے میں نے اتنا خرچ کیا، میں نے اتنا خرچ کیا، اللہ کہتا ہے تو نے جو بھی خرچ کیا تو نے ضائع کردیا، یہ جو کچھ خرچ کررہے ہو یہ تمہارے لیے حسرت کا باعث ہوگا۔ سورۃ الانفال آیت ۳۶ میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝

وہ لوگ جو کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں لیکن جو کچھ خرچ کررہے ہیں یہ ان کے لیے باعث حسرت ہوگا، بعد میں شرمندہ ہوں گے کہ ہم نے کیوں خرچ کیا چنانچہ ایسا ہی ہوا جنہوں نے لوگوں کو اللہ کے دین سے روکنے کے لئے خرچ کیا ان کو شرمندہ ہونا پڑا اللہ نے اسلام کو اور حضور اکرم ﷺ کو غلبہ عطا کیا۔

فرمایا: یہ کہتا ہے يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا - میں نے بہت سا مال خرچ کردیا ہلاک کردیا۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ (کیا یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کوئی نہیں دیکھ رہا)

کیا اللہ نہیں دیکھ رہا کہ یہ کہاں کہاں خرچ کررہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے اور اللہ اس کا بدلہ بھی عطا کرے گا۔ آگے اللہ پاک نے اپنی نعمتیں یاد دلائیں۔

اللہ کے انعامات بے شمار ہیں

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا نہیں کیں؟)

اس کے پاس ہماری کتنی بڑی نعمت ہے یہ آنکھیں عطا کیں آنکھوں کے اوپر پپوٹے لگادیے، یہ پپوٹے نہ ہوں تو کتنی تکلیف ہو۔ پپوٹوں کے اوپر پلکیں لگادیں تا کہ گردوغبار سے بچا سکیں اور پپوٹوں کے اوپر ابرو لگادیے، ایک کالی سی چھتری تا کہ اس کو تیز روشنی سے بچا سکے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ انسان ان آنکھوں کے ذریعے ایک کروڑ دس لاکھ رنگ دیکھ سکتا ہے کتنے رنگ ہیں دیکھ رہا ہے یہ تو ماہرین نے رنگ گنوائے ہیں لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو رنگ میں نہیں آتیں ان آنکھوں کے ذریعے سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ میری والدہ کے چہرے میں جو محبت ہے اس محبت کا تو کوئی رنگ نہیں لیکن میں اپنی آنکھوں سے اس رنگ کو بھی دیکھ رہا ہوں اور جو نابینا ہے وہ نعمت کے اس رنگ کو دیکھنے پر مجبور ہے۔ میں غلاف کعبہ کو دیکھ رہا ہوں، میں قرآن کو دیکھ رہا ہوں، میں اللہ کی قدرت کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ آنکھیں نہ ہوتیں تو کیا ہوتا

اور آنکھوں کا کوئی جزء نہ ہوتا تو پھر کیا ہوتا۔ اخبار میں یہ واقعہ شائع ہوا کہ اُناسس مشہور یونانی تاجر امریکہ میں اس نے رہائش اختیار کی، اپنے وقت میں دنیا کا سب سے بڑا مالدار انسان، اپنے بحری جہاز اور جہازوں کے بیڑے تھے لیکن اللہ کی شان وہ ایک تکلیف میں مبتلا تھا وہ یہ کہ وہ اپنی آنکھیں خود جھپکا نہیں سکتا تھا چنانچہ اس کی آنکھوں پر ٹیپ لگادی جاتی تو کھل جاتی اور رات کو سوتا تو ٹیپ ہٹادی جاتی تو آنکھیں بند ہو جاتیں، یونہی زندگی گزار دی۔ اخباری نمائندے نے اس کا انٹرویو لیا اور اس سے سوال کیا کہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی حسرت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری زندگی کی سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ میں ایک دفعہ آنکھیں خود جھپکا سکوں۔ دولت بے انتہاء لیکن یہ دولت اس کو آنکھوں کا جھپکنا بھی نہ دے سکی اس سے محروم، آنکھیں تو اللہ کی نعمت ہیں، آنکھوں کا ہر جزء بھی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

زبان اور ہونٹ کی نعمت

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۹

(ہم نے اس کو زبان عطا کی، دو ہونٹ عطا کیے)

اس زبان سے کھاتا ہے، پیتا ہے، چکھتا ہے، بولتا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ نے اس زبان کو اور اس منہ کو ان ہونٹوں کو خوبصورتی کا ذریعہ بھی بنا دیا۔ بعض حضرات نے بڑی عجیب بات فرمائی فرماتے ہیں کہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے جس نے ہمیں یہ قدرت عطا کی کہ ہم گوشت سے بول سکتے ہیں، یہ زبان گوشت ہی کا تو ایک ٹکڑا ہے اور چربی سے دیکھ سکتے ہیں آنکھوں میں چربی ہی چربی ہے اور ہڈی سے سن سکتے ہیں، کانوں میں ہڈیاں ہی ہڈیاں ہیں، گوشت سے بول سکتے ہیں اور چربی سے دیکھ سکتے ہیں آنکھوں میں چربی ہی چربی ہے اور ہڈی سے سن سکتے ہیں اور پھر بھی انسان تعجب کرتا ہے اور تعجب کرتا رہے گا، قیامت کے دن جب اس کے ہاتھ بولیں گے اور پیر بولیں گے ارے تمہیں کس نے بولنے کی قوت عطا کر دی، تو وہ جواب دیں گے اسی اللہ نے جس نے گوشت کے اس ٹکڑے کو بولنے کی طاقت عطا کی۔

دو راستوں کی رہنمائی

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰

(ہم نے انسان کو دو گھاٹیاں بتادیں)

نجد اونچی جگہ کو کہتے ہیں اَلْمُرْتَفِعُ مِنَ الْاَرْضِ اونچی جگہ، اونچی گھاٹی ہم نے انسان کو بتادی یہ کون سی دو

گھاٹیاں ہیں؟ دوراستے، خیر کا راستہ اور شر کا راستہ۔ یہ بھی اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ اس نے دونوں راستے بتادیے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ سورۃ الدھر میں فرمایا ہم نے انسان کو راستے دکھادیے اب اس کی مرضی ہے کہ یہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکرا بن جائے خیر کا راستہ بھی دکھادیا اور شر کا راستہ بھی دکھادیا۔

اونچی گھاٹی کیا ہے؟

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾

میرے بزرگو اور دوستو! قرآن کو پڑھیں، قرآن کو سنیں، تو عمل کی نیت سے پڑھا کریں اور عمل کی نیت سے سنا کریں، جب وہ آیات آئیں جو ہماری عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں تو دل ہی دل میں عمل کی نیت کرلیا کریں توفیق دینا اللہ کا کام ہے، نیت تو ہم کرلیں۔ فرمایا کہ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (انسان اونچی گھاٹی پر کیوں نہیں چڑھتا)۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ (اور تمہیں کیا خبر کہ اونچی گھاٹی کیا ہے؟)

اللہ پاک بعض اوقات متوجہ کرنے کے لیے خود ہی سوال کرتے ہیں اور خود ہی جواب دے دیتے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ اور بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ جہاں جہاں اللہ پاک نے وَمَا يُدْرِيْكَ کہا ہے تو اس کا جواب نہیں دیا حالانکہ معنی اس کا بھی یہی ہے کہ تجھے کیا خبر لیکن وہاں پر جواب ذکر نہیں کیا لیکن جہاں پر یوں سوال کیا وَمَا اَدْرٰىكَ تجھے کیا خبر تو وہاں سوال کا جواب دیا ہے۔ فرمایا کہ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ تمہیں کیا خبر کہ اونچی گھاٹی کیا ہے اور خود ہی جواب دیا فرمایا اونچی گھاٹی یہ چند اعمال ہیں جو میری رضا کے لیے کیے جاتے ہیں ان میں سے

پہلا عمل:

غلامی سے آزادی دلانے کی فضیلت

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ (غلام کو آزاد کرنا)

اسلام سے پہلے غلامی کا رواج تھا، بعض بدبختوں نے حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت کردی کہ آپ معاذ اللہ غلامی کو رواج دینے والے تھے، آپ غلامی کو رواج دینے والے نہیں تھے آپ غلامی کا رواج ختم کرنے والے تھے۔ اسلام سے پہلے ہی غلامی کا رواج تھا اور دنیا کے بہت سے ممالک میں کچھ عرصہ قبل تک ابھی سو سال تک امریکہ وغیرہ کے ممالک میں غلامی کا رواج رہا یہ امریکہ میں کالے کہاں سے آئے؟ یہ غلامانہ طور پر امریکہ کو بسانے کے لئے پکڑ کر

لائے گئے اور حیوانوں کی طرح سے ان سے کام لیا گیا۔ ہمارے آقا ﷺ نے تو ساڑھے چودہ سو سال قبل غلامی کے خلاف آواز اٹھائی مختلف کفارات میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا اور غلام آزاد کرنے کی فضیلت بتلائی۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهَا عُضْوًا مِنَ النَّارِ

جو غلام کو آزاد کرے گا اللہ غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس شخص کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ غلام کے ہاتھوں کے بدلے میں اس کے ہاتھوں کو، غلام کی ٹانگوں کے بدلے میں اس کی ٹانگوں کو، غلام کے سر کے بدلے میں اس کے سر کو، غلام کے پورے جسم کے بدلے میں اس شخص کے پورے جسم کو، جہنم کی آگ سے آزاد فرمائیں گے اور یہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا اس وقت فرمایا جس وقت غلاموں کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کو کوئی حق نہیں، ہمارا مکمل اختیار ہے کہ ہم جو چاہیں ان کے ساتھ کریں چنانچہ آپ دیکھیں اُمیہ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا کیا؟ یہ سمجھتا تھا کہ یہ غلام ہے، میں اس کا آقا ہوں مجھے اختیار ہے کہ جو چاہوں کروں، جیسے چاہوں اس کو تڑپاؤں، دھوپ میں ڈال دوں، آگ میں ڈال دوں، پتھروں کے نیچے دبا دوں، گلیوں میں گھسیٹوں مجھے اختیار ہے اس لیے کہ یہ غلام ہے میں آقا ہوں لیکن آقا ﷺ نے اس وقت فرمایا: غلام کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور غلام کو وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ ہمارے آقا ﷺ نے غلام کے حقوق بیان فرمائے اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ صحابہ کرام کثرت سے غلام آزاد کرنے والے تھے۔ جیسے صحابہ کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے، حج کرتے تھے، عمرے کرتے تھے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ حج وعمرے اتنے نہ کیے ہوں گے جتنے یہ اعمال کیے ہوں گے کہ غلاموں کو آزاد کیا۔ آپ اندازہ فرمائیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے انہوں نے تیس ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کیے، یوں صحابہ نے کثرت کے ساتھ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جیسے بعض مالدار آج کل یہ کرتے ہیں کہ پرندے بیچنے والوں سے کوئی پرندہ خریدتے ہیں اور آزاد کر دیتے ہیں، صحابہ کرام نے غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ فرمایا پہلا عمل یہ فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا گردن کے آزاد کرنے میں ایک تو یہ آتا ہے کہ غلاموں کو آزاد کیا جائے اور اگر کوئی شخص قرض تلے دبا ہو تو اس مقروض کی مدد کر کے قرض سے نجات دینا یہ بھی گردن کو چھڑانا ہے۔

قیدیوں کو رہا کرائیں

اسی طریقے سے جو لوگ ناحق جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں ان قیدیوں کو چھڑانا یہ گردن کو چھڑانا ہے، یہ بھی اسی

میں آتا ہے بہت بڑا نیک عمل ہے قیدیوں کو جیلوں سے چھڑانا، آزاد کروانا، ان قیدیوں کے بارے میں جو جہاد کے لئے گئے تھے اور آج کوئی افغانستان کی جیلوں میں گل سڑ رہا ہے اور کوئی کیوبا میں اور کوئی کہاں اور کوئی کہاں، ان پر جو مظالم روا رکھے جا رہے ہیں وہ شاید آج کی مہذب دنیا میں حیوانوں پر بھی روا نہ رکھے جاتے ہوں۔ امریکہ میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو کتے سے بچانے کے لئے بلا مار دیا تو اس پر پورا ملک اٹھ کھڑا ہوا ایک احتجاج، ایک ہنگامہ لیکن وہ مجاہدین جو جہاد کے لئے نکلے تھے ان پر حیوانوں سے بھی بدتر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور غیروں سے کیا توقع، اپنے بھی ان کے لئے آواز نہیں اٹھاتے۔ نہ کوئی سیاستدان، نہ کوئی سیاسی لیڈر، نہ کوئی جہادی لیڈر، کوئی لیڈر بھی ان کے حق میں آواز نہیں اٹھا رہا۔ ایک وقت تھا لوگوں کو جہاد میں شرکت کے لئے تو آمادہ کیا جاتا تھا اور تقریریں بھی کی جاتی تھیں اور لوگ ان تقریروں سے متاثر ہو کر گئے لیکن آج جو جیلوں میں بہیمانہ، وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے ان کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھا رہا، ان قیدیوں کو رہا کرانے کی کوشش نہیں کی جا رہی۔ معاف کیجئے اس معاملے میں ہم غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

ایک عیسائی امریکہ کا رہنے والا آج یہاں گرفتار ہو جاتا ہے تو دیکھیے اس کی رہائی کے لئے کیسے کوششیں شروع ہو جاتی ہیں، ایک یہودی گرفتار ہو جاتا ہے تو دیکھیے اس کے لیے کیا ہنگامہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ لیکن ہزاروں مسلمان، نیک مسلمان، پارسا مسلمان، متقی مسلمان اور عفیف مسلمان وہاں پڑے ہوئے ہیں لیکن ان کے لئے کوئی آواز نہیں اٹھا رہا اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ نے ذکر کیا کہ یہود یہ کام خاص طور پر کرتے تھے کہ جب کوئی یہودی گرفتار ہو جاتا تو اس کی رہائی کے لئے پیسہ خرچ کرتے تھے۔ پہلے پارے میں سورۃ البقرہ میں اللہ نے ذکر کیا کہ وہ اس کو چھڑاتے تھے لیکن آج ہم یہ کام نہیں کر رہے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے تو یہ بھی فَكُّ رَقَبَةٍ میں قیدیوں کو چھڑانا بھی ہے۔ اسی طریقے سے جن لوگوں نے کفر و شرک کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جہنم کی آگ کا مستحق بنا لیا ہے ان کے لئے پیسہ خرچ کرنا اور ان تک ایمان کی دعوت کو پہنچانا یہ بھی اسی میں آتا ہے۔ گردنوں کو جہنم کی آگ سے چھڑاؤ اگر غیر مسلم کفر کی اشاعت کے لئے پیسہ خرچ کر سکتے ہیں تو مسلمان اسلام کی اشاعت کے لئے، قرآن کی اشاعت کے لئے کیوں نہیں خرچ کر سکتا۔

دوسرا عمل

یتیم اور مسکین کی کفالت کا صلہ

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾

(یا کھلانا ہے بھوک والے دن قرابت دار یتیم کو، اپنے رشتہ دار یتیم کو)

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾

(یا مٹی میں ملے ہوئے مسکین کو)

کس یتیم کو کھلاتا ہے فرمایا جو اس کا قرابت دار بھی ہے۔ ویسے تو ہر یتیم کا حق ہے لیکن جس یتیم کے ساتھ کوئی رشتہ بھی ہو کوئی قرابت کا تعلق بھی ہو۔ خاندانی قرابت اس کا تو زیادہ حق ہے اور اس میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عام مسکین کو دینے کا ایک گنا اجر ملتا ہے اور قریبی مسکین کو دینے کے دو اجر ملتے ہیں۔ مسکین کی مدد کا اجر الگ ملتا ہے اور صلہ رحمی کا اجر الگ ملتا ہے۔ ان کو کھلاتا ہے فرمایا: کہ یہ ہے گھاٹی کہ بھوکوں کو کھلایا جائے اور گردنوں کو آزاد کروایا جائے۔ اس گھاٹی پر کیوں نہیں چڑھتے یہ عمل کیوں نہیں کرتے؟ لوگو جھوٹی چھوٹی باتوں میں آپس میں الجھے ہوئے ہو لیکن اتنے بڑے بڑے عمل تم نے چھوڑ رکھے ہیں جن میں اللہ کا رضا ہے جن اعمال کی وجہ سے اللہ قیامت کے دن کہے گا تم نے میرے بھوکے بندوں کو کھلایا تو ایسے ہے جیسے کہ تم نے مجھے کھلایا۔

مستحق کو تلاش کرنا مالدار کی ذمہ داری ہے

ایسے شخص کو، مسکینوں کو، یتیموں کو تلاش کرنا یہ پیسے والوں کی ذمہ داری ہے اللہ کی قسم! یہ پیسہ اللہ نے ہمیں اس لیے نہیں دیا کہ ہم اس سے نام و نمود حاصل کریں اور اپنی شان و شوکت بڑھائیں اور لوگوں کے سامنے فخر کریں اور شادی بیاہ کے موقع پر اپنا نام اونچا کریں اور کروڑوں لٹادیں اور گناہوں پر خرچ کریں اور کلبوں پر خرچ کریں اور ہماری بیگمات اس پر معاذ اللہ بے حیائی کا ارتکاب کریں اور شادی کے نام پر دوبئی اور امریکہ اور دوسرے ممالک میں جائیں، یا بازاروں میں پھرتی رہیں، اللہ نے ہمیں اس لیے نہیں دیا۔ یاد رکھیں اللہ نے اگر مجھے دیا ہے اللہ نے اگر آپ کو دیا ہے تو اللہ قیامت کے دن پوچھے گا کہ میں نے تمہیں اس لیے دیا تھا تاکہ تم اس کو میری رضا پر خرچ کرو اور میرے مستحق اور بھوکے بندوں کو تلاش کرو تم نے کیوں نہیں تلاش کیا، پیسے کی تلاش میں پھر سکتے تھے اور مستحقین کی تلاش میں نہیں پھر سکتے تھے۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے ایسے مستحقین کو تلاش کرنا۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اب گردنوں کو چھڑانا اور بھوکوں کو کھلانا ہے تو بہت بڑا عمل لیکن فرمایا کہ شرط یہ ہے کہ ایمان والا ہو (پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے) ایمان بنیادی شرط ہے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے۔

صبر اور رحم کی تلقین

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٤﴾ (ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں)

آزمائشوں پر، ابتلاؤں پر، بیماریوں پر، پریشانیوں پر، وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ۔ (اور ایک دوسرے کو رحمت کی تلقین کرتے ہیں) مہربانی کی تلقین کرتے ہیں۔ خود بھی رحم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی رحم کرنے کی تلقین کرتے ہیں اللہ کی مخلوق پر، انسانوں پر، بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرنا اللہ کو بڑا پسند ہے۔ حدیث میں آیا ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا ترمذی میں روایت ہے۔ اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَاءِ۔ ''تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا'' اور فرمایا: لَا یَرۡحَمُ اللّٰہُ مَنۡ لَّا یَرۡحَمُ النَّاسَ۔ ''جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا'' ایک حدیث میں فرمایا حضور اکرم ﷺ نے: لَا تُنۡزَعُ الرَّحۡمَةُ اِلَّا مِنۡ شَقِیٍّ۔ ''صرف شقی اور بد بخت کے دل سے اللہ رحمت کو نکال لیتا ہے'' ورنہ اللہ کسی کے دل سے رحمت نہیں نکالتے، تو دلوں میں رحمت ہونا، نرمی ہونا، اللہ کے بندوں پر مہربانی کرنا، یہ اللہ کو بڑا پسند ہے اور دیکھیے اللہ کے بندوں پر مہربان ہونا اور ان کے لئے نرم دل ہونا وہ کسی اعتبار سے ہو اگر تکلیف اور مصیبت ہو تو بھی یہ تڑپے اور اگر وہ جہنم والے راستے پر جا رہے ہوں تو بھی یہ تڑپے، یہ ہے رحم اور نرم دلی۔ صرف یہ نہیں کہ ان کو کچھ کھلا کر اور دے کر سمجھے کہ اپنے فرض سے میں فارغ ہو گیا، نہیں اگر اللہ کی مخلوق جہنم کے راستے پر چل رہی ہے تو بھی تڑپے، ہمارے آقا ﷺ اس پر تڑپا کرتے تھے کہ یہ بندے کیوں جہنم کے راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں کہ وہ گردنوں کو چھڑاتے ہیں، وہ بھوکوں کو کھلاتے ہیں، وہ یتیموں، مسکینوں کی مدد کرتے ہیں، وہ ایمان والے ہیں، وہ ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

کامیاب لوگ

اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ ﴿۱۸﴾ (یہ دائیں ہاتھ والے ہیں)

سعادت والے انسان کی سعادت یہ ہے کہ ان کاموں کو کرے، اس کا اعمال نامہ قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور دکھاتا پھرے گا۔ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ لوگو! آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَهۡ مجھے یقین تھا جو کچھ کر رہا ہوں اللہ اس کا صلہ قیامت کے دن ضرور دے گا اور اللہ نے دے دیا، مجھے حساب کا یقین تھا اور آج میں کامیاب ہو گیا۔

ناکام لوگ

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ (جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں)

وہ شقاوت والے ہیں۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ (ان پر بند کی ہوئی آگ مسلط ہوگی)

ایسی آگ جس سے نکل نہیں سکیں گے اوپر آگ، نیچے آگ، دائیں آگ، بائیں آگ، اے اللہ! تو اس آگ سے ہماری حفاظت فرما نا آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

تزکیۂ نفس اور تذلیل نفس

اٰیَاتُھَا ۱۵ (۹۱) سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ (۲۶) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا
يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا
سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۚ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

ترجمہ:...... قسم ہے سورج اور اس کی پھیلی ہوئی دھوپ کی، (۱) اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے آئے، (۲) اور دن کی جب وہ سورج کا جلوہ دِکھا دے، (۳) اور رات کی جب وہ اُس پر چھا کر اُسے چھپا لے، (۴) اور قسم ہے آسمان کی، اور اُس کی جس نے اُسے بنایا، (۵) اور زمین کی، اور اس کی جس نے اُسے بچھایا، (۶) اور اِنسانی جان کی، اور اُس کی جس نے اُسے سنوارا، (۷) پھر اُس کے دِل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اُس کے لئے بدکاری کی ہے، اور وہ بھی جو اُس کے لئے پرہیز گاری کی ہے، (۸) فلاح اُسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے، (۹) اور نامُراد وہ ہوگا جو اُس کو (گناہ میں) دھنسا دے۔ (۱۰) قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے (پیغمبر کو) جھٹلایا، (۱۱) جب ان کا سب سے سنگدل شخص اُٹھ کھڑا ہوا، (۱۲) تو اللہ کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ: ''خبردار! اللہ کی اُونٹنی کا اور اُس کے پانی پینے کا پورا خیال رکھنا''۔ (۱۳) پھر بھی اُنہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا، اور اُس اُونٹنی کو مار ڈالا۔ نتیجہ یہ کہ اُس کے پروردگار نے اُن کے گناہ کی وجہ سے اُن کی اینٹ سے اینٹ بجا کر سب کو برباد کر دیا۔ (۱۴) اور اللہ کو اس کے بُرے انجام کا کوئی خوف نہیں ہے۔ (۱۵)

آیات کی اقسام

سورۃ الشمس مکی سورت ہے اور اس میں پندرہ آیات ہیں۔ اس سورت کی ابتداء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات

قسمیں کھائی ہیں اور یہ سات قسمیں تکوینی آیات کی کھائی ہیں۔ یہاں یہ عرض کروں کہ آیات آیۃ کی جمع ہے اور آیت کے معنی دلیل، نشانی، علامت، عبرت اور اسی طریقے سے قرآن کریم کے چند مجموعہ الفاظ کو بھی آیت کہا جاتا ہے۔ تو آیات دو قسم کی ہیں ❶ تکوینی آیات ❷ تشریعیاور تنزیلی آیات، یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ زمین، یہ آسمان، یہ پہاڑ، یہ ندی نالے، یہ درخت، یہ چوپائے، یہ حشرات، یہ فضا میں اڑتا ہوا بادل، یہ چلتی ہوئی ہوا، یہ سمندر اور سمندر میں چلنے والی کشتیاں، یہ انسان اور انسان کا پورا جسم، اور اس کی بناوٹ ان سب کو ہم تکوینی یا کائناتی آیات کہہ سکتے ہیں اس میں مزید اگر تقسیم کی جائے تو انسان کا جسم، انسان کی بناوٹ، اس کے اعضاء ان کو انفسی آیات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ کی قدرت کی، اس کی حکمت کی، اس کے اختیار کی، اس کے وجود کی اور اس کی توحید کی نشانیاں ہیں علامتیں ہیں انہیں غور وفکر کر کے انسان اللہ کے وجود کا اعتراف کرتا ہے، اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے۔ دوسری تشریعی آیات یہ قرآن کریم میں جو آیات ہیں الحمد سے لے کر والناس تک یہ تشریعی اور تنزیلی آیات ہیں جو اللہ نے آسمانوں سے نازل فرمائیں اور جن سے شریعت کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ چونکہ آگے چل کر اجمالی طور پر کوئی لفظ بول دیا جائے کہ یہ تکوینی آیات ہیں یا یہ تشریعی آیات ہیں، یہ تنزیلی آیات، انفسی، آفاقی آیات ہیں اس لئے ابتداء ہی میں اس کی وضاحت کردی گئی تو اللہ پاک نے سات تکوینی آیات کی قسمیں اٹھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قسمیں کیوں کھائیں؟

یہ بات بھی یہاں بتانا اس لئے ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم میں خصوصاً آخری پاروں میں اللہ پاک نے کثرت کے ساتھ قسمیں کھائی ہیں۔ تکوینی قسمیں کیوں کھائی جاتی ہیں؟ بعض اوقات قسم کھائی جاتی ہے تاکید کے لئے، کسی بات کو پختہ کرنے کے لئے، یہ بتانے کے لئے کہ میری بات جھوٹی نہیں ہے سچی ہے، بعض اوقات قسم کھائی جاتی ہے کسی چیز کی دلیل کے طور پر پیش کرنے کے لئے اور بعض اوقات کسی چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی عظمت کو بتلانے کے لئے، خود اللہ کے نام کی ہم قسم کھاتے ہیں اللہ کو گواہ بنا کر بھی پیش کرتے ہیں اور اللہ کی عظمت بھی بتلاتے ہیں اور اسی لئے اللہ ہی کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا ہمارے لئے جائز نہیں ہے البتہ اللہ چونکہ احکام کا مکلف نہیں ہے، اللہ پابند نہیں ہے، خالق ہے مخلوق نہیں ہے، وہ شارع ہے اور شریعت کے احکام خود اس پر لاگو اور نافذ نہیں ہوتے اس لئے اللہ پاک نے کثرت کے ساتھ مخلوق کی بھی قسمیں کھائی ہیں۔

آسمانی نظام

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ (سورج کی قسم اور اس کی دھوپ کی قسم)

ضُحٰی چاشت کے وقت کو کہتے ہیں جب سورج روشن ہو جاتا ہے اور اسی سے صلوٰۃ الضحیٰ ہے چاشت کی

نماز، اشراق کی نماز، نفلی نماز ہے اور اس کے بعد چاشت کی نفلی نماز ہے تو ضحیٰ کا جو وقت ہوتا ہے وہ خوب دھوپ پھیل جانے کا اور چمک آجانے کا وقت ہوتا ہے۔ سورج اور اس کی دھوپ کی قسم! اس کی روشنی کی قسم! سورج تکوینی آیات (نشانیوں) میں سے ایک بڑی نشانی ہے، اللہ کی قدرت کی ایک بڑی آیت ہے، لیکن سورج سب سے بڑی نشانی اور سب سے بڑی مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ جو فضا ہے اس کے اندر کروڑوں ستارے پائے جاتے ہیں ان ستاروں میں سے ایک ستارہ سورج بھی ہے اور اس سے بڑا ستارہ کوئی نہ ہوا ایسا نہیں ہے بے شمار ستارے ہیں جو سورج سے لاکھوں گنا بڑے ہیں اور انسان ان تک نہیں پہنچ سکتا ابھی تو انسان کی بمشکل ادھوری سی، ناقص سی رسائی چاند تک ہوئی ہے لیکن چاند اور سورج کے علاوہ بھی لاکھوں اور کروڑوں ستارے ہیں اور بعض وہ ہیں جو سورج اور چاند سے کئی گنا بڑے ہیں لیکن انسانی زندگی کے لئے سورج اور چاند خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ سورج زمین سے تقریباً بانوے ملین دور ہے ایک ملین دس لاکھ کا اور کہتے ہیں کہ اگر یہ صرف دس درجے نیچے آجائے اپنے فاصلے سے اور اپنی دوری سے اور اپنی مسافت سے تو یہ دنیا جل کر کوئلہ بن جائے اور اگر صرف دس درجے اوپر چلا جائے تو ساری کی ساری دنیا، کیا انسان، کیا حیوان، کیا سمندر، اور کیا ندی نالے، اور کیا درخت یہ سب برف بن جائیں، وہ کون ہے جس نے سورج کو ایک خاص حد تک روک رکھا ہے نہ اس سے نیچے آتا ہے اور نہ ہی اس سے اوپر جاتا ہے؟ سائنسدان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات میں اور فضا میں کروڑوں ستارے ہیں یہ ستارے ایسی رفتار سے دوڑ رہے ہیں کہ اس رفتار کی کوئی چیز اب تک انسان ایجاد نہیں کر سکا ہے، کوئی جہاز، کوئی گاڑی، کوئی انجن، کوئی موٹر ایجاد نہیں کر سکا ہے جس کی رفتار ان ستاروں سے زیادہ ہو، یہ ستارے دوڑ رہے ہیں لیکن ان میں سے کوئی آپس میں ٹکراتا نہیں ہے، اگر یہ آپس میں ٹکرا جائیں تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اللہ خود کہتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ آسمان و زمین کو اللہ تھامے ہوئے ہے اگر اللہ ان کو نہ تھامے تو پھر کون ہے اللہ کے علاوہ جو ان کو تھام سکے؟ آپ اپنی سڑکوں کو دیکھیں یہاں دو رویہ سڑکیں ہیں بعض جگہ چار رویہ سڑکیں ہیں، اور ٹریفک کے قوانین ہیں، پولیس ہے، اشارے ہیں، سگنل ہیں اور جرمانے ہیں اور جیل ہے لیکن اس کے باوجود کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا ہوگا جب کوئی حادثہ پیش نہ آتا ہو اور گاڑیاں آپس میں ٹکراتی نہ ہوں حالانکہ ان کی رفتار کیا؟ ساٹھ میل، ستر میل سو میل، بہت زیادہ تیز رفتاری سے موٹر وے پر گاڑیاں چلتی ہیں تو اس کی آخری حد ایک سو بیس میل لیکن یہ ستارے جو ہیں ان کی سیکنڈ میں جو رفتار ہے وہ یہاں پر گھنٹے میں رفتار ہے لیکن اس کے باوجود آپس میں نہیں ٹکراتے ہیں۔

سات چیزوں کی قسم

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿۲﴾ (چاند کی قسم جبکہ اس کے پیچھے آئے)

چاند سورج کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ۞ (اور دن کی قسم جبکہ وہ اس کو روشن کردے)

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ۞ (اور رات کی قسم جبکہ وہ اس کو چھپادے)

دونوں طریقے سے معنیٰ کیا گیا ہے۔ دن جو ہے یہ حرکت کے لیے ہے، عمل کے لیے ہے، جہد وسعی کے لیے ہے، ملاقاتوں کے لیے ہے، سفر کے لیے ہے، رات عام طور پر راحت کے لئے ہے، سکون کے لیے ہے۔ فطری طور پر اللہ نے دن کو کسب وجہد کے لئے رکھا ہے اور رات کو سکون اور راحت کے لئے رکھا ہے اور رات کو جو سکون اور راحت انسان کو میسر آتا ہے وہ دن میں میسر نہیں آتا اور اللہ اس بارے میں بھی سوال کرتے ہیں۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۞ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۞

تم یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ رات ہی رات بنادیتا تو دن کی روشنی کون لاسکتا تھا اور اگر اللہ دن ہی دن بنادیتا تو رات کون لاتا جس میں تم سکون کرتے کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا ۞ (آسمان کی قسم اور اس کی ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا ہے)

وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۞ (اور زمین کی قسم اور اس ذات کی قسم جس نے زمین کو بچھایا ہے)

زمین گول ہے لیکن گول ہونے کے باوجود اللہ نے زمین کو ایسا بنایا کہ اس پر چلنا پھرنا آسان، اس میں زراعت اور کاشتکاری آسان، اس میں سڑکیں بنانا اور عمارتیں کھڑی کرنا ہے آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ناشکری سے بچیں

وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا ۞ (اور نفس کی قسم اور اس ذات کی قسم جس نے نفس کو درست کیا ہے)

اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسان کو شکل کا حسن بھی دیا ہے، ظاہر کا حسن بھی دیا ہے اور باطن کا حسن بھی دیا، اعضاء کو اپنی اپنی جگہ پر رکھا۔ انسان ایک لاکھ بار نہیں ایک کروڑ بار سوچے اور ایک کروڑ انسان نہیں ایک ارب انسان جمع ہو کر سوچیں کہ کیا انسان کی بناوٹ کے لئے اس شکل میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے؟ ایسا ہوسکتا ہے کہ ناک کو یہاں لگادیا جائے تو حسن زیادہ ہوجائے، آنکھوں کو یہاں لگادیا جائے تو حسن زیادہ ہوجائے، منہ کو نیچے کردیا جائے تو حسن زیادہ ہوجائے تبدیلی کر کے دیکھ لیں، نہیں، حسن اسی میں ہے جو اللہ نے تخلیق کیا ہے اور جو اللہ

نے صورت عطا کی ہے اور اللہ پاک نے ایسے بھی انسان پیدا کر دیئے جن میں سے کسی سے بینائی چھین لی، کسی سے گویائی چھین لی اور کسی سے شنوائی چھین لی اور ایسے بھی ہیں جن کی آنکھوں کو اوپر نیچے کر دیا جن کے ہونٹوں کو اوپر نیچے کر دیا جن کی ناک کو اِدھر اُدھر کر دیا تا کہ دیکھنے والے دیکھیں اور پھر شکر ادا کریں کہ اگر اللہ میرے ساتھ یوں معاملہ کرتا تو پھر کیا ہوتا ہاں یہ جو اللہ پاک کسی کو معذور، کسی کو نابینا، کسی کو بدشکل بنا دیتا ہے تو یہ اس لیے کہ جن پر کرم کیا ہے وہ دیکھیں اور اللہ کا شکر ادا کریں، ہاں یوں بھی ہوسکتا تھا یہ میرے ساتھ بھی ہوسکتا تھا، اگر اللہ پاک دوسرے کے ساتھ کرسکتا ہے تو میرے ساتھ بھی کرسکتا تھا اللہ نے دیوانے بھی بنائے ہیں پاگل اور مجنون بھی بنائے ہیں اور اللہ نے ہمیں عقل سے نوازا ہے ایسے بھی ہوسکتا تھا کہ اللہ ہم سے عقل کا نور چھین لیتا اور اس دیوانے اور پاگل جیسا بنا دیتا جس کو ہم پتھر مار رہے ہیں۔

یہ سات قسمیں کھائیں سورج کی قسم، چاند کی قسم، دن کی قسم، رات کی قسم، آسمان کی قسم، زمین کی قسم اور نفس کی قسم۔ یہ قسمیں اٹھا کر فرمایا:

تقویٰ اور گناہ کی تعریف

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ (نفس کو بنایا درست کیا اور پھر اسے بدی اور نیکی کی سمجھ عطا کر دی)۔

فجور ہر ایسا عمل جس کا انجام برا ہو ظلم کا انجام برا، جھوٹ کا انجام برا، خیانت کا انجام برا، تکبر کا انجام برا، اللہ کی نافرمانی کا انجام برا، کفر کا انجام برا، نفاق کا انجام برا الغرض جتنی بھی برائیاں ہیں آپ اس میں لے آیئے شراب نوشی، زنا کاری، بدکاری، یہ ساری چیزیں اس میں آ گئی ہیں، اور تقویٰ انجام بد والے اعمال سے اپنے آپ کو بچا لینا۔ شراب نوشی سے بچا لینا، زنا سے بچا لینا، تکبر سے بچا لینا، ظلم سے حسد سے، نماز کے چھوڑنے سے، اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچا لینا یہ تقویٰ ہے۔ اللہ کہتے ہیں کہ ہر انسان کے دل میں ہم نے برائی اور نیکی کا شعور رکھ دیا ہے یہ کیسے؟ ایک تو اللہ نے ہر انسان کے دل میں ایک نور رکھا ہے، ضمیر پیدا کیا جو کھٹک پیدا کرتا ہے کہ یہ فجور ہے، یہ تقویٰ ہے، یہ برائی ہے، یہ اچھائی ہے، یہ نیکی ہے، یہ بدی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی انسان اپنے ضمیر کی آواز سن کر فجور سے رُک جاتا ہے، برائی سے رُک جاتا ہے اور اپنے ضمیر کی آواز سننے سے بھی اس سے رُکتا نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز کو دبا دیتا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو ظلم کرتا ہے اس کو اس کا ضمیر ملامت نہیں کرتا؟ ضمیر ملامت کرتا ہے لیکن وہ ضمیر کی آواز کو دبا دیتا ہے۔ ہاں ایسے بھی بدبخت ہوتے ہیں جو ظلم کرتے کرتے اپنے دل کو کالا اور سیاہ کر لیتے ہیں پھر ان کا ضمیر ان کو ملامت نہیں کرتا، ان کا ضمیر احتجاج نہیں کرتا، آوازِ مخالف بلند نہیں کرتا لیکن جو اپنے دل کو کالا نہیں کرتا اس کے دل کے اندر ایک نور ہے، ایک احساس ہے بالخصوص جس نے کلمۂ طیبہ پڑھا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ، الحمد للہ ہمارا اس بات پر یقین ہے کہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہے جو اس کو ملامت کرتا ہے، جو اس کو اچھائی کا راستہ دکھاتا ہے لیکن وہ اچھائی کے راستہ پر چلنا نہیں چاہتا اس کی آواز کو دبا دیتا ہے، اس نور کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے، اللہ پاک اس نور کو جلانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ اس نور کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ اکبر، لیکن ہر شخص جو مسلمان ہے اس کے دل کے اندر ایمان کا نور ہے چاہے وہ کتنا ہی خفیف اور ہلکا کیوں نہ ہو۔ تو اس طریقے سے برائی اور اچھائی کی سمجھ عطا فرمائی اور دوسرے وحی کے ذریعے سے اللہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا جو شر اور خیر کا امتیاز کرتے رہے اور آخری وحی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآن کی شکل میں عطا کی گئی اس لیے اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں سورۃ الدھر میں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ ہم نے انسان کو راستے کی ہدایت دے دی، بتا دیا یہ خیر کا راستہ ہے، یہ شر کا راستہ ہے، یہ ہماری رحمت کا راستہ ہے یہ ہمارے عذاب کا راستہ ہے۔ یہ شکر کا راستہ ہے، یہ کفر کا راستہ ہے ہم نے تو دکھا دیا پھر کسی نے شکر کا راستہ اختیار کیا اور کسی نے کفر کا راستہ اختیار کیا۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا کوئی شاکر بن گیا، شکر کرنے والا اور کوئی کفور بن گیا، کفر کرنے والا یعنی شکر سے انکار کرنے والا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا نفس کو پیدا کیا اس کے اندر خیر اور شر کا احساس رکھا۔ بدی اور نیکی کی اس کو سمجھ عطا کی یہ سات قسمیں کھانے کے بعد جو جواب قسم ہے وہ کیا ہے توجہ فرمایئے گا یہ سات قسمیں کھانے کے بعد اللہ نے جواب قسم جو ذکر فرمایا وہ یہ ہے:

کامیاب شخص

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

(تحقیق کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور خسارے میں پڑا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو دفن کر لیا)۔

سات قسمیں کھانے کے بعد مختلف تفسیروں میں جواب قسم مختلف لکھا ہے مجھے یہی جواب قسم مناسب معلوم ہوا کہ جو میں نے عرض کیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور وہ شخص ناکام ہو گیا خسارے میں جا پڑا جس نے اپنے نفس کو اور اس کی صلاحیتوں کو دفن کر دیا۔

حضور ﷺ کا تدبر قرآن

طبرانی میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورۂ شمس پڑھتے اور ان آیات پر گزرتے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا تو ٹھہر جاتے تھے اور اللہ سے دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا وَخَيْرُ مَنْ زَكّٰىهَا۔ حضور اکرم ﷺ کی عادت

مبارکہ تھی ظاہر ہے کہ آپ قرآن سمجھ کر پڑھتے تھے آپ پوری دنیا کو قرآن سمجھانے کے لیئے آئے تھے وعدے کی آیتیں آتیں تو اللہ سے جنت مانگتے، وعید کی آیتیں آتیں تو اللہ تعالیٰ سے جہنم کی پناہ مانگتے ڈراوے کی آیتیں آتیں تو آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوجاتیں اور بشارت کی آیتیں آتیں تو آپ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ اللہ اکبر۔ غالباً فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ یا کسی اور بزرگ کا واقعہ میں نے خود اپنی ایک کتاب میں نقل بھی کیا ہے لکھنے والے نے لکھا کہ حضرت نماز کے اندر قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے تو عذاب کی آیتیں آئیں تو آپ کے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بہت سے مقتدیوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ دل سے جو بات اٹھتی ہے وہ دل پر اثر کرتی ہے سننے والوں نے قرآن سنا تو ان کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اللہ کی پکڑ کا ذکر تھا اور عذاب کا ذکر تھا اور فرماتے پھر بشارت کی اور جنت کی اور اللہ کے وعدوں کی اور مغفرت کی اور رحمت کی آیتیں آئیں تو فرماتے ہیں کہ چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں بلکہ بعض لوگوں کا حال یہ ہوا کہ ان کی ہنسی تک چھوٹ گئی اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہنسی چھوٹ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، نماز کیا ٹوٹتی ہے قہقہہ لگ جائے تو وضو ہی ٹوٹ جاتا ہے وضو دوبارہ کرنا پڑتا ہے لیکن عرض یہ کررہا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت یہ کیفیت، وعدوں پر نظر، وعیدوں پر نظر اور اللہ کی رحمت پر نظر، اللہ کی پکڑ کا احساس سمجھ کر قرآن پڑھنا چاہیے۔ تو فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ جب یہ آیات پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور یہ دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اٰعْطِیْ نَفْسِیْ تَقْوٰاھَا اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا تو اس کا مالک ہے تو اس کا مولیٰ ہے وَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اور سب سے بہتر نفس کو پاک کرنے والا ہے۔ اللہ اکبر۔

حضور ﷺ کی مناجات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے جب بستر ٹٹولا تو حضور اکرم ﷺ کو غائب پایا مجھے فکر ہوئی کہ حضور ﷺ کہاں گئے دیکھا تو حضور اکرم ﷺ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا فرمارہے ہیں: اَللّٰھُمَّ اٰعْطِیْ نَفْسِیْ تَقْوٰاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا وَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اے میرے رب! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اے میرے رب اس کو پاک فرما دینا اس لیے کہ تو سب سے بہتر پاک فرمانے والا ہے تو اس کا مالک ہے اور تو اس کا مولیٰ ہے۔ حضور اکرم ﷺ دعا کررہے ہیں جو ویسے ہی پاک تھے، آپ تو مطہر تھے، آپ تو دنیا کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے تھے آپ کا دل پاک تھا، آپ دلوں کو پاک کرنے کے لیے آئے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ سے یہ دعا کررہے ہیں، یہ دعائیں یاد کرلینی چاہئیں اور سجدے میں خصوصاً نفلی نمازوں میں یہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ ایک اور دعا سن لیجئے مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ سے یہ دعا بھی کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْکَسَلِ وَ الْھَرَمِ وَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کم ہمتی سے، سستی سے، بڑھاپے سے، بزدلی سے، بخل سے، قبر کے

عذاب سے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِیْ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا جو ابھی میں نے پہلے دعا سنائی اے اللہ! مجھے تقویٰ عطا فرما میرے نفس کو پاک فرمادے تو بہترین پاک کرنے والا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے دل سے جو دل تجھ سے ڈرتا نہیں، ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس دل میں تیرا ڈر نہیں وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ اور ایسے نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو کبھی سیر نہیں ہوتا بس اور مانگتا ہے، اور مانگتا ہے اور چاہئے اور چاہئے ھل من مزید کی صدا بلند کرتا ہے کبھی سیر نہیں ہوتا وَمِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ اور اے اللہ! ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس علم کا کوئی فائدہ نہ ہو جس علم پر عمل نہ ہو وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَا یُسْتَجَابُ لَھَا اور اے اللہ! ایسی دعاؤں سے پناہ مانگتا ہوں جن دعاؤں کو تو قبول نہیں فرماتا۔ اے اللہ! ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمادے جن دعاؤں کو تو قبول فرماتا ہے۔ بہر حال یہ عرض کر رہا تھا کہ فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝ ۔ سات قسمیں کھا کر فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو، اپنے دل کو، اپنے باطن کو، اپنے اندر کو پاک کر لیا، کس سے پاک کر لیا؟ کفر سے پاک، شرک سے پاک، نفاق سے پاک، باطنی بیماریوں سے پاک تکبر سے، حسد سے، بغض سے، حرص سے، ان بیماریوں سے اپنے آپ کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا لیکن جس نے اپنے آپ کو پاک نہیں کیا اس کے نفس میں اللہ نے جو صلاحیتیں رکھی تھیں ان کو نشو و نما نہیں دی تو وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے ان صلاحیتوں کو ضائع کر دیا اپنے آپ کو بھی ضائع کر دیا۔

انبیاء کی محنت کا مرکز دل تھا

میرے بزرگو اور دوستو! انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو انبیاء کی محنت کا مرکز دل تھا، باطن تھا، انسان کا نفس تھا، انبیاء نے اس پر محنت کی، ہاتھوں کو نہیں بدلا، ہاتھوں سے ہونے والے کاموں کو نہیں بدلا، قلم کو نہیں بدلا، تلوار کو نہیں بدلا بلکہ دل کو بدلا، پیروں کو نہیں بدلا، پیروں کی حرکت کو نہیں بدلا بلکہ دل کو بدلا۔ جب دل بدلا تو پھر سب کچھ بدل گیا پھر ہاتھ بھی بدل گئے تلوار چلتی تھی لیکن پھر تلوار مظلوم پر نہیں چلتی تھی ظالم پر چلتی تھی، آنکھیں بھی بدل گئیں پھر آنکھیں شہوت کے لئے نہیں اٹھتی تھیں شفقت کے لیے اٹھتی تھیں اور آنکھیں ناجائز جگہ کی طرف نہیں اٹھتی تھیں بلکہ حیاء سے جھک جاتی تھیں، زبان بدل گئی، زندگی کے مقاصد بدل گئے، منزل بدل گئی اور راستے بدل گئے پوری زندگی کا نظام بدل گیا کیوں کہ دل بدل گیا۔ آج کا بھی سب سے بڑا مسئلہ دل کا مسئلہ ہے کہ دل بدل جائے جب دل بدل گئے تو سب کچھ بدل جائے گا، جب دل پاک ہو جائیں تو سب کچھ پاک ہو جائے گا۔

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے وہ ٹھیک ہو جائے تو پورا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔

تزکیہ نفس ضروری ہے

حضرت مولانا ابوالحسن ندوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ یہ انسان ایک جنگل ہے انسان کے اس جنگل میں شیر بھی ہیں، چیتے بھی ہیں، کتے بھی ہیں، خنزیر بھی ہیں، بندر بھی ہیں، ریچھ بھی ہیں اور فرماتے ہیں انسان کے اندر کے جو درندے ہیں یہ باہر کے درندوں سے زیادہ خطرناک ہیں اگر ان کی اصلاح نہ کی جائے اور ان کو کنٹرول نہ کیا جائے اور ان کو شریعت کی زنجیروں میں نہ جکڑا جائے تو پھر جنگل کے درندے اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی تباہی انسان کے اندر کے درندے مچاتے ہیں۔ درندے تو انسان کے ظلم وستم کو دیکھیں تو حیران رہ جائیں کہ انسان کتنا بڑا ظالم ہے۔ کیا درندے بھی اسی طریقے سے فوج بنا کر اپنے مخالفین پر چڑھائی کرتے ہیں اور انہیں نیست ونابود کرتے ہیں؟ جیسے انسان کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کیا درندے بھی ویسی برائیاں کرتے ہیں جیسی برائیوں میں انسان مبتلا ہوجاتا ہے؟ اللہ اکبر۔ بات کہنے کی تو نہیں لیکن سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں درندوں میں آپ دیکھیں ایک درندہ دوسری جنس کے درندے سے اپنی شہوت پوری نہیں کرتا لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ یہ جنس مخالف کے ساتھ تو کیا بعض اوقات حیوانوں تک سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے یعنی جب انسانیت سے ہٹتا ہے تو پھر درندوں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے اس لیے اللہ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالْاَ نْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ چوپاؤں سے بھی گئے گزرے ہیں جب گرتے ہیں تو گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ تو بھائی دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے کہ دل صاف ہوجائے، دل کا تزکیہ ہوجائے اندر سے صفائی ہوجائے اور اللہ بھی اندر کی صفائی کو دیکھتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا آپ یہ حدیث بارہا سن چکے ہوں گے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ۔

اللہ تمہارے جسموں کو اور تمہاری ان صورتوں کو نہیں دیکھتا اللہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ لوگوں کی نظر تمہاری اس صورت پر ہوتی ہے اور اللہ کی نظر تمہارے دل کی صورت پر ہوتی ہے لوگ تمہاری صورت کی خوبی کو دیکھتے ہیں اور اللہ دل کی صفائی کو دیکھتے ہیں کہ دل کیسا ہے اور اسی دل کی صفائی سے اللہ کے نزدیک کسی کی قدر وقیمت اور مقام متعین ہوتا ہے۔

تزکیہ نفس کے طریقے

پہلا طریقہ

اب دلوں کا تزکیہ کیسے ہوگا؟ دلوں کے تزکیہ کے لیے سب سے مؤثر طریقہ وہ تو اللہ والوں کی صحبت ہے اللہ

والوں کی صحبت اختیار کی جائے جو واقعی اللہ والے ہوں، حقیقی اللہ والے۔ اکثر یہ الفاظ کہتا ہوں ان کو دل میں اتارتے رہیں کہ حقیقی اللہ والا ہونا ضروری ہے، حقیقی مومن ہونا ضروری ہے، حقیقی مسلمان ہونا ضروری ہے اور اللہ کے جتنے وعدے ہیں نصرت کے اور رحمت کے وہ حقیقی مسلمانوں، حقیقی مومنوں اور حقیقی اللہ والوں کے لیے ہیں، ڈرامے بازوں کے لیے نہیں ہیں، فنکاروں کے لیے نہیں ہیں، اداکاروں کے لیے نہیں ہیں، دکھاوا کرنے والوں کے لئے نہیں ہیں۔ آج حقیقی کم رہ گئے ہیں دکھاوے والے اللہ والے زیادہ ہوگئے ہیں اللہ معاف فرمائے۔ اللہ ہمیں حقیقی اللہ والوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دوسرا طریقہ

اور محاسبۂ نفس بھی تزکیہ ہے بھائی! اگر اللہ والوں کی صحبت میسر نہ ہو ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں کوئی اللہ والا نہیں ہے تو بھی اللہ نے آپ کو ایسا نہیں رکھا کہ آپ کی اصلاح نہ ہو سکے۔ آپ اپنا محاسبہ خود کریں، اپنی اصلاح خود کریں اپنے محاسبے کے ذریعے سے بھی اور اپنی اصلاح کی فکر کے ذریعے سے بھی اپنی اصلاح کی جاسکتی ہے جب ہمارے دل میں اصلاح کا درد ہوگا تزکیۂ قلب کی فکر ہوگی، تڑپ ہوگی، اس کے لیے کوشش بھی کریں گے، اللہ سے مانگیں گے بھی، تو خدا کی قسم! اللہ ایسا نہیں ہے کہ ہمیں پاک نہ فرمادے۔ ہمارے اندر تڑپ بھی ہو، طلب بھی ہو، درد بھی ہو، فکر بھی ہو، کوشش بھی ہو اور اللہ سے مانگیں بھی اور پھر بھی اللہ ہمیں پاک نہ کرے ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں اللہ کے بارے میں ایسی سوچ نہیں رکھتا الحمد للہ۔ وہ رحمن اور رحیم ہے اس کا وعدہ ہے کہ جب کوشش کرو گے تو میں دستگیری کروں گا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو ہم تک پہنچنے کے لئے اور اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم ان کے راستے سے مشکلات کو ہٹادیتے ہیں اور آسانیاں ہی آسانیاں پیدا فرمادیتے ہیں۔

تیسرا طریقہ

اور عرض کرتا رہتا ہوں کہ تزکیہ کے لیے ایک مؤثر چیز ہمارے پاس ہے جہاں کوئی بھی نہ ہو وہاں اللہ کی کتاب قرآن کریم بھی ہے یہ تزکیۂ قلب کے لیے سب سے مؤثر چیز ہے اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کے ذریعے سے جو تزکیۂ قلب ہوتا ہے اور جو اصلاح ہوتی ہے وہ دیرپا ہوتی ہے اس کے اثرات بہت دیر تک رہتے ہیں۔ تو قرآن سے اپنا تعلق قائم کیجئے، اس سے محبت کیجئے، اس پر سچے دل سے ایمان لائیے، اس کی عظمت کو دلوں میں پیدا کیجئے، اس کو دیکھئے، اس کو پڑھئے، اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے اور اس پر عمل کیجئے۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان شاء اللہ دل کا تزکیہ ہوکر رہے گا، یہ کتاب اللہ نے دلوں کی شفاء کے لئے اتاری ہے، دلوں کے تزکیہ کے لیے اتاری ہے۔ ہمارے وہ بھائی، ہماری وہ بہنیں، ہمارے وہ بزرگ، ہمارے وہ عزیز جو دنیا کے

ایسے خطے میں رہتے ہیں جہاں کوئی خانقاہ نہیں ہے، جہاں کوئی مسجد نہیں، کوئی مدرسہ نہیں، کوئی اللہ والا نہیں، کوئی شیخ اور بزرگ نہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کتاب اللہ سے سچا تعلق قائم کریں، اپنی اصلاح کے لیے تعلق قائم کریں پھر ان شاء اللہ وہ محروم نہیں رہیں گے۔ تو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور خسارے میں پڑا وہ شخص جس نے اسے دفن کر دیا، اس کی صلاحیتوں کو دفن کر دیا اور صلاحیتوں کو ضائع کر دیا۔ آگے اللہ پاک نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی کہ جس قوم یا جس فرد نے صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھایا اور نفس کا تزکیہ نہ کیا تو ان کا انجام کیا ہوا فرمایا کہ:

قوم ثمود کا تعارف

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ (ثمود نے جھٹلا دیا اپنی سرکشی کی وجہ سے)

کیسے جھٹلا دیا؟ اللہ کو جھٹلا دیا، اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا، شریعت کو جھٹلا دیا، ایمان والوں کو جھٹلا دیا، آخرت کو جھٹلا دیا اور اللہ نے قوم ثمود کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا کہ قوم ثمود کے حالات سے اہل عرب اچھی طرح واقف تھے اس لیے کہ یہ قوم حجاز اور شام کے علاقے میں آباد تھی اور ثمود ان کا جد تھا، ان کا بڑا تھا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے تعلق تھا اور انہیں فن تعمیر میں کمال حاصل تھا، پتھروں کو تراش کر مکان بھی بناتے تھے اور مجسمے بھی بناتے تھے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا ان سے انہوں نے معجزہ کا مطالبہ کیا۔ عجیب وغریب اونٹنی، عجیب وغریب طریقے سے اس کی ولادت ہوئی، کہا جاتا ہے کہ ایک پہاڑ کی چٹان سے اس کی ولادت ہوئی اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگریزی تفسیر میں ان سیاحوں کے حوالے سے لکھا ہے جن میں بعض غیر مسلم بھی ہیں کہ ہم نے اس جگہ کو جا کر دیکھا ہے کہ جس چٹان سے اس اونٹنی کی ولادت ہوئی عجیب وغریب طریقے سے ولادت ہوئی اور عجیب وغریب قسم کی اونٹنی، اس کا پینا بھی زیادہ تھا اور دودھ بھی زیادہ دیتی تھی کیونکہ اللہ کی قدرت کی نشانی تھی اس لیے یہاں پر اس کو نَاقَةَ اللّٰهِ کہا گیا (اللہ کی اونٹنی)۔

متعصب ہندو کا اعتراض اور اس کا جواب

متعصب ہندو سرسوتی نے اعتراض کیا، بدبخت نے قرآن کریم پر بڑے عجیب وغریب اعتراضات کیے اور ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے نَاقَةَ اللّٰهِ (اللہ کی اونٹنی) تو کیا تمہارا خدا کوئی چرواہا تھا جس کی کوئی اونٹنی تھی۔ قرآن تمہاری ایسی کتاب ہے جو اللہ کے لیے اونٹنیاں ثابت کرتی ہے۔ تو نَاقَةَ اللّٰهِ اونٹنی کی نسبت اللہ کی طرف اس لیے نہیں ہے کہ اللہ نے کوئی معاذ اللہ اونٹنی پال رکھی تھی بلکہ اللہ کی طرف نسبت اس اونٹنی کی عظمت کو بتانے کے لیے ہے جیسے کعبہ کو بیت اللہ کہا جاتا ہے کعبے کی عظمت کو بتانے کے لیے تو بعض چیزوں کی اللہ کی

طرف نسبت کی جاتی ہے جس چیز کی نسبت اللہ کی طرف ہو جائے اسے عظمت حاصل ہو جاتی ہے۔ عبد اللہ اللہ کا بندہ، عبد الرحمٰن یہ نسبت عظمت کے لئے ہے وگرنہ یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا کوئی خاص غلام ہے، اس کا کوئی خاص خادم ہے ایسا نہیں ہے تو اللہ نے اس کو نَاقَةَ اللّٰهِ قرار دیا اس اونٹنی کی عظمت کو بتانے کے لئے اس کا اعتراض محض تعصب، ضد، کم عقلی، جہالت سفاہت اور بے وقوفی کی وجہ سے تھا وگرنہ تھوڑا سا غور کرتا تو بات سمجھ میں آ جاتی کہ قرآن کا انداز یہ ہے کہ اللہ کی طرف نسبت عظمت کو بتانے کے لیے ہوتی ہے۔

قوم ثمود کی تکذیب

فرمایا: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ (ثمود نے جھٹلا دیا اپنی سرکشی کی وجہ سے)۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ (جب اٹھا ان میں سے بہت بڑا بد بخت)

یہ بد بخت کون تھا؟ تفسیروں میں اس کا نام لکھا قدار بن صالف ایک فاحشہ عورت کے کہنے پر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے اٹھا۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ (اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس کے پینے کو چھوڑ دو)

پانی کا چشمہ تھا جس میں سے ایک دن ان کے جانور پانی پیتے تھے اور ایک دن مخصوص تھا اس اونٹنی کے لئے وہی پانی پیتی تھی ارے اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے، یہ اللہ کی عظمت کی نشانی ہے اس سے تعرض نہ کرو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۔(انہوں نے جھٹلا دیا اور اس کے پاؤں کاٹ دیئے)

فَعَقَرُوْهَا (اور اس کو ہلاک کر دیا۔)

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾

(اللہ نے اپنا عذاب ڈال دیا پھر سزا میں ان سب کو برابر کر دیا)

کیونکہ اللہ کی قدرت کی نشانی تھی اور اللہ کی قدرت کی نشانی کو انہوں نے قتل کیا لہٰذا ان کے گناہ کی وجہ سے اللہ نے ان پر عذاب ڈال دیا۔ ایک چیخ آئی جس سے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور پھر زلزلہ آیا جس سے وہ سب ہلاک ہو کے رہ گئے فَسَوّٰىهَا سزا میں ان سب کو برابر کر دیا ایک کافر بھی نہ بچا۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ (اللہ نہیں ڈرتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا)

اللہ کہتا ہے کہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا، تباہ کر دیا اور میں نہیں ڈرتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بادشاہ کسی طاقتور مجرم کو سزا دیتا ہے اور کسی طاقت والی جماعت کو سزا دیتا ہے تو ڈرتا ہے کہ ہڑتال ہوگی احتجاج ہوگا اور ٹکراؤ ہوگا لیکن

اللہ کہتا ہے کہ میں نہیں ڈرتا کہ انجام کیا ہوگا میرا کون کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اللہ کہتا ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا میں نہیں ڈرتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا، وہ فیصلہ کرنے میں خود مختار ہے کسی سے پوچھ کر فیصلہ نہیں کرتا اور فیصلہ بھی صحیح کرتا ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت پر اور درستگی پر اور حق پر مبنی ہوتا ہے جسے وہ ہلاک کرتا ہے وہ ہلاک ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اس کے انجام سے نہیں ڈرتا کہ ان کو سزا دی تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ تو میرے بزرگو، اور دوستو! سورۂ شمس میں گویا کہ موضوع بیان ہوا تزکیہ نفس اور تذلیل نفس کا یعنی جو نفس کا تزکیہ کرے وہ پاک ہے جو نفس کو ذلیل کردے، اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو ذلیل کردے ضائع کردے وہ ناکام ہے۔ اللہ ہمیں کامیاب ہونے والوں میں شامل فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ

موضوع

انسانی جہد وعمل اور اس کی جزاء

آیَاتُهَا ۲۱ (۹۲) سُوْرَةُ الَّیْلِ مَکِّیَّةٌ (۹) رُکُوْعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۟ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۟ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۟ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ۟ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۟ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۟ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۟ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۟ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۟ۙ﴿۹﴾

ترجمہ:...... قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے،(۱) اور دن کی جب اُس کا اُجالا پھیل جائے،(۲) اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔(۳) کہ حقیقت میں تم لوگوں کی کوششیں الگ الگ قسم کی ہیں۔(۴) اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا، اور تقویٰ اختیار کیا،(۵) اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا،(۶) تو ہم اُس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔(۷) رہا وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا، اور (اللہ سے) بے نیازی اختیار کی،(۸) اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔(۹)

تشریح:...... یہ سورۃ اللیل ہے اس میں اکیس آیات ہیں مکی سورت ہے اور قرآن کریم میں سورتوں کی جو موجودہ ترتیب ہے اس ترتیب کے اعتبار سے یہ ۹۲ نمبر پر آئی ہے گویا کہ اس موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت نمبر بانوے ہے ویسے بعض مفسرین کا اندازہ یہ ہے کہ نازل ہونے کے اعتبار سے یہ نویں نمبر پر تھی لیکن یہ اندازے کوئی قطعی اور یقینی نہیں ہیں اس سورت میں جو غالب مضمون بیان کیا گیا ہے وہ انسان کی جہد وعمل، کوشش اور کاوش اور اس کی جزاء ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے رات کی قسم، دن کی قسم اور جو اس نے نر اور مادہ پیدا کیا ہے اس کی قسم۔ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۟ۙ﴿۱﴾ (رات کی قسم جبکہ وہ چھا جاتی ہے) وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۟ۙ﴿۲﴾ (اور دن کی قسم جبکہ وہ روشن ہوجاتا ہے) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۟ۙ﴿۳﴾ (اور اس کی قسم جو اس نے نر اور مادہ پیدا کیا ہے)۔

دن اور رات مظاہر قدرت ہیں

یہ تینوں چیزیں جن کی اللہ نے قسم کھائی ہے یہ تینوں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ رات اور دن اللہ کی قدرت

کی نشانیاں ہیں اللہ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو مٹا دیتے ہیں، دن کی نشانی کو لے آتے ہیں، رات کی نشانی کو ہم نے تاریک بنایا ہے اور دن کو ہم نے روشن اور منور بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ سورہ نباء میں فرماتے ہیں وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ رات کو ہم نے لباس بنایا ہے جیسے لباس انسان کو چھپالیتا ہے، رات کی تاریکی پوری کائنات کو چھپالیتی ہے اور دن کو ہم نے معاش کے لئے بنایا ہے، جہد وسعی کے لئے بنایا ہے کام کاج کے لئے بنایا ہے، دوکانداری کے لئے بنایا ہے اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رات ہی رات بنا دیتا تو دن کی روشنی تم کہاں سے لاتے اور دن ہی دن بنا دیتا تو رات کی تاریکی کہاں سے لاتے؟ رات کی تاریکی کی بھی ضرورت ہے اور دن کی روشنی کی بھی ضرورت ہے یہ دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

نر اور مادہ قدرت خداوندی کی نشانیاں

اللہ نے نر اور مادہ پیدا کیا یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ اگر نر ہی نر ہوتے تو کیا ہوتا، مادہ ہی مادہ ہوتے تو کیا ہوتا، وہ نطفہ جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ تو دونوں کا ایک جیسا ہے لیکن اس نطفے میں سے اللہ پاک کسی کو نر بنا دیتا ہے، اور کسی کو مادہ بنا دیتا ہے اس لیے کہ اس جہاں کا نظام چلانے کے لئے مردوں کی بھی ضرورت ہے، اور عورتوں کی بھی ضرورت ہے بچوں کی بھی ضرورت ہے، اور بچیوں کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ پاک نے ایک عجیب سا تناسب رکھا ہے۔ تو اگر پوری دنیا کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً جتنے مرد ہیں اتنی عورتیں بھی ہیں۔ اللہ پاک نے ایک نظام چلانا ہے تو نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ جس زمانے میں قرآن نازل ہوا تو انسان یہ سمجھتا تھا، بڑے بڑے صاحبان علم وحکمت یہ سمجھتے تھے کہ نر اور مادہ صرف انسان میں ہوتا ہے اور حیوانوں میں ہوتے ہیں لیکن اس وقت اللہ نے اعلان کیا، نہیں نر اور مادہ ہر چیز میں ہوتا ہے، جوڑا ہر چیز کا ہوتا ہے سورۂ ذاریات میں فرمایا: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہر چیز میں ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم سمجھو۔ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اعلان کیا جبکہ انسان کی تحقیق اور تجربہ میں یہ بات نہیں آئی تھی، آج انسان بڑی ٹھوکریں کھانے کے بعد، بڑی تحقیق کے بعد، سائنسی تجربہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ہاں ہر چیز میں جوڑا جوڑا ہے۔ حیوانوں میں بھی جوڑا جوڑا، درختوں میں بھی جوڑا جوڑا، زمینوں میں جوڑا جوڑا، آسمانوں میں بھی جوڑا جوڑا، پہاڑوں میں بھی جوڑا جوڑا، یہاں تک کہ آپ جانتے ہیں کہ مادے میں سب سے چھوٹی چیز ایٹم ہے وہ بھی دو چیزوں سے مرکب ہے۔ اس کائنات کی کوئی چیز بھی جوڑا جوڑا ہونے سے، دو دو ہونے سے مبرا، پاک نہیں ہے، سوائے اللہ کی ذات کے وہ ایک ہے اور اس

کا کوئی جوڑا نہیں باقی ہر کسی کا جوڑا جوڑا ہے۔

قرآن جدید کتاب ہے

قرآن پرانی کتاب نہیں قرآن نئی کتاب ہے اور نئی کتاب ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ قرآن نئی تحقیقات کا ساتھ دیتا ہے، نئی تحقیقات قرآن کی تصدیق کرتی ہیں، قرآن کو جھٹلاتی نہیں ہیں باقی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے نہ تورات، نہ انجیل، نہ زبور کہ وہ جدید تحقیقات کا ساتھ دے سکیں۔ جوں جوں انسان کا علم ترقی کرتا جائے گا قرآن کے حقائق کھلتے چلے جائیں گے اور سائنسدان، حکیم اور ڈاکٹر قرآن کے بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قرآن آج نازل ہوا ہے ہاں اگر کبھی قرآن سمجھ کر پڑھنے کا موقعہ ملے اور ہمارا ذہن روشن ہو اور ہم قرآنی آیات میں غور و فکر کریں تو ایسا لگے گا کہ قرآن کراچی والوں کے بارے میں نازل ہوا ہے، قرآن لاہور والوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ آپ یوں سمجھیں گے کہ قرآن میرے بارے میں نازل ہوا ہے، قرآن بالکل ایسے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آج نازل ہوا ہے اسی لیے اللہ فرماتا ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے۔

عجیب واقعہ

مشہور تابعی حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی تو چونک گئے کہ اللہ کہتا ہے کہ میں نے ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تیرا بھی ذکر ہے، ذرا میں دیکھوں تو سہی قرآن میں میرا ذکر کہاں ہے۔ اب قرآن کھول کر بیٹھ گئے مختلف آیات سامنے آتی ہیں وہ آیات بھی ہیں جن میں مشرکین، متکبرین، ظالمین، منکرین، مخالفین، معاندین، فرعون، ھامان، قارون جیسے لوگوں کا تذکرہ ہے تو یہ آیات پڑھ کر کہنے لگے یہ تو میرا تذکرہ نہیں ہے، یہاں تو میرا ذکر نہیں، پھر وہ آیات پڑھیں جن میں مومنین، مخلصین، متقین، مجاہدین، انبیاء، اولیاء، شہداء کا تذکرہ ہے جو راتوں کو اللہ کے سامنے روتے ہیں، جن کے پہلو بستر سے دور رہتے ہیں، جو اللہ کے مال کو اللہ کے لئے لٹاتے ہیں، جو اللہ کی دی ہوئی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں، کہنے لگے کہ اے اللہ! یہ بھی میرا تذکرہ نہیں ہے میں اتنا نیک نہیں ہوں، پھر وہ آیات کریمہ پڑھیں جس میں اللہ نے فرمایا گیارھویں پارے کی آیت ہے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو گناہوں کا اقرار کرتے ہیں انہوں نے نیک اعمال بھی کیے ہیں اور ان سے برے اعمال بھی ہوئے ہیں۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ امید ہے اللہ ان کی توبہ قبول کر لے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ پڑھی تو پکار اٹھے ھٰذَا ذِکْرِیْ قرآن میں میرا تذکرہ یہ ہے۔ میں اور آپ اور سینکڑوں احباب جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں میرا تذکرہ، ہے ہم ایسے ہی ہیں، ہم سے گناہ بھی ہوئے ہیں اور اللہ نے کچھ نیک اعمال کی بھی توفیق دی ہے۔ لیکن ہم توبہ کرتے ہیں اور اللہ کہتا ہے امید ہے کہ توبہ کرو گے تو میں توبہ قبول کرلوں گا اس لئے کہ میں غَفُوْرُ الرَّحِیْمِ ہوں۔

قرآن مجید میں ہر ایک کا تذکرہ ہے

تو قرآن میں ہر کسی کا تذکرہ ہے جو زانی ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو چور ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے۔ جو ڈاکو ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو ظالم ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو متکبر ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو بندوں کے حقوق چھین لیتا ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو خائن ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو منافق ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو مشرک اور کافر ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے، جو مومن اور مخلص ہے، متقی ہے، زاہد ہے، پارسا ہے، سخی ہے اور مجاہد ہے۔ داعی ہے، صالح ہے اللہ کے سامنے رونے والا ہے قرآن میں اس کا بھی تذکرہ ہے قرآن نے سب کا تذکرہ کیا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن جدید کتاب ہے قرآن کبھی پرانا نہیں ہوسکتا جیسے سورج پرانا نہیں، چاند پرانا نہیں، زمین پرانی نہیں، آسمان پرانے نہیں اسی طریقے سے قرآن پرانا نہیں، بلکہ زمین، آسمان اور سورج اور چاند یہ پرانے ہوکر ٹوٹ پھوٹ جائیں گے لیکن قرآن پرانا ہوکر ٹوٹے پھوٹے گا نہیں۔ ہاں ایسا ہوگا کہ جب قرآن کو ماننے والے نہیں رہیں گے، قرآن کو پڑھنے والے نہیں رہیں گے، قرآن سے محبت کرنے والے نہیں رہیں گے تو اللہ اپنی اس کتاب مقدس کو خود اپنے پاس اٹھالے گا۔ جہاں سے یہ کتاب آئی ہے وہیں چلی جائے گی ایسا ہوگا۔ قرآن جدید کتاب ہے، نئی کتاب ہے اس پر کبھی پرانا ہونے کے آثار ظاہر نہیں ہوسکتے ہیں۔

تو قرآن نے کہا کہ ہر چیز کے اندر جوڑا جوڑا ہے کوئی چیز بھی جوڑے جوڑے سے جدا نہیں ہے خالی نہیں ہے اللہ کہتا ہے کہ صرف میں جوڑے جوڑے سے خالی ہوں۔ میں ایک ہوں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اس کا کوئی باپ اور نہ کوئی اس کا ہمسر وہ ایک ہے ذات میں بھی ایک اور صفات میں بھی ایک اس کا کوئی جوڑا، کوئی شریک، کوئی وزیر، کوئی مشیر نہیں ہے وہ اکیلا ہے تو عرض کررہا تھا کہ تین چیزوں کی قسمیں اٹھائیں وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى رات کی قسم جبکہ وہ چھا جاتی ہے دن کی قسم جبکہ وہ روشن ہوجاتا ہے اور اس کی قسم جو اس نے نر اور مادہ پیدا کیا۔ اور جہاں قسم ہوتی ہے تو وہاں جواب قسم بھی ہوتا ہے۔ اب جواب قسم کیا ہے فرمایا کہ

عمل کے اعتبار سے انسانوں کی دو جماعتیں

اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ﴿۴﴾ (اے انسانو! تمہاری کوششیں مختلف ہیں)

چونکہ قرآن سمجھنا ہے اس لیے یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ قسم اور جواب قسم میں کوئی مناسبت بھی ہوتی ہے۔ قسم اور جواب قسم میں کوئی مناسبت ہوگی اب رات کی قسم کھائی دن کی قسم کھائی تو آگے فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف، تو مناسبت کیا ہے؟ مناسبت یہ کہ جیسے اس دنیا میں ہر چیز جوڑا جوڑا اور ہر چیز کی کوئی نہ کوئی ضد ہے۔ یہاں دن ہے تو رات بھی ہے اور بلندی ہے تو پستی بھی ہے، بہار ہے تو خزاں بھی ہے، گرمی ہے تو سردی بھی ہے، امیری ہے تو غریبی بھی ہے، بیماری ہے تو صحت بھی ہے، زندگی ہے تو موت بھی ہے یہ جہان اضداد کا جہان ہے ہر چیز کی کوئی نہ کوئی ضد ہے۔ تو فرمایا اسی طریقے سے تمہارے اعمال کی بھی ضد ہے اور تمہاری کوششیں بھی مختلف ہیں یہاں مومن بھی ہیں کافر بھی ہیں، دنیا کے طالب بھی ہیں آخرت کے طالب بھی ہیں، میری رضا کے لئے سب کچھ لٹانے والے بھی ہیں اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے بھی ہیں۔ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ﴿۴﴾ تمہاری کوششیں مختلف اور کوششوں کے نتائج بھی مختلف ہر کوشش کا نتیجہ مختلف ہوگا جی ہاں ایسا نہیں ہوسکتا کہ نتائج ایک جیسے ہوں۔ مومن اور کافر ایک جیسے ہوں اور عمل صالح اور عمل بد کا نتیجہ ایک جیسا ہو ایسا نہیں ہوسکتا نتائج مختلف ہوں گے اللہ کہتا ہے کہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ اَفَمَنۡ کَانَ مُؤۡمِنًا کَمَنۡ کَانَ فَاسِقًا کیا جو مومن ہے اس کو میں فاسق جیسا بنا دوں گا ایسا نہیں ہو سکتا، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتا ہے؟ کیا زندہ اور مردہ برابر ہوسکتا ہے؟ اگر یہ برابر نہیں ہو سکتے تو مومن اور کافر، نیک اور بد وہ بھی برابر نہیں ہو سکتے ہیں اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی تمہاری کوششیں مختلف دنیا کا ہر انسان کوشش میں لگا ہوا ہے ہر شخص کوشش کر رہا ہے۔ میں اور آپ، کافر، مسلمان، عالم، جاہل ہر کوئی کوشش میں لگا ہوا ہے لیکن ہر ایک کی کوشش مختلف اور کوشش کا نتیجہ مختلف کوئی صبح کرتا ہے تو شام تک ایسے اعمال کرتا ہے جن سے اللہ راضی ہوجاتا ہے کسی کی صبح ہوتی ہے تو شام تک ایسے اعمال کرتا ہے جن سے وہ اللہ کو ناراض کر دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ صبح نکلتے ہیں ہر شخص خرید و فروخت کرتا جہد و سعی کرتا ہے، کوشش اور کاوش کرتا ہے کچھ ایسے ہیں کہ اپنی کاوش کے ذریعے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کروا لیتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو جہنم کا حقدار بنا لیتے ہیں اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی۔ تمہاری کوششیں مختلف۔ اب آگے اللہ نے تقسیم کی کہ دو قسم کے لوگ ہیں، دو قسم کی کوششیں ہیں۔

پہلی جماعت کی تین صفات

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ﴿۶﴾ (وہ شخص جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی)

یہ تین صفات بیان فرمائیں جب مومنین کی صفات بیان ہوں تو آپ دل ہی دل میں دعا کریں کہ اللہ ہمیں بھی ایسا بنادے۔اور ہمارے اندر بھی یہ صفات پیدا فرمادے۔

پہلی صفت انفاق فی سبیل اللہ

ایک لاکھ والے نے لاکھ دیا اور ایک سو روپے والے نے ایک روپیہ دیا لیکن اللہ جانتا ہے کہ کتنی قربانی دے کر اس نے ایک روپیہ دیا ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ کی نظر میں اس کا ایک روپیہ ایک لاکھ والے سے زیادہ قدر و قیمت والا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے چندے کی اپیل کی،لوگ لائے مسجد نبوی میں ڈھیر لگ گیا ایک صحابی تھوڑی سی کھجوریں لے کر آیا رات بھر مزدوری کی گھر میں کچھ نہیں تھا لیکن دل چاہتا تھا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وقت آیا ہے میں بھی کچھ خرچ کروں لیکن کیا کروں گھر میں تو کچھ بھی نہیں رات بھر مزدوری کی کھجوریں ملیں کچھ گھر والوں کو دیں کچھ لے کر آیا، پوٹلی میں چھپا کر کیسے پیش کروں یہاں تو لوگ سونے چاندی کے انبار لگائے ہوئے ہیں یہ کھجوریں کیا حیثیت رکھتی ہیں منافقوں نے دیکھا تو مذاق اڑایا۔ارے اللہ کو تیری ان کھجوروں کی کیا ضرورت ہے۔حضور ﷺ کے پاس آیا، قدم رک گئے ٹھٹک گئے کیا پیش کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں کھڑے ہو؟ قریب آؤ کیوں رک گئے؟ ادھر لاؤ کھجوریں اللہ کے نبی ﷺ نے جو سونے چاندی کا اور مال دولت کا پورا انبار تھا اس پر ان کھجوروں کو بکھیر دیا اور فرمایا یہ تیری کھجوریں اللہ کی نظر میں بڑی وقعت رکھتی ہیں۔عرض کر رہا تھا ہر شخص کو اللہ کی راہ میں دینا چاہیے، اپنی اپنی حیثیت اور اپنی طاقت کے مطابق، یہ مت سوچئے کہ میرا ایک روپیہ کیا اہمیت رکھتا ہے لیکن خرچ صحیح مصرف پر کریں، صحیح جگہ پر کریں، اللہ کی راہ میں مال دینے کا حکم ہے مال پھینکنے کا حکم نہیں ہے۔ہم میں بہت سے لوگ زکوٰۃ پھینکتے ہیں، زکوٰۃ دیتے نہیں بس زکوٰۃ پھینکتے ہیں جہاں مرضی پھینک دو، نہیں صحیح مصرف پر لگاؤ۔

دوسری صفت تقویٰ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى (وہ شخص جس نے دیا) وَاتَّقٰى (اور تقویٰ اختیار کیا)

تقویٰ کیا ہے؟ میں اکثر عرض کرتا ہوں سب سے بڑا تقویٰ گناہوں سے بچنا ہے، حرام سے بچنا ہے، محارم سے بچنا سب سے بڑا تقویٰ ہے ہم نے تقویٰ کا مفہوم سمجھ لیا کہ پگڑی باندھ لوں لمبی تسبیح ہاتھ میں پکڑ لوں اور فلاں فلاں عمل کروں بیشک یہ بھی تقویٰ ہے کیونکہ نبی کی نسبت سے پگڑی باندھنا، تسبیح سے آپ اللہ کا ذکر کریں گے۔ڈاڑھی میرے آقا ﷺ کی سنت ہے الحمد للہ ہم اس سنت کو زندہ کرنے والے ہیں اور انشاء اللہ اس سنت کے ساتھ قبروں میں جائیں گے۔انشاء اللہ آرزو کرتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے! کہ سب سے بڑا تقویٰ حرام سے بچنا

ہے، گناہوں سے بچتا ہے۔ اب پگڑی تو باندھ لی تسبیح بھی پکڑ لی اور ڈاڑھی بھی رکھ لی لیکن حرام سے نہیں بچتا اور دوسروں کے حقوق کھا رہا ہے اور مال ہڑپ کر رہا ہے اور بہنوں کی میراث دبائے ہوئے ہے اور فراڈ کر رہا ہے، خیانت کر رہا ہے اور بندوں کے حقوق ضائع کر رہا ہے تو یہ نبی کی نسبت کو بدنام کر رہا ہے۔ یہ تقویٰ کا مفہوم نہیں سمجھا ہاں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت سے لوگوں کا تقویٰ کتے جیسا ہے کہ کتا ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے ٹانگ اٹھاتا ہے پیشاب سے بچنے کے لئے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ دیوار پر کر رہا ہوں تو دیوار پر کرنے سے ٹانگ تو بچ گئی لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ باقی پورے جسم پر پیشاب لگ رہا ہے اور فرمایا کہ بہت سے لوگوں کا تقویٰ وہ صرف پانی تک محدود ہے۔ پانی میں چھوٹی سی چڑیا گر گئی پریشان ہے مولوی صاحب! کیسے کنویں کو پاک کروں چڑیا گر گئی ہے وہ فتویٰ پوچھ رہا ہے لیکن اپنے مال کے اندر اور رزق کے اندر چڑیا تو کیا بڑے بڑے ہاتھی مرے پڑے ہیں لیکن ان کی اس کو فکر نہیں ہے ان کی پرواہ نہیں کہ کیا رزق کھا رہا ہوں، کیسا پیسہ کما رہا ہوں اسے پانی کی فکر ہے بس، واقعہ پڑھا تھا غالباً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یا کسی اور صحابی سے کسی کوفی نے مسئلہ پوچھا کہتا ہے حضرت مچھر کا خون اگر کپڑوں کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کیسے لوگ ہیں نواسۂ رسول کا خون گر گیا ہے تو فکر نہیں ہوئی، پریشان نہیں ہوئے ایک چھوٹے سے مچھر کے خون کی فکر پڑی ہوئی ہے کہ کیا ہوگا۔ تو ایسے ہی لوگوں کے بارے میں غالباً حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ مچھر کو تو دور ہٹاتے ہیں اور ہاتھی کو کھا جاتے ہیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اور تقویٰ کا اہم جزو اپنے آپ کو حرام سے بچا لینا ہے۔

تیسری صفت تصدیق

اور تیسری صفت بیان کی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى (اور اس نے اچھی بات کی تصدیق کی) اچھی بات کیا ہے؟ اچھی بات کسی مفسر نے کہا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ اچھی بات ہے۔ کسی نے کہا آخرت، یہ اچھی بات ہے۔ کسی نے کہا نماز، یہ اچھی بات ہے۔ کسی نے کہا جنت، یہ اچھی بات ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ ساری ہی اچھی باتیں ہیں۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اس نے اچھی بات کی تصدیق کی، کلمے کی تصدیق کی، آخرت کی تصدیق کی، جنت کی تصدیق کی، واقعی یہ چیزیں ہیں، یہ حقیقت ہیں۔ معاذ اللہ یہ دل بہلانے کی باتیں نہیں ہیں۔

تین صفات کے حامل کے لئے انعام

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ (تو ہم اس کے لئے آسانی تک پہنچنا آسان کردیں گے)

جس نے اللہ کی راہ میں دیا، جس نے تقویٰ اختیار کیا، جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسانی تک پہنچنا آسان کردیں گے، ہم اس کے لئے جنت تک پہنچنا آسان کردیں گے، ہم اس کے لئے نیک اعمال

کا کرنا آسان کر دیں گے۔لوگ کہتے ہیں دین پر چلنا بہت مشکل ہے لیکن اللہ کہتا ہے نہیں اگر کوشش کرو گے تو میں تمہارے لئے دین پر چلنا آسان کر دوں گا۔کوشش تو کرو بھائی نماز کی کوشش کرو گے تو میں تمہارے دل اور دماغ کو ایسا بنا دوں گا کہ پھر نماز کے بغیر چین ہی نہیں آئے گا،حلال کی کوشش کرو گے تو میں تمہیں اتنا حلال دوں گا کہ حرام کی طرف نگاہ اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور کبھی حرام آجائے گا تو دل کو چین نہیں آئے گا۔ایسے لوگ بھی ہیں کہ حرام کا لقمہ غلطی سے ان کے حلق سے نیچے اتر گیا تو معدے نے قبول کرنے سے انکار کر دیا قے آ گئی اللہ نے ان کے لئے آسان کر دیا لوگ کہتے ہیں ماڈرن زمانہ ہے، ترقی یافتہ دور ہے۔اب تو دین پر چلنا مشکل ہے پاکستان لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بنا ہے۔بہت سے کہتے ہیں کہ پاکستان میں دین پر چلنا مشکل ہے،بہت ترقی یافتہ دور ہے لیکن میں اپنی آنکھوں سے ایسی مثالیں دیکھ چکا ہوں اور سنی ہوئی تو بہت ساری ہیں اللہ کے بندے یورپ میں رہتے ہیں امریکہ میں، برطانیہ میں، فرانس میں رہتے ہیں جہاں ہر طرف غلاظت پھیلی ہوئی ہے جہاں بدکاری، شراب، بے حیائی، عیب نہیں فخر کی بات مانی جاتی ہے پانی اور ہوا کی طرح عام ہے اس ماحول میں اللہ کے خاص بندے ایسے ہیں جو اپنے آپ کو حرام سے بچائے ہوئے ہیں ایسی خواتین ہیں جو پردے کا اہتمام کرنے والی ہیں ایسے اللہ کے نیک بندے ہیں اللہ کی قسم! جن کی فرض نماز چھوٹنا تو کیا تہجد قضا نہیں ہوتی یورپ میں رہتے ہیں اور ان کے لئے اللہ نے دین پر چلنا آسان کر دیا ہے۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کالج کے لڑکوں نے کہا حضرت، دل تو چاہتا ہے ڈاڑھی رکھیں لیکن کالج کے ماحول میں ڈاڑھی رکھنا مشکل ہے اور وہ لڑکے اسلامیہ کالج لاہور کے تھے جنہوں نے یہ بات کہی تو حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اسلامیہ کالج کے ماحول میں ڈاڑھی رکھنا مشکل ہے خالصہ کالج کے ماحول میں داڑھی رکھنا آسان ہے۔اللہ اکبر۔آپ جانتے ہیں سکھ ڈاڑھی رکھتے ہیں، پگڑی باندھتے ہیں خالصہ کالج سکھوں کا کالج اس میں تو آسان ہے۔

میں نے اخبار میں ایک مرتبہ پڑھا۔ایک سکھ طالب علم نے مقدمہ لڑا جس کو ڈاڑھی اور پگڑی سے منع کیا جا رہا تھا اسکول میں یہ پگڑی نہیں چل سکتی اس نے مقدمہ لڑا اور پھر بالآخر وہ مقدمہ جیتا، نہیں میں پگڑی باندھوں گا اس اسکول کے اندر پگڑی باندھ کے آؤں گا، یہ میرا مذہبی شعار ہے، میں نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔

اَلدِّیْنُ یُسْرٌ دین پر چلنا آسان ہے۔جو دین پر چلنا چاہے گا اللہ اس کے لئے دین پر چلنا آسان کر دے گا۔یاد رکھیں یہ دین مشکل دین نہیں ہے دین اسلام آسان ہے اللہ مشکل حکم نہیں دیتا اور نہ دیا ہے۔میں نے ایک جگہ عرض کیا مجھے اپنی اولاد سے محبت ہے، مجھے اپنے بیٹے سے محبت ہے۔میں اپنے بیٹے کو کوئی کام کہتا ہوں لیکن میں اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے بیٹے سے محبت ہے۔میں اس کو ایسا کام نہیں کہتا جو اس

کی طاقت سے بھی زیادہ ہو، اس کو رات بھر جگاؤں، دن بھر کام میں لگاؤں میرا دل تڑپ اٹھے گا کہ میرا بیٹا ہے میں اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام کیوں لیتا ہوں۔ اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ کیوں ڈالتا ہوں۔ ارے میرے جیسا باپ بیٹے سے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی اللہ اپنے بندے سے کرتا ہے اگر میں اپنے بیٹے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتا جبکہ میں تو خود غرض ہوں مجھے اپنے بیٹے سے غرض ہے ہم جو باپ ہیں، ہمیں اپنی اولاد سے غرض ہے، لیکن اللہ کو تو بندوں سے کوئی غرض نہیں ہے وہ رزق کسی غرض کے تحت نہیں دیتا وہ رزق اس لئے دیتا ہے کہ رازق ہے، رزق دینا اس کی شان ہے۔ وگرنہ وہ کسی غرض کے تحت نہیں دیتا، تو اگر ایک باپ اپنی اولاد پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتا تو کیا اللہ اپنے بندوں پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا؟ نہیں، یہ شریعت آسان ہے، مشکل ہم نے بنا رکھی ہے، ہماری اغراض نے بنا رکھی ہے، ہماری شہوات نے بنا رکھی ہے ہماری نفس پرستی نے اس کو مشکل بنا دیا ہے، وگرنہ شریعت مشکل نہیں ہے۔ تو اللہ کہتا ہے ہم آسان کر دیں گے۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ جو ہمیں راضی کرنے کے لئے مجاہدہ کریں گے، کوشش کریں گے تو ہم ان کے لئے دین پر چلنے کا ایک راستہ نہیں کئی راستے کھول دیں گے، دین ان کے لئے آسان ہو جائے گا وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ جو ہدایت پر چلیں گے میں ان کو اور زیادہ ہدایت عطا کروں گا اور ان کو تقویٰ عطا کروں گا۔ کوئی کوشش تو کرے، ہاں کوشش کریں گے تو اللہ پاک ہمارے لئے اس شریعت پر چلنا اور گناہوں سے بچنا اور حرام سے بچنا مشکل دور میں بھی آسان کر دے گا۔

انسان اپنا اختیار استعمال کرے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب بات کہی ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھایا کہ دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے روک لیا سارے دروازے بند کر دیئے، بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے سارے دروازے بند ہیں حسن اور جوانی ہے اور دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دیتی ہے هَيْتَ لَكَ یوسف آ جاؤ، آ جاؤ، کیسے بچوں، دروازے بند ہیں، مالکہ ہے، گناہ کی دعوت دے رہی ہے، تنہائی ہے، خلوت ہے، کوئی دیکھنے والا نہیں کہا جاتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے زلیخا نے کمرے میں جو بت پڑا ہوا تھا اس کے اوپر بھی پردہ ڈال دیا یوسف! اب تو کوئی بھی نہیں دیکھنے والا، یہ تھا اس کے اوپر بھی میں نے پردہ ڈال دیا ہے۔ فرمایا تیرے خدا پر پردہ ڈال دیا جائے تو نہیں دیکھ سکتا میرا خدا پردوں میں سے بھی دیکھ لیتا ہے۔ ہاں اب کیا کروں، کیسے بچوں، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام دوڑے کہ جتنا دوڑ سکتا ہوں دوڑوں، جتنا میرے اختیار میں ہے وہاں تک دوڑوں باقی اللہ جانے اور اس کا کام جانے یہ کیا ہوا کہ میں بے بس ہو کر ہتھیار ڈال دوں، میں کچھ نہیں کر سکتا اس وقت گناہ سے بچنا بہت مشکل ہے۔ نہیں، بلکہ جو میرے اختیار میں ہے میں وہ تو کروں چنانچہ یوسف علیہ السلام

دروازے کی طرف دوڑ پڑے اللہ نے کہا کہ دوروازے تک دوڑنا تیرا کام تھا اور بند دروازے کو اب کھولنا میرا کام ہے، اللہ نے گناہ سے بچنا آسان کر دیا سارے دروازے کھلتے چلے گئے۔تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑ لگانی چاہیے جتنا اختیار میں ہے اتنی کوشش کرے اللہ پھر بند دروازے اور بند راستے کھول دے گا۔

فرمایا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى جس نے دیا اللہ کی راہ میں وَاتَّقٰى تقویٰ اختیار کیا۔وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اور بھلائی کی بات یعنی اسلام کی تصدیق کی ہم اس کے لئے دین پر چلنا آسان کر دیں گے جنت والے اعمال اس کے لئے آسان کر دیں گے،تھوڑی کوشش تو کر کے دیکھیں۔

دوسری جماعت کی تین صفات

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾

اب بالکل اس کے مقابل دوسرا شخص اس کی بھی تین صفات اللہ نے بیان فرمائیں۔اللہ سے دعا کر لی جائے کہ اللہ پاک یہ جو تیری نظر میں قابل نفرت صفات ہیں ہمیں ان سے بچانا آمین۔

بخل خطرناک بیماری ہے

فرمایا کہ جس نے بخل اختیار کیا یعنی جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں خرچ نہیں کرتا یہ بخل ہے مثلاً غریبوں، مسکینوں اور یتیموں، بیواؤں پر خرچ نہیں کرتا، اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، اللہ کے دین کے لئے خرچ نہیں کرتا، بخیل بنا ہوا ہے۔ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخل سے بڑی بیماری کوئی نہیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سخی ہے وہ جنت کے بھی قریب ہے وہ اللہ کے بھی قریب ہے، وہ اللہ کے بندوں کے بھی قریب ہے اور جو بخیل ہے وہ اللہ سے بھی دور اور جنت سے بھی دور، اللہ کے بندوں سے بھی دور۔بخل کو بہت خطرناک بیماری کہا گیا ہے اَلْبُخْلُ وَالْاِيْمَانُ ضِدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ بخل اور ایمان دو ایسی ضدیں ہیں جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں مومن ہو اور بخیل ہو ایسا نہیں ہو سکتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ فضول خرچی شروع کر دے، نہیں فضول خرچی بہت بری اور بخل بھی بری بیماری ہے میانہ روی صحیح ہے اعتدال کے ساتھ چلے، درمیانے راستے پر چلے جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں خرچ کرے۔وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ جس نے بخل اختیار کیا وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہی اختیار کی، اللہ سے بے پرواہ بن گیا، جنت سے بے پرواہ بن گیا، آخرت سے بے پرواہ بن گیا۔

تکذیب کا انجام

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اس نے اچھی بات کو جھٹلا دیا پہلے تو وہ شخص تھا کہ جس نے اچھی بات کی تصدیق کی اور اب

یہ وہ شخص ہے جس نے اچھی بات کو جھٹلا دیا کلمۂ توحید کو جھٹلا دیا، آخرت کی زندگی کو جھٹلا دیا، جنت کو جھٹلا دیا تو پھر کیا ہو گا۔ اللہ کہتا ہے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى تو ہم اس کے لئے دشواری تک پہنچنا آسان کر دیں گے، اس کے لئے برے اعمال کرنا آسان کر دیں گے، اس کے لئے جہنم والے اعمال آسان کر دیں گے جس راستے پر چلنا چاہتے ہو زبردستی نہیں پکڑا جائے گا۔ اللہ نے فرمایا! وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى جو رسول کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر اور کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر جس راستے پر چلنا چاہتا ہے تو ہم وہی راستہ اس کے لئے آسان کر دیں گے۔ اس کے لئے گناہوں کا کرنا آسان، چوری کرنا آسان، ڈاکو کے لئے ڈاکہ ڈالنا آسان، بدکار کے لئے بدکاری آسان جدھر چلنا چاہتا ہے تو چلے اللہ کہتا ہے زبردستی نہیں روکا جائے گا۔ اگر نیکی پر چلنا چاہتا ہے تو اس کے لئے نیکی پر چلنا آسان کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک کے لئے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ ہو چکا تو پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے؟ تو اللہ کے نبی نے کیا جواب دیا اعملوا فکل میسر لما خلق لہ تم عمل کرتے رہو جس کو جس جگہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے اعمال اللہ اس جگہ کے لئے آسان کر دے گا۔ جس کو جنت کے لئے پیدا کیا گیا اللہ اس کے لئے جنت والے اعمال آسان فرمائیں گے اور جس کو جہنم کے لئے پیدا کیا گیا اس کے لئے جہنم والے اعمال آسان کر دیں گے۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ہم دشواری تک پہنچنا، برائی تک پہنچنا، جہنم تک پہنچنا اس کے لئے آسان کر دیں گے۔

آقا ﷺ کی شخصیت

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲
وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا
الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ
يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰
وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝۲۱

ترجمہ:.....تو ہم اُس کو تکلیف کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے،(۱۰) اور جب ایسا شخص تباہی کے گڑھے میں گرے گا تو اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہیں آئے گا۔(۱۱) یہ سچ ہے کہ راستہ بتلادینا ہمارے ذمے ہے۔(۱۲) اور یہ بھی سچ ہے کہ آخرت اور دنیا دونوں ہمارے قبضے میں ہیں۔(۱۳) لہٰذا میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کردیا ہے۔(۱۴) اس آگ میں کوئی اور نہیں، وہی بدبخت داخل ہوگا(۱۵) جس نے حق کو جھٹلایا، اور منہ موڑا۔(۱۶) اور اُس سے ایسے پرہیزگار شخص کو دُور رکھا جائے گا(۱۷) جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے (اللہ کے راستے میں) دیتا ہے۔(۱۸) حالانکہ اُس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا جس کا بدلہ دیا جاتا،(۱۹) البتہ وہ صرف اپنے اُس پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جس کی شان سب سے اُونچی ہے۔(۲۰) یقین رکھو ایسا شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔(۲۱)

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰

انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے

وَاسْتَغْنٰى (اور جس نے لاپرواہی اختیار کی،) بے نیاز بن گیا اللہ سے، اللہ کے نبی سے، دین سے، شریعت سے، آخرت سے، مغفرت سے، کہتا ہے کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ ہاں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب پیٹ بھر جاتا ہے، پیسہ و دولت آجاتی ہے، عہدہ ہو، اقتدار ہو، جوانی ہو، صحت ہو، فراغت ہو، اسباب و وسائل ہوں، کوئی پارٹی ہو دماغ اونچا ہوجاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو مستغنی بے پرواہ اور بے نیاز سمجھنے لگتا ہے۔ وہ آیت آپ کے سامنے آئے گی اکثر میں جب کسی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تکبر اور فخر اور گھمنڈ اور غرور میں مبتلا ہو تو وہ آیت کریمہ میرے

سامنے آجاتی ہے۔ سورۂ علق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ بیشک انسان سرکشی اختیار کرلیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے کہ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے، کسی کا محتاج نہیں ہوں، پہلے وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے بھائی کی ضرورت نہیں ہے، معاشرے کی ضرورت نہیں ہے، اور لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، تو اس کے اندر سرکشی آجاتی ہے۔ بیٹے کے پاس پیسہ آجائے تو کہتا ہے اب میں باپ کا محتاج نہیں ہوں۔ سرکشی پر اتر جاتا ہے، گھمنڈ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ بندے کے پاس وسائل آجائیں تو سرکشی اختیار کرلیتا ہے۔ اللہ کے حکم سے روگردانی شروع کردیتا ہے۔ لیکن مومن کی سوچ یہ ہے کہ میں ہر وقت اللہ کا محتاج ہوں، جوانی ہے تو محتاج ہوں، صحت ہے تو محتاج ہوں، روپے پیسے سے بینک بھرے ہوئے ہیں تو محتاج ہوں، کاروبار چل رہا ہے تو محتاج ہوں، بڑی کرسی بڑا عہدہ ملا ہوا ہے تو محتاج ہوں، بڑی عزت، بڑی شہرت ملی ہے تو محتاج ہوں ہر وقت یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کا محتاج ہوں۔ جب یہ اپنے آپ کو محتاج سمجھتا ہے تو پھر کسی سرکشی پر نہیں آتا، تکبر نہیں آتا جب سمجھتا ہے کہ میری گردن اللہ کے ہاتھ میں ہے میری پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب چاہے بل دے دے، جھنجوڑ کے رکھ دے ذرا سا ہلا دیا سب جوانی ختم اور صحت ختم اور غذاء ختم اور سرمایہ ختم ذرا سا حالات نے پلٹا کھایا آسمان سے زمین پر پڑ گیا۔ ایکسیڈنٹ ہوگیا بستر پر پڑا ہوا ہے، ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں وہی گردن جو اکڑ کر چلتا تھا آج بستر پر لیٹا ہے اس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ جب یہ سمجھتا ہے کہ میں محتاج ہوں ہر وقت محتاج ہوں، صبح کا آغاز کرتا ہے تو اللہ سے مانگ کر کرتا ہے، اللہ! میں تیرا محتاج ہوں آج میرا دن اچھا گزار دینا رات کو دعا کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! رات اچھی گزار دینا سفر میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ سفر اچھا گزار دینا اللہ! تیرا محتاج ہوں جب قدم قدم پر یہ سمجھتا ہے کہ اے اللہ! میں تیرا محتاج ہوں میرے رزق کا لقمہ میرا اللہ مجھے دیتا ہے کھاتے ہوئے یہ سمجھ رہا ہے کہ میرا اللہ مجھے دے رہا ہے، پانی کا گھونٹ میرا اللہ دے رہا ہے، یہ لباس اللہ دے رہا ہے، یہ قدم اٹھانے کی اللہ نے مجھے توفیق دی ہے، اور طاقت دی ہے، یہ اولاد اللہ نے مجھے دی ہے، یہ روپیہ اور پیسہ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔ جب یہ سوچ ہوتی ہے تو گردن جھکتی ہے، پھر عاجزی آتی ہے، پھر دل نرم ہوتا ہے، پھر آنکھوں میں آنسو آتے ہیں، پھر ہاتھ اٹھتے ہیں، سب کچھ ہوتا ہے۔ مانگتا ہے کہ اللہ! میں تیرا محتاج ہوں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بخل اختیار کیا وَاسْتَغْنٰى اور بے اعتنائی اختیار کی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو جھٹلا دیا کلمہ طیبہ کو جھٹلا دیا اور قرآن کو جھٹلا دیا، نبی کی باتوں کو جھٹلا دیا، اللہ کی باتوں کو جھٹلا دیا اور نیکی کے راستے کو جھٹلا دیا، برائی کا راستہ اختیار کرلیا، جہنم کا راستہ اختیار کرلیا۔

اللہ سب سے بڑا ہے

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ‎ (تو پھر ہم اس کے لئے اس راستے پر چلنا آسان کردیتے ہیں)

ہماری یہ عادت نہیں ہے کہ اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا تو ہم اس وقت پکڑ لیں کہ کیوں نہیں پڑھتا، کیوں جاتے ہو سینما کی طرف چلو مسجد کی طرف، حکم دے دیا موذن کو کہہ دو اللہ اکبر اللہ اکبر۔ قربان جاؤں میرے اللہ! اور قربان جاؤں میرے آقا ﷺ کے قدموں کی خاک پر، کیا اذان سکھائی ہے چند کلمات ہیں لیکن ان چند کلمات میں چھ دفعہ اللہ کی کبریائی کا بیان ہے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لوگو! سب سے بڑا میں ہوں دولت بڑی ہے نہ تجارت بڑی ہے، نہ دکان بڑی ہے، نہ فیکٹری بڑی ہے، نہ پارٹی بڑی ہے، نہ تم بڑے ہو، نہ عہدہ بڑا ہے نہ کوئی چیز بڑی ہے، نہیں بڑا میں ہوں۔ ہر چیز سے بڑا کہہ رہا ہوں بڑا کہلوا رہا ہوں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تمہارا دستور یہ ہے، عادت یہ ہے کہ تم بڑوں کی بات پر لبیک کہتے ہو، بڑوں کی طرف لپکتے ہو، بڑوں کی خوشامد کرتے ہو، بڑوں کے سامنے جھکتے ہو، بڑوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہو تو میں تو سب سے بڑا ہوں ارے میں سب سے بڑا ہوں جب یہ چھوٹے بڑے تمہارے اپنے بنائے ہوئے ہیں جو حقیقت میں بڑے نہیں ہیں، بہت چھوٹے ہیں تم نے ان کو بڑا بنا رکھا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھ رکھا ہے۔ تمہارے یہ بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے جن کو میں لمحوں میں مسل کے دکھا دوں اللہ فرماتا ہے کہ قوم عاد ایسے قد آور تھے جیسے کھجور کے درخت ہوتے ہیں لمبے لمبے قد آور۔ کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ہم سے زیادہ طاقتور کون گزرا ہے اللہ کہتا ہم نے سات دن ہوا چلائی ہوا انہیں اٹھا کر آسمانوں پر لے گئی آسمان کے قریب اٹھا کر ایسے پٹخا جیسے تنکوں اور کچرے کو پٹخا جاتا ہے۔ وہ کھجور کے تنے جیسے جسم اور قد رکھنے والے تھے ہم نے ایسے کر دیئے جیسے جانوروں کا گوبر ہوتا ہے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے اور ابرہہ کعبہ کو گرانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا تھا اللہ کہتا ہے۔ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ہم نے جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ بڑا ناز تھا ہاتھیوں کو لے کر آیا تھا۔ جب اپنے بڑوں کو خوش کرنے کے لئے تم سب کچھ کرتے ہو، وہ بلاتے ہیں بھاگتے ہوئے جاتے ہو ان کا پیغام آجائے خوش ہو جاتے ہو ارے بڑے کا پیغام آیا ہے۔ اللہ کہتا ہے تمہاری عادت یہ ہے، تمہارا طریقہ یہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں تو نہیں آتے حالانکہ میں سب سے بڑا ہوں۔ جتنے بڑوں کا تصور تم کر سکتے کرلو، آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر آج تک اور آج سے لیکر قیامت تک جتنے بڑے ہیں ان بڑوں کا تصور کرلو میں سب بڑوں سے بڑا ہوں اللہ اکبر۔ اس دنیا میں انسانوں میں سب سے بڑا انسان میرے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں جن کو غیروں نے بھی بڑا تسلیم کیا اللہ کہتا ہے ان کا بھی بڑا میں تھا وہ بھی مجھ سے مانگتے تھے، وہ بھی میرے سامنے جھکتے تھے کسی اور سے نہیں مانگتے تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ﷺ نے ایک موقعہ پر عجیب انداز میں کہا ہے کہ لوگو! بعض اوقات دل میں خیال آتا ہے کہ اے عطاء اللہ! اتنا بڑا نبی ﷺ ہے تیرا اتنا عظیم نبی ہے تیرا، جو کچھ مانگنا ہے اسی نبی ﷺ سے مانگ لے، دل چاہتا ہے دل میں خیال آتا ہے ارے جو مانگنا ہے اسی نبی ﷺ سے مانگ لے، ایسا عظیم نبی ﷺ ہے کائنات کا

عظیم ترین انسان لوگ حیران، ارے یہ کیسی بات کررہا ہوں کہ دل چاہتا ہے جو کچھ مانگنا ہے محمد ﷺ سے مانگ لو۔ شاہ صاحب کو بات سمجھانے کا انداز آتا تھا۔ پھر بات کو بدلا فرمانے لگے کہ جب میں حضور ﷺ کی سیرت دیکھتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ تو خود کسی اور سے مانگ رہے ہیں تو دل کہتا ہے عطاء اللہ! محمد ﷺ سے نہ مانگ اس سے مانگ جس سے خود محمد ﷺ مانگتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ سب سے بڑا میں ہوں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی طرف، کامیابی میرے سامنے جھکنے میں ہے میرے سامنے جھکو گے تو ساری کائنات کو تمہارے سامنے جھکا دوں گا اور میرے سامنے سرکشی اختیار کرو گے تو ساری کائنات تمہارے سامنے سرکشی اختیار کرے گی۔

نصیحت آموز واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں جس دن مجھ سے کوئی غلطی ہوجاتی ہے اس دن کا اثر مجھے اپنی اولاد میں دکھائی دیتا ہے اپنی سواری میں دکھائی دیتا ہے اس دن سواری سرکشی کرتی ہے اور اولاد نافرمانی کرتی ہے تو میرا دل کہتا ہے کہ آج مجھ سے کوئی گناہ ہوگیا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ میں اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرتا تو اللہ کی مخلوق میرے سامنے سرکشی اختیار کرتی۔

تو عرض یہ کررہا تھا کہ یہ کہلوایا جاتا ہے لیکن گردن سے پکڑ کر نہیں لایا جاتا یہی تو شبہ ہوا فرعون کو، قارون کو، ابوجہل کو، ابولہب کو، ارے اگر تم سچے ہو تو تمہارے گھر میں فاقہ کیوں ہے؟ ہمارے پاس دولت کے انبار کیوں ہیں؟ ہمیں اس چیز نے شکوک وشبہات کا شکار کردیا تو وہ سب سے بڑا کہتا ہے آؤ میرے پاس لیکن یوں نہیں کروں گا کہ ادھر گناہ کیا، ادھر پکڑلوں، میں رحمٰن ہوں، میں رحیم ہوں، میں غفور ہوں، میں ستار ہوں، میرے رحم کی کوئی حد نہیں، باپ کے رحم کی حد ہے، ماں کے رحم کی حد ہے، استاد کے رحم کی حد ہے، محسن کے رحم کی حد ہے۔ لیکن اللہ کہتا ہے میرے رحم کی کوئی حد نہیں ہے، کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ایسا سمندر جس کا کوئی ساحل نہیں۔ اس لئے دیکھتا ہوں میری نافرمانی ہو رہی ہے، گالیاں دی جارہی ہیں اور میرے سامنے گردن جھکانے سے انکار کیا جارہا ہے نہیں پکڑتا مہلت دیتا چلا جاتا ہوں، شاید زندگی کے کسی موڑ پر میرے بندے کا دل نرم ہوجائے یہ مجھے منانے کے لئے آجائے، مجھے راضی کرنے کے لئے، میں بندے کا انتظار کرتا رہتا ہوں۔ زبردستی جھکانا یہ اللہ کا دستور اور اللہ کا طریقہ نہیں ہے۔

وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى اور جس نے بخل اختیار کیا اور بے پرواہی اختیار کی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اچھائی کو جھٹلادیا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى تو ہم دشواری تک پہنچنا، گناہ کو اختیار کرنا، جہنم کے راستے پر چلنا اس کے لئے آسان کردیتے ہیں۔ ادھر چلنا چاہتے ہو تو ادھر ہی چلتے جاؤ۔

قبر میں مال نہیں اعمال کام آئیں گے

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾

(اوراس کا مال اس کو فائدہ نہیں دے گا جب دوزخ کے گڑھے میں گرے گا)

تو بعض نے یوں معنی کیا کہ اس کے مال نے اس کو کیا فائدہ دیا جب جہنم کے گڑھے میں گرا، یہ مال تو قبر تک ساتھ جاتا ہے قبر کے بعد یہ ساتھ نہیں جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین چیزیں انسان کے ساتھ جاتی ہیں مال، اولاد اور اعمال اور جب قبر میں ڈالا جاتا ہے تو اعمال ہی ساتھ رہ جاتے ہیں۔

انسانی اعضاء گواہی دیں گے

اللہ نے کراماً کاتبین کو بھی تو ہمارے ساتھ لگا رکھا ہے، وہ لکھ رہے ہیں میرا یہ یقین ہے ان ہاتھوں سے جو ہم عمل کرتے ہیں وہ ان ہاتھوں کے اندر محفوظ ہیں۔ جو ان آنکھوں سے ہم عمل کرتے ہیں وہ آنکھوں کے اندر محفوظ ہیں، جو پیروں سے عمل کرتے ہیں وہ پیروں میں محفوظ ہیں، پورے جسم سے جو اعمال کرتے ہیں وہ ان کے اندر محفوظ ہیں آج چھوٹی چھوٹی ٹیپ ریکارڈ انسان تیار کر سکتا ہے جس میں گھنٹوں کی باتیں اور گھنٹوں کے اعمال اور صورتیں اور تصویریں محفوظ کی جاسکتی ہیں۔ تو اللہ بھی ان ہاتھوں کے اندر اور پیروں کے اندر ایسا نظام فٹ کر سکتا ہے اور فٹ کیا ہوا ہے جو نظام ہمارے ہر عمل کو محفوظ کر رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن جب گناہوں کا اقرار نہیں کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کیا۔ وَمَا كُنَّا مُشْرِكِينَ انکار کر دے گا۔ اللہ! میں نے تو شرک نہیں کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہے گا اے اللہ! میں نے کوئی شرک نہیں کیا میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور آپ کا دستور یہ ہے کہ عدل کرتے ہیں ظلم نہیں کرتے اور بغیر کسی گواہ کے کسی مجرم کو سزا نہیں دی جاتی تو اگر میرے گناہ پر کوئی گواہ ہے تو آپ لائیے۔ وہاں بھی چالاکی کی کوشش کرے گا۔ فلاں گناہ تو خلوت خانے میں کیا تھا اس کا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ میں نے کیا گناہ کیا تھا، کس کا حق مارا تھا، جھوٹ بولا تھا، کسی کی جائیداد پر ناحق قبضہ کیا تھا، مال دبا گیا تھا، رشوت لی تھی، حرام کھایا تھا، کسی کو پتہ نہیں میں ہی جانتا ہوں بیوی کو بھی نہیں پتہ بچوں کو بھی نہیں معلوم اللہ کہتا ہے انکار کرے گا اللہ فرمائیں گے اچھا واقعی تم سچ کہتے ہو ہم عادل ہیں، انصاف کرتے ہیں اور بغیر گواہ کے کسی مجرم کو اس کے جرم کی سزا نہیں دیتے ہم ابھی گواہ پیش کرتے ہیں اللہ کہتا ہے ہم زبان پر تالا لگا دیں گے جیسے بولنے کی طاقت اللہ نے دی ہے زبان کیا ہے گوشت کا ایک لوتھڑا تو ہے۔ جیسے گوشت ہمارے ہاتھ میں ہے جو ہمارے رخساروں میں ہے یہی گوشت ہماری زبان میں ہے لیکن اللہ نے اس گوشت کے اندر بولنے کی طاقت رکھ دی ہے اللہ کہتا ہے اس دن ہم یوں کریں گے زبان پر تالا لگا دیں گے زبان کو بند کر دیں گے اور ہاتھوں کو حکم دیں گے تم بولو، اور پیروں کو حکم دیں گے تم بھی بولو۔

اللہ اکبر۔سورۂ یٰسین پڑھتے ہیں اور خیال یہ کہ سورۂ یٰسین پڑھی جائے تو جان آسانی سے نکل جاتی ہے لیکن یہ خیال کسی کو نہیں آتا کہ سورۂ یٰسین میں کیا پیغام دیا گیا ہے کہ اس پیغام پر اگر عمل کیا جائے تو پھر ہمارے پاس کوئی جان نکلنے کے وقت یٰسین پڑھے یا نہ پڑھے انشاء اللہ جان آسانی سے نکلے گی۔اگر عمل کرلیا جائے ہم نے عمل کو تو چھوڑ دیا ساری زندگی حرام کھاتا رہا، رشوت کھاتا رہا اور جھوٹ بولتا رہا، نماز ایک بھی وقت کی نہ پڑھی، ساری زندگی گناہوں میں گزار دی اب پڑھ لے یٰسین جان آسانی سے نکل جائے ساری زندگی اس کے گھر میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوئی بدبخت نے نہ خود پڑھا، نہ اولاد کو پڑھایا قرآن سے محروم رہا اب مرنے کے بعد لایا جا رہا ہے، پیشہ ور پارٹی کو لایا جا رہا ہے، کھانے والی پارٹی کو لایا جا رہا ہے۔آیئے ابا جان کا انتقال ہوگیا گھر میں قرآن خوانی کردو تاکہ ان کی مغفرت ہو جائے۔میں تو ہمیشہ عرض کرتا ہوں یہ کوئی میرا خیال نہیں علماء اور مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ جو پیسے کی خاطر اور کھانے کی خاطر اور چند لقموں کی خاطر قرآن خوانی کرتا ہے اسے تو خود ثواب نہیں ملتا وہ آپ کے مردے کو کیا ثواب پہنچائے گا جب کہ خود پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔اللہ کہتا ہے ہم مہر لگا دیں گے۔سورۂ یٰسین میں آیا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے، تالے لگا دیں گے وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہاتھ بولیں گے، پیر بولیں گے جو کچھ کرتا رہا وہ سب بولیں گے دوسری جگہ آتا ہے ہاتھوں اور پیروں سے شکوہ کرے گا کیا کہے گا وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا اپنے چمڑے سے کہے گا میں تو تمہیں آگ سے بچانے کی کوشش کررہا تھا تم نے میرے خلاف کیسے گواہی دے دی اور کیسے بول پڑے تمہارے اندر بولنے کی طاقت کیسے آئی۔قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہمیں اس نے بولنے کی طاقت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اس نے حکم دیا بولو اس کے خلاف ہم بول پڑے۔

قرآن وفادار ساتھی ہے

اگر سورۂ یٰسین پر عمل بھی کرلیا جائے تو جان آسانی سے نکلے گی آخرت کی منزل آسان ہو جائے گی۔قبر میں تو یٰسین پڑھنے والا نہیں ہوگا قبر میں سب اکیلے اکیلے جائیں گے۔لیکن اگر سورۂ یٰسین پر عمل کیا ہوگا تو سورۂ یٰسین ساتھ جائے گی۔قرآن پاک پر عمل کیا ہوگا تو قرآن پاک ساتھ جائے گا۔قرآن پاک وفادار ساتھی ہے، وفادار دوست ہے اللہ سے سفارش کرے گا۔رسول اقدس ﷺ نے فرمایا روزہ بھی سفارش کرے گا قرآن بھی سفارش کرے گا روزہ کہے گا اے اللہ! میں نے اسے بھوکا رکھا تیرے لئے یہ بھوکا رہا۔قرآن کہے گا یا اللہ! میں نے راتوں کو اس کو بیدار رکھا یہ رات کو بیدار ہوکر تلاوت کرتا تھا تیری رضا کے لئے۔یا اللہ! ہم اس کے لئے سفارش کرتے ہیں۔یا اللہ! اس کو معاف فرمادے۔اللہ روزے کی بھی سفارش قبول فرمائے گا اور قرآن کی بھی سفارش قبول فرمائے گا۔

اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے

مال تو قبر تک جائے گا آگے نہیں، وہاں ایسا مال جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا تھا وہ مال تو نہیں جائے گا لیکن اجر وثواب ضرور جائے گا۔ ایسا مال جو بیوی بچوں پر خرچ کیا ہوگا یا اللہ کی رضا کے لئے، یہ مال اللہ کے ہاں صدقہ شمار ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی نے اس کو صدقہ کہا ہے۔ قربان جائیں آقا ﷺ کی تعلیمات پر کیسی تعلیمات ہیں، اپنے اہل وعیال کے لئے کماتا ہے، حلال کماتا ہے، ان پر خرچ کرتا ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں یہ بھی صدقہ ہے اس کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مال کس لئے دیا ہے؟

مسلمان بزرگو اور دوستو! مال کماؤ حلال کماؤ اور اس مال کے اندر اللہ کے حقوق مت بھولو، اللہ کے بندوں کے حقوق کو مت بھولو، غریب رشتہ داروں کے حقوق نہ بھولو، یتیموں، مسکینوں بیواؤں کے حقوق مت بھولو، اپنا مال ان کو دو اللہ نے یہ مال اسی لئے دیا ہے۔ صرف اس لئے نہیں دیا کہ میں اپنا ہی پیٹ بھرتا رہوں اور صبح وشام نوٹ گنتا رہوں، نہیں اللہ کہتا ہے کہ تجھے اس لئے دیا ہے کہ تجھے واسطہ بنانا چاہتا ہوں اور تیرے درجات بلند کرنا چاہتا ہوں مال تو میرا ہے لیکن میں تیرے ہاتھوں سے خرچ کروانا چاہتا ہوں۔ یہ سوچ آجائے تو پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کتنا مزہ آجائے گا اللہ! مال تو تیرا ہے اور دے رہا ہے مجھے۔ آپ نے کبھی دیکھا کہ بعض اوقات انسان اپنے چھوٹے بچے کو پیسے دے رہا ہوتا ہے تو کہتا ہے اس کو دے دو اس کو دے دو اور بعض اوقات کہتا ہے بیٹا! مجھے دے دو اور بعض اوقات بچہ بڑے نخرے کرتا ہے میں نہیں دیتا حالانکہ باپ کا مال ہے باپ دوبارہ اس سے مانگ رہا ہے اور وہ نہیں دے رہا باپ کیوں ایسا کر رہا ہے؟ باپ اس کو خوش کرنا چاہتا ہے بیٹا خوش ہو جائے میں نے ابا کو کچھ دیا ہے اماں کو کچھ دیا ہے، اور وہ بے وقوف بننے لگتا ہے کہ یہ تو میرا ہے۔ یہی حال اس بے وقوف کا ہے جس کو اللہ نے مال دیا لیکن مال پر، خزانے پر، سانپ بن کر بیٹھ گیا میں نہیں خرچ کرتا مال خرچ نہ کرنا قابل مذمت ہے ورنہ مطلقاً مال قابل مذمت نہیں۔

مال کمانا کب عبادت ہے؟

میں اکثر کہتا ہوں اور الحمد للہ قرآن وحدیث کے مطالعے کی بناء پر کہتا ہوں خوب کمائیے اور اللہ کی رضا کے لئے کمائیے، دین پر خرچ کرنے کے لئے کمائیے، قرآن کی اشاعت کے لئے کمائیے، مال کی ضرورت ہے، جہاد کے لئے مال کی ضرورت ہے، تبلیغ کے لئے مال کی ضرورت ہے، کافروں کا توڑ کرنے کے لئے مال کی ضرورت ہے، مسلمان ممالک کو خود کفیل کرنے کے لئے مال کی ضرورت ہے، سرحدوں کی حفاظت کے لئے مال کی ضرورت ہے، مسجدیں اور مدارس بنوانے کے لئے مال کی ضرورت ہے، ہسپتال اور رفاہی ادارے بنانے کے لئے مال کی ضرورت

ہے۔ اگر اس نیت سے کمایا جائے گا کہ اللہ! تو مجھے دے گا میں خود بھی اپنی ضروریات پوری کروں گا اور اللہ! اپنی طاقت کے مطابق تیری راہ میں بھی خرچ کروں گا۔ تو رب کعبہ کی قسم! پھر فیکٹری لگانا، دکان لگانا، تجارت کرنا، مزدوری کرنا، نوکری ڈھونا یہ سب عبادت بن جائے گا نیت ذرا تھوڑی سی بدل لیں وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى۔ اس کا مال اس کو کوئی فائدہ نہیں دیگا جب وہ جہنم کے گھڑے میں گرے گا۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ (بیشک ہمارے ہی اوپر ہے ہماری ہی ذمہ داری ہے ہدایت کرنا)

اللہ کہتا ہے رہنمائی کرنا، ہدایت دینا یہ میرا کام ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ ہر چیز کو میں ہدایت دیتا ہوں ایسا نہیں کہ اللہ صرف انسان کو ہدایت دے رہا ہے، اللہ حیوانوں کو بھی ہدایت دے رہا ہے، اللہ چرند پرند کو بھی ہدایت دے رہا ہے وہ ہدایت جس ہدایت کی ان کو ضرورت ہے ''جبلی ہدایت'' شہد کی مکھی کو کس نے ہدایت دی ہے کہ یوں چلو اور جاؤ اس پھل پر اور اس پھول پر بیٹھو اور قطرہ قطرہ اکٹھا کرو یوں چھتہ بناؤ اور یوں جمع کرو اور یوں ذخیرہ کرو اللہ کہتا ہے کہ یہ ہدایت میں نے دی ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ

اس کے پیٹ سے ایسا مشروب نکلتا ہے کہ اللہ کہتا ہے جس کے رنگ مختلف لیکن اس میں میں نے شفاء رکھی ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ انسان کے لئے بڑی عبرت کی بات ہے کہ دنیا کا سب سے قیمتی اور شفا بخش اور سب سے بہترین مشروب وہ بھی ایک کیڑے کے پیٹ سے نکلتا ہے یعنی شہد اور دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی اور بہترین لباس یعنی ریشم وہ بھی ایک کیڑے کے پیٹ سے نکلتا ہے اللہ دکھاتا ہے کہ دیکھو ایک کیڑے کے پیٹ سے نکال رہا ہوں دنیا کا بہترین لباس اور دنیا کا بہترین مشروب یہ الگ بات ہے کہ کافر مکھی کو، ریشم کے کیڑے کو دیکھے گا تو وہ اور طریقے سے سوچے گا اور ایک مومن دیکھے گا تو اور طریقے سے سوچے گا اور اللہ کی قدرت کو جان لے گا اے اللہ! تو کتنا قادر ہے کہ ایک چھوٹے سے کیڑے کو تو نے کیسے ہدایت دے دی ہے اللہ اسے ہدایت دیتا ہے، چیونٹیوں کو اللہ ہدایت دیتا ہے۔ یہ کیڑے مکوڑوں کو اللہ ہدایت دے رہا ہے۔ آپ دیکھیں چیونٹیوں کے بارے میں بعض حضرات نے تفسیر میں لکھا ہے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی انگریزی تفسیر دیکھ لیں اس میں انہوں نے لکھا ہے چیونٹیوں کے اندر مختلف تقسیم کار ہے۔ یہ مزدور ہے، یہ چوہدری، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، یہ چیونٹیاں غلہ جمع کرتی ہیں کیسے کر رہی ہیں؟ جب غلہ لاتی ہیں تو چیونٹی اس غلے کو توڑ دیتی ہے گندم کا دانہ لائی اور پھر اس کو توڑ دیا کیوں توڑ رہی ہے؟ کیونکہ

مٹی میں رکھنا ہے خطرہ ہے کہ نمی پہنچ گئی تو یہ دانہ اُگ جائے گا اور اب توڑا تو یہ دانہ نہیں اگے گا توڑ رہی ہے یہ کون ہدایت دے رہا ہے؟ اللہ کہتا ہے یہ میں ہدایت دے رہا ہوں۔ یہاں تک اس تفسیر میں لکھا ہے چیونٹیاں کاشت کاری بھی کرتی ہیں با قاعدہ زمین ہموار کرتی ہیں، اس میں بیج بوتی ہیں، فصل اگتی ہے، کاٹتی ہیں اس میں سے نکال کر الگ کر کے رکھ لیتی ہیں، یہ کون ہدایت دیتا ہے، اللہ کہتا ہے میں ہدایت دیتا ہوں۔ اللہ انسانوں کو بھی اور حیوانوں کو بھی ہدایت دیتا ہے۔ اور ہدایت مختلف طریقے سے دی ہدایت کے مختلف مراحل اور مختلف مراتب اور مختلف قسمیں ہیں۔ ایک ہے فطرت کی ہدایت، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ اسلام اور دین کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین چاہیں تو اس کو یہودی بنالیں یا عیسائی بنالیں یا مجوسی بنالیں پھر اللہ نے اعضاء عطاء کئے آنکھیں دیں اور کان دیئے اور عقل دی اور سوچو اور دیکھو اور سنو تا کہ تمہیں ہدایت ملے۔

ہدایت کا آخری ایڈیشن قرآن ہے

پھر اللہ نے آسمان سے ہدایت کا دستور اتار دیا انبیاء بھیجے، وحی کے ذریعے سے ہدایت دی، ہر زمانے میں ہدایت دی، تورات نازل ہوئی، زبور نازل ہوئی، انجیل نازل ہوئی۔ بہت سارے صحیفے نازل ہوئے جن کے نام بھی ہمیں معلوم نہیں ہیں لیکن صحیفے تو نازل ہوئے اللہ خود کہتے ہیں اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩۔ یہ کچھ قرآن میں بھی ہے اور پہلے صحیفوں میں بھی تھا، ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں، موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے بھی اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل کئے لیکن ہدایت کا آخری دستور اور آخری مسودہ قرآن ہے، ہدایت کا آخری ایڈیشن قرآن ہے، تورات، زبور، انجیل کے اندر جتنی سچائیاں تھیں، جتنی اچھائیاں تھیں، اور جتنی بھلائیاں تھیں، جتنی نیک باتیں تھیں، وہ اللہ نے ساری کی ساری قرآن کریم میں جمع کر دیں یہ قرآن کریم پہلی کتابوں کے علوم کا جامع ہے، محافظ ہے، مہیمن ہے۔ اس قرآن سے ہدایت ملے گی، اس قرآن سے شفاء ملے گی، اللہ کہتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہم نے قرآن نازل کیا جو کہ شفاء ہے، رحمت ہے ایمان والوں کے لئے قرآن سے دلوں کی بیماریاں دور ہوں گی دلوں کا زنگ دور ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول! دل کا زنگ کیسے دور ہوگا فرمایا کہ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔

دینی مجالس کی قدر کریں

بزرگو اور دوستو! خدا کی قسم! اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کیا کریں کہ آج ہمیں یہ دینی محافل اور مجالس میسر ہیں اللہ نہ کرے کہ ہم دین سے اتنے دور ہو جائیں کہ ہم ان محفلوں سے بھی محروم ہو جائیں۔ ارے بخاری شریف مسلم

شریف یہ کہاں سے آئیں سمرقند و بخارا سے، وہاں بڑے بڑے شیوخ حدیث پیدا ہوئے لیکن ایک وقت آیا کہ وہ لوگ بخاری شریف دیکھنے کو ترس گئے، قرآن دیکھنے کو ترس گئے، بخاری شریف مرتب کرنے والے جمع کرنے والے وہاں پیدا ہوئے لیکن وہیں کے رہنے والے اس کو دیکھنے کو ترس گئے۔ جب دین کی قدر نہ کی مدرسوں کو ترس گئے، مسجدوں کی قدر نہ کی اذان کی آواز کو ترس گئے۔

کم از کم قرآن کی صحبت تو اختیار کریں

میں ایسے دوستوں سے عرض کرتا ہوں وہ دوست وہ لوگ وہ نوجوان جو یورپ میں رہتے ہیں اور انہیں کوئی نیک مجلس میسر نہیں مسجد اور مدرسہ میسر نہیں میں ان سے گزارش کر رہا ہوں آپ کو ان کی صحبت میسر نہیں تو کم از کم آپ قرآن کی صحبت کو تو اختیار کر لیں، قرآن کو تو آپ گھر میں رکھ سکتے ہو، قرآن کو ہاتھوں سے چھو سکتے ہو، قرآن کو چوم سکتے ہو، تلاوت کر سکتے ہو تمہیں اللہ کا واسطہ خدارا!! ان ممالک میں جا کر اپنے ایمان کو، دین کو، قرآن کو نہ بھلا دینا کہ اصل چیز تو یہی ہے، یہی کام آنے والی چیز ہے۔ اگر تم قرآن پڑھتے نہیں ہو تو کم از کم قرآن کو دیکھ لیا کرو، ارے چھو ہی لیا کرو، سینے سے لگا لیا کرو اور ہو سکے تو دو آنسو ہی بہا لیا کرو۔ میں کیسا بدنصیب ہوں میرے والد نے میرے اوپر کتنا ظلم کیا کہ بڑی تعلیم اور بڑی ڈگریاں دلوا دیں لیکن مجھے قرآن نہ پڑھا سکا۔ اور اگر پڑھے ہوئے ہو تو قرآن کی تلاوت روزانہ کر لیا کرو اگر یہ کرو گے تو قرآن کی صحبت اور ہم نشینی تمہیں میسر آئے گی تو انشاء اللہ ایمان محفوظ رہے گا اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ایمان سے محروم نہیں ہوں گے قرآن کی صحبت اختیار کر لیا کرو یہ تو اللہ کی صحبت ہے، یہ تو اللہ کا کلام ہے۔ ارے کسی بزرگ کی کتاب پڑھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ کسی بزرگ کی مجلس میں بیٹھا ہوں یہ تو اللہ کا کلام ہے اللہ کی کتاب ہے۔

مجھے واقعہ یاد آ گیا حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین) بہت بڑے مصنف بہت بڑے عالم انتقال فرما چکے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ریل گاڑی میں سفر کر رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اتفاق سے میری لکھی ہوئی کتاب پڑھ رہا تھا تو فرماتے ہیں میرے دل میں اس کے لئے ایک انسیت اور محبت سی دل میں پیدا ہو گئی کہ دیکھو میری لکھی ہوئی کتاب کتنی چاہت سے پڑھ رہا ہے اب اس کو پتہ نہیں کہ منظور احمد نعمانی یہی ہیں جنہوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اللہ والے بھی کیسے کیسے نکتے نکال لیتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اگر ایک انسان کے دل میں اس شخص کی محبت پیدا ہو سکتی ہے جو اس کی کتاب کو چاہت سے پڑھتا ہے اور اللہ ایسے شخص سے محبت کیوں نہیں کرے گا جو اللہ کی کتاب کو چاہت سے پڑھے گا، اللہ کی کتاب سے جب محبت کرو گے تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور پھر اللہ تمہیں ایمان سے محروم نہیں کرے گا۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہ قرآن پاک دنیا میں بھی عزت دینے والا ہے، یہی قرآن آخرت میں عزت دینے والا ہے۔ میں عرض کررہا تھا کہ یہ قرآن ہدایت کا ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی بھی چیز فرض یا واجب نہیں

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی اللہ کہتا ہے کہ ہمارے ذمے ہے ہدایت، یاد رکھیں اللہ پر کوئی چیز فرض اور واجب نہیں ہے۔ وہ تو اللہ ہے اس پر کوئی چیز واجب اور فرض کیسے ہوسکتی ہے لیکن اللہ کہتا ہے کہ میں نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے کہ تم کو ہدایت دوں گا اور میں ہدایت دیتا ہوں دیکھو میں نے قرآن نازل کیا تمہاری ہدایت کے لئے اور جب تم ہدایت پر چلنے کی کوشش کروگے تو پھر میرا دستور نہیں ہے کہ کسی کو پکڑ پکڑ کر لاؤں۔ لیکن جب میں تمہاری سچی طلب کو اور درد اور تڑپ کو دیکھوں گا تو پھر میں اپنے رحم وکرم کی وجہ سے ہاتھ سے پکڑ کر منزل تک پہنچا دوں گا۔ ہاں ہم جو اللہ سے مانگتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہر نماز میں مانگتے ہیں ہم کو ہدایت دے، ہم کو راستہ دکھادے تو کیا ہم راستہ نہیں جانتے کہ اللہ تک پہنچنے کا کیا راستہ ہے؟ علماء نے کہا ہے کہ یہاں پر دو مطلب ہیں کہ اے اللہ! تو نے ہدایت کا راستہ دکھایا اب تو راستے پر ہمارے رکھنا ایسا نہ ہو کہ ہم راستے پر چلتے چلتے بھٹک جائیں اور دوسرا مطلب اے اللہ! ہمیں منزل تک پہنچا دینا جس کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔ جن کے دل میں سچی طلب اور تڑپ پیدا ہوتی ہے تو اللہ ہدایت بھی دیتے ہیں اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی بیشک ہمارے ذمہ ہے ہدایت۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ (ہمارے لئے ہے آخرت بھی اور دنیا بھی)

ہمارے اختیار میں آخرت بھی ہے اور دنیا بھی اللہ کہتا ہے جو ہم سے آخرت مانگتا ہے ہم اس کو آخرت عطا کر دیتے ہیں اور جو ہم سے دنیا مانگتا ہے ہم اسے دنیا عطا کر دیتے ہیں۔ مگر جسے چاہتے اور جتنی چاہتے ہیں اتنی دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے جس نے جتنی دنیا مانگی اتنی دے دی اللہ فرماتے ہیں ایسا نہیں مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ جتنی چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں اسی کو دیتے ہیں لیکن جو آخرت کو چاہتا ہے، آخرت کو ہم سے مانگتا ہے تو اللہ نے یوں نہیں کہا کہ پھر ہم اتنی دیتے ہیں اگر چہ اللہ اتنی دیتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں یہ فرمایا کہ ہم جسے چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جتنی چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور اگر ہر کسی کو دے دیتے اور جتنا مانگتا اتنی دے دیتے تو پھر تو سارے کے سارے ہی دنیا مانگنے والے ہو جاتے۔ ہم سب تو نقد کے طلبگار رہیں ادھار پر نظر رکھنے والے نہیں ہیں ادھار نہیں کرنا چاہتے اللہ کہتا ہے کچھ نقد لے لو کچھ ادھار بھی لے لو مرنے کے بعد تمہارے اکاؤنٹ میں کچھ جمع کر رہا ہوں وہاں دے دوں گا۔ ہم چاہتے ہیں جو کچھ ملنا ہے یہیں مل جائے تو فرمایا کہ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى آخرت بھی ہمارے اختیار میں اور دنیا بھی ہمارے اختیار میں ہے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ (میں تمہیں ڈراتا ہوں میں نے تمہیں آگاہ کر دیا دہکتی ہوئی آگ سے)

میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں دہکتی ہوئی آگ سے، اللہ کا جہنم کے بارے میں اس دنیا میں آگاہ کر دینا اور ڈرا دینا یہ بھی اللہ کا کرم اور فضل اور احسان ہے اسی لئے تو اللہ نے سورۂ رحمٰن میں جہاں جنت کا ذکر کر کے پوچھا فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ وہاں جہنم کے بارے میں یہی سوال کیا فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ میرا کتنا بڑا احسان ہے میں دنیا میں ہی آگاہ کر رہا ہوں، خبر دار کر رہا ہوں باز آ جاؤ ورنہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کی تمہارے اندر سکت نہیں ہے اللہ خود جہنم کے بارے میں فرماتے ہیں سورۂ فرقان میں فرمایا۔ اِنَّهَا سَاۗءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا بڑی بری جگہ ہے بڑا برا ٹھکانہ ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا جب جہنم کی آگ بجھنے لگے گی ہم اس کے شعلے اور بھڑکا دیں گے۔ سورۂ مرسلات میں فرمایا اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ اس کے شعلے محلات کی طرح لپک رہے ہوں گے۔ سورۂ معارج میں فرمایا كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ وہ شعلے والی آگ ہے منہ کی کھال ادھیڑ دے گی۔ سورۂ ہمزہ میں فرمایا نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَي الْاَفْـــِٕدَةِ ﴿۷﴾ ۔ وہ اللہ کی جلائی ہوئی آگ ہے دلوں تک جا پہنچے گی۔ سورۂ مؤمن میں فرمایا اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی اور ان کو گھسیٹا جائے گا کھولتے ہوئے پانی میں۔ سورۂ محمد میں فرمایا وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔

میرے بزرگو اور دوستو! جہنم کا عذاب سخت ہم بڑے کمزور اور اللہ بڑا مہربان کہ اللہ دنیا ہی میں ہمیں اس کے بارے میں آگاہ کر رہا ہے۔ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۔ میں تم کو آگاہ کر رہا ہوں دہکتی ہوئی آگ سے۔ لیکن اس دہکتی ہوئی آگ میں ہر کسی کو نہیں ڈالوں گا۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ (اس میں نہیں جلے گا مگر وہی جو بڑا بد بخت ہوگا)۔

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ (جس نے جھٹلایا اور اللہ کے حکموں سے اعراض کیا وہ جلے گا)۔

حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ شقی کون ہے بد بخت کون ہے؟ آپ نے فرمایا اَلَّذِیْ لَا یَعْمَلُ بِطَاعَةٍ وَلَا یَتْرُکُ الْمَعْصِیَةَ جو نیکی کا کام کرتا نہیں اور گناہ کے کام کو اللہ کے خوف سے چھوڑتا نہیں وہ ہے بد بخت۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رضائے الٰہی

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾

(اور اس جہنم سے بچایا جائیگا کس کو جو اللہ سے ڈرنے والا ہوگا)۔

الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ (جو اپنا مال دیتا ہے پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے)

وہ مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے تاکہ وہ پاک ہوجائے۔ مال جب اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے تو مال بھی پاک ہوجاتا ہے اور اعمال بھی پاک ہوجاتے ہیں اور دل بھی پاک ہوجاتا ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾ (اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے)

وہ مال دے رہا ہے اس وجہ سے نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔

اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾ (سوائے اس کے کہ وہ بلند و برتر رب کی رضا چاہتا ہے)

وہ جو مال دیتا تو اس لئے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہوجائے۔ ورنہ اس پر کسی کا احسان نہیں اور اللہ کہتا ہے:

وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾ (اور عنقریب راضی ہوجائے گا)

دونوں معنی کرسکتے ہیں جب اللہ کے لئے دے رہا ہوں تو اللہ راضی ہوجائے گا۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا راضی بھی ہوجائیگا۔ اللہ اس کو اتنا دیگا کہ یہ خوش ہوجائے گا کہ میرا اللہ کی راہ میں دینا بیکار اور فضول نہیں گیا۔ اللہ اس کو راضی کردے گا۔ بہت سی تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ آیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں انہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خوب خرچ کیا کئی غلام تھے جو مشرکین کے ظلم وستم میں تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید خرید کر آزاد کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مالک اُمیہ ایسا ظلم کرتا شاید درندے بھی کبھی ایسا ظلم کرتے ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو کیوں مارتے ہو، مجھے فروخت کردو اس نے کہا ٹھیک ہے بیچتا ہوں لیکن اس سے اچھا غلام لوں گا رنگ کا بھی اچھا ہو، ذہن کا اچھا ہو اور تیز طرار بھی ہو اور ایک ہزار دینار بھی لوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے خرید لیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔ اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صورت کو دیکھا سیرت کو نہ دیکھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سیرت کو دیکھا، صورت کو نہ دیکھا، باطن کو دیکھا، ظاہر کو نہ دیکھا، ایمان کو دیکھا، رنگ کو نہ دیکھا، اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! تجھے تو جہنم سے بچا لیا گیا ہے۔ اللہ اکبر

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتیوں کے بارے میں بیان فرمایا بعض جنتی ہوں گے ان کو فلاں دروازے سے بلایا جائے گا بعض کو فلاں دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ مجھے بھی کسی دروازے سے بلائے گا؟ فرمایا ابوبکر! تجھے تو ہر دروازے سے بلایا جائے گا، اللہ اکبر۔ اس لئے کہ جنت میں جانے والے جتنے اعمال تھے وہ سب ہی کئے، مال بھی دیا، جہاد بھی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت پر سب سے زیادہ احسانات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب انتقال فرما گئے تھے تو اگر ابوبکر

استقامت کا پہاڑ بن کر کھڑے نہ ہو جاتے تو مشرکین نے، منافقین نے اور یہود و نصاریٰ نے تو سوچ لیا تھا کہ اب یہ اسلام کا چراغ تو بجھنے کو ہے، سب ختم ہو جائیں گے، مسلمان چند دن کے مہمان تھے حضور ﷺ گئے تو یہ دین بھی چلا جائے گا لیکن اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ذریعہ بنا دیا استقامت کا پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں کو سہارا دیا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الضُّحٰی مَکِّیَّة

موضوع

آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی شخصیت

آیاتُھَا ۱۱ (۹۳) سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ (۱۱) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالضُّحٰى ۝۱ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝۳ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ
مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

ترجمہ:......(اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی، (۱) اور رات کی جب اُس کا اندھیرا بیٹھ جائے۔ (۲) کہ تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں چھوڑا ہے، اور نہ ناراض ہوا ہے۔ (۳) اور یقیناً آگے آنے والے حالات تمہارے لئے پہلے حالات سے بہتر ہیں۔ (۴) اور یقین جانو کہ عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ (۵) کیا اُس نے تمہیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر (تمہیں) ٹھکانا دیا، (۶) اور تمہیں راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دِکھایا، (۷) اور تمہیں نادار پایا تو غنی کر دیا۔ (۸) اب جو یتیم ہے تم اُس پر سختی مت کرنا، (۹) اور جو سوال کرنے والا ہو، اُسے جھڑکنا نہیں، (۱۰) اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے، اُس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ (۱۱)

سورہ ضحیٰ مکی سورت ہے اور اس میں گیارہ آیات ہیں۔

سیرت کی سب سے مستند کتاب

تمہیدی طور پر یہ بات یاد رکھئے کہ ویسے تو رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ہر زمانے میں ہر زبان میں اور ہر اسلوب میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن سیرت کی سب سے مستند، سب سے صحیح اور معتمد کتاب خود قرآن کریم ہے۔ اللہ نے قرآن میں جس انداز میں اور جس صحت کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو بیان کیا ہے اتنی صحت اور اتنی جامعیت اور اتنی کاملیت کے ساتھ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک جگہ فرمایا کہ قرآن کریم کی یہ ہزاروں آیتیں حقیقت میں سیرت مقدسہ کے علمی اور تعارفی ابواب ہیں اور دوسری طرف سیرت کے ہزاروں گوشے عملی اور تفصیلی پہلو ہیں، قرآن مجید میں جو چیز قال ہے وہی ذات نبوی میں حال ہے، جو کچھ اللہ نے قرآن میں فرمادیا وہ عملی طور پر ہمارے آقا ﷺ کی زندگی میں اور سیرت طیبہ میں جلوہ گر ہو گیا، جو

قرآن کریم میں نقوش و دال ہیں وہی سیرت اقدس میں سیرت واعمال ہیں، قرآن کو حضور سے اور حضور کو قرآن سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کو سمجھنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کا واسطہ ضروری ہے

قرآن کو سمجھنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کا واسطہ ضروری ہے اور حضور ﷺ کی سیرت کو سمجھنے کے لیے قرآن کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ خاص طور پر ہمارے زمانہ میں کچھ عرصہ سے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جو گویا کہ قرآن کو حضور ﷺ سے جدا کرنا چاہتے ہیں اور قرآن کو حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر سمجھنا چاہتے ہیں۔ جان لیجیے کہ جب حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو انسان گمراہی میں مبتلا ہوسکتا ہے، جب حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر نماز کا مفہوم بھی بدل سکتا ہے، جہاد کا مفہوم بھی بدل سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اللہ کا فرمان سنایا اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کرو، پھر خود کر کے دکھایا کہ نماز قائم کیسے کرنی ہے۔ اب جو شخص حضور کے واسطے کو بیچ سے ہٹا کر خود اقامت صلوۃ کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرے گا وہ گمراہی کا شکار ہوجائے گا۔

اللہ نے کہا وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ حج اور عمرہ صرف اللہ کے لئے مکمل کرو، حضور ﷺ نے عمل سے بتلایا کہ حج کیسے کرنا ہے، عمرہ کیسے کرنا ہے، احرام کیسے باندھنا ہے، خانہ کعبہ کا طواف کیسے کرنا ہے، حجرِ اسود کا بوسہ کیسے لینا ہے، صفا مروہ پر سعی کیسے کرنی ہے، عرفات میں کیسے جانا ہے، مزدلفہ کیسے جانا ہے، منیٰ میں کیسے جانا ہے، قربانی کیسے کرنی ہے، سر کے بال کیسے منڈوانے ہیں یہ سب کچھ حضور ﷺ نے سمجھایا۔ اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کا واسطہ بیچ میں سے ہٹا کر براہِ راست قرآن کو سمجھنا چاہے گا تو وہ گمراہی کا شکار ہوجائے گا جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حج سے مراد تو مسلمانوں کی بین الاقوامی کانفرنس ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ایک کانفرنس ہونی چاہیے۔ اب اگر حج کا مفہوم بین الاقوامی کانفرنس بن گیا تو بین الاقوامی کانفرنس کے لئے مکہ میں جانے کی ضرورت تو نہیں ہے، دو سفید چادریں باندھنے کی ضرورت نہیں ہے اور کعبہ کے اردگرد چکر لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور دیوانوں کی طرح صفا مروہ پر دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے اور عاشقوں کی طرح عرفات و مزدلفہ کے جنگلوں میں پھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بین الاقوامی کانفرنس کے لئے تو کسی بھی ترقی یافتہ شہر میں جمع ہوجانا کافی ہے، یہ لطیفے، یہ گمراہیاں ذہنی اور فکری گمراہیاں تب سرزد ہوتی ہیں جب حضور ﷺ کا واسطہ بیچ میں سے ہٹا کر براہِ راست قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بہرحال سورہ ضحیٰ میں ہمارے آقا حضرت محمد رسول ﷺ کی سیرت اور شخصیت کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے

اپنے تین انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور پھر اپنے نبی کو تین طریقے سے اپنے انعامات اور احسانات کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

شانِ نزول:

سب سے پہلے تو اس کا شانِ نزول ملاحظہ کیجئے۔ شانِ نزول اس واقعہ کو کہتے ہیں جس واقعہ کے پس منظر میں کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی ہو۔ تو بعض روایات میں آتا ہے کہ وحی کا سلسلہ چند دن کے لئے منقطع ہوگیا اور مشرکوں نے طعنہ دیا ''قَدْ وَدَّعَ مُحَمَّدًا'' محمد ﷺ کو تو چھوڑ دیا گیا۔

عرض یہ کررہا تھا کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے بھی طعنہ دیا، دونوں میاں بیوی سخت دشمن تھے اور آخر تک دشمنی پر برقرار رہے۔ اس نے کہا معاذ اللہ محمد کے شیطان نے چھوڑ دیا ہے معاذ اللہ جو اس پر طرح طرح کے پیغام لے کر آتا تھا اس نے محمد کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ بھی پریشان رہے وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد پھر یہ سورت نازل ہوئی ہے اس میں اللہ نے دو قسمیں کھائیں، فرمایا کہ:

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ (چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب کہ وہ چھا جائے)

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ (تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ تجھ سے نفرت کی ہے)

دو قسمیں کھا کر فرمایا کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ یہاں یہ عرض کردوں کہ مکی سورتوں میں قسمیں کثرت کے ساتھ ہیں، بہت زیادہ قسمیں کھائی گئی ہیں۔ اس لئے کہ دل اتنے سخت ہیں کہ عام اسلوب میں بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اللہ نے قسمیں کھا کھا کر دعوے کیے اور بات سمجھائی۔ قیامت کے بارے میں قسم کھا کر فرمایا ارے قیامت آکر رہے گی، قرآن کے بارے میں قسمیں کھا کر فرمایا ارے یہ کتاب برحق ہے، اپنے نبی کے بارے میں قسم کھا کر فرمایا میرا نبی سچا ہے، قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ نے یقین دلایا وہ واقعہ عبرت کے لئے سناتا ہوں۔

ایک سبق آموز واقعہ:

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ لغت کے ایک امام گزرے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ جارہا تھا راستے میں بدو ملا، دیہاتی ملا اس نے پوچھا کہاں سے آرہا ہے میں نے کہا اس سرزمین سے آرہا ہوں جہاں قرآن نازل ہوا تو کہنے لگا مجھے بھی کچھ سناؤ تو میں نے اس کو سورۂ ذاریات کی یہ آیتیں سنائیں جس میں آتا ہے ''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ'' آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اللہ کے ہاں مقرر ہے، تمہارا رزق تمہیں مل کررہے گا۔ کہتا ہے اچھا اصمعی! میرا رزق مجھے مل کررہے گا تو پھر مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس ایسا

یقین بنا سواری کو ذبح کر دیا اور کہنے لگا کہ جب اللہ کہتا ہے کہ تمہارا رزق تمہیں مل کر رہے گا تو میرا رزق مجھے ملے گا مجھے مشقت کی ضرورت نہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ اسباب کو اختیار نہ کیا جائے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وسائل و اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال اس کا کچھ ایسا یقین بنا کہ اس نے ظاہری وسائل بھی ختم کر دیئے۔ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے اللہ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی میں حج کے لئے گیا تو طواف کے دوران اسی بدو سے ملاقات ہوگئی، آمنا سامنا ہو گیا مجھے کہنے لگا تم نے جو اللہ کا وعدہ سنایا کہ اللہ کہتا ہے آسمانوں میں تمہارا رزق ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو سچا پایا ہے، اللہ نے مجھے کبھی بھوکا نہیں سلایا ہے، پیٹ بھر کر سلایا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر کہنے لگا اے اصمعی! کچھ اور بھی سناؤ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اگلی آیت پڑھی اللہ کہتا ہے: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ: آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم! جو میں وعدہ کر رہا ہوں یہ وعدہ برحق ہے، سچا ہے، ایسا ہی سچا ہے کہ جیسے تم بات کر رہے ہو۔ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دیہاتی پر تو اللہ کی قسم سن کر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی کہتا ہے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ! یہ کون بدبخت لوگ ہیں جنہیں یقین دلانے کے لئے میرے اللہ کو قسم کھانے کی ضرورت پیش آئی، اللہ اگر قسم نہ کھاتا تو بندوں کو اللہ کی بات پر یقین نہ آتا یہ کون سنگدل ہیں جن کو یقین دلانے کے لئے میرے اللہ نے قسم کھائی ہے؟ اللہ اکبر، اللہ کی محبت میں دیوانہ تھا اللہ کی باتوں پر یقین تھا۔ امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بس اس نے یہی بات کہی اور وہیں تڑپتے ہوئے اس نے جان دے دی۔

قسمیں کھا کر حضور ﷺ کو تسلی دی

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے قسمیں کھائیں مشرکوں کو، کافروں کو یقین دلانے کے لئے، تم تو مسلمان ہو، ہم تو مؤمن اللہ کو سچا مانتے ہیں، ہمیں یقین دلانے کے لئے قسموں کی تو ضرورت نہیں ہونی چاہئے لیکن بہر حال جو قرآن میں قسمیں تھیں وہ آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گی اللہ نے فرمایا:

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾

ضحی کی قسم! ضحی دھوپ چڑھتے وقت کی قسم، ضحی چاشت کے وقت کو کہتے ہیں جبکہ دھوپ خوب روشن ہو جاتی ہے۔ دو نمازوں کے نام آپ نے سنے ہوں گے ایک نماز اشراق اور دوسری نماز چاشت، نماز اشراق تو طلوع ہوتے ہی پڑھ لی جاتی ہے اور نماز چاشت اس وقت پڑھی جاتی ہے جب سورج خوب روشن ہو جائے۔ تو فرمایا کہ وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ چاشت کے وقت کی قسم اور رات کی قسم جبکہ وہ چھا جائے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ قرآن سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ایک قسم ہوتی ہے اور ایک جواب قسم۔ مثال کے طور پر میں کہتا ہوں اللہ کی

قسم میں تم سے بات نہیں کروں گا اس میں اللہ کی قسم تو قسم ہوگئی، میں تم سے بات نہیں کروں گا یہ جواب ہوگیا۔ پہلے قسم کھائی وَالضُّحٰی چاشت کی قسم وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی رات کی قسم جبکہ وہ چھا جائے پھر آگے اس قسم کا جواب مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ (تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ ہی تیرا رب تجھ سے ناراض ہے)۔

بہتر مستقبل کی بشارت

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ۝۴ (اور آخرت بہتر ہے تیرے لیے اولیٰ سے)

آخرت سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے کہا آخرت سے مراد مستقبل ہے اور اولیٰ سے مراد ہے حال۔ اے میرے نبی! تیرے آنے والا زمانہ تیرے موجودہ زمانے سے بہتر ہوگا، زیادہ عزت، زیادہ نصرت، زیادہ شہرت ملے گی اور آپ کا پیغام زیادہ انسانوں تک پہنچے گا۔ بعض حضرات نے کہا آخرت سے مراد قیامت کا دن اور اولیٰ سے مراد دنیا۔ اے میرے! نبی تیری آخرت دنیا سے بہتر ہے۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ۝۵ (تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا)

اللہ اکبر، کیا مقام ہے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے نبی! میں آپ کو اتنا دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے جسے اللہ راضی کرنا چاہتا ہو اس کے مقام کا میں اور آپ کیا اندازہ کر سکتے ہیں تجھے اتنا دوں گا کہ تو راضی ہو جائے گا دنیا میں بھی دوں گا اور آخرت میں بھی دوں گا اور اللہ نے دیا، اللہ نے اتنی مدد کی، اتنی عزت دی اور اتنی فتوحات دیں اور اللہ نے دین کو ایسا غلبہ عطا فرمایا کہ آپ خوش ہو گئے۔ اتنا خوش ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ نے زندگی کی آخری صبح جب نماز فجر میں صحابہ کرام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ پھیل گئی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا چہرہ ایسا لگ رہا تھا جیسے قرآن کریم کا مقدس ورق ہوتا ہے، آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر خوش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے اور اللہ آخرت میں بھی آپ کو اتنا دے گا، اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے، شفاعتِ عظمیٰ عطا کرے گا، مقامِ محمود عطا فرمائے گا، حوضِ کوثر عطا فرمائے گا آپ خوش ہو جائیں گے ایک اور چیز جو شفاعت ہی کے ضمن میں حدیث میں بیان ہوئی۔ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی تھی۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ جس نے میری اتباع کی وہ تو مجھ سے ہے۔ وَمَنۡ عَصَانِىۡ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ تو بڑا بخشنے والا انتہائی مہربان ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں کہا تھا اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ

الْحَكِيْمُ. اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو معاف کردے تو تو غالب ہے، حکمت والا ہے، لیکن میں اللہ سے یوں نہیں کہتا میں تو کہتا ہوں: اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اے اللہ! میری اُمت کی مغفرت فرمادے، میں عذاب کا نام نہیں لیتا ہوں۔ میں تو اللہ سے مغفرت بھی مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا فرمایا جاؤ میرے محبوب سے پوچھو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا اللہ ہم کو بتانا چاہتا ہے کہ لوگو! میرا محبوب تمہارے لیے کتنا تڑپتا تھا، کتنا روتا تھا، تم سے کتنی محبت کرتا تھا، تمہاری مغفرت کی میرے نبی کے دل میں کتنی چاہت تھی۔ یہ سارا قصہ اللہ نے اس لئے اپنے نبی کی زبان سے بیان کروایا۔ جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا فرمایا پوچھو میرے نبی سے کیوں رو رہے ہو؟ حضور ﷺ نے بتایا میں اپنی اُمت کے غم میں رو رہا ہوں میری اُمت جہنم میں نہ جائے، میری اُمت کی مغفرت فرمادے۔ جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: اِذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ لَهٗ اِنَّا سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْئُكَ اے محمد ﷺ! ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کردیں گے اور آپ کو غمگین اور پریشان نہیں ہونے دیں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ۝۵ (تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا)

پھر اپنے تین احسانات اللہ نے ذکر فرمائے۔

آپ ﷺ کی تربیت الٰہی

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۝۶ (کیا تو یتیم نہیں تھا پھر اللہ نے تجھے ٹھکانا دیا)۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پرورش کے ظاہری سہارے سارے کے سارے لے لئے اور پھر ابو طالب نے اپنی کفالت میں لیا لیکن مورخین نے اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے سب سے غریب چچا ابو طالب تھا وہ آپ ﷺ کی کفالت کیا کرتا تھا، آپ ﷺ ابو طالب کی کفالت کرتے تھے آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ بچپن ہی میں بکریاں چرایا کرتے تھے اور جو کچھ ملتا وہ اپنے چچا کو لا کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو ایسا بنایا کہ بجائے اس کے کہ آپ دوسروں کا سہارا تلاش کریں آپ دوسروں کا سہارا بنتے رہے، ابو طالب آپ کا سہارا نہیں بنا آپ ابو طالب کا سہارا بنے اور اللہ نے تربیت کے ظاہری سہاروں سے محروم کردیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں اس لئے کہ ہوتا یہ ہے کہ اگر اولاد میں کوئی کمال ہو تو والدین کی طرف نسبت کرتے ہیں اور شاگردوں میں کوئی کمال ہو تو اُستاد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ والدین بڑے اچھے ہیں، استاد بڑا کمال والا ہے۔ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے کمالات کی نسبت والدہ کی طرف ہو، والد کی طرف ہو، چچا کی طرف ہو، کسی اور کی طرف ہو۔ اللہ چاہتا تھا کہ میرے نبی ﷺ کے کمالات کی نسبت براہِ راست میری ہی طرف ہو کہ میں

نے اپنے نبی ﷺ کی تربیت کی ہے، میں نے اپنے نبی کو کمالات سے نوازا ہے۔ یہ تو بچپن تھا جوانی میں بھی دیکھیں تو قوت وطاقت کے جتنے بھی اسباب ہوتے ہیں اللہ نے ان سے محروم کردیا، رشتہ داروں کی طاقت ہوتی ہے، خاندان کی طاقت ہوتی ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ خاندان آپ کی طاقت کا سبب کیا بنتا خاندان تو آپ کی دشمنی پر تُل گیا۔ وطن ایسا ہے کہ وہاں نہ کوئی قانون، نہ حکومت، نہ بادشاہت، نہ مکاتب، نہ مدارس، نہ استاد، نہ فیکٹریاں، نہ کارخانے ہر اعتبار سے پسماندہ اور ظاہری قوت کے جتنے بھی اسباب ہوسکتے ہیں ان سے اللہ نے محروم کردیا بلکہ صورت یہ ہے کہ وہ اسباب آپ کے خلاف استعمال ہورہے ہیں، خاندان والے کہتے ہیں کہ ہم اس کے نام کو نہیں اُٹھنے دیں گے۔ وطن والے کہتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے پیغام کو دوسروں تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ تم محمد ﷺ کو مٹانا چاہتے ہو میں ان کو اٹھانا چاہتا ہوں میں ان کے نام کو بلند کروں گا، ان کو عزت دوں گا، ان کو طاقت دوں گا اور اللہ نے ایسی طاقت دی کہ آپ ﷺ کے غلاموں کے غلاموں نے قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت کو اپنے پاؤں میں ڈال دیا۔ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۞ کیا تو یتیم نہیں تھا اللہ نے پھر تجھے ٹھکانا دیا، قوت وطاقت کے ظاہری اسباب سے محروم کردیا اور پھر غیبی قوت آپ ﷺ کے ساتھ کردی۔

روحانی تربیت

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۞ (اور آپ کو ناواقف پایا پھر ہدایت دی)

آپ ﷺ ناواقف تھے ظاہر ہے قرآن سے ناواقف، عبادات کے نظام سے ناواقف، عقائد سے ناواقف تھے یہ کہنا کوئی بے ادبی کی بات نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اس چیز کو اٹھایا دیکھیں معاذ اللہ یہ حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ناواقف تھے ارے ہم کہتے ہیں ناواقف تھے یہ تو نہیں کہتے ناواقف ہیں، ناواقف تھے یہ کوئی عیب کی بات نہیں مستقل ناواقف رہنا، بے خبر رہنا، یہ بے ادبی کی بات ہے ہم کہتے ہیں ناواقف تھے اور یہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا: مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ لیکن ہم نے اس کو نور بنادیا، اس کے ذریعے سے ہم ہدایت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں۔ تو آپ ﷺ ناواقف تھے کچھ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے دیا آپ کے سینے کو علوم سے بھردیا تو یہ ترجمہ کرنا یہ کوئی بے ادبی کی بات نہیں ہے۔ پرانی تفسیروں کو اُٹھا کر دیکھ لیجئے، صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر آج تک جتنی تفسیریں ہوئیں ہزار سال پہلے، چھ سو سال پہلے ان سب تفسیروں میں یہی معنی کیا گیا، میں بات کو فرقہ واریت میں نہیں الجھانا چاہتا کہ ان لوگوں نے اس طرح کے پمفلٹ لکھ لکھ کر عام کئے ہیں دیکھو یہ کیا معنی کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور ﷺ پہلے ناواقف تھے اور اللہ نے ہدایت

دی۔ارے اللہ کہہ رہا ہے کہ اس کا معنیٰ یہی ہے تو آپ ناواقف تھے لیکن اللہ نے آپ کے سینہ کو علوم سے بھر دیا۔

غناءِ قلب

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿۸﴾ (اور آپ تنگ دست تھے تو آپ کو غنی کر دیا)

اے نبی! آپ تنگ دست تھے، فقیر تھے آپ کو غنی کر دیا، اللہ نے غنٰی کیا اور غنٰی دو قسم کا ہوتا ہے: ظاہری غنٰی اور باطنی غنٰی۔

ظاہری غنٰی:...... کسی کے بہت سارے کارخانے ہیں، فیکٹریاں ہیں، چلتی ہوئی دکانیں ہیں، کاروبار ہے، روپیہ پیسہ ہے یہ ظاہری غنٰی ہے۔

باطنی غنٰی:......ایک ہوتا ہے باطنی غنٰی دل غنی ہے، ظاہر میں مال تو اتنا نہیں ہے لیکن دل مالدار ہے حقیقی غنٰی، حقیقی مالداری خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حقیقی غنٰی تو دل کی غنٰی ہوتی ہے اور ہمارے آقا دل کے غنی تھے، ظاہری غنی تو نہیں تھے کہ بہت ساری زمینیں ہوں، سواریاں ہوں، نوکر چاکر ہوں لیکن اللہ نے باطنی غنٰی، دل کی مالداری اتنی عطا فرمائی تھی کہ آپ کی زبان پر کبھی مانگنے والے کے جواب میں لا کا لفظ نہیں آیا ہے، نہیں کا لفظ نہیں آیا ہے۔ایک شاعر کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی زبان پر کلمہ طیبہ والا "لا" تو آیا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن اس "لا" کے سوا حضور ﷺ کی زبان پر کبھی "لا" کا لفظ نہیں آیا ہے اللہ نے غنٰی اتنی فرمائی تھی۔ایسے بھی ہوا کہ مسجد نبوی میں سونے چاندی کا انبار لگا ہوا ہے لیکن حضور ﷺ کے گھر میں فاقے کی تیاری ہو رہی ہے، دوسروں کو دیا جا رہا ہے اور گھر میں بھوک ہے یہ دل کی غنٰی ہے سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتی ہیں سنا کہ ابا جان آپ تو لونڈیاں اور غلام تقسیم کر رہے ہیں میں سارے کام خود کرتی ہوں، جھاڑو دیتی ہوں، چکی سے آٹا پیستی ہوں، پانی کا مشکیزہ بھر لاتی ہوں، کمر پر اُٹھا کر لاتی ہوں، تکلیف ہوتی ہے، مجھے بھی خدمت کے لئے کوئی غلام اور لونڈی عطا فرما دیجئے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں اے فاطمہ! کیا میں تجھے غلاموں اور لونڈیوں سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ عرض کیا ضرور بتلایئے۔حضور اکرم ﷺ نے کہا اے فاطمہ! تم نماز کے بعد (۳۳) تینتیس بار سبحان اللہ (۳۳) تینتیس بار الحمدللہ (۳۴) اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔اللہ اکبر، اپنوں کو محروم رکھا جا رہا ہے دوسروں کو نوازا جا رہا ہے یہ غنٰی ہے حقیقی غنٰی۔ہم میں سے بہت سارے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری غنٰی روپیہ پیسہ تو عطا کیا ہے لیکن دل کی غنٰی عطا نہیں کی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو دل نہیں چاہتا، شادی بیاہ میں، رسم و رواج پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں، بدعتوں پر، نمود و نمائش پر، شیطان کے راستے میں بے تحاشا خرچ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے جیسے کہ سینے پر آرا چل رہا ہو، زہر کھا رہا ہو، موت آتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے۔تو

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غنٰی جو عطا فرمائی تھی وہ دل کی غنٰی تھی۔ تین انعامات ذکر فرمائے تو اب کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرو، اللہ تیرا شکر کیسے ادا ہو گا، ترتیب سے فرمایا:

پہلی ہدایت: یتیم کے ساتھ شفقت

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ (سو آپ یتیم پر سختی نہ کریں)

دیکھو اے میرے نبی! آپ یتیم تھے آپ یتیمی کو جانتے ہیں، یتیمی کیا ہوتی ہے۔ اللہ کسی کے بچوں کو یتیم نہ کرے، ان کے والدین کا سایہ بچوں کے سر پر رہے، یتیمی بڑی آزمائش ہے یہ الگ بات ہے اللہ پاک چاہے تو یتیموں سے اتنے بڑے کام لے لے یہ اللہ کا انتخاب ہے میں نے ایک دفعہ ایک صاحب کا مضمون پڑھا انہوں نے تاریخ کی بڑی بڑی شخصیات کو جمع کیا بتلایا کہ یہ بڑی بڑی شخصیات سب یتیم تھیں اور بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیئے اور سب سے بڑھ کر تو یتیموں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کائنات کا سب سے بڑا کارنامہ ہمارے آقا نے سر انجام دیا اور آپ یتیم تھے لیکن بہر حال یتیمی ایک آزمائش ہے۔ تو فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ یتیمی کا مزہ چکھ چکے لہٰذا فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ آپ ﷺ یتیم پر قہر نہ کریں، یتیم پر سختی نہ کریں، یتیم کو تکلیف نہ دیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے آقا ﷺ کی شان سے تو یہ بعید بات تھی کہ آپ ﷺ کسی یتیم پر سختی فرماتے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے ذریعے سے ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ یتیموں کے ساتھ سختی کا معاملہ، ظلم کا معاملہ نہ کرنا جس کا کوئی نہ ہو اس کا اللہ ہوتا ہے جو خود انتقام نہ لے سکے اس کا انتقام اللہ لیتا ہے انسان کا انتقام بہت معمولی ہوتا ہے اللہ کا انتقام بہت سخت ہے اس لیے یتیم کی آہ سے اور یتیم کی بد دعا سے ڈرنا چاہیے اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا کہ جو لوگ یتیموں کا حق کھاتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ یاد رکھیے یہ جو میراث کی تقسیم میں گڑبڑ کی جاتی ہے اس میں بھی یتیموں کے حقوق کھائے جاتے ہیں، یتیموں کے مال کو دبا لیا جاتا ہے حیرت کی بات ہے لوگوں کو تیجے کی فکر ہوتی ہے، دسویں کی فکر ہوتی ہے، تیسویں کی فکر ہوتی ہے، لیکن میراث کو شرعی طریقے سے تقسیم کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ یتیموں کا پیسہ ہے اور اس میں سے تیجہ کر رہے ہیں، دسواں کر رہے ہیں، تیسواں کر رہے ہیں جو نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، نہ فقہ سے ثابت، ایک نمود و نمائش دنیا کو دکھانے کے لئے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ دنیا کو دکھانے کے لئے ہے میں نے خود ایسے لوگوں سے پوچھا واللہ ان میں سے بعض نے اقرار کیا ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہے، یہ برادری کے لئے ہے، یہ سیاست کے لئے ہے یہ نمود و نمائش کے لئے ہے، یہ ناک رکھنے کے لئے ہے، ناک رکھنے کے لئے تو لاکھوں اور ہزاروں خرچ کرتا ہے حالانکہ اگر وہ نہ کرتا تو ناک نہ کٹتی لیکن اللہ نے

جس چیز کو فرض کیا تھا جس کی وجہ سے واقعی قیامت کے دن ناک کٹے گی اس فرض کو بھلا دیتے ہیں اس کو شرعی طور پر تقسیم نہیں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یتیم کے ساتھ سختی نہ کرو، یتیم کا حق نہ دباؤ، یتیم پر ظلم نہ کرو اور اللہ نے ڈرایا قرآن میں کہا کہ دوسروں کے یتیم بچوں پر ظلم کرتے ہو میں اس بات پر قادر ہوں کہ تمہیں ماردوں اور تمہارے بچوں کو یتیم کردوں تو سوچو کہ تمہارے بچوں کے ساتھ اگر کوئی زیادتی کرے گا تو تمہارے دل پر کیا گزرے گا تو اگر تمہیں اپنے یتیم بچوں کا خیال ہے تو دوسروں کے یتیم بچوں کا خیال ہونا چاہیے۔ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ یتیم کے ساتھ سختی نہ کرو اگر ہم میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ کسی یتیم کی کفالت، تربیت اور پرورش کر رہا ہے تو میں اس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بڑا خوش نصیب انسان ہے کہ اللہ نے اس کو یتیم کی کفالت اور یتیم کی تربیت کا موقع عطا فرمایا ہے اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے یتیم کی کفالت پر جو خوشخبری سنائی فرمایا کہ اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ جنت میں، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ایسے ہوں گے جیسے میرے ہاتھ کی یہ انگلیاں ہیں۔ ہمارے آقا ﷺ کمزوروں کے نبی تھے، ضعیفوں کے نبی تھے، مظلوموں کے نبی تھے، زیردستوں کے نبی تھے انکو اٹھانے کے لئے آئے تھے، حقوق دلانے کے لئے آئے تھے اس زمانے میں یتیم پر بھی ظلم ہو رہا تھا اور بچیوں پر بھی ظلم ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے بچیوں کی کفالت کرنے والے کے لئے بھی فرمایا کہ جو بچی کی کفالت کرتا ہے وہ میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے یہ ہاتھ کی دو انگلیاں ہیں اور یتیموں کی کفالت کرنے والے کے لئے بھی یہ فرمایا۔

دوسری ہدایت: سائل کے ساتھ حسن سلوک

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ (اور سوال کرنے والوں کو جھڑکیں نہیں)

کون سا سوال کرنے والا، دو قسم کے ہو سکتے ہیں سوال کرنے والا ایک تو مسئلہ پوچھنے والا علمی قسم کا سوال کرنے والا تو فرمایا اگر کوئی انجان ہے ناواقف ہے سوال کرتا ہے کوئی مسئلہ پوچھتا ہے تو اس کو جھڑکیں نہیں بلکہ اس کو محبت کے ساتھ جواب دیں، سمجھائیں وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى آپ بھی تو ناواقف تھے آج آپ کو اللہ نے علم عطا فرمادیا اب اگر کوئی سوال کرنے والا آتا ہے تو آپ اس کو مت ڈانٹیں اور اس سے ناراض نہ ہو جائیں اور شرمندہ کر کے بھگا نہ دیجئے بلکہ اس کو محبت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کیجئے چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھانے والا کوئی نہیں تھا حضور ﷺ کا جو سمجھانے کا انداز تھا اس سے بہتر انداز کسی کا نہیں۔ آپ اندازہ کیجئے ایک صاحب مسجد نبوی ﷺ میں آ گئے اٹھ کر مسجد ہی میں پیشاب شروع کر دیا صحابہ رضی اللہ عنہم مارنے کے لئے دوڑے حضور ﷺ نے فرمایا رک جاؤ، بیٹھ جاؤ، بٹھا دیا فرمایا کہ کرنے دو اب بتایئے کتنی حکمت ہے وہ تو ایک جگہ پیشاب کر رہے تھے اگر اس کا تعاقب کرتے تو ساری مسجد میں پیشاب ہوتا وہ ایک دم تو روک نہیں سکتا تھا آپ نے فرمایا رک

جاؤ میں سمجھالیتا ہوں پیشاب سے فارغ ہو گئے اب بلایا کہا دیکھو یہ مسجد یں ذکر و عبادت کے لئے ہیں پیشاب کے لئے نہیں ہیں یہاں آئندہ پیشاب نہیں کرنا بات سمجھ میں آ گئی اس نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ سے زیادہ اچھے طریقے سے سمجھانے والا کوئی نہیں ہے تو ایک مطلب تو اس کا یہ ہے۔

دوسرا مطلب: کہ اگر کوئی ضرورت مند مستحق مانگنے والا آتا ہے تو اس کو جھڑ کیے مت، مانگنے والے دو قسم کے ہیں۔ مستحق، غیر مستحق۔ پیشہ ور اور غیر پیشہ ور اگر کوئی مستحق ہے تو پھر تو اس کو ڈانٹنا یہ بہت بڑی زیادتی ہے لیکن اگر غیر مستحق ہے پیشہ ور قسم کا بھی ہے تو اس کو بھی ڈانٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ نرمی اور محبت سے کہہ دیا جائے کہ معاف کرو بھائی میں تمہیں نہیں دے سکتا ڈانٹنا اور مارنا یا گالی گلوچ کرنا یہ پیشہ ور بھکاری کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے۔

پیشہ ور بھکاری کو زکوٰۃ دینا

یہ الگ بات ہے یہ جو پیشہ ور بھکاری ہیں ان کے بارے میں جان لیجئے کہ ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ زکوٰۃ تو مستحق کو دی جاتی ہے ان میں سے بے شمار ایسے ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہیں، مانگنا ان کی ضرورت نہیں ہے، مانگنا ان کا پیشہ ہے لہٰذا ایسے کو نفلی صدقہ تو دیا جا سکتا ہے فرض زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی ہے فرض زکوٰۃ وہیں دیں جہاں کوئی واقعی مستحق نظر آئے سب سے بہتر صورت یہ ہے آپ میں سے ایسے بھی ہوں گے جن پر اللہ نے زکوٰۃ فرض کی ہے میں ان حضرات سے کہنا چاہتا ہوں سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ مستحق کو تلاش کریں۔ مستحق کو تلاش کر کے دیں جیسے اللہ کے رزق نے آپ کو تلاش کیا اور تلاش کے بعد اللہ نے اپنا رزق آپ کو دیا ہے آپ پر لازم ہے کہ مستحق بندوں کو خود تلاش کرو یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ میرے تجربہ میں یہ بات آئی ہے بسا اوقات پیشہ ور بھکاری زکوٰۃ لے جاتے ہیں چالاک اور تیز طرار لوگ حیلے بہانے سے لے جاتے ہیں اور سفید پوش، گمنام، مستحق، غریب، عزت و آبرو والے جو اپنی زبان کسی کے سامنے نہیں کھولنا چاہتے وہ محروم رہ جاتے ہیں۔

میں نے ضرب مومن میں لکھا تھا وہ جو کورنگی میں واقعہ پیش آیا کیونکہ میرے دل و دماغ پر وہ واقعہ چھا گیا کہ ایک بیروزگار باپ جب دو دن تک اپنے بچوں کو بھوکا نہ دیکھ سکا تو اس نے اپنے آپ کو بھی زندہ جلا لیا اور اپنے بچوں کو بھی زندہ جلا لیا تو میں نے لکھا ہے ٹھیک ہے وہ باپ سنگدل تھا جس نے بچوں کو جلایا اور اپنے آپ کو جلایا لیکن وہ معاشرہ بھی سنگدل ہے وہ سوسائٹی بھی سنگدل ہے، وہ لوگ بھی سنگدل ہیں جن کے پڑوس میں لوگ بھوکے رہیں اور انہیں خبر تک نہ ہو۔ اور اس خبر کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ دو بھائی اکٹھے رہتے تھے ایک بھائی ادھر ہے اور دوسرا بھائی ادھر ہے اللہ کا نبی تو کہتا ہے اگر تمہارا ایمانی بھائی بھوکا ہے اور تم پیٹ بھر لو تو تم مومن نہیں ہو اور یہاں تو حقیقی بھائی پڑوس میں رہ رہا ہے اور دوسرا بھائی اپنے بچوں کو زندہ جلا رہا ہے یہ معاشرہ، یہ حکمران، یہ ہمارا پورا نظام ظالمانہ ہے ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دریائے نیل کے کنارے ایک کتا

بھوکا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمر سے پوچھا جائے گا۔حکمران تم تھے ایک کتا بھی کیوں بھوکا مرا ہے۔
آج کہتے ہیں مسلمان بھوک سے مر جائیں اور ہمیں خبر تک نہ ہو اور ہم چوراہوں پر اور ادھر ادھر مسجدوں میں، بازاروں میں، پیشہ ور بھکاریوں میں زکوٰۃ کو تقسیم کردیں اور مستحق کو تلاش کرنے کی فکر نہ کریں یہ پیسے کا ناجائز استعمال ہے، اللہ نے آپ کو دولت دی ہے یہ دولت آپ کا حق نہیں ہے۔ہاں اللہ کسی کو بھی دے سکتا تھا یہ مت سمجھئے کہ میں نے اپنی قوت بازو سے کمائی ہے یہ میرا پیسہ ہے جیسے فرعون کہتا تھا اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۔ارے تم کہتے ہو غریبوں پر خرچ کرو، یتیموں پر خرچ کرو، اللہ کا دیا ہوا مال ہے یہ کیا تم نے اللہ اللہ لگا رکھا ہے یہ مال میں نے کمایا ہے، اپنے علم سے کمایا ہے، ذہانت سے کمایا ہے، قوتِ بازو سے کمایا ہے، محنت سے کمایا ہے، میں نے تجارت کے ہنر سے کمایا ہے اس ذریعہ سے دولت کمائی ہے۔ میں بہت سے ذہینوں کو جانتا ہوں، بہت سے چالاکوں کو جانتا ہوں، بھوکے مر رہے ہیں ان کو دولت نہیں ملی پھر ہم سے کس کو مل گئی تو اس پر لازم ہے کہ وہ مستحق کو تلاش کرے۔ میں حیران ہوں کوئی این جی اوز ایسی نہیں، کوئی فلاحی ادارہ ایسا نہیں جو محلوں میں، دیہاتوں میں گمنام پڑے ہوئے سفید پوشوں کو تلاش کر کے ان تک اپنی زکوٰۃ پہنچائے۔این جی اوز ہیں، فلاحی ادارے ہیں کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اخباروں میں آسکے، جن کی وجہ سے شہرت حاصل ہو سکے جن کی وجہ سے پیسے والے لوگوں کی توجہ کو حاصل کیا جا سکے لیکن اللہ کی توجہ کو حاصل کیا جا سکے، گمنام لوگوں کو تلاش کیا جائے کوئی نہیں جو اس پر محنت کرتا ہو میں نے ایسے لوگ نہیں دیکھے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔ مانگنے والوں کو جھڑکیے نہیں۔زکوٰۃ وصدقہ نہیں دینا چاہتے نہ دیں نرمی سے ٹال دیجئے لیکن ڈانٹنا، گالی دینا یہ مسلمانوں کی شان نہیں اور آخر میں فرمایا:

تیسری ہدایت۔انعاماتِ الٰہیہ کا اظہار

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے)

اللہ تیرا کرم بڑا کرم ہے تو نے مجھ پر یہ نعمت کی ہے بندوں کے سامنے بیان کیا کریں، کہ اللہ کا میرے اوپر بڑا کرم ہے، اللہ نے بڑا احسان کیا ہے، اللہ نے مجھے بڑا نوازا ہے ہر وقت اپنی پریشانی کا اظہار مت کیا کرو ذرا سا کوئی حال پوچھ بیٹھا اور جناب نے اپنی پریشانیوں کی داستان چھیڑ دی، بڑے ہی حالات خراب ہیں کاروبار بھی نہیں چل رہا، فیکٹری بھی ٹھپ پڑی ہے، کمار ہا ہے پھر بھی زبان سے اللہ کا شکر نہیں نکلتا ہے۔اور شکل ایسی بنا رکھی ہے فقیروں جیسی شکل ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا ہے ایک صاحب آئے دیکھا کہ بڑے پھٹے پرانے سے کپڑے ہیں ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ روپیہ پیسہ نہیں ہے کہنے لگا اللہ کا بڑا کرم ہے اتنے مویشی ہیں اتنے باغ ہیں اتنا یہ ہے اتنا یہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ تمہارے جسم پر بھی نظر آنا چاہیے یہ کیا تم

نے اپنی شکل بنا رکھی ہے، یہ لباس کیسے پہن رکھا ہے جیسے کہ میں بڑا غریب اور فقیر ہوتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، بہت بڑے محدث، بہت بڑے مفسر، صوفی اور مجاہد تھے ان کے بارے میں بہت آتا ہے کہ وہ بڑا صاف ستھرا اور قیمتی لباس پہنتے تھے تو کسی نام نہاد صوفی نے اعتراض کیا کہ اللہ والوں کے لباس تو ایسے نہیں ہوتے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں اللہ والے وہ ہوتے ہیں جن کے لباس پھٹے پرانے ہوں جو دور سے دیکھتے ہی نظر آئے کہ مولوی صاحب زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ بازاروں میں فقیر کو تلاش کرنا ہے اپنے امام صاحب کو ہی کچھ دے دو۔ جی ہاں اور لوگوں نے ایسا کر رکھا ہے کئی لوگ زکوٰۃ وصدقات اپنے امام صاحب کو دیتے ہیں موذّن صاحب کو دیتے ہیں، ارے اللہ کے بندو! یہ کس نے کہہ دیا ہر امام، ہر موذن زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صاحب نصاب ہو اللہ نے اس کو نوازا ہو تو کسی نے اعتراض کیا کہ اللہ والے تو ایسا لباس نہیں پہنتے۔ تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے ایسا لباس پہنا ہے کہ جب اس لباس پر نظر ڈالتا ہوں تو میری زبان سے نکلتا ہے الحمدللہ الحمدللہ اور زبان حال سے میرا لباس کہہ رہا ہے الحمدللہ الحمدللہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا لباس عطا کیا ہے اور تم لوگوں نے جو لباس پہنا ہوا ہے اگر تم لوگ زبان سے نہ بھی کہو تمہارا لباس کہہ رہا ہے۔ اَعْطُوْنَا شَيْئًا لِلّٰهِ اللہ کے نام پر کچھ دیتے جاؤ لباس ایسا پہن رکھا ہے کہ گمنام اشتہار ہے، تختی تو گلے میں نہیں لٹکائی جیسے بعض فقیروں نے تختی گلے میں لٹکائی ہوتی ہے کہ یہ اندھا ہے اس کو کچھ دیتے جاؤ، یہ گونگا ہے اس کو کچھ دیتے جاؤ بعض لوگ ہوتے ہیں کبھی گونگا ہونے کی تختی ڈال لیتے ہیں، کبھی اندھا ہونے کی تختی ڈال لیتے ہیں، مختلف روپ بدلتے رہتے ہیں تو جناب نے تختی تو نہیں لگائی ہوئی لیکن لباس ایسا پہن رکھا ہے کہ لوگ دیکھیں تو کہیں کہ بس یہی ہے زکوٰۃ کا مستحق۔ تو فرمایا کہ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو، لوگوں کے سامنے بیان کرو اللہ کا مجھ پر کرم ہے اللہ نے مجھے نوازا ہے الحمدللہ اللہ پاک نے ہمیں نوازا ہے اور سب سے بڑی نعمت اللہ پاک نے ہمیں ایمان عطا کیا ہے۔ قرآن کی نعمت عطا کی ہے حضور ﷺ کی غلامی کی نعمت عطا کی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اے اللہ! تو دوسری نعمتیں بھی خوب عطا فرما لیکن یہ نعمتیں تو مرتے دم تک عطا فرمانا ہمیں ان سے محروم نہ فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُورَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّة

موضوع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بڑے احسان

آیاتُھَا ۸ (۹۴) سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ (۱۲) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿٢﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿٣﴾
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۭ﴿٤﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿٥﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۭ﴿٦﴾ فَاِذَا
فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿٧﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۧ﴿٨﴾

ترجمہ:...... (اے پیغمبر!) کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ (۱) اور ہم نے تم سے تمہارا وہ بوجھ اُتار دیا ہے (۲) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔ (۳) اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اُونچا مقام عطا کردیا ہے۔ (۴) چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔ (۵) یقیناً مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے (۶) لہٰذا جب تم فارغ ہوجاؤ تو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ۔ (۷) اور اپنے پروردگار ہی سے دِل لگاؤ۔ (۸)

تین احسانات

اس سورت کو سورۃ الشرح بھی کہا جاتا ہے اور سورۃ الانشراح بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مکی سورت ہے اس میں آٹھ آیات ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر اپنے تین خصوصی احسانات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پہلا احسان...... ظاہری شرح صدر

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿١﴾ (کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا)

میں اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہوں گا تاکہ یہ الفاظ آپ اپنے ذہن میں بٹھانے میں اور پھر آگے جب بھی یہ الفاظ بولیں جائیں تو آپ کے لیے بات کا سمجھنا آسان ہو کہ اللہ یوں فرما رہے ہیں کہ اے نبی! کیا ہم نے آپ کو شرح صدر کی نعمت عطا نہیں فرمائی۔ سینہ کھول دیا یہی معنی ہے شرح صدر کا یہ شرح صدر ظاہری بھی ہوتا ہے او باطنی بھی ہوتا ہے، ظاہری شرح صدر تو یہ ہے کہ سینے کو چیرا جائے، سینے کا گویا آپریشن کیا جائے اسے حدیث میں شق صدر کہا گیا ہے اور بعض روایات سے ثابت ہوتا کہ پوری زندگی میں تین بار حضور اکرم ﷺ کا ظاہری شرح صدر ہوا یعنی سینہ چیرا گیا اس میں سے ہر طرح کی آلائشیں نکال دی گئیں اور اس سینے میں علم اور ایمان کو بھر دیا گیا۔

باطنی شرح صدر

باطنی شرح صدر یہ ہے کہ دل میں ایمان، معرفت، نور اور حکمت پیدا ہو جائے اور دل کے اندر علوم و معارف کو سمیٹنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور دل ایسا ہو جائے کہ اس میں یقین، مضبوطی اور جرأت پیدا ہو جائے یہاں پر بھی شرح صدر مراد ہے کہ اے نبی! کیا ہم نے آپ کو شرح صدر کی نعمت اور دولت عطا نہیں کی؟ آپ کے سینے میں ایمان کا نور، حکمت اور معرفت بھر دی آپ کے دل کے اندر وحی کے علوم و معارف قبول کرنے کی استعداد پیدا فرمادی آپ کے دل میں یقین، پختگی، مضبوطی پیدا فرمادی اور جرات عطا فرمادی کہ ایمان کے مقابلے میں، اللہ کے پیغام کے مقابلے میں، قرآن کے مقابلے میں، ساری دنیا ہیچ نظر آتی ہے، کوئی نظروں میں جچتا نہیں، کسی سے نظریں جھکتی نہیں، کسی سے متاثر نہیں ہوتے، چاہے وہ بڑے سے بڑا سرمایہ دار کیوں نہ ہو، وڈیرہ اور چوہدری کیوں نہ ہو، بادشاہ اور حکمران کیوں نہ ہو، ظالم، ستم گر، بدمعاش، غنڈہ اور کوئی طاقتور انسان کیوں نہ ہو۔ کسی سے بھی مرعوب نہیں ہوتے سینہ ایسا مضبوط ہو گیا، دل میں ایمان کا ایسا نور پیدا ہو گیا۔

قرآن کریم میں کئی دوسرے مقامات میں بھی اللہ نے شرح صدر کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی کے دل میں ایمان کی سچی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بھی کوشش کرتا ہے تو اللہ پاک اس کا سینہ کھول دیتا ہے، اس کے سینے میں دین کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، اس کے سینے میں دعوت کا جوش پیدا ہو جاتا ہے، اس کے سینے میں ایمان کا ولولہ، ایمان کا نور پیدا ہو جاتا ہے جیسے ان ظاہری روشنیوں سے جو ہم رات کو جلاتے ہیں یہ باہر کی دنیا روشن ہوتی ہے اسی طریقے سے جب کسی کے دل میں ایمان کا نور پیدا ہو جائے تو اس کے اندر کی دنیا روشن ہو جاتی ہے اس کے اندر نور پیدا ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں ایمان کا نور پیدا نہ ہو تو اس کے اندر کی دنیا تاریک رہتی ہے وہاں ظلمتوں کا بسیرا اور اندھیروں کا راج رہتا ہے۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا سورۂ زمر میں ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا پھر وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے یہ سوال ہے اور قرآن کا انداز یہ ہے کہ بعض مقامات پر اللہ نے سوال ذکر کیا ہے لیکن جواب ذکر نہیں کیا۔ جواب مخاطب پر چھوڑ دیا ہے کہ تم خود اپنی عقل سے اس کا جواب تلاش کر لو۔ تم بھی سمجھ جاؤ گے یعنی یہاں پر فرمایا کہ جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے کہ جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے نہیں کھولا، اس کو شرح صدر کی نعمت عطا نہیں کی اور اس کو نور حاصل نہیں ہوا اور وہ ظلمت اور اندھیرے میں ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ خرابی ہے، ہلاکت ہے ان لوگوں کے

لیے جن کے دل اللہ کے ذکر کے بارے میں سخت ہیں۔ انہیں شرح صدر کی نعمت حاصل نہیں ہوئی، ان کے دل میں ایمان کا نور پیدا نہیں ہوا۔ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ اور یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی کے اندر مبتلا ہیں، جب دل میں ایمان کا نور پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ایمان کے لیے قربانی دینا آسان ہو جاتا ہے، اس کے لیے مصیبتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے، ایمان کی خاطر ابتلاؤں اور آزمائشوں کا سہنا آسان ہو جاتا ہے ظلم وستم برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایمان کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مکہ کی پہاڑیوں میں ٹانگوں میں رسی ڈال کر گھسیٹا جاتا تھا، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو آگ کے انگاروں پر لٹایا جاتا تھا، حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، کمزور سی خاتون۔ عورت کو ویسے ہی صنف نازک کہا جاتا ہے، لیکن ابوجہل ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتا، دھوپ میں کھڑا کر دیتا، مارتا، پیٹتا۔ حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوتا۔ آپ فرماتے صبر کرو آپ کا ٹھکانا جنت ہے جب اس نے دیکھا کہ یہ بوڑھی سی کمزور سی عورت کسی طرح بھی ایمان کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس نے برچھا مارا اور آپ کو شہید کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایمان کی خاطر اللہ کی زمین پر حضور کی بعثت کے بعد سب سے پہلے گرنے والا خون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ایمان کی خاطر سب سے پہلی شہادت ایک عورت کو نصیب ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھیے اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مار رہے ہیں لیکن ایمان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے یہ کیا چیز تھی؟ جس نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مضبوط کر دیا، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو پختگی عطا کر دی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو چٹان کی طرح کھڑا کر دیا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جیسی کمزور سی عورت کو ابوجہل کے سامنے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کی طاقت اور حوصلہ عطا کر دیا بلکہ وہ بات یاد آتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ بار بار سنی اور سنائی جائے کہ ایمان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جب ظلم کیا جاتا تھا اور ان کو کلمۂ توحید کہنے سے روکا جاتا تھا تو وہ ضربیں سہتے تھے پھر بھی أَحَدٌ أَحَدٌ کہتے تھے اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں بعض روایات میں لکھا ہے کہ فرماتے تھے کہ اگر مجھے کوئی ایسا کلمہ معلوم ہوتا جس کے کہنے سے مشرکوں کو أَحَدٌ أَحَدٌ کہنے سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے تو میں وہ کلمہ کہتا۔ میں مار کھاتا، ان کے کوڑے برداشت کرتا، ظلم سہتا لیکن وہ کلمۂ توحید کا کلمہ اور ایسا کلمہ جس سے مشرکوں کو تکلیف ہوتی وہ کلمہ ضرور کہتا۔ یہ کون سی چیز تھی، جس نے ان کو ایسا طاقتور بنا دیا یہ شرح صدر کی دولت اور شرح صدر کی نعمت تھی۔ اللہ نے ایمان کے لئے ان کا سینہ کھول دیا دل میں ایمان کا نور بھر دیا، دل میں یقین ڈال دیا، دل میں اپنی محبت ڈال دی اللہ نے گواہی دی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط

بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے سوا شریک بنالیتے ہیں تو ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے۔ آگے فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ لیکن جو واقعی ایمان قبول کرلیتے ہیں وہ اللہ کی محبت میں مشرکوں سے کہیں زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ مشرکوں کو اپنے بتوں سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی ایمان والوں کو اللہ سے محبت ہوتی ہے، مشرک اپنے بتوں کے لیے اتنی سختی اور تکلیف برداشت نہیں کرسکتا جتنی تکلیف ایک سچا مومن اللہ کی محبت میں برداشت کرتا ہے۔

آپ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ سنا ہوگا کہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو شرک پر مجبور کرنے کے لیے اور ایمان سے روکنے کے لیے ان کے سامنے تیل کا کڑاہا رکھا گیا۔ اور اس میں تیل کو گرم کیا گیا اور پھر ایک صحابی کو اس میں ڈالا گیا اور وہ جل کر کوئلہ ہوگیا۔ دوسرا رونے لگا پوچھا اس سے کیوں روتے ہو؟ کیا ڈر گئے ہو؟ آپ تو کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا فرمانے لگے میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میرا بھی یہی انجام ہوگا جو میرے اس ساتھی کا انجام ہوا اور مجھے بھی اس طریقے سے کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا جائے گا جیسا کہ اس کو ڈالا گیا میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ آج اللہ کے دین کے لیے قربانی کا وقت آیا ہے اور میرے پاس ایک جان ہے جو اللہ کے لیے قربان کرسکتا ہوں۔ اے کاش! میرے پاس کئی جانیں ہوتیں بار بار اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرتا لیکن ایمان کا دامن نہ چھوڑتا، تو شرح صدر کی دولت اللہ نے عطا کردی، سینہ کھول دیا ایمان کے لیے اور اپنی محبت کے لئے اور جب یہ دولت نصیب ہوجاتی ہے تو پھر ایمان میں مزا آتا ہے۔

ہر عبادت کی لذت الگ الگ ہے

یاد رکھیے کہ جیسے کھانے پینے کی چیزوں کی لذت ہے اور ہر چیز کی لذت جدا، گوشت کی لذت جدا، سبزی کی لذت جدا، دال کی لذت جدا، ٹھنڈے پانی کی لذت جدا، ہر چیز کی لذت جدا ہے اسی طریقے سے ایمان کی بھی ایک لذت ہے اور جو ایمانی اعمال ہیں ان میں سے ہر ایک کی جدا جدا لذت ہے اور جدا جدا تاثیر ہے، نماز کی لذت اور ہے، زکوٰۃ کی لذت اور ہے، حج وعمرے کی لذت اور ہے، جہاد کی لذت اور ہے، تبلیغ کی لذت اور ہے، روزے کی لذت اور ہے، بھوکا رہنے میں بھی ایک لذت ہے، جسے اللہ احساس عطا فرمادے وہ محسوس کرتا ہے کہ بھوکا رہنے میں بھی ایک لذت ہے، لذت صرف کھانے پینے میں نہیں ہے، لذت ٹھنڈے مشروبات کے پینے میں نہیں ہے، ارے لذت اللہ کی رضا کے لیے بھوکا رہنے میں بھی ہے، پیاسا رہنے میں بھی ہے، زخم اٹھانے میں بھی ہے اور اللہ کے لیے جان دینے میں بھی ہے جو اللہ کے لیے جان دیتا ہے اس کو کیا لذت نصیب ہوتی ہے یہ اسی سے پوچھیے، اسی لیے تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ شہید قیامت کے دن آرزو کرے گا کہ اے کاش! مجھے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید ہوں، پھر زندہ کیا جائے پھر شہید ہوں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں، اس لذت کے حصول کی تمنا تو خود ہمارے آقا ﷺ نے فرمائی آپ

نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، اس لیے کہ اللہ کے لیے جان دینے میں بھی ایک لذت ہے، ایک لطف ہے۔

دل کا سکون خالق کی یاد میں ہے

عرض کیا کہ جب شرح صدر کی دولت اللہ پاک عطا فرما دیتے ہیں تو پھر ایمان میں بھی مزہ آتا ہے، پھر نماز میں مزہ آتا ہے، پھر صدقہ وخیرات میں مزہ آتا ہے، پھر جہاد اور تبلیغ میں مزہ آتا ہے، پھر بھوکا پیاسا رہنے میں مزہ آتا ہے، پھر روزہ رکھنے میں مزہ آتا ہے، ارے پھر رونے اور گڑگڑانے میں بھی مزہ آتا ہے، لوگ مزے کی تلاش میں ہیں، سکون کی تلاش میں ہیں۔ بھائی! ہم دولت حاصل کرتے ہیں اس لیے تاکہ سکون حاصل ہو، بیوی کو شوہر کی اور شوہر کو بیوی کی طلب ہوتی ہے تاکہ سکون ملے، دونوں کو اولاد کے حصول کی تمنا ہوتی ہے تاکہ سکون ملے، اچھی گاڑی ہم لیتے ہیں تاکہ دل کو سکون ملے، ہم اچھے مکان میں رہنا چاہتے ہیں تاکہ سکون ملے، ہم سیر کرتے ہیں تاکہ سکون ملے، ہم تفریح کے لیے جاتے ہیں تاکہ سکون ملے، لوگ ملکوں ملکوں پھرتے ہیں تاکہ سکون ملے، یہاں تک کہ نشہ استعمال کرتے ہیں تاکہ سکون حاصل ہو، گانا سنتے ہیں سکون ملے، کلبوں میں جاتے ہیں تاکہ سکون ملے، ہر ایک سکون کی تلاش میں ہے لیکن ہم سکون کے ذرائع تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن سکون حاصل نہیں ہوتا، دولت حاصل کر لیتے ہیں لیکن سکون حاصل نہیں ہوتا، شادی کر لی سکون نہیں ملا اولاد ہوگئی سکون نہیں، بہت بڑا مکان بنا لیا سکون نہیں ملا، بڑی کرسی بڑی ملازمت حاصل کر لی سکون نہیں ملا، کاروبار وسیع کر لیا لیکن سکون نہیں ملا، سکون کے ذرائع مل جاتے ہیں سکون نہیں ملتا، سکون کے اسباب مل جاتے ہیں سکون نہیں ملتا، سکون کے وسائل مل جاتے ہیں سکون نہیں ملتا۔ اس لیے کہ ہم نے ان وسائل کے اندر سکون کو سمجھ لیا۔ لیکن اللہ کہتا ہے سکون ان میں نہیں ہے سکون کس میں ہے، اللہ کہتا ہے میرے بندے! میں نے تم کو پیدا کیا تیرے دل کو میں نے بنایا ہے، تیری ضروریات میں جانتا ہوں، تیری کمزوریاں میں جانتا ہوں، تیری خوبیاں میں جانتا ہوں، تیرے دل کی غذا، تیرے جسم کی غذا میں جانتا ہوں، تجھے ان چیزوں میں سکون نہیں ملے گا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ سکون ملے گا تو اللہ کے ذکر سے ملے گا، اللہ کی اطاعت سے ملے گا، اللہ کی فرمانبرداری سے ملے گا، جب اللہ کی اطاعت کی جائے گی اور اللہ کی فرمانبرداری کی جائے گی جب اللہ کا ذکر کیا جائے گا تو پھر بھوکا پیاسا رہنے میں بھی سکون ملے گا، پھر رونے میں بھی سکون ملے گا، خدا کی قسم! لوگ قہقہے لگاتے ہیں سکون کے لیے، مزاحیہ ڈرامے دیکھتے ہیں سکون کے لیے، مزاحیہ فلمیں دیکھتے ہیں سکون کے لیے، مزاحیہ ناول، کتابیں، کالم پڑھتے ہیں سکون کے لیے، لیکن اگر ان کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے سامنے رونے میں کتنا سکون ہے تو قہقہے لگانا چھوڑ دیں ان مزاحوں اور قہقہوں میں، ہنسی اور ٹھٹھوں میں وہ سکون نہیں ہے جو اللہ کے سامنے آنسو بہانے میں ہے۔

شرح صدر بہت بڑی نعمت ہے

جب اللہ سینے کو کھول دے گا، اللہ دل میں ایمان کا نور بھر دے گا تو پھر اللہ کی عبادت میں مزہ آئے گا اور اگر اللہ نے دل کو نہ کھولا تو پھر مسلمان ہونا بھی ایک جرم سا محسوس ہو گا پھر رمضان کے آنے سے پریشان ہو جائے گا رمضان کو ایک مصیبت سمجھے گا۔ کتنے لوگ ہیں جن کے چہروں پر رمضان کے آنے سے مسکراہٹ آتی ہے، خوشی کا نور ہوتا ہے، دل میں سرور ہوتا ہے، اور اللہ کا شکرادا کرتے ہیں کہ اللہ! تو نے یہ ماہ مبارک نصیب فرمایا اور کتنے ہی ایسے ہیں جو معاذ اللہ اس مہینے کو مصیبت سمجھتے ہیں اس لیے کہ اللہ نے سینے کو نہیں کھولا۔ اللہ نے سورۃ الانعام میں فرمایا:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا

اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اللہ اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے وہ اگر دین پر چلتا ہے تو ایسے سمجھتا ہے کہ جیسے مجھے آسمان پر چڑھنے کا حکم دے دیا ہے اس کو کلمہ پڑھنا مشکل محسوس ہوتا ہے یہ شرح صدر، سینہ کا کھل جانا یہ ہدایت کی دلیل ہے اور سینے کا تنگ ہونا یہ گمراہی کی دلیل ہے، اگر نیکی کر کے دل خوش ہوتا ہے، دل کو سکون ملتا ہے اللہ کی عبادت کر کے دل خوش ہوتا ہے، اللہ کی راہ میں دے کر دل خوش ہوتا ہے تو سمجھ لیجیے کہ اللہ نے مجھے ایمان کا نور عطا فرما دیا ہے۔ لیکن اگر تمہیں اپنے آپ کو نماز پر مجبور کرنا پڑتا ہے، دعا پر مجبور کرنا پڑتا ہے اور صدقہ کو آپ ایک تاوان سمجھتے ہیں تو پھر آپ کو اپنے دل کی فکر کرنی چاہیے کہ دل بیمار ہے، دل میں ایمان کا نور پیدا نہیں ہوا۔ میری زبان پر تو ایمان ہے لیکن ابھی دل کے اندر ایمان کی حقیقت نہیں اتری اگر ایمان کی حقیقت اتری ہوتی تو پھر دین پر چلنا میرے لیے آسان ہو جاتا اتنی تنگی محسوس نہ ہوتی۔

تو اللہ نے اپنے پہلے احسان کا ذکر کیا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا؟ شرح صدر تو ہر مسلمان کے لیے بڑی نعمت ہے اور ضروری چیز ہے لیکن ایک داعی کے لیے جو دین کا داعی ہے اس کے لیے شرح صدر سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس کے سینے کے اندر خود ایمان کا نور نہیں وہ دوسروں کے اندر اپنے وعظ سے، اپنی تقریر سے ایمان کا نور کیسے پیدا کر سکے گا؟ بے شک آواز بڑی خوبصورت، الفاظ بڑے ادیبانہ، تقریر بڑی فصیحانہ، اشعار بڑے با محل اور نکات بھی بڑے عجیب و غریب لیکن اگر اس میں دل کا درد شامل نہیں اور خطیب اور واعظ کے اپنے دل کے اندر دین کا درد نہیں تو وہ دوسروں کے اندر بھی درد پیدا نہیں کر سکتا۔

اس کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی جب فرعون کے پاس جا رہے تھے اور اللہ سے مانگ رہے تھے:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾

چار چیزیں مانگیں۔ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ مجھے شرح صدر کی نعمت عطا فرما دے
وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ اے اللہ! میرے لیے معاملہ آسان فرما دے۔ جس شخص کے پاس جا رہا ہوں جو اپنے وقت کا سپر
پاور حکمران ہے، جو خدائی کا دعویدار ہے اے اللہ! میں کہیں اس سے مرعوب نہ ہو جاؤں اور اگر وہ مجھ پر مصائب
ڈھائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مصائب کو برداشت نہ کرسکوں اے اللہ! میرے لیے معاملے کو آسان فرما دے۔
تیسری دعا کیا مانگی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ اے اللہ! میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ
میری بات سمجھ سکے اور چوتھی دعا کیا مانگی وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾
وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ اے اللہ! میرے خاندان میں سے ہی میرا ایک مددگار بنا دے میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت
عطا فرما اور اللہ نے کہا قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ اے موسیٰ! تیری چاروں دعائیں قبول کر لی گئیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ کسی مانگنے والے نے اللہ سے اتنی بڑی دعا نہیں مانگی ہو گی جتنی بڑی دعا موسیٰ نے مانگی
پہلی تین چیزیں تو آسان ہیں لیکن چوتھی چیز کہنا کہ اے اللہ میرے بھائی کو بھی نبوت عطا فرما دے اتنی بڑی چیز اللہ سے
مانگی کہ کسی مانگنے والے نے اللہ سے نہیں مانگی اور اللہ نے کہا اے موسیٰ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى جو کچھ مانگا تجھے عطا
کر دیا گیا تیری دعا میں نے قبول کر لی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ داعی کے لئے شرح صدر سب سے ضروری چیز ہے اس لیے اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ سے
شرح صدر کی نعمت مانگی، اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی شرح صدر کی دولت عطا فرمائی اور ہمارے آقا، کائنات کے آقا
حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کو بھی شرح صدر کی دولت عطا فرمائی۔

فرعون نے تو پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا تھا قرآن میں آتا ہے۔
قَالَ لِلْمَلَاِ۔ اے جادوگرو! کیا مشورہ دیتے ہو؟ لیکن مکہ کے فرعون تو کسی سے مشورہ بھی نہیں لیتے تھے جس
مسلمان کو چاہتے تھے قتل کرنا شروع کر دیتے تھے۔ تو اللہ نے حضور ﷺ کو شرح صدر کی عظیم نعمت عطا فرمائی۔

عجیب بات:

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں بڑی عجیب بات ذکر فرمائی کیا مقام ہے ہمارے آقا کا۔ لکھا ہے "لَمْ يَشْرَحْ قَبْلُ
اَحَدًا مِنَ الْعٰلَمِيْنَ كَمَا شَرَحَ صَدْرَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ" پوری دنیا میں، پوری کائنات میں کسی کو ایسی شرح صدر کی
دولت عطا نہیں کی گئی جیسی شرح صدر کی دولت ہمارے آقا حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کو عطا کی گئی، کسی کا سینہ اتنا
نہیں کھولا گیا کسی کے سینے میں اتنے علوم و معارف نہیں بھرے گئے، اتنا تحمل، اتنی برداشت اور ہدایت کا جذبہ کسی
کے لئے کسی کے سینے میں اتنا نہیں پیدا کیا گیا جتنا ہمارے آقا ﷺ کے سینے کے اندر تھا، آپ اندازہ کیجئے طائف
والے کیا کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں، پتھر مارتے ہیں، لہولہان کر دیتے ہیں۔ جبرائیل امین آتے ہیں پہاڑوں کا

فرشتہ آتا ہے۔ حکم دیجئے! ہم ان بدبختوں کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دیں حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں نہیں، میں پیسنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ آپ کی زبان مبارک سے ان کی ہدایت کے لئے دعا نکلی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ یُخْرِجُ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میں نہیں چاہتا کہ ان کو ہلاک کیا جائے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ پاک ان کی پشتوں سے ایسی نسلیں پیدا فرمادے گا جو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والی ہوں آپ کے دل کے اندر انسانوں کی ہدایت کی تڑپ تھی اور تمنا تھی سینہ کھول دیا اللہ نے عفو و درگزر، صبر و تحمل کا اور برداشت کا مادہ پیدا کر دیا۔

دوسرا احسان...... بوجھ ہٹانا

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾

(اور ہم نے آپ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا ہے)

یہ کون سا بوجھ تھا؟ جس نے حضور اکرم ﷺ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا تھا یہ بوجھ تھا انسانیت کی ہدایت کا، انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھانے کا، اللہ نے جب آپ کے ذمے لگایا میرا پیغام میرے بندوں تک پہنچا دو، اب آپ اس کا درس دیا کریں، آپ ان کا تزکیہ کریں، ان کے دلوں کو پاک کریں، ان کو توحید پر لائیں، ایمان پر لائیں اور آپ نے دعوت کا سلسلہ شروع کیا، دن کو بھی دعوت دیتے، راتوں کو بھی دعوت دیتے، ایک ایک کو دعوت دیتے مجمع میں دعوت دیتے اور پھر راتوں کو اٹھ اٹھ کر مانگتے لیکن شروع میں تو یہ حال تھا کہ کوئی مانتا ہی نہیں تھا ایسے بھی دن گزرتے کہ پورا دن جو ملا اس نے گالی دی، جو ملا اس نے طعنہ دیا کوئی بھی ایمان کی دعوت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا، آپ غم کے بوجھ میں دبے ہوئے فرماتے ہیں اے اللہ! یہ کیسے ہدایت پر آئیں گے۔ یہ شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ کیسے ایمان کو قبول کریں گے۔ اے اللہ! یہ بدکاری کے عادی کیسے باحیاء بنیں گے۔ اے اللہ! ان کو تو خون بہانے میں مزہ آتا ہے یہ خون کی حفاظت کرنے والے کیسے بنیں گے۔ اے اللہ! یہ تو شراب اور جوئے کے عادی ہیں یہ کیسے نشے کو چھوڑیں گے۔ اے اللہ! یہ بیٹیوں کو دفن کرنے والے کیسے بیٹیوں کے محافظ بنیں گے جب ان کی حالت کو دیکھتے تھے تو آپ کا سینہ پھٹتا تھا اور سینے میں اتنا غم کہ اللہ کو اپنے نبی پر ترس آ گیا اللہ نے فرمایا سورۃ شعراء میں ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو کیا آپ اپنی جان کو ہلاک کرلیں گے۔ سورۃ کہف میں فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا کیا اگر یہ ایمان نہ لائے تو آپ غم کی وجہ سے اپنی جان کو ہی ہلاک کر دیں گے۔ اور سورۃ انعام میں فرمایا۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو غمگین کر دیتی ہیں آپ ﷺ پر تو یہ بوجھ تھا کہ یا اللہ! یہ ہدایت کیسے قبول کریں گے پھر اللہ نے یہ بوجھ اتار دیا ایک ایک آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ایمان قبول کیا،

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایمان قبول کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کیا، ایک ایک آیا اور پھر جماعت بنتی گئی اور پھر وہ وقت آیا کہ پورا قبیلہ آتا تھا جو آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کر لیتا تھا وہ جو آپ کے دل میں درد تھا وہ درد ہزاروں سینوں میں منتقل ہو گیا یوں تو نہیں کہہ سکتا معاذاللہ کہ ہزاروں محمد پیدا ہو گئے ایسا نہیں کہہ سکتے معاذاللہ اس لیے کہ اس کائنات میں صرف محمد تو ایک ہی ہے ﷺ لیکن یوں کہہ سکتا ہوں کہ وہ درد جو محمد الرسول اللہ ﷺ کے سینے میں تھا اللہ نے وہ درد ہزاروں سینوں میں پیدا فرما دیا، ہزاروں اس دین کے لئے تڑپنے والے بن گئے، اس دین کے لئے رونے والے بن گئے، اس دین کے لئے اپنے مال، اپنی جانیں قربان کرنے والے بن گئے یہاں تک کہ آقا نے اپنی زندگی میں ایک امت تیار کر دی لیکن کسی کو کیا پتہ کہ اس امت کی تیاری میں آپ نے راتوں کو کتنے آنسو بہائے، کتنی گالیاں سنیں، کتنے پتھر کھائے، کتنے زخم کھائے، اس امت کو بنانے میں کتنے غم وتڑپ کا اظہار کیا۔

میں بیچ میں جملہ معترضہ کے طور پر اگر کہہ دوں نا مناسب نہیں ہوگا آج امت نہیں رہی آج فرقے بن گئے امت نہیں رہی حضور نے امت بنائی تھی فرقے نہیں بنائے تھے ایک امت جس میں ایک غم اور درد، سب کا غم اور درد تھا ایک کی عزت سب کی عزت تھی، ایک کی ذلت سب کی ذلت تھی، ایک کی کامیابی سب کی کامیابی تھی، آپ نے امت تیار کی اور اس امت کے بنانے میں حضور ﷺ نے بڑی محنت فرمائی اور آپ دنیا سے اس حال میں گئے کہ آپ پُرسکون تھے کہ اللہ نے میری ذمے جو کام لگایا تھا وہ کام میں نے پورا کر دیا۔ اللہ اکبر

اللہ نے فرمایا تھا۔ يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اے رسول! جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اس کو انسانوں تک پہنچا دیں۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ آپ کو فکر لگی رہتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ نے جو ذمہ داری میرے اوپر ڈالی ہے کہیں میں اسے پورا کرنے میں ناکام نہ ہو جاؤں ڈر لگا رہتا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کی داڑھی مبارک میں چند بال سفید دیکھے تو عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں آپ نے کہا۔ شَيَّبَتْنِي هُوْدًا مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ سورۂ ہود میں کون سی ایسی بات خاص تھی جس کی وجہ سے آپ بوڑھے ہو گئے تو سورۂ ہود کی یہ آیت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اے نبی! ایسے چلیے جیسے چلنے کا اللہ نے حکم دیا ہے تو آپ کو اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ویسا نہ چل پاؤں جیسے اللہ نے چلنے کا حکم دیا ہے اس اندیشے نے آپ کو بوڑھا کر دیا۔

اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب ایک لاکھ چالیس ہزار یا کم وبیش سچے انسانوں کا عظیم مجمع تھا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو گواہ بنانے کے لیے ان سے پوچھا لوگو! قیامت کے دن ہر نبی کی امت سے اللہ سوال کرے گا کیا میرے نبی نے میرا پیغام تم تک پہنچا دیا؟ تو اے میری امت کے لوگو! تم سے بھی قیامت کے دن اللہ سوال کرے گا کہ کیا

محمد ﷺ نے میرا پیغام تم تک پہنچا دیا تھا تو کیا کہو گے۔کیا میں نے پہنچا دیا یا نہیں؟ سارا مجمع پکار اٹھا اے اللہ کے نبی! آپ نے پہنچا ہی نہیں دیا، بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا تو حضور اکرم ﷺ کی انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھی اور مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ! تو گواہ رہنا اے اللہ! تو گواہ رہنا۔یہ انسان اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ میں نے تیرا پیغام ان تک پہنچا دیا ہے تو آپ کو اس کی اتنی فکر تھی اور آپ دنیا سے گئے اس حال میں کہ آپ نے ایک امت تیار کر دی۔اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا۔آپ کو اس بات کا اطمینان تھا زندگی کی آخری شب تھی، اپنے حجرے سے مسجد میں آنے کی طاقت نہیں تھی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں کھڑی ہو گئیں۔آپ نے کھڑکی کھول کر دیکھا صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفوں پر نظر پڑی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے چہرے مبارک پر مسکراہٹ پھیل گئی۔اللہ اکبر۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عجیب تشبیہ دی کہ اس وقت حضور ﷺ کا چہرہ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے قرآن کریم کا ورق ہوتا ہے، قرآن کریم کا ورق، تقدس بھی وہی تھا اور بیماری کی وجہ سے رنگت بھی ویسی ہی تھی لیکن آپ ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی، یہ مسکراہٹ کیسی تھی، یہ مسکراہٹ اس بات کی تھی کہ میں نے امت کو تیار کر دیا اللہ نے جو کام میرے ذمہ لگا دیا تھا وہ کام میں نے پورا کر دیا۔تو اللہ نے فرمایا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ ہم نے آپ سے آپ کے بوجھ کو اتار دیا جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا تھا۔

یاد رکھیے! دین کا پیغام، اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانا یہ صرف حضور اکرم ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی یہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے، اپنی اپنی طاقت کے مطابق جس طریقے سے وہ اللہ کے دین کو دوسرے تک پہنچا سکتا ہے پہنچانا فرض ہے۔مت سمجھیے کہ یہ مولوی صاحب کا کام ہے، یہ خطیب صاحب کا کام ہے ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے میں یہ نہیں کہتا کہ آپ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کر دیں، آپ درس قرآن دینا شروع کر دیں، آپ فتویٰ دینا شروع کر دیں، آپ مسائل بتانا شروع کر دیں۔دین کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے آپ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ تو کریں۔اے اللہ کے بندو! میں اور آپ اپنے گریبان میں جھانکیں، تھوڑا سا اپنا محاسبہ کریں کہ جس دین کے لیے حضور اکرم ﷺ نے اتنی قربانیاں دی تھیں، اتنی تکلیفیں سہی تھیں، اتنا خون بہایا تھا اس دین کا آپ کے دل میں اتنا درد تھا، کیا اس درد کا دسواں حصہ بھی ہمارے دل میں ہے اور کیا ہم اپنی اپنی جگہ پر اس فریضے کو ادا کر رہے ہیں؟ یہ ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ اس کو ادا کرنے کی فکر کریں۔کوئی زبان سے کر سکتا ہے کوئی جان سے کر سکتا ہے، کوئی مال سے کر سکتا ہے، لیکن اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی فکر ضرور کریں کہ یہ ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے۔

تیسرا احسان......حضور ﷺ کے ذکر کی بلندی:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ (اے نبی! اے رسول! اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کے نام کو بلند کر دیا)

دشمن آپ کے نام کو مٹانا چاہتا ہے اللہ نے کہا کہ تم اس نام کو مٹانا چاہتے ہو میں اس نام کو اٹھاؤں گا، اس نام کو بلندی عطا کروں گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ خود آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کی کہ بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں تیرا بھی ذکر ہوگا۔ اگر کلمے میں میرا ذکر ہے لا الہ الا اللہ تو تیرا بھی ذکر ہے محمد رسول اللہ اگر نماز میں میرا ذکر ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ تو تیرا بھی ذکر ہے واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ۔ اگر اذان میں میرا ذکر ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ تو تیرا بھی ذکر ہے واشھد ان محمد رسول اللہ۔ جہاں جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں وہیں تیرا ذکر بھی ہوگا میں ایسا تیرا ذکر بلند کروں گا کہ دشمن بھی تیرا ذکر کرنے پر مجبور ہو جائے گا دشمن بھی مجبور ہیں حضور ﷺ کا ذکر کرنے پر۔

قاضی ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے جو سیرت کی کتاب رحمۃ للعلمین ﷺ لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ طامس کارلیل ایک عیسائی ہے، پکا عیسائی تاریخ اور انگریزی زبان پر اس کی بڑی نظر ہے اور اس میں اس کو بڑا کمال حاصل ہے اس نے ایک کتاب لکھی ہے ہیرو آف ہیروز (ہیروں کے ہیرو) گویا کہ سائنسدانوں میں بڑے سائنسدان کا ذکر، سیاستدانوں میں جو بڑا سیاستدان ہے اس کا ذکر، حکمرانوں میں سے جو بڑا حکمران ہے اس کا ذکر، شاعروں میں سے جو سب سے بڑا شاعر اس کا ذکر، ادیبوں میں سے جو سب سے بڑا ادیب اس کا ذکر، مالداروں میں سے جو سب سے بڑا مالدار اس کا ذکر۔ ہیرو کے ہیرو اس نے جمع کیے۔ وہ عیسائی ہے لیکن نبیوں میں سے جو سب سے بڑے نبی کے نام لکھنے کی باری آتی ہے تو وہ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھتا ہے، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لکھتا ہے نہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لکھتا ہے، نام لکھتا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کا لکھتا ہے کہ سب نبیوں میں سے بڑے نبی جن کو اللہ نے سب نبیوں سے زیادہ کامیابی عطا فرمائی وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ ہیں دشمنوں کی زبان سے بھی میں تیری تعریف کرداؤں گا۔

کنور مھندر سنگھ بیدی کا بڑا عجیب شعر ہے اس نے کہا:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ نہیں

کہتا ہے کہ کسی سے عشق ہو جائے دل پہ چارہ نہیں ہے محمد ﷺ پر صرف مسلمان کا اجارہ نہیں محمد ﷺ تو ہمارے بھی ہیں۔

ایک اور شاعر فرق گورکپوری ہندو ہیں وہ کہتے ہیں:

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت شاہراہ مسدود نہیں

معلوم ہے تم کو کچھ محمد کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

حضور اکرم ﷺ کی عظمت کو ہر ایسا شخص مانے گا جس کے دل میں اللہ نے رتی بھر بھی انصاف رکھا ہے اور کیوں نہ مانے اللہ نے کہا تھا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ میں تیرے ذکر کو بلند کروں گا۔ جہاں جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں وہیں تیرا ذکر ہوگا۔

نعمت قرآن اور غلامی رسول کی عظمت کو پہچانیں:

اور میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں اور الحمد للہ مجھے اس پر سو فیصد یقین ہے کہ اس دنیا کا مستقبل قرآن کے سوا کچھ نہیں اور اس دنیا کا مستقبل محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کے سوا کچھ نہیں رب کعبہ کی قسم! میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ کوئی اس کو خطیبانہ بھڑک مت سمجھے الحمد للہ مجھے اس پر یقین ہے ایک وقت آئے گا پوری دنیا قرآن کے جھنڈے تلے جمع ہوگی اور پوری دنیا محمد ﷺ کی قیادت وامامت کے پیچھے جمع ہوگی۔ اس کے سوا دنیا کا مستقبل کچھ نہیں۔ لیکن مجھے ڈر یہ ہے میرے مسلمان بزرگو، دوستو، بھائیو، ماؤں، بہنو، بیٹیو! کہیں ایسا نہ ہو غیر جس کو ہم یہودی کہتے ہیں، عیسائی کہتے ہیں سکھ اور ہندو کہتے ہیں وہ محمد ﷺ کے مقام کو پہچان لیں اور ہم آپ ﷺ کے مقام کے پہچاننے سے محروم رہیں مجھے ڈر یہ لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو زبانی کلامی آپ کا نام لیتے رہیں آپ کی تعریفیں کرتے رہیں اور آپ کی قدر نہیں کی اور آپ کے اخلاق کو نہیں اپنایا، آپ کے اعمال کو نہیں اپنایا، آپ کی سیرت کو نمونہ نہیں بنایا، آپ کے درد کو اپنا درد نہیں بنایا بس زبانی کلامی آپ کے نام کو ہم نے پیسہ جمع کرنے کا وسیلہ بنایا، چندہ مانگنے کا ذریعہ بنایا لیکن آپ کے نام کو اور آپ کے عمل کو اور آپ کی زندگی کو اپنی زندگی بدلنے کا ذریعہ نہیں بنایا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضور ﷺ کے مقام کو پہچان لیں، وہ قرآن کے مقام کو پہچان لیں اور ہم اس کو پہچاننے سے محروم رہیں اور اس کی قدر کرنے سے محروم رہیں تو فرمایا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا یہ تین احسان ذکر کیے اس کے بعد فرمایا اے میرے نبی! مشکلات سے مت گھبرایئے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے، تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے)۔

اسلام اُمید کا چراغ روشن کرتا ہے

ایک اصولی بات سن لیجیے! اسلام امید کا دین ہے ناامیدی کا دین نہیں ہے، کسی حالت میں بھی ناامیدی پیدا کرنے کی اجازت نہیں دیتا کوئی شدید بیمار ہے دین اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کو ناامید کریں، نہیں امید کا چراغ روشن کرو دن بدن کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو جائے اسلام ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کو ناامید کردیں کہ

تیری توبہ قبول نہیں ہوسکتی ہے اس کے دل میں امید کا چراغ روشن کرو، آؤ تمہارے لیے بھی ہے، سب کے لیے ہے، کافروں کے لیے بھی ہے، مشرکوں کے لیے بھی ہے، گنہگاروں کے لئے بھی ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مت گھبراؤ، مایوس مت ہو جاؤ، امید کے ساتھ آؤ، آؤ تو سہی اللہ تمہیں محروم اور خالی ہاتھ واپس نہیں کرے گا تو اس میں بھی امید دلائی گئی فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا مشکلات سے مت گھبرایئے تنگی کے ساتھ آسانی ہے آسانی کا دور آنے والا ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴿۷﴾ (جب آپ فارغ ہو جائیں تو پھر محنت کریں)

اپنے آپ کو عبادت اور دعا میں تھکا دیں، جب تبلیغ کے کام سے، دعوت کے کام سے، دنیا کے کاموں سے فارغ ہو جائیں پھر کیا کریں فَانْصَبْ پھر دعا میں لگ جائیں، پھر ذکر میں لگ جائیں، پھر عبادت میں لگ جائیں، خالی نہ بیٹھیں۔

محنت اور ریاضت

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴿۸﴾ (اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جایئے)

ایک بات تو یہ بھی ہے کہ حکم یہ دیا گیا کہ خالی اور فارغ ہو کر نہیں بیٹھنا، نکما بن کے نہیں بیٹھنا یہ حکم دیا جا رہا ہے میں اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں ہمیں حکم دیا جا رہا ہے نکمے بن کے نہیں بیٹھنا، کچھ نہ کچھ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے آپ فرماتے ہیں میں ایسے لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو فارغ بیٹھتے ہیں نہ دین کے کام میں لگے ہوتے ہیں نہ دنیا کے کام میں لگے ہوتے ہیں فرمایا کہ میں ان کو ناپسند کرتا ہوں ایک اس کا مطلب تو یہ کہ فارغ مت بیٹھیے، ایک منصوبے سے فارغ ہوں تو دوسرا منصوبہ شروع کر دیجیے۔

اور دوسرا مطلب یہ کہ جب فارغ ہوں دعوت سے، تبلیغ سے تو اب دعا میں لگ جایئے، ذکر میں لگ جایئے، اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جایئے۔ اس لیے کہ جو دین کا داعی ہے وہ جب تک ذکر و دعا نہیں کرے گا اس کی دعوت میں اثر نہیں ہوگا۔ ہاں پہلے دعوت دے، دین کی تبلیغ کرے، اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچائے۔ اور پھر اللہ سے مانگے بھی۔ اے اللہ! میں تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے جو کہہ سکتا تھا کہہ دیا اے اللہ! اب دلوں کو بدلنا تیرا کام ہے۔ اے اللہ! ان باتوں میں اثر پیدا کرنا یہ تیرا کام ہے۔ اللہ سے مانگے بھی اور اللہ کا ذکر بھی کرے تب اس کی دعوت میں جان پیدا ہوگی۔ اللہ ہمیں ایسا ہی داعی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّة

موضوع

نوعِ انسان کی تکریم

آیاتُھا ۸ (۹۵) سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ (۲۸) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ اَلَیْسَ
اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧

ترجمہ:...... قسم ہے انجیر اور زیتون کی، (۱) اور صحرائے سینا کے پہاڑ طور کی، (۲) اور اس امن وامان والے شہر کی، (۳) کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔ (۴) پھر ہم اُسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت میں کر دیتے ہیں، (۵) سوائے اُن کے جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل کئے، تو اُن کو ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (۶) پھر (اے انسان!) وہ کیا چیز ہے جو تجھے جزا و سزا کو جھٹلانے پر آمادہ کر رہی ہے؟ (۷) کیا اللہ سارے حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟ (۸)

وجہ تسمیہ

سورۂ تین مکی سورت ہے اس میں آٹھ آیات ہیں ''تین'' کا معنی انجیر ہوتا ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں پہلا لفظ ہی یہی ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تین رکھ دیا ہے اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی تخلیق، انسان کی تکریم اور انسان کے حسن کو بیان کیا ہے۔

انجیر اور زیتون کے خواص

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① (انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم!)

وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② (اور طور سیناء کی قسم!)

وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ (اور اس امن والے شہر کی قسم)!

انجیر اور زیتون سے مراد یہاں پر کیا ہے؟ ایک قول تو یہی ہے کہ انجیر اور زیتون سے مراد وہ پھل ہیں اور ان

دونوں پھلوں کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں بڑے مفید پھل ہیں۔ انجیر بڑی لطیف غذا ہے، زود ہضم ہے اس سے بلغم ختم ہوتی ہے، بواسیر کا علاج ہے، پھر نہ گٹھلی، نہ چھلکا، پورا کا پورا کھایا جاتا ہے ایک حدیث بھی اس کے بارے میں آئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِنَّهٗ يَقْطَعُ الْبَوَاسِيْرَ یہ بواسیر کو ختم کرتی ہے اور نقرص میں نفع دیتی ہے۔ اسی طریقے سے زیتون تیل کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، یہ سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، یہ دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے بارے میں بھی بعض احادیث آئی ہیں۔ طب نبوی میں زیتون کو ستر بیماریوں کا علاج بتلایا گیا ہے ترمذی شریف میں حدیث ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

زیتون کو کھاؤ بھی اور اس کا تیل بھی استعمال کرو اس لیے کہ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم میں سورۂ نور میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ

وہ ایسے مبارک درخت سے چراغ روشن ہوتا ہے جو زیتون کا درخت ہے گویا کہ خود اللہ نے زیتون کے درخت کو مبارک درخت قرار دیا۔ تو بعض حضرات نے کہا کہ اللہ نے جو زیتون اور انجیر کی قسم کھائی ہے تو وہ ان دو پھلوں کی قسم کھائی ہے۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ انجیر اور زیتون سے مراد وہ جگہ ہے، وہ پہاڑ جہاں پر یہ دونوں پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ جگہ بیت المقدس ہے جو شام میں واقع ہے۔ یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بہت سے انبیاء کرام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

کوہِ طور اور بلد امین

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ (اور قسم ہے طور سینا کی)

طور سیناء وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ کو شرف ہمکلامی بخشا گیا۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ (اور اس امن والے شہر کی قسم!)

امن والا شہر مکہ معظمہ جہاں انبیاء کے سردار، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی گئی۔ گویا کہ ان تین قسموں میں ان تمام مقامات مقدسہ کی اللہ نے قسم کھائی جہاں خاص خاص انبیاء کرام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ خود تورات میں بھی ہے، تورات میں جو الفاظ آئے ان کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا جَآءَ اللّٰهُ مِنْ طُوْرِ سِيْنَا اللہ طور سینا سے آیا یعنی وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلام لے کر آئے وَاَشْرَقَ مِنْ سَاعِيْرَ اور ساعیر سے اللہ طلوع ہوا یعنی

حضرت عیسی علیہ السلام ساعیر سے اللہ کا کلام لے کر آئے وَ اسْتَعْلَنَ الْجِبَالَ فَارَانَ۔ اور اللہ فاران کے پہاڑوں سے پوری طرح ظاہر ہو گیا یعنی حضرت محمد ﷺ کو نبوت عطا کی گئی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے فجر طلوع ہوتی ہے اور انجیل کا آنا ایسے ہے جیسا کہ سورج طلوع ہوتا ہے اور قرآن کا آنا ایسا ہے جیسے سورج نصف النہار میں آسمان پر چمکتا ہے۔ تو تورات میں بھی اس کا ذکر آیا گویا کہ ان تین مقامات کا وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ انجیر کی قسم زیتون کی قسم جیسے میں نے عرض کیا یا تو ان دونوں پھلوں کی قسم! یا ان جگہوں کی قسم! جہاں یہ دونوں پھل پیدا ہوتے ہیں یعنی بیت المقدس اور شام اور طور سینا! وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور اس امن والے شہر کی قسم!

تکریم انسانی کی مختلف صورتیں

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے)

اصل میں یہاں نوعِ انسانی کی تکریم کا بیان ہے اللہ نے انسان کو عزت دی ہے، انسان کو عظمت عطا کی ہے، انسان کو شرف عطا کیا ہے۔ اور اللہ نے قرآن کریم میں انسان کی تکریم کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً فرمایا گیا کہ انسان کی تکریم یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ میں نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے خَلَقْتُ بِيَدَيَّ انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے کہ صورت بڑی اچھی دی ہے۔

سورۂ تغابن میں فرمایا: وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے اس کو علم دیا اور پھر وحی کا علم، قرآن کا علم اور نطق اور گویائی عطا فرمائی سورۂ رحمٰن میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اللہ بڑا مہربان ہے اے اللہ! تیرے مہربان ہونے کی دلیل کیا ہے اللہ فرماتے ہیں۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ میں نے انسان کو قرآن عطا کیا ہے، میں نے قرآن نازل کیا ہے، میں نے قرآن کا علم دیا ہے یہ میرے مہربان ہونے کی دلیل ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اس کو بولنا، مافی الضمیر کا اظہار کرنا اور بیان کرنا میں نے سکھایا ہے۔

نکتہ

یہاں بعض حضرات نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ ترتیب تو یوں ہونی چاہیے تھی کہ انسان کے پیدا ہونے کا ذکر پہلے ہوتا اور قوت گویائی کا ذکر دوسرے نمبر پر ہوتا اور قرآن کو سکھانے کا ذکر تیسرے نمبر پر ہوتا لیکن اللہ نے قرآن کے سکھانے کا ذکر پہلے کیا پیدا کرنے کا ذکر بعد میں کیا اور قوت گویائی عطا کرنے کا ذکر اس کے بعد کیا،

پہلے قرآن کی تعلیم کا ذکر کیوں کیا؟ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ نے انسان کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ قرآن سیکھے اور سکھائے اللہ نے انسان کو زبان دی ہے اس لیے کہ وہ قرآن پڑھے اور پڑھائے اور وہ زبان جو سب کچھ بولتی ہے اور قرآن نہیں بولتی، قرآن نہیں پڑھتی، قرآن کی تلاوت نہیں کرتی وہ زبان نہ ہونے کے برابر ہے۔

شرافت انسانی کے مختلف پہلو

(۱) عرض یہ کر رہا ہوں کہ انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ نے اس کو علم دیا، اللہ نے اس کو قوت گویائی عطا کی۔ انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ نے رات اور دن کو، سورج اور چاند ستاروں کو اور ساری چیزوں کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے اور انسان کے لیے مسخر کر دیا۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ

(۲) انسان کی تکریم کی ایک اور صورت یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو بہت ساری مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔ سورۂ اسراء میں ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ ہم نے انسان کو عزت عطا کی اور اس کو بر و بحر میں سواریاں عطا کر دیں سمندر میں بھی اور خشکی میں بھی سواریاں اور پاکیزہ چیزیں رزق کے طور پر دیں۔ اور اپنی مخلوق میں سے بہت ساری چیزوں پر فضیلت عطا کی۔

(۳) انسان کی تکریم میں سے ایک صورت یہ ہے کہ وہ امانت جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان نے انکار کر دیا اللہ نے اس امانت کو اٹھانے کا حوصلہ، قوت اور صلاحیت عطا کی سورۂ احزاب میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ ہم نے دین کی امانت کو، قرآن کی امانت کو، ایمان کی امانت کو، اسلام کی امانت کو آسمانوں کے سامنے بھی پیش کیا اور پہاڑوں کے سامنے بھی لیکن انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ لیکن انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ اللہ نے انسان کو اس امانت کو اٹھانے کی صلاحیت بخشی، اختیار دیا، قوت دی۔ استعداد عطا فرمائی۔

(۴) انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجے، اپنی کتاب نازل کی اور اس کے لیے اپنے کلام کو نازل کیا سورۂ نحل میں ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ہم نے ہر امت کے اندر رسول بھیجا۔

(۵) انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ نے انسانوں میں سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو

بھیجا۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ خواہ کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی اور آج کے زمانے کے ہوں یا کل کے، قریب ہوں یا بعید، میں سب کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضور ﷺ کا انسانوں میں نبی بن کر آنا یہ انسان کی فضیلت اور تکریم کے لیے ہے جیسے کسی خاندان میں کوئی بڑا آدمی پیدا ہو جائے لوگ اس پر فخر کرتے ہیں فلاں شاعر ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ فلاں ادیب، فلاں صحافی، فلاں سیاستدان، فلاں علامہ، فلاں محدث، فلاں مفسر، فلاں دین کا خادم، فلاں مجاہد وہ ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جیسے ایک خاندان والے ایک بڑی شخصیت پر فخر کر سکتے ہیں تو ساری انسانیت اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ ہم اس نوع انسانی سے تعلق رکھتے ہیں جس نوع انسانی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو یہ بھی انسان کی تکریم ہے۔

(۶) انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر یہ اپنے اندر اعلیٰ صفات پیدا کرے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے، اللہ اس کو محبوب بنا لیتا ہے یعنی خالق مخلوق کو، معبود عابد کو یعنی وہ مالک بندے کو محبوب بنا لیتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ بے شک اللہ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور پاک وصاف رہنے والوں سے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اللہ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ اللہ محبت کرتا ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں سے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ اللہ محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے تو انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اندر یہ اعلیٰ صفات پیدا کرلے تو اللہ کا محبوب اور پیارا بن جاتا ہے۔

(۷) انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کو اللہ کی معیت حاصل ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اللہ کہتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اے میرے نبی! اگر میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ میں کہاں ہوں؟ تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمہارے قریب ہوں، اللہ تمہارے قریب ہے۔

(۸) انسان کی تکریم کی ایک صورت یہ بھی ہے اللہ نے فرشتوں جیسی نورانی مخلوق کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے اور انسان کی حفاظت کے لیے مقرر کر رکھا ہے جیسے فرمایا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں جن کا نام كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ہے معزز ہیں، لکھنے والے ہیں اور سورہ طارق میں فرمایا اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ہر نفس پر، ہر جان پر، ہر انسان پر کوئی نہ کوئی محافظ مقرر ہے اور انسان کی اصل تکریم تو یہ ہے کہ جب یہ مرنے کے بعد اٹھے گا اور اس نے اللہ کی چاہت کے مطابق زندگی گزاری ہوگی تو اللہ نے ابھی سے اس کے لیے جنتوں کو سجا رکھا ہے اللہ وہاں اس کو داخلہ عطا فرمائے گا اور وہاں

اللہ اعلان کر دے گا کہ میں تم سے راضی ہوں۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضا کائنات کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ نے اس سورت میں بھی انسان کی تکریم کی ایک صورت اور انسان کی تکریم کا ایک پہلو بیان فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ہم نے انسان کو خوبصورت ساخت پر پیدا کیا ہے یہ خوبصورت ساخت کیا ہے؟ کسی نے کہا کہ اس کی خوبصورتی یہ ہے کہ یہ ہاتھوں سے کھاتا ہے، باقی مخلوق کے بارے میں یہ ہے کہ وہ منہ سے کھاتے ہیں، ہاتھوں سے لقمہ بنا بنا کر منہ میں نہیں ڈالتے، کسی نے کہا کہ بہترین ساخت اس لیے فرمایا کیونکہ انسان بول سکتا ہے اور دوسرے حیوانات اور مخلوق اپنے مَافِي الضَّمِيْرِ کا اظہار نہیں کر سکتے۔ کسی نے کہا کہ بہترین ساخت اس لیے کہ اللہ نے انسان کو عقل کا نور عطا فرمایا ہے، کسی نے کہا بہترین ساخت اس لیے ہے کہ اللہ نے اس کو بڑی پیاری صورت عطا فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ نے انسان کو بڑی پیاری صورت عطا فرمائی ہے اور یہ کائنات کی حسین ترین زندہ مخلوق ہے بعض تفسیروں میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ

عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی، ابوجعفر منصور کا وزیر تھا ایک دن اپنی بیوی سے یوں کہہ بیٹھا اِنْ لَّمْ تَكُوْنِيْ اَحْسَنَ مِنَ الْقَمَرِ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہیں تو تجھے تین طلاق، بیوی دین دار تھی وہ تو کہنے لگی کہ مجھے تو طلاق ہوگئی اس لیے کہ میں چاند سے زیادہ تو ہرگز حسین نہیں عیسیٰ بن موسیٰ پریشان، ابوجعفر منصور کے پاس گیا اس نے مختلف مفتیانِ کرام کو بلالیا ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا کہ کیا طلاق واقع ہوگئی یا واقع نہیں ہوئی سب نے کہا کہ طلاق تو ہوگئی۔ اس لیے کہ بہر حال انسان چاند سے زیادہ حسین نہیں ہوسکتا لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد بعض نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے انہوں نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی سب حیران کہ آپ کس بناء پر یہ بات کہہ رہے کہ طلاق نہیں ہوئی فرمایا کہ اللہ قرآن میں چار قسمیں اٹھا کر کہتا ہے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ اللہ کہتا ہے انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم، امن والے شہر کی قسم کہ ہم نے انسان کو سب سے زیادہ خوبصورت بنایا ہے، بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی تو سب نے اس بات کو تسلیم کرلیا۔ سب نے کہا کہ یہ جو فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے تو صورت کے اعتبار سے انسان سب مخلوق سے زیادہ حیوانوں سے زیادہ حسین ہے اگرچہ حسن کا معیار ہر ایک کا اپنا ہے، آپ یوں نہ سوچیں کہ کالے حبشی تو حسین نہیں ہوتے۔ ان کے ہاں سے حسن کا معیار معلوم کریں تو وہ کالا ہونے کو حسین کہتے ہیں، وہ لبوں کے موٹا ہونے کو حسین کہتے ہیں، کہیں لمبی ناک کو حسن کی علامت بتلایا جاتا ہے، کہیں چپٹی ناک کو حسن کی علامت بتلایا جاتا ہے، کہیں بڑی آنکھوں کو حسن کی

علامت قرار دیا جاتا ہے اور کہیں چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو حسن کی نشانی قرار دیا جاتا ہے تو حسن کا معیار ہر ایک کا الگ ہے پاکستانیوں کا الگ ہے، ایشیائیوں کا الگ ہے، عربوں کا الگ ہے، چینیوں کا الگ ہے، جاپانیوں کا الگ ہے اور بعض نے تو بڑی عجیب بات کہی ہے کہ بھائی حسن تو چہرے میں نہیں ہوتا حسن تو دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے۔ جو بچہ آپ کو بڑا بدصورت سا معلوم ہوتا ہے اس کی ماں سے پوچھیں کہ یہ کتنا حسین ہے وہ کالا ہے، وہ سادہ ہے، اس کی ناک بہہ رہی ہے، اس کی آنکھوں میں میل جمی ہوئی ہے لیکن ماں اس کو چاند سے بھی زیادہ حسین بتا رہی ہے اس کی آنکھوں میں حسین ہے ہماری آنکھوں میں اس کے لیے حسن نہیں ہے۔

حقیقی حُسن ''اچھی سیرت'' ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ بیشک انسان صورت کے اعتبار سے بھی حسین ہے لیکن یاد رکھیے کہ صرف صورت کا حسن ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر فخر کیا جا سکے یا صورت کے حسن کی بناء پر کوئی کمال حاصل ہو سکے اسی لیے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ اللہ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے، نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے، کالا ہے بدصورت ہے تمہارا دل اس کی طرف نگاہ اٹھانے کو نہیں چاہتا لیکن اس کے دل میں ایمان ہے، اس کے دل میں اللہ کی محبت ہے، اللہ کے رسول کی محبت ہے، تقویٰ ہے، خوف ہے، قیامت کا ڈر ہے اور اس کے اعمال اچھے ہیں وہ اللہ کے نزدیک تمہارے حسینوں سے زیادہ حسین ہے اور بڑا حسن ہے، بڑا جمال ہے، بڑی خوبصورت آنکھیں ہیں، قابلِ رشک رنگت ہے، چہرہ ہے کہ دیکھتے رہ جائیں لیکن دل میں ایمان نہیں، اللہ کی محبت نہیں، حضور کی محبت نہیں، اللہ کے بندوں کی محبت نہیں، اعمال میں سے کوئی عمل بھی اچھا نہیں، اللہ کے نزدیک ایسے حسین جو ساری دنیا کی نظریں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں گندگی کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بعض بڑے بڑے بڑے لوگ آئیں گے، اب بڑے بڑے لوگ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قد بڑے ہوں گے، جسم بڑے ہوں گے یہ نہیں ہے بلکہ مطلب یہ کہ جو دنیا کی نظر میں بڑے لوگ ہوں گے، دنیا کی نظر میں بڑے کھلاڑی، بڑے بڑے فنکار، بڑے بڑے اداکار، بڑے گلوکار، بڑے بڑے لیڈر، بڑے بڑے وڈیرے، بڑے بڑے حرام خور آئیں گے لیکن فرمایا کہ اللہ کی نظر میں ان کی قدر و قیمت مچھر کے برابر بھی نہیں ہوگی۔ کچھ بھی قیمت نہیں، دنیا کی نظر میں وہ بڑے قیمتی تھے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ بے شک صورت کے اعتبار سے بھی انسان بڑا حسین ہے لیکن صورت کا حسن ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ کے ہاں کوئی افضل شمار ہو سکے ورنہ حسن والا تو ابولہب تھا، حسن والا تو ابوطالب تھا، حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کو تو کچھ بھی ظاہری حسن حاصل نہیں تھا۔ لیکن کیا فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے مطابق معراج سے تشریف لائے تو پوچھا اے بلال! تم کیا عمل کرتے ہو؟ میں جنت میں گیا تو تمہارے جوتوں کے چلنے کی آواز آرہی تھی تو وہ دل کا حسن تھا، باطن کا حسن تھا، روح کا حسن تھا، آج ساری محنت جو ہو رہی ہے وہ ظاہری حسن پر، بالخصوص خواتین، ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں، ساری محنت ظاہری حسن پر کر رہی ہیں اور مرد بھی کہاں پیچھے رہ گئے۔ ساری جدوجہد ظاہر کے اعتبار سے کہ ہم حسین ہو جائیں۔ لیکن اللہ کے ہاں صورت کے حسن کو تو نہیں دیکھا جاتا اللہ کے ہاں سیرت کے حسن کو دیکھا جاتا ہے باطن کے حسن کو دیکھا جاتا ہے، دل کے حسن کو دیکھا جاتا ہے، تو کیا مقصود ہے، یہاں پر انسان سب سے زیادہ خوبصورت ہے کس اعتبار سے خوبصورت ہے، کیا صرف صورت کے اعتبار سے؟ نہیں ایک تو عقلی اعتبار سے کہ اللہ نے اس کو عقل کے نور سے نوازا ہے اور دوسرے روحانی کمالات کے اعتبار سے۔ یہ جب روحانی اعتبار سے ترقی کرتا ہے تو اتنا آگے چلا جاتا ہے کہ ایسی جگہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جہاں پر فرشتوں کا سردار بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ معراج کی رات حضرت جبرائیل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ایک مقام ایسا آیا کہ جبرائیل امین نے معذرت کر لی اے اللہ کے نبی! میں آگے نہیں جا سکتا۔ فرشتہ ایک مقام تک جا کر رک گیا اور وہ جو انسان تھا وہ انسانوں کا بھی سردار وہ فرشتوں کی حدود سے بھی آگے چلا گیا، یہ ترقی روحانی اعتبار سے کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی آگے چلا جاتا ہے اور جب یہ گرتا ہے تو کتوں اور خنزیروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، کتے اور خنزیر وہ جرائم نہیں کرتے جو انسان کرتا ہے وہ تشدد نہیں کرتے جو انسان کرتا ہے وہ بدکاری نہیں کرتے جو انسان کرتا ہے، اتنے ظالم نہیں بنتے جتنا انسان بنتا ہے، اتنے درندے نہیں بنتے جتنا انسان درندہ بن جاتا ہے، گرتا ہے تو انتہائی پستیوں میں چلا جاتا ہے۔

بدترین مخلوق

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵

(پھر ہم نے اس کو نیچوں سے بھی نیچے گرا دیا)

پھر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے جب پستی پر جاتا ہے، اللہ نے فرمایا نویں پارے میں آتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اگر ہم چاہتے یہ کوشش کرتا، محنت کرتا تو ہم اس کو بلندی عطا کرتے لیکن یہ تو پستی کی طرف مائل ہوا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اس کی مثال تو کتے جیسی ہے اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اگر اس پر کوئی بوجھ رکھو تو بھی ہانپتا ہے، نہ رکھو تو بھی ہانپتا ہے تو جب گرتا ہے تو حیوانوں سے بھی بدتر۔ پتھروں کی عبادت کر رہا ہے، شہوانی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی درندگی کو دیکھ کر حیوان تک اس پر شرمندہ ہو جائیں۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ پھر ہم نے اس کو نیچوں سے بھی نیچے گرا دیا۔ آپ پڑھ چکے سورۃ البینہ میں

فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ جو اپنے مالک کا انکار کرتے ہیں اور کفر کرتے ہیں فرمایا کہ وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں نویں پارے میں آیا اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ یہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ چوپاؤں سے بھی بدتر ہیں۔ اتنا خوبصورت انسان پیدا کیا، اتنی عزت اس کو عطا کی، فرشتوں کو اس کے سامنے جھکایا میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو بنایا ساری مخلوق کو اس کی خدمت میں لگایا، سورج، چاند، زمین وآسمان سب اس کی خدمت میں لگا دیے، پاکیزہ رزق کے خزانے اس کے لیے مہیا کر دیے، ہواؤں کو اس کی خدمت میں، پہاڑوں کو اس کی خدمت میں لگا دیا، بادلوں کو اس کی خدمت میں لگا دیا حتی کہ فرشتوں تک کو اس کی خدمت میں لگا دیا۔ لیکن جب اس نے میری خدمت کو نہ پہچانا، مجھے نہ پہچانا، اپنے مالک کو نہ پہچانا اور اس پر اس نے ایمان قبول نہ کیا تو پھر ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ پھر ہم نے اس کو پستیوں سے بھی پست مقام میں گرا دیا۔

ایمانداروں کے لئے انعامات:

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ہاں البتہ وہ لوگ پستی سے بچ گئے، وہ حیوانیت سے بچ گئے، وہ اللہ کے غضب کی جگہ پر جانے سے بچ گئے جن کے اندر دو صفتیں پائی جاتی ہیں ایک ایمان اور دوسرے عمل صالح، ایمان اللہ کی ذات پر، ایمان اللہ کی صفات پر، ایمان اللہ کی کتابوں پر، ایمان اللہ کے رسولوں پر، ویمان آخرت کے دن پر، ایمان تقدیر پر اس کے اندر دوسری صفت عمل صالح آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں اکثر ایمان اور عمل صالح اکٹھے آئے ہیں اور پہلے بھی عرض کر چکا ہوں جب واقعی دل کی گہرائی میں ایمان ہوگا تو پھر عمل صالح کی توفیق ضرور ملے گی ارے جب دل میں درد ہوگا تو چہرے پر درد کا اثر ہوگا اور ممکن ہے کہ آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ دل درد سے خالی ہے اگر دل کی گہرائی میں ایمان ہوگا تو پھر عمل صالح کی توفیق ملے گی پھر یہ پیشانی اللہ کے سامنے جھکنے کے لئے تڑپے گی، بے تاب ہوگی، پھر اگر سجدہ نہیں کرے گا تو طبیعت میں بے چینی ہوگی اگر حرام کھائے گا تو قے آجائے گی، متلی ہوگی، راتوں کو نیند نہیں آئے گی میں نے کیا کر لیا، حرام کھا لیا جب واقعی ایمان ہوگا تو پھر اعمال صالحہ کی توفیق ملے گی، پھر جھوٹ نہیں بولے گا، سچ بولے گا، پھر خیانت نہیں کرے گا، امانتداری کا لحاظ رکھے گا، پھر ظلم نہیں کرے گا، عدل کرے گا پھر دوسروں کا حق نہیں کھائے گا اپنا حق دوسروں کو کھلائے گا جب ایمان ہوگا تو عمل صالح کی توفیق ہوگی۔

فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾

(ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا)

ہاں دنیا کی ہر چیز عارضی اور فانی ہے لیکن قیامت کی اور جنت کی ہر چیز ابدی اور سرمدی ہمیشہ کے لئے وہاں کی جوانی، وہاں کی زندگی بھی ہمیشہ، وہاں کی صحت بھی ہمیشہ، وہاں کا رزق بھی ہمیشہ، وہاں کا حسن بھی ہمیشہ، وہاں کی خوشیاں بھی ہمیشہ۔

اعلیٰ ترین عدالت

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝

(اے انسان! قیامت کے دن کو، جزاء کے دن کو کون سی چیز جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟)

ارے کون سی چیز ہے جو تجھے اس بات پر آمادہ کرتی کہ تم قیامت کے دن کا اور جزاء کے دن کا انکار کردو سوچو تو سہی میں نے تمہیں عقل عطا کی ہے، میں نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اللہ ظالموں کو ظلم کی سزا نہ دے ایسے ہی چھوڑ دے اور عادلوں کو عدل کی جزاء نہ دے اور ایسے ہی چھوڑ دے، جس نے میرے دین کے لئے اپنا مال و جان قربان کردیا اس کو دنیا میں کوئی صلہ ہی نہیں ملا، کیا اس کو ایسے ہی چھوڑ دوں اور جو بندوں پر ظلم ڈھاتا رہا، کفر کرتا رہا، شرک کرتا رہا کوئی سزا نہیں ملی دنیا میں مزے اڑاتا رہا اور چلا گیا اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دوں کیا تم مجھے سمجھتے ہو کہ میں معاذ اللہ عدل کرنے والا اللہ نہیں ہوں۔ کون سی چیز ہے جو تمہیں جھٹلاتی ہے قیامت کے دن پر میں عدل کرنے والا اللہ ہوں ایسے دن کا ہونا ضروری ہے جس دن میں جزاء بھی دے سکوں اور سزا بھی دے سکوں اور جس دن پورا پورا عدل کرسکوں، یہ دنیا پورے عدل کی جگہ نہیں ہے، پورے عدل کی جگہ قیامت ہے۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

(کیا اللہ سارے حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟)

ارے دنیا کے حاکم جو صحیح حاکم ہیں وہ عدل اور انصاف کی کوشش کرتے ہیں اور عدل و انصاف کے بغیر ان کو چین نہیں آتا تو میں جو سارے حاکموں سے بڑا حاکم ہوں کیا میں عدل کے بغیر چھوڑ دوں گا جزاء اور سزا کے بغیر اپنی مخلوق کو چھوڑ دوں گا۔ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى انسان سمجھتا ہے کہ اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا بے کار، اس کو کسی مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو مقصد کو پورا کرے کیا اسے کوئی انعام نہیں ملے گا؟ اور جو مقصد سے انحراف کرے کیا اس کو سزا نہیں ملے گی؟ یہ میرے عدل کا تقاضا ہے کہ قیامت قائم ہو اور میں جزاء بھی دوں اور سزا بھی دوں۔ ترمذی میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ پڑھا کرو یا سنا کرو۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ کیا اللہ سارے حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے تو پھر کہا کرو۔ بلیٰ ہاں کیوں نہیں اللہ سارے

حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰاھِدِیْنَ اور اے اللہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، گواہی دینے والوں میں سے ہوں کہ آپ سارے حاکموں میں سے بڑے حاکم ہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوۡرَةُ الۡعَلَقِ مَكِّيَّة

موضوع

تخلیق انسان کی حکمت

آیاتُھا ۱۹ (۹۶) سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ (۱) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ
الْاَکْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ کَلَّآ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ﴿۸﴾ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ
یَنْھٰی ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ﴿۱۲﴾
اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ
لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿۱۵﴾ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿۱۶﴾ فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ
الزَّبَانِیَۃَ ﴿۱۸﴾ کَلَّا ؕ لَا تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ (سجدہ)

ترجمہ:...... پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا، (۱) اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ (۲) پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے، (۳) جس نے قلم سے تعلیم دی، (۴) انسان کو اُس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (۵) حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے (۶) کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔ (۷) سچ تو یہ ہے کہ تمہارے پروردگار ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ (۸) بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ (۹-۱۰) بھلا بتاؤ کہ اگر وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر ہو، (۱۱) یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو، (تو کیا اُسے روکنا گمراہی نہیں؟) (۱۲) بھلا بتاؤ کہ اگر وہ (روکنے والا) حق کو جھٹلاتا ہو، اور منہ موڑتا ہو، (۱۳) کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ (۱۴) خبردار! اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم (اُسے) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، (۱۵) اُس پیشانی کے بال جو جھوٹی ہے، گنہگار ہے۔ (۱۶) اب وہ بُلا لے اپنی مجلس والوں کو! (۱۷) ہم دوزخ کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔ (۱۸) ہرگز نہیں! اُس کی بات نہ مانو، اور سجدہ کرو، اور قریب آجاؤ۔ (۱۹)

یہ سورۃ العلق ہے مکی سورت ہے اور اس میں انیس آیات ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۃ العلق سے لے کر سورۃ الناس تک یہ جو آخری سورتیں ہیں ان میں سارے قرآن کریم کا خلاصہ اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے جیسے

بعض اوقات ایک خطیب دو تین گھنٹے کے مفصل خطاب کے بعد آخر میں پانچ سات منٹ میں سارے خطاب کا خلاصہ بیان کر دیا کرتا ہے یونہی رب کریم نے پورے قرآن کی تعلیمات کا خلاصہ ان آخری چھوٹی سورتوں میں بیان فرما دیا ہے۔

وحی کی ابتداء

نزول کے اعتبار سے اس سورت کی جو پہلی پانچ آیات ہیں یہ اولین آیات ہیں اور ان کے نزول کی کیفیت تفصیل کے ساتھ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بخاری شریف کی حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ فرماتی ہیں کہ نبوت کی جب ابتداء ہوئی تو سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب آنا شروع ہوئے آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے تو وہ سچ ثابت ہوتا تھا۔ آپ نے شاید یہ سنا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے خوابوں کو نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جزو قرار دیا ہے۔ تو سب سے پہلے آپ کو سچے خواب آنا شروع ہوئے، اتنی بات ضرور ہے کہ خواب کی تعبیر بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے ہر کوئی نہ خواب کی تعبیر بتلا سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے بعض اوقات خواب میں اشارات ہوتے ہیں ان اشارات کے ذریعے سے اصل مقصد تک پہنچنا یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعض اوقات جو خواب ہوتے ہیں وہ توہمات بھی ہوتے ہیں، بعض اوقات خواب وہ دن بھر سوچے جانے والے خیالات بھی ہوتے ہیں، بعض اوقات خواب کسی بیماری کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں۔ معدہ کی تکلیف کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں، مختلف غذاؤں کی وجہ سے بھی خواب آتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے تو یہ معاملہ ہوا کہ آپ کو سچے خواب دکھلائی دینے لگے اس کے بعد آپ خلوت کی طرف زیادہ مائل ہو گئے جمگھٹوں سے، مجمعوں سے، مجلسوں سے اور عام انسانوں کے ساتھ ملنے جلنے سے ایک الجھن سی اور پریشانی سی آپ کو محسوس ہوتی تھی اور دل چاہتا تھا کہ کہیں اکیلا بیٹھوں یہ خلوت کا جذبہ آپ پر اتنا غالب ہوا کہ آپ غار حراء میں تشریف لے جاتے اور جن حضرات کو اللہ پاک نے حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ غار حراء تک پہنچنا بڑا مشکل ہے بعض باہمت لوگ گرتے پڑتے تھک ہار کر پہنچ جاتے ہیں لیکن بہت سے لوگ اس کو دور ہی سے دیکھ سکتے ہیں وہاں پہنچنا بڑا مشکل ہے تو اس قدر دور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر بیٹھ جاتے۔ ستو یا کوئی خشک غذا اور پینے کے لئے کچھ پانی وہ اپنے ساتھ لے جاتے اور حدیث میں جو الفاظ آتے ہیں۔ یَتَحَنَّثُ اور اس کا معنی کیا گیا ہے یَتَعَبَّدُ عبادت کرتے تھے۔ کس طرح کرتے تھے بس فطری طور پر دل جس طرف میلان رکھتا تھا اس طریقے سے آپ وہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے اور سوچ بچار کرتے جب آپ وہاں پر خلوت گزین اور اعتکاف کی حالت میں تھے کہ ایک رات جبرائیل امین یکدم نمودار ہوئے یہ سورۃ علق کی ابتدائی آیات لے کر۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۭ﴿۵﴾

کہا کہ اِقْرَاْ آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں تو اُمّی ہوں میں پڑھ نہیں سکتا ہوں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ مکتوب صورت میں لائے، لکھا ہوا سامنے رکھا اور کہا اِقْرَاْ پڑھیے آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں کیسے پڑھوں۔ تو جبرائیل امین نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ چمٹایا، سینے سے لگایا اور خوب بھینچا۔ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں مجھے پکڑا اور خوب اپنے ساتھ ملا کر بھینچا پھر کہا اِقْرَاْ میں نے پھر یہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِئٍ، فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ ساتھ ملا کر بھینچا پھر کہا اِقْرَاْ میں نے پھر یہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِئٍ، فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ پھر مجھے پکڑا اپنے ساتھ چمٹایا پھر کہا اِقْرَاْ پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پڑھنے لگا۔ جبرائیل امین نے ایسے کیوں کیا؟ بعض حضرات نے کہا کہ آپ کو فرشتوں کے اوصاف کے قریب کرنے کے لیے جیسے بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ اللہ والے کسی پر توجہ ڈالتے ہیں، اثر ڈالتے ہیں اور دوسرا متاثر ہوتا ہے یہ توجہ اور یہ اثر کوئی بے معنی اور گھڑی ہوئی فضول چیز نہیں ہے یہ ایک حقیقت ہے بعض انسان ایسے فاسق وفاجر ہوتے ہیں لیکن ان کی توجہ اور ان کے اثر اور ان کی نظر اور ان کی فکر میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے جس پر وہ ڈالتے ہیں متاثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ تو بعض اوقات اللہ والے بھی کسی پر توجہ اور اثر ڈالتے ہیں اِن پر اثر ہوتا ہے تو گویا کہ جبرائیل امین نے بھی توجہ ڈالی اثر ڈالا آپ فرشتوں کے اوصاف کے قریب ہوئے اور پھر آپ کی زبان مبارک چل پڑی پھر آپ پڑھنے لگے۔

وحی کے اثرات

لیکن جب آپ ﷺ غار حراء سے نیچے تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے غم خوار زوجہ، وفادار زوجہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ کپکپا رہے ہیں، جسم پر ایک لرزہ سا طاری ہے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ مجھے کوئی چادر اوڑھا دو، میرے اوپر کپڑا ڈال دو مجھے عجیبا ضطراب اور بے قراری اور بے سکونی سی محسوس ہو رہی ہے۔

وحی، کوئی معمولی چیز نہیں ہے اللہ فرماتے ہیں اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل فرماتے تو وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ آپ سواری پر سوار تھے وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو وحی کے ثقل اور بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی کمر جھک گئی۔ ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی ران پر سر رکھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یوں لگا کہ آپ کے بوجھ سے میری ران کی ہڈی ٹوٹ

جائے گی۔ سخت سردی کے موسم میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کی جبین مبارک پر پسینہ بہنے لگتا تھا تو بہر حال وحی کا ایک ثقل ہے اس کی وجہ سے آپ پر ایک اضطراب کی کیفیت طاری تھی آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا قَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اے خدیجہ! مجھے تو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ اللہ اکبر۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تسلی

آپ نے یہ قول سنا ہوگا کہ ہر مرد کی کامیابی کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے بعض اوقات بیٹے کی کامیابی کے پیچھے ماں کا ہاتھ ہوتا ہے اور شوہر کی کامیابی کے پیچھے بیوی کا ہاتھ ہوتا ہے میں معاذ اللہ یوں نہیں کہتا کہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے محتاج تھے اللہ نے ظاہری سہارے کے طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا غمخوار اور ہمدرد اور تسلی دینے والا بنایا آپ نے جب فرمایا خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اے خدیجہ! مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیا فرماتی ہیں كَلَّا ہرگز نہیں۔ ابھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ تو پتہ نہیں کہ میرے سرتاج نبی بننے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہورہی ہے وہ تو ویسے ہی کہتی ہیں اپنے شوہر کے اخلاق کو، اعمال کو، سیرت کو، کردار کو جانتی تھی اس بناء پر کہتی ہیں كَلَّا ہرگز نہیں۔ ارے عورت تو! اپنی قسمت پر ناز کرو کہ وہ تمہاری ہی جنس کی سی ایک عورت تھی جس نے کائنات کے سردار کو تسلی دی اور تسلی کے بول بولے اور کتنے یقین کے ساتھ کہتی ہے كَلَّا ہرگز نہیں، آپ پریشان نہ ہوں اَبْشِرْ خوشخبری حاصل کیجیے میری طرف سے آپ کو بشارت ہے آگے جو فرمایا وہ الفاظ سننے کے قابل ہیں کہتی ہیں فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا میرے اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا آپ بڑے اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں آپ رسوا نہیں ہوسکتے۔ میں اکثر یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اخلاق اللہ پاک کے ہاں بڑا وزن رکھتے ہیں حضور کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے نامۂ اعمال میں اچھے اخلاق سب سے بھاری عمل ثابت ہوں گے۔ اندازہ کیجیے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ عبادت بہت کرتے ہیں، آپ روزے بہت رکھتے ہیں، ذکر بہت کرتے ہیں بلکہ فرماتی ہیں اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں میری زبان نے اس پندرہ سال کے سفر زوجیت میں کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا کیونکہ پچیس سال عمر تھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جب شادی ہوئی اور آج چالیس سال گزر گئے زندگی کے اکتالیسویں سال میں وحی نازل ہوئی تو گویا کہ پندرہ سال کی تقریباً رفاقت تھی تو فرماتی ہیں اے میرے سرتاج! میں نے آج تک آپ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا ہے یہ بیوی کی گواہی ہے۔

آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ

میرے بزرگو اور دوستو! ہم میں سے بہت سے انسان ایسے ہیں کہ وہ دور سے بڑے اچھے دکھائی دیتے ہیں لیکن اگر قریب جائیں تو ان کی برائیاں کھلتی ہیں اور حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ایسا وقت آئے گا لوگ تعریف کریں گے فلاں شہر، فلاں گاؤں، فلاں قبیلے، فلاں جماعت، فلاں محلے میں، ایک بہت اچھا انسان رہتا ہے لیکن جب قریب جائیں گے، معاملہ کریں گے تو پتہ چلے گا پھر کہیں گے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے جس کو ہیرو بنا رکھا تھا وہ تو زیرو ہے لیکن یہاں کون گواہی دے رہی ہے شب و روز کو دیکھنے والی زوجہ مطہرہ جس نے قریب سے دیکھا ہے اور رشتہ ہونے سے پہلے بھی دیکھا تھا اس لیے کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان لے جایا کرتے تھے ان کی طرف سے نمائندہ بن کر تجارت بھی کرتے رہے اس کے بعد رشتہ ہوا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے معاملات کو دیکھ لیا اس کے بعد خود رشتے کی پیشکش کی ہے تو فرماتی ہیں وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اللہ ہمارے اندر بھی یہ صفات پیدا فرمادے میں اس لیے سنا رہا ہوں تاکہ یہ صفات اللہ ہمارے اندر بھی پیدا فرمادے اور ہم بھی انکی اہمیت کو سمجھ لیں کہ یہ اخلاق کچھ اللہ کے ہاں وزن رکھتے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ذکر فرما رہی ہیں وَتَحْمِلُ الْكَلَّ آپ کمزوروں، عاجزوں، بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں، انکا بوجھ اپنے اوپر اٹھا لیتے ہیں وَتَقْرِي الضَّيْفَ آپ مہمان نوازی کرتے ہیں آپ کے دسترخوان سے کوئی بھوکا نہیں جاتا ہے۔ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ اور جہاں حق کا معاملہ ثابت ہوتا ہے وہاں آپ مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کی باتیں ہیں ایسا ہوتا کہ کوئی مسافر آگیا تو غنڈوں اور اوباشوں نے اس کا مال واسباب چھین لیا حضور اکرم ﷺ نے بعض حضرات سے مل کر ایک کمیٹی، ایک وفد، ایک جماعت سی بنائی ایسے لوگوں کا ساتھ دیا جائے اور غنڈوں اور بدمعاشوں کا ہاتھ روکا جائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں۔ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

باوفا نبی

حضور اکرم ﷺ کے دل میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بڑی محبت تھی۔ ہمارے آقا ﷺ باوفا آقا تھے امت کے ساتھ بھی باوفا تھے، بیویوں کے ساتھ بھی باوفا تھے، صحابہ کے ساتھ بھی باوفا تھے، یاروں کے ساتھ بھی باوفا تھے دشمنوں کے ساتھ بھی باوفا تھے جو وعدہ کرتے تھے وہ پورا کرتے تھے آپ ﷺ نے ہمیشہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کو زندہ رکھا اور آپ جانتے ہیں کہ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہی ہیں حضور اکرم ﷺ نے کسی عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا کون ہیں وہ بدبخت لوگ جو کہتے ہیں محمد ﷺ عیاش تھے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ زبانیں جل جائیں، قلم ٹوٹ جائیں ایسے بدبختوں کے اور تعصب میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے۔ آپ نے ساری جوانی تو

گزار دی ایک ایسی عورت کے ساتھ جو آپ سے تقریباً عمر میں دگنی تھیں اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور پھر نکاح کیا تو کن کے ساتھ کسی مطلقہ کے ساتھ کسی بیوہ کے ساتھ کسی کا شوہر شہید ہو گیا کسی کو طلاق ہو گئی ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری ہیں جو آپ کے نکاح میں آئی ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ اس کنواری نے بھی اپنے رشتہ نکاح کا اور اپنے انتخاب کا حق ادا کر دیا۔ اللہ نے ایسا حافظہ، ذکاوت و ذہانت عطا فرمائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو گھر کی زندگی ہے وہ اکیلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے امت کی طرف منتقل کی ہے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتقل نہیں کر سکتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل اور فتاوٰی پوچھنے کے لئے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جایا کرتے تھے وہ بھی آپ کا انتخاب تھا اور انتخاب برحق تھا اللہ کی طرف سے تھا کہ اب ایسی زوجہ کی بھی ضرورت ہے جس کا حافظہ ایسا ہو جو زبردست ذہین اور ذکی ہو جو بصارت بھی رکھتی ہو اور بصیرت بھی رکھتی ہو، بڑھاپے نے اس کی صلاحیت کو زنگ نہ لگایا ہو اور آپ کی داخلی زندگی کو محفوظ کر کے آپ کی امت تک پہنچا دے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اتنا ذکر کرتے تھے کہ میرے دل میں تو شک سا آ گیا۔

یہ بھی میں عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نقص نہیں کمال کی علامت ہے ہاں بیوی کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی زبان سے کسی دوسری عورت کی تعریف کو سننا گوارا نہ کر سکے۔ ہاں حضور نے فرمایا کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مردوں کے سامنے دوسری عورتوں کا حسن و جمال بیان نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ انکے دل میں وسوسہ اور برائی کا خیال آ جائے۔

وہ جو کہا گیا ہے کہ "شرکت غم بھی گوارا نہیں کرتی محبت میری" تو غم میں بھی شرکت کو گوارا نہیں کرتی اگر غم آئے تو کوئی دوسرا شریک نہ ہو، اچھائی تو کیا میں غم میں بھی کسی کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اتنا ذکر کرتے، صرف یہ نہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خیال رکھتے بلکہ ان کی سہیلیوں کا بھی خیال رکھتے وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے گھر تحائف بھیجتے تھے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے ہے اور آپ کی تعلیمات میں سے ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے رشتے داروں کے تعلق والوں کا بھی خیال رکھے، اپنے والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی تعلق رکھے، یہ میرے والد کا دوست تھا یہ میری والدہ کی سہیلی تھی یہ میرے والدین سے تعلق رکھنے والی تھی ان کا شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے خیال رکھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے کہہ ہی دیا، (حضور) آپ ہمیشہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہیں، آپ اس کو یاد کرتے ہیں جس کے منہ میں دانت ہی نہیں تھے اللہ نے آپ کو اس کے بدلے میں کیسی کیسی عورتیں دے دی ہیں پھر آپ اس بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اللہ اکبر، خدیجہ تو خدیجہ تھی یہ بعض اوقات جو مبہم الفاظ

ہوتے ہیں ان میں جو تفصیل آتی ہے وہ تفصیل مجھے بھی نہیں آتی اے عائشہ! تجھے کیا بتاؤں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیا تھی وہ میرا ہی دل جانتا ہے جب کوئی تسلی دینے والا نہ تھا خدیجہ تسلی دینے والی تھی ''اللہ اکبر'' حضور گالیاں سن کر آتے تھے اور حضرت خدیجہ حضور کے دل پر مرہم رکھتی تھیں پتھر کھا کر آتے تھے اور طعنے سن کر آتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تسلی کے بول بولا کرتی تھیں محبت کی باتیں کیا کرتی تھیں اس موقع پر بھی جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے نازل ہونے کی وجہ سے اور جبرائیل امین کو دیکھ لینے کی وجہ سے پریشان سے تھے تو انہیں تسلی دی اے میرے سرتاج! اللہ آپ کو رُسوا نہیں کرے گا اللہ آپ کو بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا آپ تو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں، کمزوروں کی مدد کرنے والے ہیں، یتیموں کا سہارا بننے والے ہیں، مہمان نوازی کرنے والے ہیں، آپ غنڈوں اور بدمعاشوں کا ہاتھ روکنے والے ہیں اور مسافروں کو ٹھکانہ دینے والے ہیں اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

ورقہ بن نوفل کی حق شناسی

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل پہلے مشرک تھے لیکن دل میں ایک تڑپ سی تھی اور دل کہتا تھا کہ یہ بت پرستی اور شرک حقیقت اور سچائی نہیں ہے دل یہ کہتا تھا لیکن کروں تو کیا کروں اپنی اندرونی بے چینی کی وجہ سے انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا حدیث میں الفاظ آتے ہیں قَدْ تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کے زمانے میں، شرک کے زمانے میں یہ عیسائی بن گئے تھے اور عبرانی زبان سے انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتے تھے بہت بوڑھے تھے اور وحی کو اور نبوت ورسالت کے سلسلے کو جاننے والے تھے جب حضور ان کے پاس پہنچے اور پوری صورت بتلائی کہ یوں میں کافی دنوں سے خلوت گزیں غار حراء میں تھا اور یوں ایک فرشتہ مجھ پر نمودار اور ظاہر ہوا اور یہ آیات اور یہ کلمات اس نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا تو ورقہ بن نوفل کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر آیا تھا وہی تجھ پر اترا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے نبوت ورسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے اور پھر ورقہ بن نوفل نے عجیب بات کہہ دی يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے مکہ سے نکال دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دم متعجب سے ہوئے۔ آپ نے فرمایا أَوَ مُخْرِجِيَّ کیا مجھے نکال دیں گے میں نے کیا جرم کیا مجھے مکہ سے نکال دیں گے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے پہلے بھی جب کسی انسان نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس پر وحی اتری تو اس کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے مخالفت ہوئی، دشمنی ہوئی، وطن چھوڑنا پڑا لہٰذا آپ کے ساتھ بھی یہی سلسلہ ہوگا۔

تقریباً تین سال تک یہ وحی کا سلسلہ رک گیا۔ وحی کا سلسلہ رکنے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ پریشان

ہو گئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کسی پہاڑ پر چڑھ جاتا دل چاہتا کہ میں اپنے آپ کو گرا کر ختم کرلوں لیکن جبرائیل امین ظاہر ہوتے اور کہتے یَا مُحَمَّدُ! اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا فَیَسْکُنُ بِذٰلِکَ اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں جب وہ یوں کہتے تو مجھے سکون مل جاتا تو یہ پہلی وحی نازل ہوئی۔

رب کس کو کہتے ہیں؟

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿١﴾ (پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا)۔

رب کس کو کہتے ہیں ربوبیت کیا ہے اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ الْکَمَالِ ربوبیت یہ ہے کہ کسی چیز کو قدم بقدم، لحہ بہ لحہ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ اس کو درجہ کمال تک پہنچانا۔ اللہ رب ہے اللہ یونہی تربیت کرتا ہے کہ کمال تک پہنچا دیتا ہے وہ ایک نطفہ کی تربیت کرتا ہے اور جیتا، جاگتا، ہنستا، کھیلتا، علم والا انسان بنا دیتا ہے اس طرح سے وہ ایک بیج کی پرورش کرتا ہے تو اس کو تناور درخت بنا دیتا ہے، بارآور درخت بنا دیتا ہے وہ رب ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا اس کے نام سے پڑھیے اور اس پر بھی توجہ کیجیے۔ اللہ اکبر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان تقریباً چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یوں کہیے کہ چھ سو سال کے بعد آسمان کا جو زمین سے رابطہ ہوا اگر عوامی سے الفاظ میں یوں کہیں کہ چھ سو سال کے بعد آسمان سے انسان کو جو کال آئی ہے پیغام آیا تو وہ کیا تھا اِقْرَاْ پڑھیے۔

تعلیم انسان کا زیور ہے

پہلا حکم جو آیا وہ پڑھنے کا آیا۔ میں اس پر اس لیے زور دے رہا ہوں کہ آج اسلام کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے ناخواندگی کا تناسب، جہالت کا تناسب، یہ امت مسلمہ میں اور بالخصوص ہمارے اس پاکستان میں بہت سے غیر مسلموں سے زیادہ پایا جاتا ہے مسلم نے پڑھنا چھوڑ دیا اور غیر مسلم نے اس کو لے لیا۔ تو فرمایا کہ اِقْرَاْ پڑھیے لیکن بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے، ارے سائنس پڑھیے، آپ طب اور میڈیکل پڑھیے، آپ انجینیر بن جائیے، آپ پائلٹ بن جائیے، آپ سائنسدان بن جائیے، کچھ بھی بن جائیے سب علوم پڑھیے کیونکہ سب علوم کی انسان کو ضرورت ہے وہ سب پڑھیے لیکن رب کے نام کے ساتھ پڑھیے۔ قرآن نے، حدیث نے، اسلام نے اور کسی بھی عالم نے نہ سائنسدان بننے سے، نہ ڈاکٹر بننے سے، نہ انجینیر بننے سے، نہ کوئی دوسرا فن سیکھنے سے جو جائز فن ہے اس کے سیکھنے سے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ حقیقت میں آج میرے بزرگو اور دوستو! امت کو ڈاکٹروں کی ضرورت ہے لیکن مسلمان ڈاکٹروں کی جو اسلام اور ایمان پر سب کچھ قربان کرنے والے ہوں۔ ایک طرف اگر جسم کی بیماری کی دوا دیں تو دوسری طرف روح کی بیماری کی بھی دوا دیں۔ ہاں ایسے ڈاکٹر ہوں کہ وہ دوا دینے کے ساتھ

کلمہ بھی پڑھیں وہ انجکشن لگانے کے ساتھ بسم اللہ بھی پڑھیں، اللہ کے نام کے ساتھ شفا ملے گی۔آج عیسائیت جیسا دیمک خوردہ، زنگ لگا ہوا، فرسودہ، بوسیدہ سڑا ہوا، تحریف اور تبدیلی کا شکار مذہب وہ بہت سے راہب اور راہبات پھیلاتے ہیں۔عیسائی ڈاکٹر اور عیسائی نرسیں وہ مسلمانوں کا علاج کرتے ہیں اور دوا دیتے اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے شفا ملے گی۔یسوع مسیح کے نام سے دوا پیجئے تو شفا ملے گی تو مریض کا عقیدہ ڈگمگانے لگتا ہے یسوع مسیح کے نام سے مجھے شفا ملی ہے خوب شکار کرتے ہیں کاش! مسلمان ڈاکٹر کی سوچ صرف پیسہ کمانے تک محدود نہ رہے وہ پیسہ کمائے جائز حد تک لیکن ساتھ دلوں کو متاثر کریں، ان میں ایمان کو اتارنے کی کوشش کریں، مریض کا خاتمہ ہو رہا ہے ارے تم اس کے پاس کلمہ پڑھنا شروع کر دو، ارے ڈاکٹر ہو تمہاری وجہ سے، تمہارے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ایک شخص کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے گا تمہیں نجات مل جائے گی کہ ایک مسلمان کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا مسلمان ڈاکٹروں کی، مسلمان سائنسدانوں کی ضرورت ہے۔ڈاکٹر اور سائنسدان مسلمانوں میں بھی ہیں لیکن مسلمان بعد میں ہیں فن والے پہلے ہیں، ڈاکٹر پہلے ہیں، سائنسدان پہلے ہیں ان چیزوں کو مقدم کر دیا اسلام اور ایمان کو موخر کر دیا ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہاں مسلمان تاجروں کی ضرورت ہے، مسلمان دکان داروں کی ضرورت ہے، مسلمان مالکان کی ضرورت ہے، مسلمان فیکٹریوں والوں کی ضرورت ہے، اسلام کو ضرورت ہے آج تو اسلام بے چارگی کے دور میں ہے۔ہاں وہ دین جو عرب سے بڑی عزت سے نکلا تھا آج وہ دین کسمپرسی کا شکار ہے۔ہماری زبانوں پر ہے لیکن دلوں میں نہیں ہے ہاں وہ ایسا ہی دین ہے رسمی طور پر، خانہ پری کے لیے، شناختی کارڈ بنوانے کے لیے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان لکھ سکیں۔لیکن ہمارے دلوں میں اترا ہوا ہو، ایسا نہیں ہے۔پہلی وحی میں کہا گیا۔اِقْرَاْ پڑھیے بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، ذرا غور فرمائیے پہلے مطلقاً فرمایا وہ رب جس نے پیدا کیا، کیا پیدا کیا؟ اب ظاہر ہے کہ اس میں ساری چیزیں آ گئیں آسمان کو پیدا کیا، زمین کو پیدا کیا، ندی نالوں کو پیدا کیا، جنوں کو پیدا کیا، انسانوں کو پیدا کیا، حیوانوں کو پیدا کیا، پرندوں کو پیدا کیا یہ ساری چیزیں آ گئیں انسان کی عظمت کو بتلانے کے لیے انسان کا خاص طور پر ذکر فرمایا:

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ (انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا)

پہلے مطلقاً ذکر کیا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اس میں انسان آ گیا لیکن انسان کی عظمت کو ذکر کرنے کے لیے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ دوبارہ خاص طور پر انسان کا تذکرہ کیا، آپ کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں آپ کہیں میں شکریہ ادا کرتا ہوں آپ تمام حضرات کا، آپ سب تشریف لائے اور خاص طور پر ان صاحب کا بھی، یہ عزت افزائی کے لیے

ہے۔اللہ نے انسان کی عزت افزائی کی ہے میں نے پیدا کیا اور خاص طور پر انسان کو پیدا کیا مِنْ عَلَقٍ خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، مختلف مراحل سے گزرا۔ اللہ نے ان مراحل کو بھی قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر کیا ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا

ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا، خون کے لوتھڑے کو گوشت بنایا، گوشت کے اندر ہڈی ہم نے ڈالی، ہڈی پر چمڑا چڑھا دیا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر تو ہم نے ایک عجیب ہی چیز پیدا کر دی۔ اللہ اکبر کس سے؟ پانی کے ایک گندے قطرے سے۔ تو اس لیے اللہ کہتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ارے اللہ کیا ہی برکت والا ہے، ایسا پیدا کرنے والا جو حقیر سی چیز سے اتنی خوبصورت اور اعلیٰ چیز پیدا کر دے۔ آپ دیکھتے ہیں آج کل رواج ہے کہ بعض لوگ کچرے سے چیزیں بناتے ہیں اگر کوئی کچرے سے چیز بنائے اور بڑی اعلیٰ چیز بنائے تو آپ پکار اٹھیں گے سبحان اللہ اس نے کیا کمال کر دیا مواد اور میٹریل اگر اعلیٰ ہو اس سے کوئی اعلیٰ چیز بنا دے تو اتنا بڑا کمال نہیں لیکن اگر میٹریل گھٹیا ہو اور اس سے چیز ایسی بنا دے کہ جس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے دے تو اس سے اعلیٰ خالق کوئی نہیں ہو سکتا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اللہ نے سارے مراحل بیان فرمائے اور قرآن میں بیان فرمائے۔ اور یاد رکھیے قرآن جدید کتاب ہے ہاں قرآن پرانی کتاب نہیں ہے قرآن جدید کتاب ہے یعنی نئی کتاب۔ کیا مطلب جدید کتاب کا؟ آج جدید تحقیقات کو لے آیئے اور قرآن کو پڑھیے اس کا کوئی بیان غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔ ایک اُمّی کی زبان سے بچے کی پیدائش کے مراحل بیان کیے جا رہے ہیں کن مراحل سے گزرتا ہے بچہ نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ اور مضغہ میں پھر ہڈی، پھر چمڑا، نہ ڈاکٹر، نہ ڈاکٹروں کی تحقیقات، نہ الٹرا ساؤنڈ، نہ مشینیں، نہ کوئی دوسری چیزیں بیان کر سکتی ہیں مگر ایک اُمّی کی زبان سے یہ مراحل بیان کیے جا رہے ہیں۔

اور آج چودہ سو سال کے بعد انسان ترقی کرنے کے بعد گواہی دے رہا ہے آمنہ کے لال کی زبان سے جو بات نکلی تھی وہ مبنی برحق ہے ہماری تحقیق بھی یہی کہتی ہے، ہمارا تجربہ بھی یہی کہتا ہے، ہمارا مشاہدہ یہ کہتا ہے جو انہوں نے تجربہ کے بعد قبول کیا، تسلیم کیا وہ میرے آقا ﷺ کی زبان سے میرے اللہ نے بغیر تجربوں کے بیان کروا دیا تھا، بغیر تجربوں کے جاری کروا دیا۔ تو فرمایا کہ انسان ان مراحل سے گزرا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اس کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا اور کیا چیز بنا دی کیا انسان بنا دیا جس کے حسن کو بیان کرنے کے لیے اللہ نے قسمیں اٹھائیں سورۃ التین میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ میں اللہ قسمیں کھا کر کہتا ہوں میں نے انسان کو بڑا خوبصورت بنایا ہے یہ تو اپنے اعمال کی وجہ سے بدصورت ہو جاتا ہے ورنہ میں نے اس کو بڑا خوبصورت بنایا ہے، تو مختلف مراحل بیان فرمائے۔

کریم کسے کہتے ہیں؟

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳

دوبارہ حکم دیا اِقْرَاْ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے۔ پہلے بھی کہا اِقْرَاْ پھر کہا اِقْرَاْ پڑھیے یہ تاکید ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ علم بغیر بار بار پڑھنے کے حاصل ہوتا ہی نہیں۔ ضرورت ہے بار بار پڑھنے کی اس لیے فرمایا اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ پڑھئے کہ تیرا رب بڑا کرم والا ہے تمام کریموں سے بھی بڑا کریم ہے۔

کریم کسے کہتے ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِلَا غَرْضٍ جو بغیر کسی غرض کے اور لالچ کے دیتا ہو۔ ارے کوئی شخص بھی لالچ کے بغیر نہیں دیتا ہے ایک باپ اپنی اولاد کو بغیر لالچ کے نہیں دیتا۔ بچے بڑے ہوں گے تو میرے کام آئیں گے اور کچھ نہیں تو ثواب کی لالچ تو ہوتی ہے جنت کی لالچ تو ہوتی ہے لیکن وہ اللہ دیتا ہے اور دوست کو بھی دیتا ہے اور دشمن کو بھی دیتا ہے اور غرض کوئی بھی نہیں ہے اور بغیر غرض کے دیتا ہے اور سب کو دیتا ہے تو کہا کہ تیرا رب بڑا کرم والا ہے۔ اکرم ہے۔

قلم کی فضیلت

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ (وہ اللہ جس نے قلم کے ذریعے سے سکھایا)

اللہ اکبر! تعلیم کی ابتدا بذریعہ قلم ہوتی ہے قلم اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ نے قلم کی قسم اٹھائی ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ قلم کی قسم! اور جو کچھ لکھتے ہیں اس کی قسم! اور صحیح حدیث ہے رسول اقدس ﷺ نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ اللہ نے سب سے پہلی چیز جو کائنات میں پیدا کی وہ قلم پیدا کیا ہے پھر قلم سے کہا اُکْتُبْ لکھو فَکَتَبَ مَا یَکُوْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ پھر قلم نے لکھا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ قلم اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

مشائخ نے کہا ہے لَوْ لَا الْقَلَمُ لَمَا قَامَ الدِّیْنُ وَلَا صَلُحَ الْعَیْشُ اگر قلم نہ ہوتا نہ دین کی درستگی ہوسکتی تھی نہ زندگی کی درستگی ہوسکتی تھی کہا گیا لَوْ لَا الْقَلَمُ لَضَلَّتِ الْعُلُوْمُ اگر قلم نہ ہوتا تو بہت سے علوم ضائع ہوجاتے، ختم ہوجاتے، قلم سے قرآن کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ یاد رکھیے بے شک قرآن کے حافظ تھے، محبت سے حفظ کرنے والے بے شمار حافظ تھے لیکن صرف حفظ پر اعتماد نہیں کیا گیا بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا لکھو۔ قلم سے قرآن کو لکھا گیا، قلم سے احادیث کو لکھا گیا، قلم سے مشائخ کے علوم کو لکھا گیا، قلم سے حضور ﷺ کی سیرت کو لکھا گیا، قلم سے حضور ﷺ کی سنت کو محفوظ کیا گیا قلم کے ذریعے سے احادیث کو جمع کیا گیا، قلم سے فقہ کو لکھا گیا اگر قلم نہ ہوتا تو یہ بہت سارے علوم ضائع ہوجاتے اللہ نے فرمایا کہ قلم کے ذریعے سے سکھایا۔

توجہ کیجئے گا حیرت کی بات یہ ہے کہ جس نبی پر وحی نازل ہورہی ہے وہ اُمّی ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ اور جس امت پر وحی نازل ہورہی ہے جو اس کے اولین مخاطب ہیں عرب وہ بھی اُمّی ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ اللہ نے اِن پڑھوں کے اندر رسول بھیجا۔ نبی بھی اُمّی اور امت بھی اُمّی، اولین مخاطب بھی اُمّی لیکن پہلا حکم پڑھنے کا اور پہلی وحی میں ذکر قلم کا ہے۔ ہائے اللہ! میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن تازہ کلام ہے یہ پرانا کلام نہیں ہے، انجیل پرانی ہے تورات پرانی ہے زبور پرانی ہوچکی ہے قرآن تو آج نازل ہوا ہے آج کے دور کا کلام ہے۔ اس لیے کہ قرآن کو نازل کرنے والا اللہ جانتا تھا کہ آگے قلم کا دور شروع ہونے والا ہے، علم کا دور شروع ہونے والا ہے، سائنس کا دور شروع ہونے والا ہے، پرنٹنگ پریس کا دور شروع ہونے والا ہے، کمپیوٹر کا دور شروع ہونے والا ہے، انٹرنیٹ کا دور آنے والا ہے۔ آپ سوچئے تو یہ ساری کی ساری قلم کی نئی صورتیں ہیں، قلم ہی کی صورتیں ہیں اللہ نے قلم ہی سے پھیلایا ہے یہ اخبارات کیا ہیں؟ یہ قلم ہیں، یہ پریس کیا ہے؟ یہ قلم ہے، یہ کمپیوٹر کیا ہے؟ یہ قلم ہے، یہ انٹرنیٹ کیا ہے؟ یہ قلم ہے، اور آج ہم نے قلم دین کے دشمنوں کو دے دیا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے قلم نکل گیا مسلمان نے قلم چھوڑ دیا غیر مسلموں نے قلم کو پکڑ لیا ان کا قبضہ ہوگیا۔ قلم کے ذریعے سے وہ بے حیائی سکھلا رہے ہیں وہ جدید علوم پر بھی محنت کررہے ہیں مسلمان تو نقال بن کے رہ گیا۔

قرآن سائنس کی نفی نہیں کرتا

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)

اگر آپ پہلے انسان کو لیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو تو اللہ کی بات سچی ہے انہیں وہ سکھایا جو کچھ وہ نہیں جانتے تھے، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ کہ آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سکھلا دیے بعض مستند اور بڑی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اسماء سے مراد ہے چیزوں کی صفات و خصوصیات، پانی کی خصوصیات کیا ہیں آگ کی خصوصیت کیا ہے، ہوا کی خصوصیت کیا ہے، ان کی خصوصیات اور تاثیرات اللہ نے سکھلا دیں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض حضرات نے یہ ثابت کیا ہے کہ گویا کہ سائنس کی جو بنیادی چیزیں ہیں اللہ نے وہ پہلے نبی اور پہلے انسان کو سکھا دی ہیں۔ سائنس قرآن کے مخالف نہیں ہے اور قرآن سائنس کی نفی نہیں کرتا ہے سائنس کیا ہے؟ سائنس میں چیزوں کی خصوصیات ہی سے تو بحث ہوتی ہے۔ پانی کی خصوصیت، آگ کی اور دوسرے جو عناصر ہیں پہاڑوں کی، زمین کی، فضاؤں کی خصوصیات سے بحث ہوتی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ یہ میں نے پہلے انسان کو سکھا دیا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ تو اگر آپ پہلے انسان کو لیں تو پھر بھی بات صحیح۔ اور اگر آپ اپنے آپ کو لیں تو بھی صحیح۔ ہم پیدا ہوئے تو کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ آج قرآن پڑھنے سے معلوم ہورہا ہے کہ اللہ کہہ رہا ہے آپ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو

گا اللہ کہہ رہے ہیں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ انسان کو سکھایا جو کچھ نہیں جانتا تھا۔ ارے تو کیا جانتا تھا جس وقت پیدا ہوا تھا سوائے ماں کا دودھ پینے کے تجھے کیا پتہ تھا اور آج میں نے تمہیں کتنا علم عطا کر دیا۔ اور اگر پوری کائنات کے اعتبار سے لیں، پوری دنیا کے اعتبار سے لیں تو پھر تو بات بڑی عجیب بن جاتی ہے۔ اللہ انسان کو لحہ بہ لحہ وہ کچھ سکھا رہا ہے جو کچھ نہیں جانتا تھا دنیا میں کیا کیا ترقیات ہو رہی ہیں، کیا کیا ایجادات ہو رہی ہیں اللہ کیا سکھا رہا ہے جو کل کا انسان نہیں جانتا تھا ایک ہزار سال پہلے کا انسان نہیں جانتا تھا، پانچ سو سال پہلے کا انسان، سو سال پہلے کا انسان نہیں جانتا تھا اور کیا پتہ کہ ہمارے دنیا سے جانے کے بعد اور کیا ہونے والا ہے جو ہم نہیں جانتے ہیں جو وہ سکھائے گا عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ ارے تجھے علم تو دیا تھا تا کہ تو علم کے ذریعے اللہ کو پہچانتا اور پھر اللہ کے سامنے جھک جاتا۔ لیکن ہوا کیا؟ تو نے اپنی تخلیق کی حکمت کے خلاف کیا تیرے پیدا کرنے کی حکمت تو یہ تھی کہ تو اللہ کے سامنے جھک جاتا، علم سے اللہ کو پہچان لیتا۔

سرکش انسان

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ (انسان سرکشی پر اتر آتا ہے)

یہ سرکش بن جاتا ہے کیوں؟ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اس لیے کہ اپنے آپ کو غنی اور بے نیاز سمجھنے لگ جاتا ہے، سمجھتا ہے کہ کسی چیز کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ سمجھے کہ مجھے ضرورت نہیں ہے میں محتاج نہیں تو اس کے اندر تکبر اور سرکشی آجاتی ہے کیسا بیوقوف ہے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے ایک قدم اٹھانے کے لئے، یہ سانس لینے کے لئے، یہ دیکھنے کے لئے، یہ سننے کے لئے، یہ لقمہ کھانے کے لئے، یہ لقمے کو غذا بنانے کے لئے، یہ لقمے کو ہضم کرنے کے لئے، یہ سننے کے لئے، یہ خون بنانے، ارے اس لقمے کو گندگی کی شکل میں باہر نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اسی لیے تو کہا گیا کہ جب بیت الخلاء سے نکلو تو اللہ کا شکر ادا کرو۔ غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دے دی۔ اللہ اکبر! میں نے ایک جگہ پڑھا ایک آدمی کا پیشاب بند ہو گیا، پیشاب نہیں نکل رہا تھا۔ پیشاب کے چند قطرے نکالنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کرنا پڑا۔ یہ کتنا اللہ کا کرم ہے جب چاہتا ہے جب پیشاب ستاتا ہے اور اٹھ کر جا کر پیشاب کر لیتا ہے اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ میں بے نیاز ہوں مجھے ضرورت نہیں ہے اللہ کہتا ہے کہ تم محتاج ہو، غنی صرف میں ہوں۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ اے لوگو! چاہے بادشاہ ہو، چاہے وزیر ہو، چاہے پیسے والے ہو، چاہے ذہانت والے ہو، چاہے علم والے ہو، تم سارے کے سارے محتاج ہو، غنی صرف میں ہوں۔ ہاں میں کسی کا محتاج نہیں ہوں تم میں سے ہر ایک محتاج ہے، کیا صدر محتاج نہیں؟ کیا وزیر اعظم محتاج نہیں ہے؟ کیا کارخانے والا

سینکڑوں مزدوروں کا محتاج نہیں ہے؟ افسر ماتحتوں کا محتاج نہیں ہے؟ کیا بیوی شوہر کی اور شوہر بیوی کا محتاج نہیں ہے؟ اللہ نے دنیا ہی ایسی بنائی ہے کہ ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾ (تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے)

سوال ہوگا کیسی زندگی گزاری تھی؟ کہاں زندگی گزاری تھی؟ کہاں سے کمایا تھا، کہاں خرچ کیا؟۔

نماز سے روکنے والا کون؟

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾

(کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھنے لگا)

انتہاء یہ ہے اس کی کہ اللہ کو خود بھی بھول گیا کہ خود بھی دین پر نہیں چلتا دوسروں کو بھی دین سے روکتا ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ﴿۱۱﴾ (تم بتلاؤ اگر وہ ہدایت پر ہے۔)

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ (یا تقویٰ کا حکم دیتا ہے پھر بھی تم اس کو روکتے ہو؟)

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ ۔ (کیا تم بتلاؤ اگر یہ جھٹلانے والا ہے اور اعراض کرنے والا ہے)

تو کیا اس کو حق ہے کہ ایسا کام کرے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ (کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے)

كَلَّا ۔ ہرگز نہیں بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ یہ آیتیں ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔ حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾

(اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی کے بل پکڑ کر گھسیٹیں گے)۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ (وہ پیشانی جو جھوٹی ہے، جو گنہگار پیشانی ہے)

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ (اب وہ بلا لے اپنی مجلس والوں کو)

اس کو اپنی جماعت پر بڑا ناز ہے میری جماعت بڑی ہے، میرا قبیلہ بڑا ہے، بلاؤ اپنے قبیلے کو، جماعت کو بلاؤ، اپنے باڈی گارڈ کو بلاؤ، بلاؤ اپنی فوج کو کیا کرسکتی ہے؟

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ (اللہ کہتا ہے میں زبانیہ کو بلالوں گا) بعض حضرات نے کہا ہے کہ دنیا میں زبانیہ کا ثبوت

دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں، تیروں کی بارش میں اپنے جسم کو آگے کردیا آقا ﷺ کو بچالیا اور آخرت میں زبانیہ ہوں گے فرشتے، کھینچیں گے ایسے منکروں کو اٹھا اٹھا کے پھینکیں گے اور دنیا میں بھی فرشتوں نے مدد کی۔ ویسے بعض حضرات نے زبانیہ کا معنی لکھا ہے ''پکڑنے والے''

سجدہ کمال تواضع کی نشانی ہے

كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿١٩﴾ (ہرگز نہیں ایسے سرکش کی اطاعت نہ کرو، اور سجدہ کرو اور قریب آجاؤ)

بعض حضرات نے کہا ہے کہ سجدہ کرو مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھو کیونکہ سجدہ نماز کا اہم جزو ہے سجدہ کرو اور وَاقْتَرِبْ رب کے قریب ہوجاؤ۔ سجدہ کرو گے تو اللہ کا قرب مل جائے گا۔ حدیث میں آیا کہ انسان سب سے زیادہ اللہ کے قریب اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ سجدے میں ہوتا ہے اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب سجدے میں ہو تو اللہ سے زیادہ مانگا کرو۔ آج ہم سجدے میں مانگتے ہی نہیں ہیں، سجدے میں کوئی دعا ہی نہیں کرتا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ کتنی دعائیں ہیں حضور ﷺ رکوع میں کرتے تھے سجدے میں کرتے تھے، ہم نے ان دعاؤں کو بھلا دیا۔ تو کہا سجدہ کرو جب سجدہ کرو گے اللہ کا قرب حاصل ہوگا اس لیے کہ سجدہ عبودیت اور بندگی کی انتہاء ہے، تواضع کی انتہاء ہے، سجدے سے بڑھ کر تواضع کا اور کوئی انداز نہیں ہے اور اللہ کو تواضع پسند ہے، اس کو اپنے سامنے بندگی پسند ہے، اس کو عبودیت پسند ہے اللہ تعالی مجھے اور سب کو اپنا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّة

موضوع

نزولِ قرآن کی رات

آیَاتُهَا ۵ (۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) رُكُوْعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ
مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴
سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

ترجمہ:...... بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔(۱) اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟ (۲) شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔(۳) اُس میں فرشتے اور رُوح اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام کے لئے اُترتے ہیں، (۴) وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔ (۵)

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

سورۂ قدر مکی سورت ہے اس میں پانچ آیات ہیں۔ قدر کے دو معنیٰ آتے ہیں قدر کے معنی تقدیر کے بھی ہیں اور قدر کے معنیٰ عظمت و شرافت بھی ہے۔ اس رات کو جو لیلۃ القدر کہا گیا یا تو اس لیے کہ اس رات میں سال بھر کے لیے معاملات طے کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیے جاتے ہیں کون پیدا ہوگا، کون مرے گا، کس کو عزت ملے گی، کون ذلیل ہوگا، کس کو صحت عطا کی جائے گی، کون بیمار ہوگا، کیا کیا حوادث اور کیا کیا مسائل دنیا میں پیدا ہوں گے، پورے سال کے معاملات طے کرنے کے بعد فرشتوں کے حوالے کر دیے جاتے ہیں اس لیے اس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں تقدیر کی رات وہ رات جس میں سارے معاملات طے کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ سورۂ دخان میں بھی فرمایا گیا حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ کتاب مبین کی قسم! واضح کتاب کی قسم! کہ ہم نے اس کتاب کو مبارک رات میں نازل کیا ہے اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں، سمجھانے والے ہیں فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اس رات میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں انسانوں کے اور کائنات کے بعض معاملات طے کیے جاتے ہیں۔

دنیا وآخرت میں عزت وعظمت عطا کرنے والا کلام

قَدْر کا معنی

قدر کا معنی عظمت وشرافت ہے یہ عظمت والی رات ہے جس رات میں قرآن نازل ہوا۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن خود عظمت والا کلام ہے اور جس کا قرآن کے ساتھ تعلق قائم ہوجائے اس کو بھی عظمت وشرافت حاصل ہوجاتی ہے، جس مہینے میں قرآن نازل ہوا وہ مہینہ بھی عظمت والا، جس رات میں قرآن نازل ہوا وہ رات بھی عظمت والی، جو فرشتہ لے کر آیا یعنی جبرائیل امین وہ بھی عظمت والا، جس رسول پر یعنی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوا وہ رسول بھی عظمت والا، جس امت کی طرف قرآن نازل کیا گیا وہ امت بھی عظمت والی، جن مقامات پر قرآن نازل ہوا وہ سارے مقامات عظمت والے، جن سینوں میں قرآن محفوظ ہے وہ سینے بھی عظمت والے، جو لب قرآن کو بوسہ دیتے ہیں وہ لب بھی عظمت والے، جو دماغ قرآن کریم کے معانی میں غور وتدبر کرتے ہیں وہ دماغ بھی عظمت والے، وہ قلم جو قرآن کے لیے چلتے ہیں وہ قلم بھی عظمت والے، وہ مال جو قرآن کی خدمت، اشاعت اور حفاظت کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ مال بھی عظمت والا، وہ جگہیں جہاں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ عظمت والی ہیں، قرآن کے ساتھ جس کا بھی تعلق ہوجائے اس کو بھی عظمت مل جاتی ہے اگرچہ وہ بے جان کاغذ ہی کیوں نہ ہو، بے جان سا کاغذ ہے اس سے کہیں قیمتی اور اعلیٰ چمکدار بہترین کاغذ وہ ہے جس پر سیاسی احوال، بین الاقوامی مسائل، اسٹوریاں، فلمی اشتہارات، گندی تصویریں، فحش اور عریاں افسانے شائع ہوتے ہیں لیکن وہ ورق قرآن کے ورق کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا وہ غلاف جس میں قرآن کو بند کیا جاتا ہے اس غلاف کا کپڑا بہت سستا بہت سادہ لیکن قرآن سے تعلق ہوجانے کی وجہ سے اسے بھی عظمت مل گئی، ایسی لکڑی جس پر قرآن رکھا ہوا ہے اس لکڑی کو بھی عظمت مل گئی اب اس لکڑی کی تپائی پر بیٹھنا کوئی مسلمان گوارہ نہیں کرتا اس لیے کہ یہ عظمت والی تپائی ہے اس پر قرآن رکھ دیا گیا تو قرآن عظمت دینے والی کتاب ہے افراد کو بھی اس کے ذریعے سے عظمت ملتی ہے اور اقوام کو بھی اس کے ذریعے سے عظمت ملتی ہے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ اللہ بہت سی قوموں کو اس کتاب کے ذریعے سے عزت وعظمت عطا کرتا ہے اور بہت سی قوموں کو اس کی وجہ سے ذلیل اور پست کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں، اس سے سچا تعلق قائم کرتے ہیں، اس کے لیے اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، اسے پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں، سمجھتے ہیں سمجھاتے ہیں، عمل کرتے ہیں انہیں اللہ پاک اس کے ذریعے سے عظمت وبلندی اور رفعت عطا فرماتا ہے اور جو اس سے منہ موڑتے ہیں اس کے احکام سے روگردانی اختیار کرتے ہیں اس سے اعراض کرتے ہیں، اس سے غفلت برتتے ہیں اس کے احکام کو پیٹھ پیچھے ڈالتے

ہیں۔تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذلیل وخوار کرتے ہیں،صحابہ کرام کو اسی قرآن کی وجہ سے عظمت ملی،وہ عرب کے بدو، وہ اونٹوں کے چرواہے،وہ بھیڑ بکریوں کے غلہ بان،وہ جنہیں دنیا میں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا،جاہل اور وحشی سمجھا جاتا تھا،جب ان کا قرآن سے تعلق قائم ہوا تو وہ اونٹوں کے چرواہے زمانے کے پیشوا،امام،مقتداء اور رہنما بن گئے۔قرآن کو انہوں نے سینے سے لگایا،اُنہیں اللہ نے عزت عطا فرمادی۔

الحمدللہ آج بھی قرآن کی وجہ سے عزت ملتی ہے،دنیا میں بھی عزت ملتی ہے،آخرت میں بھی ان شاءاللہ عزت ملے گی اگرچہ اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ ایک قرآن کا قاری،قرآن کا حافظ،قرآن کا عالم،قرآن کا مبلّغ،قرآن کا مفسر،وہ دنیا کی عزت کو اپنا مطمعِ نظر اور اپنا مقصود نہ بنائے اگر دنیا کی عزت کو اپنا مقصود بنالیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ نہیں ملے گا اللہ کے سامنے خالی ہاتھ آئے گا،لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ جب دنیا کو مقصود نہیں بنائے گا اللہ کی رضا کو مقصود بنائے گا،آخرت کی کامیابی کو مقصود بنائے گا تو ان شاءاللہ اللہ پاک دنیا میں بھی عزت عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی عزت عطا فرمائے گا۔

لیلۃ القدر میں اُتارنے کا مطلب

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (ہم نے اس کو قدر والی رات میں اتارا)

عظمت والی رات میں اتارا،اور وہ اس قرآن سے تعلق کی وجہ سے عظمت والی رات بن گئی کہ اس رات میں قرآن نازل ہوا تو اس رات کو بھی عظمت مل گئی یہ جو فرمایا کہ ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا تو اس کا مطلب علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا،رمضان کا مہینہ تھا اور قدر کی رات تھی وہ انسانیت کا سچا غمخوار،وہ ہمارے آقا ﷺ کائنات کے آقا غارِ حرا میں معتکف تھے دل کڑھتا تھا غم سے پھٹتا تھا مکہ والوں کے حالات دیکھ دیکھ کر وہیں پر آپ ایک قسم کا اعتکاف کیے ہوئے تھے تو قرآن کے نزول کا آغاز ہو گیا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔یہ جو فرمایا کہ ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا تو مطلب یہ ہوا کہ لیلۃ القدر میں اس کے نزول کا آغاز ہوا قرآن نے اپنا تعارف بھی خود ہی کروایا نزول کا آغاز کب ہوا فرمایا کہ قدر کی رات میں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مہینہ کون سا تھا؟شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔کہاں نازل ہوا؟فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ہمارے آقا کے دل پر قرآن نازل ہوا کون قرآن لے کر آیا؟قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ جبرائیل امین روح القدس قرآن کو لے کر آئے،جبرائیل امین کون ہیں؟ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ جو قوت والا،عرش والے کے ہاں ان کی عزت ہے وہاں ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہیں۔کس کی طرف سے نازل ہوا؟تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل ہوا،کس زبان میں نازل

ہوا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ واضح عربی زبان میں نازل ہوا۔قرآن کے نزول کا مقصد؟ هُدًى لِّلنَّاسِ. الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ ہدایت کے لئے نازل ہوا، یہ کتاب ہدایت ہے، یہ دلوں کی بیماریوں کی شفا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ تو قرآن اپنا تعارف خود کرواتا ہے قرآن کہتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے اس قرآن کو اتارا لیلۃ القدر میں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ (ارے تمہیں کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟)

بعض اوقات متوجہ کرنے کے لئے اور اہمیت اور عظمت کو بیان کرنے کے لئے اللہ پاک سوال کرتے ہیں اور سوال کے بعد خود ہی جواب بھی دے دیتے ہیں۔وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ تمہیں کیا پتہ کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟

لیلۃ القدر کی فضیلت

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ (لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)

ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر، عمل تھوڑا اجر بہت زیادہ۔اللہ پاک نے بعض ایسے بھی اعمال رکھے ہیں جن میں محنت تھوڑی ہوتی ہے، مشقت تھوڑی ہوتی ہے لیکن اجر وثواب بہت زیادہ ہوتا ہے لیلۃ القدر کا بھی یہی حال ہے اللہ نے بعض انسانوں کو بعض انسانوں پر ترجیح دی ہے۔بعض فرشتوں کو بعض فرشتوں پر فضیلت دی ہے بعض آسمانوں کو بعض آسمانوں پر فضیلت دی ہے، بعض مکانوں کو بعض مکانوں پر فضیلت دی ہے، بعض مہینوں کو بعض مہینوں پر فضیلت دی ہے، بعض دنوں کو بعض دنوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں کو اس نے بعض راتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے تو لیلۃ القدر بھی ان راتوں میں سے ہے کہ جس رات کو اللہ پاک نے ساری راتوں سے زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینے سے بہتر۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے۔فرمایا کہ جب رمضان آ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔فرمایا اے لوگو! رمضان کا مہینہ آ گیا ہے شَهْرٌ مُبَارَكٌ یہ مبارک مہینہ ہے۔اِفْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کئے ہیں۔تُفَتَّحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو آنا چاہے آ جائیں۔وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ اور اس مہینے میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔وَتُغَلُّ فِيْهَا الشَّيَاطِيْنُ اور اس میں شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔فِيْهِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ جو لیلۃ القدر کی خیر و برکت سے محروم ہو گیا وہ تو بالکل ہی محروم ہو گیا بڑا ہی بدنصیب ہے جو اس

رات کی خیر اور برکت سے محروم ہو گیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، اللہ کی رضا کے جذبے کے ساتھ تو اس کی گذشتہ زندگی کے گناہ معاف کر دیئے گئے وہ عظمت والی رات ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر۔

روح المعانی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا کہ ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دن کو جہاد کرتا تھا اور رات کو توبہ واستغفار اور عبادت کرتا تھا مسلمانوں کو تعجب ہوا صحابہ کے دل میں ایک عجیب حسرت سی پیدا ہوئی کہ ہزار مہینے عبادت ہم تو نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہماری عمریں اتنی لمبی نہیں ہوتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکی کے بڑے حریص تھے خیر کے بڑے شوقین اور اللہ کی رضا پر مٹنے والے اور ثواب کا تذکرہ سن کر عمل کا جذبہ دل میں پیدا کرنے والے۔ یا رسول اللہ! کیسے ہوگا دل تو ہمارا بھی چاہتا ہے اتنی لمبی عمر ملے تو ہم بھی عبادت میں گزار دیں لیکن ہماری تو عمریں ہی مختصر ہیں خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَيْنَ سِتِّيْنَ اِلٰی سَبْعِيْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ يَّجُوْزُ ذٰلِكَ۔ میری اُمت کی عمریں عام طور پر ساٹھ سال سے ستر سال کے درمیان ہوتی ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی عمر ستر سال سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے لیکن ایسے لوگ کم ہیں، اوسط عمر جو ہے وہ ساٹھ سے ستر سال کے درمیان میں ہے، تو ہزار مہینے کیسے ہم عبادت کر سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نبی کے صحابہ! تمہارے دل میں ثواب کی حرص ہے میری رضا اور شوق کا جذبہ ہے اور ہزار مہینے عبادت کرنے کی خالص نیت ہے، ثواب دینے والا تو میں ہوں، خزانوں کا مالک تو میں ہوں تمہاری عمریں کم ہیں تو کیا ہوا میں ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کے برابر دے دوں گا۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے آپ سوچئے! ساٹھ ستر سال کی عمر ہے ساٹھ سال کو آپ تقسیم کریں اس میں سے تیس سال تو ہمارے سونے اور کھانے پینے میں گزر جاتے ہیں باقی تیس سال رہ گئے اس کو بھی آپ تقسیم کریں پندرہ بیس سال تو کام دھندے میں چلے جاتے ہیں پندرہ رہ گئے ان پندرہ کو بھی تقسیم کریں تو اس میں کتنا وقت ہے جو فضولیات میں، لغویات میں، بازاروں میں، چلنے پھرنے، غیبت اور چغلی میں، گناہوں میں صرف ہو جاتا ہے اگر پوری زندگی میں سے عبادت کا وقت نکالیں تو شاید بمشکل دو چار سال، پانچ سال نکلیں لیکن میں عرض کروں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نسخہ بتلا دیا ہے کہ اس نسخے کو استعمال کر لیں تو یہ پورے ساٹھ سال عبادت کے شمار ہو سکتے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کر لو، ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت تو اللہ پاک کہتا ہے کہ پھر تمہارا سونا بھی عبادت میں لکھ دوں گا، اور تمہارا جاگنا بھی عبادت میں لکھ دوں گا، تمہارا چلنا پھرنا بھی عبادت میں، کھانا

کھانا پینا بھی عبادت میں، بیوی بچوں کے ساتھ مشغول ہونا بھی عبادت میں اور خواتین کا گھر میں کام کاج میں لگنا وہ بھی عبادت میں، پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کر لے اور محرمات اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچالے۔

لیلۃ القدر کے بارے میں مختلف اقوال

بعض نے کہا ہے کہ پورے سال کی راتوں میں سے کوئی ایک رات لیلۃ القدر ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ رات رمضان میں ہے، رمضان کی تیس راتوں میں سے کوئی ایک رات لیلۃ القدر ہے پھر اور زیادہ جس پر اتفاق ہوا وہ یہ کہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات لیلۃ القدر اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس، انتیس ان راتوں میں سے کوئی ایک رات اور سب سے زیادہ علماء کا جو قول ہے وہ یہ کہ ستائیسویں شب لیلۃ القدر ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! اللہ پاک ہم سب کو وہ رات نصیب فرمائے آمین۔ کیسے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کی ہر رات شب قدر ہوتی تھی اور کیسے بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کی شب قدر بھی شب قدر نہیں ہوتی، بسا اوقات ایسی مبارک راتوں کو فضول کاموں میں ضائع کر دیا جاتا ہے ایسی راتیں جب آتی ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ آج کی رات جاگنے کی رات ہے بس جاگنے کی رات ہے چاہے بازار میں چل پھر کے جاگ لو اور گپیں لگاتے ہوئے جاگ لو اور غیبتیں، چغلیاں لگاتے ہوئے جاگ لو، ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر جاگ لو، آج کی رات جاگنے کی رات ہے میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ بارہ بجے تک اس تیاری میں رہتے ہیں کہ جاگنے کی رات ہے پھرتے رہتے ہیں چائے کا انتظام کرتے رہتے ہیں، کھاتے پیتے رہتے ہیں، بھائی! آج کی رات عبادت کی رات ہے آج جاگنا چاہیے بارہ بجے تک تو اس کی تیاری میں لگے جب بارہ ایک بج گئے تو اب ویسے ہی نیند کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا جسم میں سستی ہو گئی اب اگر دعا مانگی بھی اور عبادت کی بھی تو وہ بھی اونگھتے ہوئے غفلت کی حالت میں، سستی کی حالت میں تو عبادت کی رات بھی عبادت کی رات نہ بن سکی آپ اندازہ کیجیے! یہ شعبان کی رات اس کو بھی ہم کہتے تو ہیں عبادت کی رات ہے لیکن ہم نے اس کو پٹاخوں کی رات بنالیا، آتش بازی کی رات بنالی، شعبان کے مہینے میں آتش بازی کرنا اور پٹاخے پھوڑنا یہ ایک واجب کے درجے میں ہو گیا ہر سال متعدد جانیں ضائع ہو جاتی ہیں لیکن پھر بھی باز نہیں آتے کچھ لوگ اس رات میں قبرستان جانا بہت بڑا عمل سمجھتے ہیں لیکن آپ دیکھئے کہ کس طرح قبرستان جاتے ہیں، مرد بھی جا رہے ہیں، بے پردہ عورتیں بھی جا رہی اور ایک جشن سا لگا ہوا ہے، ایک میلہ سا لگا ہوا ہے، گپیں لگاتے ہوئے تالیاں بجاتے ہوئے جاتے ہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ قبرستان جا رہے ہیں اللہ کے نبی نے فرمایا کہ قبرستان جایا کرو، قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنے سے آخرت کی یاد آتی ہے، موت یاد آتی ہے، دل

نرم ہوتا ہے لیکن ہم سخت دل کے ساتھ جاتے ہیں اور اس سے زیادہ سخت دل سے واپس آتے ہیں وہ مقصد ہی نہیں رہا اور پھر نا معلوم کون سی حدیث سے یہ مسئلہ نکال لیا کہ اس طریقے سے جلسے کی صورت میں قبرستان جانا یہ فرض، یا واجب، یا سنت، یا مستحب ہے اللہ اکبر۔ اپنی طرف سے مسئلے گھڑ لیے جاتے ہیں حال یہ ہے کہ فرائض اور واجبات چھوڑ دیتے ہیں اور بدعات اور زیادہ سے زیادہ مستحبات پر کار بند ہو جاتے ہیں۔

اور شب قدر میں اللہ کے نبی نے جس دعا کے پڑھنے کی تلقین فرمائی وہ یہ کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اے اللہ! تو مجھے معاف فرما دے اے اللہ! تو خود کہتا ہے کہ میں معاف کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ معاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہوں اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں تو مجھے معاف فرما۔

روح سے کیا مُراد ہے؟

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ

(اس رات میں فرشتے اترتے ہیں اور روح اترتے ہیں اپنے پروردگار کی اجازت سے۔)

فرشتے تو سب کو معلوم ہیں لیکن یہ روح سے مراد کیا ہے تو عام طور پر مفسرین فرماتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل امین ہیں اور عربی میں اس کو کہتے ہیں تخصیص بعد التَّعْمِیْمِ پہلے عمومی طور پر ذکر فرمایا ملائکہ کا اور ظاہر ہے کہ جب ملائکہ کا ذکر کیا تو اس میں اسرافیل بھی آئے، عزرائیل بھی آئے، میکائیل بھی آئے، جبرائیل بھی آئے، لیکن چونکہ انہیں ملائکہ میں ایک خاص مقام اور مرتبہ حاصل تھا اس لیے اللہ نے بعد میں ان کا الگ سے بھی ذکر فرمایا: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ سارے فرشتے اترتے ہیں یہاں تک کہ میرا عزیز فرشتہ روح الامین بھی اترتا ہے۔

نزول ملائکہ

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ﴿۴﴾

فرشتے اترتے ہیں اتر کر کیا کرتے ہیں؟ بعض تفاسیر میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ فرشتے اترتے ہیں اور وہ زمین والوں کی ایسی عبادت دیکھتے ہیں جو انہوں نے آسمانوں میں نہیں دیکھی ہوتی اور گنہگاروں کے رونے کی آواز سنتے ہیں وہ آواز جو اللہ کو حمد و ثناء کرنے والوں کی آواز سے بھی زیادہ محبوب ہے اور فرشتے ایک دوسرے کو کہتے ہیں تَعَالَوْا نَسْمَعْ صَوْتَنَا اَحَبَّ اِلٰی رَبِّنَا مِنْ تَسْبِيْحِنَا ارے آؤ! آج ہم نے ایسی آواز سنی کون سی آواز گنہگاروں کے رونے

کی آواز آہوں کی آواز سنی جو ہمارے رب کو ہماری حمد و تقدیس سے بھی زیادہ محبوب ہے اللہ اکبر فرشتے کہتے ہیں جو حمد وثناء کرتے ہیں جو تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اللہ کو ہماری تسبیح و تقدیس سے زیادہ گنہگاروں کے رونے کی آواز محبوب ہے، فرشتے بے شک نورانی مخلوق ہیں لیکن ان سے گناہ نہیں ہوسکتا جب گناہ نہیں ہوتا تو توبہ بھی نہیں ہوتی، آنسو بھی نہیں بہتے، گریہ بھی نہیں ہوتا یہ تو انسان کے نصیب میں بات آئی کہ اس سے گناہ ہوتے ہیں یہ توبہ کرتا ہے، روتا ہے، ہچکیاں بندھ جاتی ہیں پھر اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں وہ خواجہ عزیز الحسن تھانویؒ کا عوامی انداز میں عجیب شعر ہے وہ کہتے ہیں:

دولت مل گئی ہے آہوں کی
ایسی تیسی میرے گناہوں کی

کہتے ہیں آہوں کی اللہ نے توفیق دے دی، رونے کی اللہ نے توفیق دے دی اب گناہ کہاں رہے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں آؤ دیکھیں کون کون گنہگار ہیں جو اللہ کے سامنے رو رہے ہیں کہ ان کے رونے کو اللہ بہت پسند کرتا ہے اور امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ اس رات میں جو فرشتے اترتے ہیں ان کی تعداد صحراؤں اور دریاؤں کی ریت سے بھی زیادہ ہے، جو بندے دعا اور استغفار میں مشغول ہوتے ہیں یہ فرشتے ان کے حق میں آکر دعائیں کرتے ہیں اللہ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے یہ اپنے گناہوں سے معافی مانگ رہے ہیں اے اللہ! تو ان کو معاف فرمادے اور اللہ پھر فرشتوں کے سامنے فخریہ طور پر کہتے ہیں ارے دیکھا یہی ہے جس کے بارے میں تم سے کہا تھا جب میں نے اسے خلیفہ بنانے اور پیدا کرنے اور زمین پر بھیجنے کا ارادہ کیا تھا تو تم نے کہا تھا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ کیا ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا پھر اللہ فرشتوں کو فخریہ طور پر کہتے ہیں دیکھو میں نے اس کے ساتھ آنکھیں بھی لگائی ہیں، میں نے کان بھی لگائے ہیں، میں نے زبان بھی لگائی ہے، میں نے پیٹ بھی لگایا ہے، میں نے شہوت بھی اس کے اندر پیدا کی ہے، میں نے شیطان بھی اس کے ساتھ لگا رکھا ہے لیکن دیکھو کیسے میرے سامنے یہ رو رہا ہے گڑگڑا رہا ہے میں نے کہا تھا ناں اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ میں جانتا ہوں اے فرشتو! جو تم نہیں جانتے ہاں یہ رو کر جس مقام پر پہنچ سکتا ہے تم تسبیح و تقدیس کے ذریعے سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ آنسو بہا کر جو مرتبہ حاصل کرسکتا ہے تم رکوع و سجود سے وہ مقام حاصل نہیں کرسکتے، اللہ فرشتوں کے سامنے فخریہ طور پر کہتے ہیں دیکھو جس کے بارے میں تم نے یوں کہا تھا آج کیسے وہ عبادت میں لگا ہوا ہے، گریہ وزاری میں لگا ہوا ہے تو فرشتے اس کے لیے توبہ و استغفار کرتے ہیں لیکن جو بدنصیب توبہ اور استغفار نہیں کرتا تو فرشتے بھی اس کے لیے توبہ استغفار نہیں کرتے۔

پانچ بدنصیب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بعض ایسے بدنصیب ہیں جو اس رات میں بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ اے اللہ! ہمیں ان بدنصیبوں میں سے نہ بنانا یہ کون بدنصیب ہیں فرمایا ایک وہ جو مسلسل شراب نوشی میں لگا ہوا ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتا، دوسرا ماں باپ کا نافرمان، تیسرا شرک کرنے والا، چوتھا مسلمانوں سے خواہ مخواہ تعلق توڑنے والا، پانچواں کینہ پرور جس کے دل میں کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے فرمایا کہ اس مبارک رات میں جبکہ میری رحمت کا دریا ٹھاٹھے مار رہا ہوتا ہے یہ بدنصیب اس وقت بھی محروم ہی رہ جاتے ہیں۔

لیلۃ القدر کو مخفی کیوں رکھا گیا؟

اللہ نے اس رات کو مخفی رکھا ہے اللہ اگر چاہتا تو اس رات کو متعین کر دیتا لیکن اللہ بندے کی طلب کو بھی تو دیکھنا چاہتا ہے کس کے اندر طلب ہے، کس کے اندر تڑپ، تلاش، جستجو ہے اس لیے اللہ پاک نے اس رات کو واضح طور پر متعین نہیں فرمایا ہے کہ یہ رات ہے۔ یہ جو ہم ستائیسویں کی رات کہتے ہیں یہ بھی اللہ پاک نے ذکر نہیں فرمایا یہ تو بعض بزرگوں نے، اہل علم نے، اہل تقویٰ نے، اولیاء نے، اپنے اپنے تجربات، اپنے اپنے قیاسات، مشاہدات کی بناء پر اس رات کا تعین کر لیا ورنہ واضح طور پر اللہ نے اس رات کو متعین نہیں کیا تو اس کو مخفی رکھا اور اس کے مخفی رکھنے میں یہ حکمت سمجھ میں آئی ہے تاکہ بندے کو زیادہ سے زیادہ ریاضت وعبادت کی توفیق ملے اللہ پھر فرشتوں کے سامنے بندے کا فخریہ طور پر ذکر فرمادیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ﴿۴﴾

(فرشتے اترتے ہیں اور روح اترتا ہے اپنے رب کے حکم سے ہر معاملے میں اللہ کی طرف سے فیصلے لے کر آتے ہیں)۔

سَلٰمٌ ۛ (سلامتی ہی سلامتی ہے) هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (اور یہ سلسلہ فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے۔) اللہ پاک مجھ کو اور آپ سب کو لیلۃ القدر کی مغفرتیں اور بخششیں حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّة

موضوع

سچائی کا عمل

آیاتُها ۸ | (۹۸) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) | رُکُوْعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا
تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا
لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ
وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

ترجمہ:...... اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے، وہ اُس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ اُن کے پاس روشن دلیل نہ آتی (۱) یعنی ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، (۲) جن میں سیدھی سچی تحریریں لکھی ہوں۔ (۳) اور جو اہلِ کتاب تھے، اُنہوں نے جُدا راستہ اُسی کے بعد اِختیار کیا جب اُن کے پاس روشن دلیل آچکی تھی۔ (۴) اور اُنہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر صرف اُسی کے لئے خالص رکھیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور یہی سیدھی سچی اُمت کا دِین ہے۔ (۵) یقین جانو کہ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے بُرے ہیں۔ (۶) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، وہ بیشک ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ (۷) اُن کے پروردگار کے پاس اُن کا انعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں

وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہوگا، اور وہ اُس سے خوش ہوں گے۔ یہ سب کچھ اُس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دِل میں رکھتا ہو۔ (۸)

بیّنہ سے کیا مُراد ہے؟

تفسیر:...... سورۃ البینہ مدنی سورت ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں۔ بینہ کا معنی ہے واضح باتیں، واضح قانون، واضح دلائل، واضح آیات، معجزات یہ سارے اس کے معنیٰ آتے ہیں۔ دوسرے پارے میں اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں واضح آیات کو اور ہدایت کو، تو یہاں بینات سے مراد آیات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح معجزہ لے کر آیا ہوں تو یہ مختلف معانی بَیِّنَه کے آتے ہیں لیکن یہاں اَلْبَیِّنَه سے مراد خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

سورۃ البینۃ کی فضیلت

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں بخاری اور مسلم میں روایت ہے:

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا تھا، جبرائیل امین میرا نام لے کر حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ نے تمہارا نام لیا تمہارے سامنے یہ سورت پڑھی جائے تو یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے کسی کے دل میں خیال آ سکتا ہے کہ خاص طور پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت مبارکہ کو پڑھنے کا اللہ نے کیوں حکم دیا؟ تو اس کا جواب خود حدیث میں موجود ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اَقْرَءُ كُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ صحابہ میں سے ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں۔ یوں تو سارے صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ قاری تھے لیکن ان میں سے کسی کے اندر ایک صفت اور کمال غالب آ گیا تھا کہ اسی کمال سے اس صحابی کی شہرت ہو گئی مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ صحابہ میں سے سب سے زیادہ سچے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صحابہ کرام سچ نہیں بولتے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اندر جو کمالات تھے ان میں سے سچائی کا کمال ایسا غالب آیا کہ اسی کمال سے ان کی شہرت ہو گئی، یونہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ اللہ کے دین کے معاملے میں عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سخت تھے تو کیا دوسرے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم دین کے معاملے میں نرم تھے معاذ اللہ مداہنت کرتے تھے کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تھے نہیں، ہرگز نہیں وہ سارے ہی دین کے معاملے میں بڑے سخت تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر یہ صفت کمال کے درجے پر پائی جاتی تھی۔ یونہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ ہر جمعہ کے خطبہ میں آپ سنتے ہیں ان کے اندر حیاء کا غلبہ تھا ایسی حیاء کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے آپ کی پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی پنڈلی ننگی رہی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور نے اپنی پنڈلی کو بھی ڈھک لیا عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی! دوسرے صحابہ کرام کے لیے آپ نے یہ اہتمام نہیں فرمایا پنڈلی کو چھپانے کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے آپ نے یہ اہتمام کیوں فرمایا؟ تو حدیث میں آتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

تو حیا کی صفت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر غالب تھی کہا جاتا ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا ہونا برداشت نہیں کرتے تھے، غسل فرماتے تو تنہائی میں بھی ازار بند باندھ لیتے تھے حیاء کا غلبہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے بڑے قاضی جن کو اللہ نے فیصلہ کرنے اور قضاء اور فتویٰ کی زیادہ صلاحیت عطا فرمائی تھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے حالانکہ یہ صفت تو دوسرے صحابہ کرام میں بھی تھی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اندر یہ صفت کمال کے درجے پر پائی جاتی تھی یہاں تک کہ ان کی شہرت ہی اسی حوالے سے ہو گئی۔ یونہی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے سب سے بڑے قاری تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ تصنّع کے ساتھ اور گانے کی آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے تھے نہیں، بلکہ ان میں سے کسی کی آواز میں کوئی خاص قسم کا سوز، خاص قسم کی تاثیر، خاص قسم کی کشش، خاص قسم کی روحانیت پائی جاتی تھی وگرنہ جو آج کے زمانے میں قاری کا مفہوم ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں قاری کا مفہوم یہ نہیں تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کا قاری اس کو کہتے تھے جو قرآن کے الفاظ بھی پڑھ سکتا تھا اور قرآن کے معانی بھی سمجھ سکتا تھا اور ضروری مسائل بھی جان لیتا تھا جبکہ آج ہمارے ہاں قاری اسی کو کہا جاتا ہے جو کہ بناؤ سنگار کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر سکتا ہو اگرچہ وہ قرآن کے کسی ایک لفظ کا، کسی ایک آیت کا، کسی کا ایک سورت کا مفہوم بھی نہ جانتا ہو لیکن صحابہ کرام ایسے شخص کو قاری نہیں کہتے تھے بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابی! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں یہ سورت تمہارے سامنے پڑھوں اور پھر تم مجھے سناؤ ایسا بھی ہوا کہ حضور پہلے صحابہ کو قرآن پڑھاتے اور پھر کہتے مجھے سناؤ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے ہی بعض اوقات فرماتے اے ابی! تم مجھے قرآن سناؤ عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ پر تو قرآن نازل ہوتا ہے میں آپ کو قرآن سناؤں؟ آپ کو تو جبرائیل امین سناتے ہیں میری کیا حیثیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ

میں تم سے قرآن سنوں تو حضور ﷺ خود بھی قرآن پڑھا کرتے تھے اور دوسروں سے بھی قرآن سنا کرتے تھے اس لیے قرآن سننا بھی چاہیے اور اس کی تلاوت بھی کرنی چاہیے یہ اللہ کی ایسی کتاب ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اس کتاب کے ساتھ کسی بھی درجے کا جو حقیقی اور ایمانی تعلق ہے وہ فائدے سے خالی نہیں ہے اس کتاب کو دیکھنا بھی ثواب ہے، چھونا بھی ثواب ہے، چومنا بھی ثواب ہے، سینے سے لگانا بھی ثواب ہے، ادب اور احترام کرنا بھی ثواب ہے، اونچی جگہ رکھنا بھی ثواب ہے، پڑھنا بھی ثواب ہے، سننا بھی ثواب ہے، پڑھانا بھی ثواب ہے، سمجھانا بھی ثواب ہے، سمجھنا بھی ثواب ہے، عمل کرنا بھی ثواب ہے، اس کی اشاعت کرنا دوسرے لوگوں تک اس کو پہنچانا یہ بھی ثواب ہے ثواب ہی نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی ہماری ذمہ داری ہے ہمارے ذمہ لگایا گیا کہ اس کو دوسروں تک پہنچاؤ اور اللہ کے نبی ﷺ نے کتنی بڑی بات فرما دی خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن خود بھی سیکھے اور پھر دوسروں کو بھی سکھائے اپنے تک اس خزانے کو اور اس نعمت کو اور اس امانت کو اور علم کے اس سمندر کو محدود نہ رکھے بلکہ اس دولت کو پوری دنیا میں تقسیم کرنے کی کوشش کرے۔ تو بہر حال حضور اکرم ﷺ بسا اوقات صحابہ سے بھی سنا کرتے تھے اور ان کو پڑھایا بھی کرتے تھے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

ترجمہ:...... جو کافر ہیں خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک ہوں وہ اپنے کفر و شرک سے اس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس بینہ نہ آجائے، جب تک کہ ان کے پاس ہدایت کی واضح نشانی، ہدایت کا واضح نمونہ نہ آجاتا۔

بینہ سے مراد نبی آخر الزماں ہیں

اور وہ ہدایت کی واضح نشانی اور نمونہ کیا ہے؟ اللہ نے خود فرمایا: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ وہ اللہ کا رسول ہے حضور اکرم ﷺ اللہ کی بَيِّنَه تھے، ہدایت کی واضح نشانی، آپ بَيِّنَه اس اعتبار سے بھی تھے کہ تورات، زبور اور انجیل میں آپ ﷺ کی بعثت، آپ ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کی آمد کا ذکر تھا آپ کی علامات اور صفات اللہ نے ذکر فرمائی تھیں بلکہ قرآن تو کہتا ہے تورات وانجیل میں صرف حضور اکرم ﷺ کی علامات اور صفات بیان نہیں کی گئی تھیں بلکہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی صفات اور علامات اللہ نے بیان فرمائی تھیں۔ سورۂ فتح کے آخر میں اللہ نے بیان فرمایا: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال میں نے تورات میں بھی ذکر کی ہیں اور میں نے انجیل میں بھی ذکر کی ہیں۔ چونکہ ان کی کتابوں میں حضور ﷺ کی علامات اور صفات مذکور تھیں اور جب انہوں نے ایک ایک علامت کو حضور ﷺ کے اندر دیکھ لیا اسی علاقے میں آپ مبعوث ہوئے جس علاقے کا

ذکر تورات اور انجیل میں موجود تھا۔ اور اسی خاندان میں آپ ﷺ پیدا ہوئے جس خاندان کا ذکر تورات اور انجیل میں تھا اور انہی علامات کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے جن علامات کا ذکر تورات و انجیل میں تھا تو ان کے لئے حضور واقعی ایک بینہ تھے، واضح دلیل تھے کہ جیسا تورات و انجیل میں تھا۔ مِنْ وَعَنْ حضور ﷺ ویسے ہی تھے آپ جانتے ہیں کہ یہود کا اصل وطن تو شام تھا لیکن یہ آ کر یثرب میں مقیم ہوئے جسے بعد میں مدینۃ النبی کا نام ملا، مدینہ منورہ کہا گیا بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہود اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر جو یثرب میں آ کر مقیم ہوئے تو حقیقت میں نبی آخر الزمان کا استقبال کرنے کے لئے لیکن انکا خیال یہ تھا کہ جیسے بہت سارے اور انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تو اسی طریقے سے آخری نبی بھی بنی اسرائیل میں مبعوث ہوگا لیکن جب آپ بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں مبعوث ہو گئے تو اس چیز نے ان کو حسد میں مبتلا کر دیا جیسا کہ اللہ نے فرمایا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ان کے سامنے حق واضح ہو گیا انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ حضور ﷺ ان کے لیے بینہ تھے پھر حضور کا ایک بینہ ہونا، واضح نشانی ہونا، حق کی سچائی ہونا اس اعتبار سے بھی تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی اور سیرت ایک معجزہ تھی حضور ﷺ کو جو قرآن عطا کیا گیا جو کلام عطا کیا گیا، وہ بھی معجزہ اور خود حضور کی زندگی ہی معجزہ تھی۔

معجزہ کی تعریف

معجزہ کس کو کہتے ہیں؟ جس کی کوئی مثال انسان پیش نہ کر سکے حضور ایک ایسے انسان تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ کے زمانے تک اور حضور ﷺ کے زمانے سے قیامت تک حضور جیسا کوئی کامل انسان پیش نہیں کیا جا سکتا تو حضور ﷺ کی سیرت بھی ایک معجزہ تھی، آپ کی زندگی ایک معجزہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تھی۔

حضور ﷺ کی زندگی سب کے لئے نمونہ

حضور ﷺ اس اعتبار سے بھی بینہ تھے کہ آپ سارے انسانوں کے لئے ایک نمونہ تھے، ایک معیار تھے جیسے اللہ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لیے اللہ کے رسول میں (اللہ کے رسول کی زندگی) میں ایک کامل نمونہ پایا جاتا ہے کوئی ایسا نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نہیں گزرا جس کی زندگی ہر انسان کے لئے، ہر طبقہ کے لئے کامل نمونہ بن سکے کسی نبی کے حالات پڑھیں تو بچپن کا ذکر نہیں، کہیں جوانی کا ذکر نہیں، کہیں نکاح کا ذکر نہیں، کہیں معاملات کا ذکر نہیں، کہیں تجارت کا ذکر نہیں، کہیں سیاست کا ذکر نہیں، کہیں فرماں روائی کا ذکر نہیں، کہیں بچوں کے باپ ہونے کی حیثیت سے نبی کا ذکر نہیں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں مختلف طبقات کے لئے اور زندگی کے مختلف ادوار کے لئے نمونہ پایا جاتا ہے۔ بچپن آپ کا ہمارے

سامنے ہے جوانی آپ کی ہمارے سامنے ہے، آپ اپنی اولاد کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے تھے یہ ہمارے سامنے ہے، بیویوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے تھے یہ ہمارے سامنے ہے، دوستوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے تھے یہ ہمارے سامنے ہے، دشمنوں کے ساتھ آپ کا کیا سلوک تھا یہ ہمارے سامنے ہے، آپ جب غربت اور فقر میں تھے تب زندگی کا طرز کیسا تھا یہ ہمیں معلوم ہے، جب آپ کے صحن میں اور مسجد نبوی کے صحن میں سونے چاندی کے انبار لگے ہوئے تھے تب آپ کا طرز کیسا تھا یہ ہمیں معلوم ہے، جب آپ مکہ میں مظلوم کی حیثیت سے تھے تب کیسے تھے یہ ہم جانتے ہیں اور جب مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے تب آپ کیسے تھے یہ ہمیں معلوم ہے، آپ کی تجارت کیسی تھی یہ ہم جانتے ہیں آپ کی سیاست کیسی تھی یہ ہم کو معلوم ہے، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے تھے یہ ہم جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی ظاہری صورت کا ایک ایک نقش ہمارے لیے محفوظ کر دیا، آپ کی داڑھی مبارک کیسی تھی، آپ کی آنکھیں مبارک کیسی تھیں، آپ کی بھنویں کیسی تھیں، آپ کی پیشانی کیسی تھی، آپ کا چہرہ مبارک کیسا تھا، ناک مبارک کیسی تھی، انگلیاں کیسی تھیں، پاؤں کیسے تھے، پاؤں کے تلوے کیسے تھے، پنڈلیاں کیسی تھیں، چلتے کیسے تھے، بیٹھتے کیسے تھے، مسکراتے کیسے تھے، روتے کیسے تھے، سرمہ کیسے لگاتے تھے، کنگھی کیسے فرماتے تھے، تیل کیسے لگاتے تھے، ایک ایک چیز کو اور ایک ایک ادا کو صحابہ کرام نے ہمارے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ تو قیامت تک کے انسانوں کے لئے اگر کوئی نمونہ بن سکتا ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یہودی اور عیسائی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے آپ لایئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اس میں آپ کو یہ ابواب نہیں ملیں گے کوئی عیسائی دکھائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں سے کہ انہوں نے نکاح کیسے کیا تھا، وہ بیویوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے، وہ بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے، وہ فاتح بن کر کیسے داخل ہوتے تھے، وہ مفتوحہ اقوام کے ساتھ کیسے سلوک کرتے تھے، وہ تجارت کیسے کرتے تھے کوئی عیسائی دکھائے لیکن کوئی عیسائی تورات و انجیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے عیسائیوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتا ہاں ہم الحمدللہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے یہ سارے ابواب بیان کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیے! کہ انسان اپنے عمل میں کوئی کشش نہیں پاتا جبکہ اس کے سامنے نمونہ نہ ہو، ایک ہے نظریاتی طور پر علمی طور پر چیز کو بیان کرنا اور دوسرا ہے سامنے اس کا عملی نمونہ ہونا، عملی نمونہ جو ہے یہ انسان کے اندر عمل کا جذبہ پیدا کرتا ہے اسی لیے غالباً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ انسان اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کامیاب لوگوں کو نہ دیکھ لے اور جو شخص کامیاب لوگوں کو نہ دیکھے وہ خود بھی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، ایک عملی نمونہ جب سامنے ہوتا ہے تو انسان کے اندر ایک عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب ہمارے سامنے ایک عملی نمونہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں ان کے حقوق ادا فرماتے تھے اور ساتھ عبادت بھی کرتے تھے، تہجد بھی پڑھتے

تھے، تبلیغ بھی کرتے تھے، فیصلے بھی کرتے تھے اور بیواؤں کی اور یتیموں کی سرپرستی بھی فرماتے تھے تو ہمارے اندر، انسانوں کے اندر اس سے عمل کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یا کسی دوسرے نبی کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ بڑی عبادت کرتے تھے لیکن یہ سارے پہلو موجود نہ ہوں کہ بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتے تھے یا نہیں، اولاد کے حقوق بھی ادا کرتے تھے یا نہیں تو عمل کا وہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا جو کہ عملی جذبہ سامنے نمونہ ہونے کے وقت پیدا ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ اور ہندو فلسفی کی گفتگو

سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بحری جہاز کے سفر میں مشہور ہندو فلاسفی اور شاعر تیمور ہمارے ساتھ سفر میں تھا اس نے اپنی طرف سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا جس کا نام رکھا تھا ''ہرہموں سماج مذہب'' اور اس کے قول کے مطابق دنیا میں جتنے بھی مذہب ہیں ان میں سے اچھی اچھی چیزیں اخذ کر لی تھیں اور اس کے بقول بری بری چیزیں چھوڑ دی تھیں تو سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنے بقول عیسائیت میں سے بھی اچھی چیزیں لے لیں یہودیت میں سے بھی، اسلام میں سے بھی اچھی اور اپنے خیال میں سے بری چیزیں چھوڑ دیں تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ تمہارا مذہب چلتا لیکن اچھی چیزیں جمع کرنے کے باوجود دنیا میں تمہارا مذہب رائج نہیں ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ مذہب تو بڑا اچھا بنا لیا لیکن اس کا کوئی عملی نمونہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن مسلمانوں کے پاس ایک عملی نمونہ موجود ہے اس لئے اسلام ایسا مذہب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ چلتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ بینہ ہیں اللہ نے فرمایا: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔ جو کافر ہیں خواہ اہل کتاب ہوں یا مشرکین ہوں وہ کفر و شرک سے اسوقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس بینہ نہ آجاتی، واضح دلیل نہ آجاتی، نمونہ نہ آجاتا اور آگے فرمایا کہ وہ نمونہ کیا ہے فرمایا جو کہ پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہے فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ اس میں درست مضامین ہیں اللہ کا نبی پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہے پاکیزہ صحیفے کون سے ہیں؟ قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتیں یہ حقیقت میں ایک سو چودہ صحیفے ہیں ہر صحیفہ ہر سورت اپنی جگہ پر کامل ہے اللہ نے سورۂ عبس میں فرمایا: فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ میرا یہ کلام موجود ہے ایسے صحیفے میں جو مکرم ہے، معزز اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے۔ تو ایک سو چودہ سورتیں قرآن کے ایک سو چودہ صحیفے ہیں قرآن کے ایک سو چودہ صحیفے حضور ﷺ کے ایک سو چودہ معجزے بھی ہیں اس لیے کہ ہر سورت رسول اکرم ﷺ کا معجزہ بھی ہے اور فرمایا کہ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ان صحیفوں میں درست مضامین ہیں کوئی مضمون بھی ایسا

نہیں جو کہ غلط ہو قرآن اول سے آخر تک ہدایت کی کتاب ہے اس میں کوئی بات شک والی، تناقض والی، اختلاف والی نہیں پائی جاتی ہے یہ وہ کتاب ہے جس کا پہلا دعویٰ یہ ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ۔ اس میں کوئی شک نہیں ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ متقین کے لئے ہدایت ہے سورہ حم سجدہ میں فرمایا: لَّا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ نہ باطل اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے آسکتا ہے۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ یہ کلام نازل کیا ہوا ہے اس اللہ کیطرف سے جو حکمت والا ہے اور قابل تعریف ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (اہلِ کتاب نے اختلاف نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیل آگئی)۔

کچھ لوگ تو ایمان لے آئے اور کچھ نے انکار کیا جیسا کہ پہلے پارے میں اللہ نے فرمایا سورہ البقرہ کے اندر۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ان کو حضور کی نبوت اور آپ کی سچائی کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے تو ان کا اختلاف آپ کو پہچاننے کے بعد تھا اسی طرح سورۂ آل عمران میں مسلمانوں سے کہا گیا۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ تم ان لوگوں کیطرح نہ ہو جاؤ جن کے پاس واضح دلائل آگئے واضح دلائل آنے کے بعد وہ فرقہ فرقہ ہو گئے اور آپس میں اختلاف کرنے لگے جیسے آج مسلمانوں میں فرقے اور اختلاف اور بہت سے فرقے بغض، عناد اور ضد پر مبنی ہیں۔

رائے کا اختلاف مذموم نہیں

یاد رکھیے! کہ اختلاف رائے کی کوئی بات نہیں ہے یہ اختلاف ایسا ہے کہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے اختلاف کیا، رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے جنگ بدر کے بارے میں حضور ﷺ کی رائے تھی کہ ان کو رہا کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ ان کو قتل کیا جائے اختلاف رائے ہوا حضور ﷺ کی رائے اور تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے اور تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اس سے بالکل مختلف، غزوۂ احد میں آپ جانتے ہیں کہ حضور کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر دفاع کیا جائے لیکن نوجوان صحابہ کی رائے یہ ہوئی کہ نہیں مدینہ منورہ سے نکل کر کفار کا سامنا کیا جائے اور مقابلہ کیا جائے اور اس میں حضور کی رائے کے برعکس عمل ہوا حضور ﷺ کی رائے یہ تھی لیکن حضور ﷺ نے پھر نوجوان صحابہ کی رائے پر عمل کیا پھر آپ مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور اسی وجہ سے عبداللہ بن ابی وغیرہ نے طعنے بھی دیئے کیونکہ خود عبداللہ بن ابی کی بھی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر دفاع کیا جائے لیکن دیکھیے اللہ نے مذمت عبداللہ بن ابی کی بیان فرمائی حالانکہ ان کی رائے حضور ﷺ کی رائے سے ملتی تھی اللہ نے ان صحابہ کی مذمت بیان نہیں فرمائی جن کی رائے حضور کی رائے سے مختلف تھی تو معلوم ہوا کہ رائے

کا اختلاف یہ مذموم نہیں ہے لیکن ایسا اختلاف جو ضد پر مبنی ہو، عناد پر مبنی ہو، یہ حرام اور ناجائز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان آپس میں اختلاف ہوا کئی معاملات جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف ہوا لیکن رائے کا اختلاف آئمہ کرامؒ کے درمیان امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ کے درمیان بھی ہے۔ لیکن ایسا اختلاف جو ضد پر مبنی ہو، جو خواہش پرستی پر مبنی ہو، جو عناد پر مبنی ہو، ایسا اختلاف حرام اور ناجائز ہے اور اسی اختلاف کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کے اندر اکہتر فرقے تھے عیسائیوں کے اندر بہتر فرقے ہوگئے اور میری امت کے اندر تہتر فرقے ہو جائیں گے اور فرمایا کہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے پوچھا گیا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اے اللہ کے رسول! وہ کون سا فرقہ ہے جو جنت میں جائے گا اور جہنم سے بچ جائے گا؟ اللہ کے نبی نے فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ وہ فرقہ جو اس راستے پر قائم رہے گا جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں صرف ایک فرقہ دوسرا کوئی فرقہ جہنم میں جانے سے نہیں بچے گا۔ ایک سید وارث گزرے ہیں انہوں نے عجیب بات کہی ہے کہتے ہیں کہ حسد کا جو لفظ ہے اس کے اندر علم الاعداد کے اعتبار سے بہتر کا عدد پایا جاتا ہے تو انہوں نے اس سے یہ نکتہ نکالا کہ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے ان کے اندر ضد اور عناد پایا جائے گا اور ایک فرقہ جو جنت میں جائے گا وہ ہوگا جو ضد عناد اور حسد سے بچا ہوگا تو مطلقاً اختلاف برا نہیں لیکن ایسا اختلاف جو ضد اور حسد پر مبنی ہو جان بوجھ کر دلیل کو دیکھتے ہوئے قرآن اور حدیث کو سامنے رکھتے ہو پھر بھی اختلاف کرتا ہے ایسا اختلاف مذموم ہے۔

عبادت الٰہی واجب ہے

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

اور ان اہلِ کتاب کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہاں حکم دیا گیا؟ قرآن میں حکم دیا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اللہ کی عبادت کس لئے کرنی چاہیے؟

یاد رکھیں اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت واجب ہے کیوں واجب ہے لِاَنَّكَ عَبْدٌ وَهُوَ رَبٌّ اس لیے کہ تم اللہ کے بندے ہو اور وہ تمہارا رب ہے عبادت اس لیے واجب نہیں تاکہ جہنم کی آگ سے بچ سکیں تاکہ جنت کی نعمتیں حاصل کر سکیں یقیناً جس سے اللہ راضی ہو جائے گا اور جو عبادت کرے گا وہ جہنم کے شعلوں سے بھی بچے گا اور جنت کی نعمتوں کا بھی حقدار ہوگا لیکن جہاں تک عبادت کے فرض اور واجب ہونے کا تعلق ہے تو عبادت اس لیے فرض نہیں ہے تاکہ ہم آگ سے بچ سکیں اور تاکہ جنت کی نعمتیں حاصل کر سکیں بلکہ اس لیے کہ ہم بندے ہیں اور وہ ہمارا رب ہے۔ ارے اللہ کے بندو! ہم اولاد سے کہتے ہیں کہ تم اپنے باپ کی فرمانبرداری نہیں

کرتے ہو وہ باپ ہے تم اس کی اولاد ہو کیا کوئی بیٹا ایسا ہے جو یہ کہے کہ میں اپنے والدین کی فرمانبرداری اس لیے کرتا ہوں تا کہ مجھے روٹی ملے، تا کہ مجھے جیب خرچ ملے، تا کہ مجھے پیسے ملیں، تا کہ مجھے تنخواہ ملے وہ کیسا بدنصیب بچہ ہے جو یہ جواب دے کہ میں والدین کی خدمت اور اطاعت اس لیے کرتا ہوں تا کہ مجھے کچھ مادی فائدہ حاصل ہو اگر اولاد کے بارے میں ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ کسی مادی فائدے کے لیے ہماری اطاعت کرے لہٰذا اللہ کی عبادت اس لیے واجب ہے کہ وہ ہمارا رب ہے، ہم پر اس کی عبادت لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے سمجھانے کے لئے بعض لوگوں نے یہ نقل کیا ہے اور کسی نے حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور کسی نے کسی دوسرے بزرگ کی طرف منسوب کیا ہے دیکھا کہ رات کو ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں پانی لے کر جا رہی ہیں فرمانے لگیں کہ دل یہ چاہتا ہے کہ اس چراغ سے جنت کو آگ لگا دوں اور اس پیالے سے جہنم کی آگ بجھا دوں تا کہ کوئی بھی عبادت اللہ کی جہنم کے ڈر سے اور جنت کی لالچ میں نہ کرے بلکہ عبادت کرے تو صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے کہ وہ ہمارا رب ہے ہمارا مالک ہے اس نے ہمیں پیدا کیا ہمارا محسن ہے ہماری زندگی کی ایک سانس اندر اور باہر نہیں آسکتی اگر وہ اللہ نہ چاہے ہمارے پیٹ میں ایک لقمہ نہیں جا سکتا اگر وہ اللہ نہ چاہے ایسی ایسی بیماریوں میں لوگ مبتلا ہیں پانی نہیں پی سکتے، کھانا نہیں کھا سکتے، تو ہم اللہ کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ ہم پر دم بدم، لمحہ بہ لمحہ، قدم بقدم اس کے احسانات کا سلسلہ جاری ہے، وہ ہمارا رب ہے۔

اخلاص عبادت کی جان ہے

اصل چیز تو ہے اللہ کی رضا، اسی سے عبادت میں، عمل میں جان پیدا ہوگی، وزن پیدا ہوگا عبادت چاہے صدقہ وخیرات، حج وعمرہ، نماز، روزہ جو بھی نیکی کا عمل ہے صرف اس اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہو، نہ شہرت، نہ تعریف، نہ جنت کوئی چیز بھی مقصود نہیں، بعض حضرات نے تو یہاں تک کہہ دیا اللہ اکبر یہ وہ لوگ تھے جو اخلاص کی انتہاء پر تھے اللہ ہمیں بھی وہ اخلاص عطا فرمائے امین۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں جنت کے لئے عبادت کرتا ہوں تو پھر گویا کہ میں نے اللہ کو معبود نہیں مانا بلکہ جنت کو معبود بنا لیا ہے یعنی جنت بھی مقصود نہیں اصل مقصود تو اللہ کی رضا ہے ہاں جنت مقصود اس لیے ہے کہ وہ اللہ کی رضا کی جگہ ہے لیکن ایسی جنت کس کام کی جس جنت میں اللہ کی رضا نہ ہو تو اصل چیز یہ ہے کہ اللہ پاک راضی ہو جائے اس کو راضی کرنے کے لئے خالص اسی کی عبادت کرے، اخلاص عبادت کا مغز ہے، عبادت کی روح ہے، عبادت کے اندر اس سے وزن پیدا ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے کہ میں سارے شریکوں کے شرک سے غنی ہوں جو شخص ایسا عمل کرتا ہے جس میں دوسرے کو بھی شریک کرتا ہے تو میں اس کو شرک کے ہی حوالے کر دیتا ہوں مجھے اس کے عمل کی

کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حنیف کا حقیقی مفہوم

حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ (وہ اللہ کی یکسو ہو کر عبادت کریں اور نماز قائم کریں)

حنفاء حنیف کی جمع ہے سب سے یکسو ہو کر، سب سے کٹ کر اللہ کی طرف مائل ہو کر وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں کئی جگہ پر حَنِيفًا مُّسْلِمًا وہ حنیف اور مسلم تھے، حنیف کا کیا مطلب؟ سب سے کٹ کر ایک اللہ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، سب سے ہٹ کر اللہ کی طرف مائل ہو گئے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ دے، والدین کو چھوڑ دے، بھائی بہنوں کو چھوڑ دے، معاشرے کو چھوڑ دے، کاروبار کو چھوڑ دے، نہیں بلکہ تھوڑا سا نیت کا رخ بدل لے سب سے تعلق ہو لیکن اس لیے تعلق ہو کہ میرے اللہ کا حکم ہے، والدین کی خدمت کرتا ہے تو اس لیے کہ میرے اللہ کا حکم ہے، اولاد پر شفقت کرتا ہے تو اس لیے کہ میرے اللہ کا حکم ہے، دنیا داری کرتا ہے تو اس لیے کہ میرے اللہ کا حکم ہے، جو کام بھی کرے تو اللہ کی رضا کے لیے کرے انشاء اللہ یہ سارے کام دین بنتے جائیں گے۔

نماز اور زکوۃ کو اکٹھا ذکر کرنے کی حکمت

اور یہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ نماز قائم کریں وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ دیں۔ قرآن کریم میں اکثر اللہ نے ان دونوں عبادتوں (نماز اور زکوۃ کو) کو اکٹھے ذکر کیا ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ. يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ اکثر دونوں کو اکٹھا ذکر کیا اس لیے کہ ہمارے اوپر جسمانی عبادت بھی واجب ہے اور مالی عبادت بھی واجب ہے نماز ایک جسمانی عبادت ہے اور زکوۃ ایک مالی عبادت ہے دونوں عبادتوں کا ہونا ضروری ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اصل میں بڑی بیماریاں انسان کے اندر دو ہیں ایک حب مال کی بیماری، اور ایک حب جاہ کی بیماری ایک مال کی محبت اور دوسرا بڑا بننے کی محبت، اونچا بننے کی محبت، سب لوگ میری عزت کریں، سب لوگ مجھے سلام کریں یہ دو بیماریاں انسان کے اندر زیادہ ہیں نماز یہ حب جاہ کا علاج ہے جو حقیقتاً نماز کو روح کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کے اندر سے تکبر اور بڑائی نکل جاتی ہے اور عاجزی آجاتی ہے اور زکوۃ حب مال کی بیماری کا علاج ہے جب اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مال کی محبت سے پاک فرماتے ہیں تو اکثر اللہ نے قرآن میں ان دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے۔ تو فرمایا کہ ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے حنفاء اور اللہ ہی کی طرف مائل ہو کر وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور فرمایا کہ یہی ہے درست دین۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ
(بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب ہوں یا مشرکین وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

بدترین افراد

اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ ؕ‏ ۝۶ (یہ مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں)۔
کون؟ وہ لوگ جو کفر کرنے والے ہیں، اللہ کا انکار کرنے والے ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے والے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ زمین پر جتنے بھی چوپائے چلتے پھرتے ہیں چاہے وہ گدھا ہو، چاہے وہ کتا ہو، چاہے وہ خنزیر ہو، چاہے وہ سانپ اور بچھو ہو ان سب میں سے بدترین وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں، اللہ کا انکار کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے فرمایا کہ مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں چاہے وہ چاند پر چلے جائیں، چاہے وہ سورج کو مسخر کرلیں، ہواؤں کو مسخر کرلیں دولت کے انبار لگالیں ترقی کی انتہاء پر پہنچ جائیں لیکن اگر وہ کفر کرنے والے ہیں تو وہ مخلوق میں سے بدترین ہیں۔

ایمان کے بغیر انسان جانوروں سے بھی بدتر ہے

میرے بزرگو اور دوستو!
یہ بات دل کی گہرائی میں اتار لیجیے کہ اگر ہمارے اندر ایمان نہیں ہے تو ہم گلی کے خارش زدہ کتے سے بھی بدتر ہیں وہ ہم سے بہتر ہے اگر ہم دنیا سے بغیر ایمان کے جاتے ہیں تو یہ گلی میں پھرنے والے کتے ہم سے بہتر ہیں ہم ان سے بدتر ہیں، ایمان کی محبت اور عظمت دل میں پیدا کیجیے اور کفر اور شرک کی نفرت دل میں بٹھایئے اس میں شک نہیں ہے کہ کفار میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے اعمال اور اخلاق بہت اعلیٰ درجے کے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کہیں کہ کفر بہت اعلیٰ ہوتا ہے اس لیے کہ کافر کے اعمال بڑے اچھے ہیں لہٰذا کفر بڑی اچھی چیز ہے اور اگر ایک مومن کے اعمال گندے اور برے ہیں تو معاذ اللہ ہم کہنا شروع کردیں کہ ایمان بری چیز ہے ہم یہ کہیں گے کہ کافر کے اندر جو اچھے اعمال و اخلاق ہیں یہ اصل میں تو مسلمان کے اندر ہونے چاہیے تھے یہ مؤمن کی میراث ہے اچھے اعمال، اچھے اخلاق لیکن مؤمن نے چھوڑ دیا اور کافروں نے اپنالیا مومنوں کو یہ اعمال و اخلاق اپنانے چاہئیں اور آگے فرمایا:

بہترین لوگ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞
(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ مخلوق میں سے بہترین لوگ ہیں)

ساری مخلوق میں سے اچھے لوگ ہیں کون سے لوگ؟ جن کے اندر ایمان اور عمل صالح کی صفت ہے۔ یہ بھی غور فرمایئے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر اللہ نے ایمان اور عمل صالح دونوں کو اکٹھے ذکر کیا ہے۔ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ جگہ جگہ قرآن پاک میں یہی آیت ہے سورۂ عصر میں فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ وہ لوگ خسارے سے بچیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔ معلوم ہوا کہ جب دل کی گہرائی میں ایمان جڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر اعمال صالحہ انسان سے ضرور سرزد ہوتے ہیں اور اگر اس سے اعمال صالحہ سرزد نہیں ہو رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان دل کی گہرائی میں ابھی بیٹھا نہیں ہے ایمان زبان پر ہے اندر نہیں اترا اگر ایمان اس کے باطن میں اتر جاتا تو اعمال صالحہ کی اس کو ضرور توفیق ہوتی۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کا ان کے رب کے ہاں بدلہ ہے)

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ (ایسے باغات جن کے ساتھ نہریں جاری ہیں)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ (ان میں ہمیشہ رہیں گے) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (اللہ ان سے راضی ہو گیا)

وَرَضُوْا عَنْهُ (وہ اللہ سے راضی ہو گئے)

اللہ تو راضی ہو گیا اس کا مطلب تو واضح ہے بندوں کے راضی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جنتیوں کے لئے سب سے بڑی نعمت

بات یہ ہے کہ اللہ قیامت کے دن بندوں کو راضی کرے گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے بخاری و مسلم کی روایت ہے جب اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والے جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ پاک اپنے بندوں سے سوال کرے گا کیا تم مجھ سے راضی ہو وہ تعجب سے پوچھیں گے اے اللہ! ہم آپ سے کیوں نہ راضی ہوں آپ نے تو ہم پر بڑے احسانات کیے ہیں بڑی نعمتیں عطا کی ہیں۔ ایسی جنت عطا کی ہے جو ہمارے تصور میں بھی نہیں تھی۔ اللہ فرمائیں گے کہ میں ایک اور چیز آج تمہیں عطا کر رہا ہوں جو شاید تمہارے خیال میں بھی نہ ہو، سوچیں گے وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں ابھی تک نہیں ملی جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھی، اللہ فرمائیں گے اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا

اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ اَبَدًا اے میرے بندو! دنیا میں جب تک تم تھے تمہیں اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں اللہ ناراض نہ ہو جائے تم نماز بھی پڑھتے تھے پھر بھی اندیشہ لگا رہتا تھا، حج بھی کرتے تھے اندیشہ لگا رہتا تھا کہ اللہ ناراض نہ ہو جائے لاکھوں روپیہ خرچ کرتے تھے پھر بھی ڈرتے رہتے تھے اللہ ناراض نہ ہو جائے آج میں یہ تمہارا اندیشہ دور کرتا ہوں آج میں تم سے اپنی رضا کا اعلان کرتا ہوں، آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور یہ اللہ کی سب سے بڑی عطا ہوگی۔ ارے ایک نہیں لاکھوں جنتیں اللہ کی رضا پر قربان، ایک حور نہیں کروڑوں حوریں اللہ کی رضا پر قربان کہ اللہ اعلان فرمادے کہ میں ان سے راضی ہوں۔

یہاں سے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوش نصیبی کا بھی اندازہ کرلیں دوسرے اہل ایمان کے لیے اللہ جنت میں اعلان کرے گا کہ میں تم سے راضی ہو گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ نے دنیا میں اعلان کر دیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے کتنا بڑا مقام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ (یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے)

اللہ کہتا ہے کہ یہ رضا اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے یاد رکھئے اصل میں اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جن کو اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل ہو جاتی ہے اللہ نے فرمایا اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ کے بندوں میں سے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ ہیں جو علم والے ہیں یہ نہیں کہ صرف لفظوں کا علم آجائے ایسے لوگ جن کے دلوں میں اللہ کی عظمت آجائے، اللہ کا خوف آجائے اور اللہ کا ڈر آجائے۔ تو جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کے لیے اللہ جنت میں اعلان فرمائے گا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان خوش نصیبوں میں سے بنا دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم الله الرحمن الرحيم

سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّة

موضوع

جب زمین پر زلزلہ برپا ہوگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ
مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ
النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

ترجمہ:......جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجھوڑ دی جائے گی (۱) اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔ (۲) اور اِنسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ (۳) اُس دِن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی (۴) کیونکہ تمہارے پروردگار نے اُسے یہی حکم دیا ہوگا۔ (۵) اُس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے، تاکہ اُن کے اعمال اُنہیں دِکھا دیئے جائیں۔ (۶) چنانچہ جس نے ذرّہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا (۷) اور جس نے ذرّہ برابر کوئی برائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا۔ (۸)

فضائل سورت

یہ سورۂ زلزال ہے مدنی سورت ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں۔ اس کی فضیلت کے بارے میں ترمذی شریف میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ یہ نصف قرآن کے برابر ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کے دو حصے ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی اور اس سورتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے آخرت کی زندگی کا ذکر فرمایا ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کو آدھے قرآن کے برابر ٹھہرایا۔ فرمایا:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ (جب زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے گا، جب زمین کو ہلا دیا جائے گا)

قیامت کا زلزلہ اور اس کی ہولناکی

یہ قیامت کا تذکرہ ہے اور اس زلزلہ کا ذکر اللہ پاک نے سورۂ حج میں بھی فرمایا ہے سورۂ حج کی ابتداء ان آیات سے ہوتی ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ بیشک قیا

مت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلا
نے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی۔ علماء کہتے ہیں دو لفظ ہیں ایک ہے مرضع اور دوسرا ہے مرضعہ۔ مرضع
کا معنیٰ مطلقاً دودھ پلانے والی خواہ اس وقت وہ دودھ پلا رہی ہو یا دودھ نہ پلا رہی ہو اور مرضعہ کا لفظ اس وقت بولا جاتا
ہے کہ جب ماں دودھ پلا رہی ہو تو جس وقت ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے اس وقت ماں کی محبت بچے سے زیادہ
ہوتی ہے، اس محبت کے باوجود جب قیامت کا زلزلہ برپا ہو گا تو وہ اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی۔ وَتَضَعُ
كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور حمل والی کا حمل خوف اور دہشت کی وجہ سے گر جائے گا۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تم لوگوں کو
دیکھو گے کہ وہ مدہوش دکھائی دیں گے، جیسا کہ وہ اپنے آپ میں نہیں ہیں، جیسے دیوانے ہوتے ہیں، جیسے ان کے اندر
عقل اور فکر نہیں ہے۔ وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ بے ہوش نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ کا عذاب
بڑا سخت ہو گا۔ اسی طرح سورۂ واقعہ میں بھی فرمایا گیا۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ جب وہ واقع
ہونے والی واقع ہو جائے گی اس واقع ہونے میں کوئی جھوٹ اور غلط بیانی نہیں ہے۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ وہ واقع ہونے والی
یعنی قیامت کسی کو نیچے کر دے گی، کسی کو اوپر کر دے گی، کسی کو ذلیل کر دے گی اور کسی کو عزت والا بنا دے گی۔ کسی کو جہنم
میں گرا دے گی اور کسی کو جنت کا حقدار بنا دے گی۔ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا جب زمین کو سخت
حرکت دی جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا پہاڑ بکھرے ہوئے، اڑتے
ہوئے گرد وغبار کی طرح ہو جائیں گے۔ تو اس زلزلے کا اور قیامت کے منظر کا ذکر اللہ پاک نے قرآن کریم کی کئی آیات
میں فرمایا ہے۔ بلکہ اگر آپ قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں تو توحید کے بعد آپ کو قرآن کریم میں جو سب سے زیادہ
مضمون ملے گا وہ قیامت اور آخرت کا مضمون ملے گا بالخصوص وہ سورتیں جو نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں ان
میں آخرت کا اور قیامت کا کثرت کے ساتھ ذکر ہے اس لئے کہ قیامت پر اگر انسان کا یقین آ جائے تو پھر اس کے لئے
حرام سے، گناہ سے، اللہ کی نافرمانی سے، بغاوت اور سرکشی سے، جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنا آسان ہو جاتا
ہے اور اس کے دل میں نیکی کی، اللہ کو راضی کرنے کی اور جنت میں لیجانے والے اعمال کی محبت اور شوق پیدا ہو جاتا ہے۔
اس لئے پہلے تو قیامت کا یقین دلوں میں پیدا کیا گیا جہنم کا خوف اور جنت کی طلب اور رغبت پیدا کی گئی۔ دلوں میں
جب یقین پیدا ہو گیا تو اس کے بعد حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔

قرآن کریم کی کئی سورتوں میں بالخصوص جو آخری پاروں کی سورتیں ہیں جو کہ اگرچہ اس وقت موجودہ ترتیب
میں تو آخر میں ہیں ان میں اکثر سورتیں نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں تو ان میں قیامت کا، آخرت کا،
وہاں کے مناظر کا، وہاں کی سختی کا اور وہاں کے عذابوں کا اور وہاں کے حساب کا، پکڑ دھکڑ کا اور انسان کی آپا دھاپی کا
اور نفسا نفسی کا اضطراب اور پریشانی کا بار بار تذکرہ آیا ہے۔

قیامت کے مناظر کی جھلک

اور خود حضور اقدس ﷺ نے قیامت کے منظر کی شدت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا۔ مسلم میں ایک حدیث ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا جب قیامت واقع ہوگی تو سورج مخلوق کے قریب آجائے گا اور اتنا قریب آجائے گا کہ صرف ایک میل کی مسافت کے قریب آجائے گا پھر انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا اتنا پسینہ آئیگا کہ کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے کولہوں تک اور کسی کا کمر تک ہوگا اور کئی ایسے بھی ہوں گے کہ انکا پسینہ ان کے منہ میں داخل ہورہا ہوگا۔ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں انسانوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا جائے گا کچھ وہ ہوں گے جو پیدل چل رہے ہوں گے کچھ وہ ہوں گے جن کے لئے سواریوں کا انتظام کر دیا جائے گا اور کچھ ایسے بدنصیب ہوں گے جن کو ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا۔ اور چہروں کے بل چلیں گے پوچھا گیا اے اللہ کے نبی! چہرے کے بل کوئی کیسے چل سکتا ہے؟ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ وہ اللہ جو انسان کو پیروں پر چلا سکتا ہے وہ انسان کو منہ کے بل اور الٹا چلا سکتا ہے اور وہ منہ کے ذریعہ سے ٹیلہ اور ہر کانٹے سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ اور ابوداؤد میں ایک روایت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے جہنم یاد آگئی، جہنم کے عذاب یاد آگئے اور جہنم کی تکلیف اور شدت یاد آگئی اور اس کی تکلیف اور شدت کو یاد کر کے میں رونے لگی حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیوں رو رہی ہو، میں نے عرض کیا، اللہ کے نبی! جہنم کے عذاب کو یاد کر کے رو رہی ہوں، پھر میں نے سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ اپنے اہل وعیال کو بھی یاد رکھیں گے۔

قیامت کے دن تین مقامات میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! قیامت کے دن تین مواقع اور تین مقام ایسے ہوں گے جن میں کوئی بھی کسی کو یاد نہیں کرے گا، سب رشتے بھول جائیں گے۔

۱)...... پہلا موقع وہ ہوگا جبکہ اعمال کا وزن کیا جارہا ہوگا اس وقت تک وہ کسی رشتے کو یاد نہیں کرے گا جب تک یہ پتہ نہیں چل جائے گا کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا اس کا ترازو بھاری ہے۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ جس کے ترازو اور اعمال وزنی ہوں گے وہ من پسند زندگی میں ہوگا، اللہ فرمائے گا قیامت کے دن کہ تم دنیا میں قدم قدم پہ یہ سوچتے تھے کہ اللہ اس کام سے راضی ہوتا ہے یا نہیں اور ہر کام کرتے وقت یہ سوچ لیا کرتے تھے کہ اللہ کی اس میں رضا ہے یا ناراضگی آج قیامت کے دن تم یہ نہیں سوچو گے کہ تم نہیں پوچھو گے کہ اے اللہ! اس کام میں آپ کی رضا ہے یا ناراضگی آج میں تم سے پوچھوں گا کہ میرے بندو! تم بتاؤ کہ تم کس حالت میں راضی ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور

جن کے ترازو اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے جن کا ٹھکانہ هَاوِيَه ہوگا وَمَا اَدْرٰكَ مَاهِيَه لوگو! تمہیں کیا خبر کہ ھاویہ کیا ہے؟ نَارٌ حَامِيَةٌ وہ بھڑکتی ہوئی، بڑی شدید، مہلک اور تیز آگ ہے۔

۲)......دوسرا موقع اے عائشہ! وہ ہوگا جب اعمال نامے دیئے جائیں گے کسی کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو کہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ شخص کامیاب ہوگیا فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ وہ خوشی کے مارے چلا چلا کے کہے گا لوگو! آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو، دیکھو آج میری زندگی کا نتیجہ کیا نکلا ہے۔اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَه مجھے یقین تھا کہ حساب ضرور ہوگا، زندگی کے پل پل کا حساب دینا ہوگا، کیونکہ مجھے یقین تھا اس لئے میں نے زندگی اس طریقے سے گزاری تھی کہ کل قیامت کے دن اللہ کو حساب دے سکوں فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی من پسند زندگی گزارے گا جیسا چاہے گا ویسے زندگی گزارے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وہ کہے گا ہائے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَه مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ حساب کیا ہے؟ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ میرا مال اور دولت میرے کسی کام نہیں آیا هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ میری عزت، میرا رعب، میرا دبدبہ، میری دنیا کی وجاہت، میری کرسی، میرا اقتدار، میری وزارت، میری بادشاہت، میری چوہدراہٹ، میری سرداری وہ کسی کام نہیں آئی، سب ضائع چلا گیا۔ تو اے عائشہ! یہ دوسرا موقع ہوگا جبکہ کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں نہ دے دیا جائے، وہ یہ نہ جان لے کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا کہ بائیں ہاتھ میں۔

۳)......اور اے عائشہ! تیسرا مقام وہ ہوگا جبکہ لوگ پل صراط سے گزریں گے کچھ وہ ہوں گے جو گزرتے ہوئے جہنم میں گر جائیں گے اور کچھ وہ ہوں گے جو گزرتے ہوئے جنت میں داخل ہوجائیں گے جب تک وہ پُل کو پار نہیں کریں گے اس وقت تک کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا۔ ہاں جب ان حالات سے فارغ ہوجائیں گے جنت والے جنت میں پہنچ جائیں گے پھر اپنوں کو یاد کریں گے اور اپنوں کے ساتھ محبت اور تعلق کا اظہار کریں گے۔

مجھے یہ بتانا تھا کہ خود قرآن میں بھی قیامت کے منظر کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی شدت کو بتایا گیا ہے تا کہ بندے اس قیامت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کر لیں اور خود حضور اکرم ﷺ نے بھی قیامت کے مناظر کی سختی کو اور ہولناکی کو اور خطرناکی کو بیان فرمایا ہے یہاں فرمایا اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب زمین ہلا دی جائے گی زمین میں زلزلہ برپا ہوجائے گا۔

زمین کے خزانے ظاہر ہوجائیں گے

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ (زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی)

اثقال ثقل کی جمع ہے زمین اپنا بوجھ باہر نکال دے گی، زمین کا بوجھ کیا ہے؟ زمین کا بوجھ ایک تو وہ انسان ہیں جو زمین میں دفن کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا کے آخری انسان تک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ (کیا نہیں جانتا جبکہ نکالا جائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں) سب کو باہر نکال کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ ایک دفعہ حکم ہو گا کھڑے ہو جاؤ اللہ کے حکم سے پھر کسی کی مجال نہ ہو گی وہ کھڑا نہ ہو۔ تو زمین کا بوجھ ایک تو وہ مردے ہیں جن کو زمین میں دفن کیا گیا۔ زمین کا دوسرا بوجھ زمین کے خزینے، زمین کے دفینے، زمین کے اندر اللہ نے سونے چاندی کے انبار رکھے ہیں یہ سیال سونا، پیٹرول اور دوسری بہت سی معدنیات یہ سب زمین کے اندر ہیں زمین سب کچھ باہر نکال دے گی جیسا کہ فرمایا وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ جو کچھ زمین میں ہے باہر نکال دے گی، اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ انسان اپنی نظروں سے دیکھے گا سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے، چاندی کا ڈھیر لگا ہوا ہے، ہیرے جواہرات کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اور ہر ایک کہے گا یہ ہے وہ سونا چاندی جس کی خاطر میں نے انسان کا خون بہایا تھا میں نے کسی کو قتل کیا تھا دوسرا کہے گا یہ ہے وہ مال و دولت جس کی خاطر میں نے رشتے ناطے بھی توڑ دیئے تھے۔ بھائیوں تک سے تعلق ختم کر دیئے تھے۔ آپ اخبارات اٹھائیں ایسی ایسی مثالیں ماں باپ تک کو قتل کر دیا زمین کی خاطر پیسے کی خاطر اور تیسرا کہے گا کہ یہ ہے وہ روپیہ پیسہ جس کو میں نے چوری کیا، اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾

(انسان بڑے تعجب سے بدحواس ہو کر کہے گا ارے زمین کو کیا ہو گیا جو کچھ اس کے اندر ہے سب کو باہر نکالتی جا رہی ہے)

اور شاہ ولی اللہؒ نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ انسان کے اعمال انسان کے ساتھ چمٹ جائیں گے "اللہ اکبر" ہو سکتا ہے کہ اعمال کسی مخصوص شکل میں ہوں اللہ زنا کو ایک مخصوص شکل میں، چوری کو ایک مخصوص شکل میں، بدکاری کو ایک مخصوص شکل میں، شراب نوشی کو ایک مخصوص شکل میں، نماز نہ پڑھنا اس کو ایک مخصوص شکل میں، زکوٰۃ نہ دینا ایک مخصوص شکل میں اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کسی نہ کسی شکل و صورت میں سامنے آئیں گے، چمٹے ہوئے ہوں گے انسان قیامت کے دن ان سے جان چھڑانا چاہے گا جیسے سانپ اور بچھو چمٹ جاتا ہے اور چھڑانا چاہتا ہے لیکن وہ نہیں چھوڑتے۔ تو شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کے اعمال اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے ان سے جان چھڑانا چاہیں گے لیکن وہ انہیں چھوڑیں گے ہی نہیں۔ تعجب سے کہے گا ارے کیا ہو گیا عجیب منظر ہے میرے اعمال میرے ساتھ چمٹ گئے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ کیے اور ختم ہو گئے۔

راز فاش ہو جائیں گے

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ (جس دن کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی)

ترمذی میں روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُھَا کیا تم جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عادت کے مطابق کہا: اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں کہ زمین کی کونسی خبریں ہیں جن کو وہ بیان کرے گی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمین کے اوپر جو کچھ ہوتا تھا زمین وہ سب کچھ بیان کردے گی ایک جو زمین کی پشت پر اللہ کی نافرمانیاں کرتا تھا زمین اس کو بھی بیان کردے گی، دوسرا جو سجدہ کرتا تھا اللہ کی فرمانبرداری کرتا تھا زمین اس کو بھی بیان کردے گی۔ جیسے کوئی خفیہ ٹیپ لے کر کسی کے پاس بیٹھ جائے اور وہ لاپرواہ ہو کر بولتا رہے اور وہ سب باتیں اس کی ٹیپ کرتا رہے اور بعد میں جب وہ انکار کرے تو ٹیپ کا بٹن دبا دے کہ یہ سب باتیں تم نے کہی ہیں وہ حیرت زدہ رہ جائے یہ کیا ہوا کہ میری باتیں ٹیپ ہوتی رہیں۔ یا بہت سی جگہ پر خفیہ کیمرے لگے ہوئے ہوتے ہیں انسان کی ایک ایک حرکت محفوظ کی جارہی ہوتی ہے کہاں جارہا ہے؟ کیا پکڑ رہا ہے؟ کیا لے رہا ہے؟ آواز بھی ٹیپ ہو رہی ہے اس کی حرکات بھی محفوظ ہو رہی ہیں۔ اگر انسان اللہ کی دی ہوئی عقل کی بناء پر ایسے آلات ایجاد کرسکتا ہے انسان کی آواز کو، انسان کی حرکات کو محفوظ کرسکتا ہے تو اللہ بھی اس زمین کے اندر ایسے آلات رکھ سکتا ہے، جس سے سب کچھ محفوظ ہوتا رہے۔ ہم نے سمجھا یہ زمین تو اندھی ہے، گونگی ہے، بہری ہے، بے جان ہے ہمیں کچھ پتہ نہیں لیکن اللہ نے اس کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ یہ انسان کی ساری زندگی کا ریکارڈ اپنے اندر محفوظ رکھ سکتی ہے۔

انسانی اعضاء کی گواہی

زمین بولے گی انسان کا بدن بولے گا، انسان کے ہاتھ بولیں گے، انسان کا چمڑا بولے گا۔ سورۂ حم سجدہ میں اللہ فرماتے ہیں وَقَالُوْا لِجُلُوْدِھِمْ لِمَ شَھِدْتُّمْ عَلَیْنَا جب انسانوں کا چمڑا ہی ان کے خلاف گواہی دے گا تو وہ کہیں گے ارے تم نے کیوں گواہی دی؟ تم نے کیسے گواہی دی؟ تم کیسے بول رہے ہو؟ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللہُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۔ انسانی اعضاء بول پڑیں گے ہمیں قوت گویائی اس اللہ نے دی ہے جو اللہ ہر چیز کو بولنے کی قوت دے سکتا ہے اگر وہ گوشت کے اس ٹکڑے میں جسے ہم زبان کہتے ہیں بولنے کی قوت دے سکتا ہے تو وہ اللہ ہاتھوں میں بھی بولنے کی قوت رکھ سکتا ہے۔ وہ چمڑے میں بھی بولنے کی قوت رکھ سکتا ہے۔ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللہُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت عطا کی ہے اسی نے ہم کو بولنے کی قوت عطا کی۔ مسلم شریف میں ایک روایت ہے ایک بندہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا اللہ اپنے احسانات کا تذکرہ فرمائیں گے ارے میں نے تمہیں عزت عطا نہیں کی تھی؟ میں نے تمہیں رزق عطا نہیں کیا تھا؟ شادی بیاہ کا انتظام نہیں کیا تھا؟ میں نے تیرے لئے مختلف سواریوں کو مسخر نہیں کیا تھا؟ میں نے تجھے یہ اور یہ نعمت عطا نہیں کی تھی؟ اقرار کرے گا ہاں اللہ! تو نے سب

کچھ عطا کیا تھا۔ اللہ پھر پوچھے گا کیا تمہیں یقین تھا کہ ایک دن میرے سامنے پیش ہونا ہے؟ کہے گا اللہ! نہیں مجھے یقین نہیں تھا۔ اللہ فرمائیں گے جیسے تو دنیا میں مجھے بھلا بیٹھا آج میں نے تمہیں آخرت میں بھلا دیا۔ دوسرا آئے گا اس سے بھی یوں سوال کیا جائے گا وہ بھی یوں جواب دے گا اسے بھی اللہ یوں فرمائیں گے تم نے دنیا میں مجھے یاد نہ رکھا آج تم میری محبت اور رحمت کے قابل نہیں ہو۔ ایک اور تیسرا آئے گا وہ چالاک بننے کی کوشش کرے گا۔ جب اللہ سوال کریں گے تو کہے گا ہاں میں ایمان رکھتا تھا، میں تیری کتابوں کی تصدیق کرتا تھا تیرے رسولوں کی اطاعت کرتا تھا تیرے حکموں کی تعمیل کرتا تھا اللہ فرمائیں گے جھوٹ مت بولو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے خلاف کوئی گواہی دینے والا موجود ہو، وہ دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف گواہی دینے والا کون ہے جو یہاں گواہی دے سکے میں نے گناہ ایسی جگہ کیا جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا، رات کا اندھیرا تھا، کمرے کی خلوت تھی، کوئی دیکھنے والا موجود نہیں تھا، کوئی گواہ وہاں پر موجود نہیں تھا۔ اللہ پاک اس کی زبان بند کردیں گے اور اس کے منہ پر مہر لگادیں گے اس کی رانیں بولیں گی، اس کا گوشت بولے گا، اس کی ہڈیاں بولیں گی، اس کے بارے میں گواہی دیں گی یا اللہ! زندگی بھر تیری نافرمانی کرتا رہا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافقین ایسی حرکت کریں گے کہ اللہ اس دن زمین کو بولنے کی طاقت عطا کرے گا۔ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا زمین کیوں بولے گی اس لئے کہ اسے اللہ نے بولنے کا حکم دیا ہوگا اللہ اگر جامد کو بولنے کا حکم دے تو وہ بولتا ہے اللہ اگر انسان کو بولنے کی اجازت نہ دے تو یہ نہیں بولتا جو ہمارے بھائی گونگے ہوتے ہیں بول نہیں سکتے بظاہر ان میں سے بہت سارے جسمانی صحت کے اعتبار سے صحیح سالم نظر آتے ہیں اور ان کے منہ کے اندر بھی زبان ہے لیکن بول نہیں سکتے اللہ نے ان کی زبان کے اندر قوت گویائی نہیں رکھی تو اللہ اگر حکم دیں تو پہاڑ بول سکتے ہیں، زمین بول سکتی ہے۔ درخت بول سکتے ہیں، انسان کے پاؤں بول سکتے ہیں، انسان کے ہاتھ بول سکتے ہیں اور اگر اللہ بولنے کی اجازت نہ دے اور بولنے کی صلاحیت نہ رکھے تو زبان بھی نہیں بول سکتی۔

گروہ در گروہ ہونے کا مطلب

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾

(جس دن کہ لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھا دیئے جائیں)

دو طرح معنیٰ کیا گیا وہ دن کہ جس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے، اکیلے اکیلے نکلیں گے کوئی ساتھ نہیں ہوگا، نہ خاندان، نہ جماعت، نہ رشتے دار، اکیلا ہر کوئی پیش ہوگا۔ سورۂ مریم میں فرمایا: وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اللہ کے حضور اکیلا اکیلا پیش ہوگا۔ سورۂ انعام میں فرمایا وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ تم ہمارے پاس اکیلے آؤ گے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا، بالکل اکیلے خاندان

، جماعت، رشتے دار، دوست احباب بھی ساتھ نہیں ہوں گے۔ اور مال و متاع اور ظاہری اسباب وہ بھی ساتھ نہیں اکیلے، یہاں تک کہ بدن پر کپڑا تک نہیں ہوگا، الگ الگ آئیں گے اور اکیلے اکیلے آئیں گے۔

اور دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً۔ لوگوں کے مختلف گروہ ہو جائیں گے۔ یہ کافروں کا گروہ ہے، یہ مشرکوں کا گروہ ہے، یہ بدعتیوں کا گروہ ہے، یہ زانیوں کا گروہ ہے، یہ شرابیوں کا گروہ ہے، یہ ڈاکوؤں کا گروہ ہے، یہ ظالموں کا گروہ ہے، یہ غیبت کرنے والوں کا گروہ ہے، یہ حسد کرنیوالوں کا گروہ ہے، تو گناہوں کے اعتبار سے انسانوں کی درجہ بندی اور تقسیم کر دی جائے گی۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ اعلان ہو گا کہ آج تم میرے بندوں سے جدا ہو جاؤ، دنیا میں تو تم ملے جلے رہتے تھے نیک اور بدا کٹھے، منافق اور مسلمان یکجا لیکن آج ایسا نہیں ہوگا الگ الگ ہو جاؤ۔ جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے سامنے لایا جائے۔

اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا

توجہ کیجئے گا یہ آخری آیات بڑی عجیب ہیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞

(جس نے رائی کے برابر نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا اور جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں سب سے محکم آیات یہ ہیں اور حضرت کعب بن احبار فرماتے ہیں کہ تورات میں، زبور میں اور انجیل میں اور دوسرے صحیفوں میں جو مضامین موجود تھے وہ سارے مضامین اللہ پاک نے ان دو آیات میں جمع فرما دیئے ہیں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا: هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ یہ منفرد اور جامع ترین آیت ہے۔ جو کچھ کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا۔ وہ عدل کا دن ہوگا، کامل عدل کا دن اس دن ظلم نہیں ہوگا، کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور عدل کے لئے ضروری ہے کہ انسان نے جو کچھ کیا ہو اس کے سامنے پیش کر دیا جائے اللہ نے قرآن میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا: سورۂ انبیاء میں ہے کہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی یا بدی کی ہوگی ہم اس کو بھی لے آئیں گے۔ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔ سورۂ کہف میں فرمایا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ۔ تم مجرموں کو دیکھو گے ڈر رہے ہوں گے اور جب دیکھیں گے اعمال نامے کو تو بڑے دکھ سے کہیں گے۔ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا ہائے ہماری کم بختی مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا اس رجسٹر نے ہمارے کسی عمل کو نہیں چھوڑا، نہ چھوٹے عمل کو، نہ بڑے عمل کو سارے اعمال اس کے اندر آ گئے ہیں اور قرآن مجید میں جو الفاظ آئے

وہ یوں ہیں مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ توجہ کیجیے گا! بعض حضرات نے ایک عجیب بات لکھی ہے امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ عربی قاعدے کے مطابق ما کو الگ ہونا چاہیے تھا اور لِهٰذَا الْكِتٰبِ کو الگ لام کو هٰذَا کے ساتھ جوڑا مَالِهٰذَا الْكِتٰبِ یوں لکھا جاتا لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھیں گے تو مال یہ لام الگ لکھا ہوا ہے اور هٰذَا الْكِتٰبِ الگ اللہ اکبر۔ اللہ قرآن کے خادموں کی قبروں کو اپنے نور سے بھر دے اور اپنی رحمتوں کی بارش ان پر برسائے کیا کیا نکتے سوچ سمجھ کر نکالتے ہیں۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں اللہ نے قیامت کے اس پورے منظر کو ذکر کیا کہ یہ جب اعمال نامے کو دیکھے گا تو اٹک اٹک کے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ الگ الگ لفظ توڑ کر بولے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ ارے یہ کیسی کتاب ہے۔ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً چونکہ لفظوں کو توڑ توڑ کر بولے اس لیے قرآن کریم میں بھی جو لکھا گیا وہ بھی توڑ توڑ کر مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً یہ تو کسی عمل کو نہیں چھوڑتی اس کتاب نے ہر عمل کو ذکر کر دیا چاہے چھوٹا تھا یا بڑا، اللہ نے انسان کے ہر عمل کو محفوظ کر رکھا ہے۔ کوئی عمل بھی انسان کا ضائع نہیں جاتا بہت سی نیکیاں ایسی ہوں گی جو انسان بھول چکا ہوگا لیکن اللہ یاد فرمائے گا تم نے یہ نیکی بھی کی تھی، تم نے یہ نیکی بھی کی تھی۔ ان ساری نیکیوں کو جمع کر لیا جائے گا اور بہت سی برائیاں بھی ہوں گی جو اسے یاد نہیں ہوں گی لیکن اللہ پاک اسے اس کے سامنے کر دیں گے اسی لیے کہا گیا ہے کہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھا جائے اور کسی گناہ کو معمولی نہ سمجھا جائے اس لیے کہ ہر چیز محفوظ ہو رہی ہے نیکی کے کسی عمل کو حقیر مت سمجھیں، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا عمل کیوں نہ ہو خواہ تم نے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ محبت کے ساتھ گفتگو کی ہے، مسکرا کر ملے ہو، مصافحہ کیا ہے، سلام کیا ہے، تعزیت کی ہے، محبت کے دو بول بولے ہیں، راستے سے کانٹا ہٹا دیا ہے، کسی دکھی کے کام آگئے ہو، کسی کو اللہ کی رضا کے لیے خوش کر دیا، تو فرمایا کسی بھی عمل کو حقیر مت سمجھو۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں ہر ایک آدمی اللہ سے بات کرے گا، نہ کوئی بیچ میں ترجمان ہوگا، نہ کوئی بیچ میں حجاب اور رکاوٹ ہوگی پھر دائیں دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے، بائیں دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے صرف اعمال ہی اعمال اور کچھ نہیں، دائیں جماعت نہیں ہوگی بائیں جانب خاندان اور رشتے دار نہیں ہوں گے سامنے کرسی، اقتدار، عزت وجاہت نہیں ہوگی ہر طرف اعمال ہی اعمال ہوں گے، لہٰذا فرمایا: اِتَّقُوا النَّارَ جب اعمال ہی کام آنے والے ہیں تو پھر جہنم کی آگ سے بچو۔ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ اگرچہ کسی غریب کو ایک کھجور کا ٹکڑا ہی دے کر سہی، اس کو بھی حقیر مت سمجھو۔

اصلاحِ انسانی کی چند تدابیر

حدیث:...... مسلم میں روایت ہے فرمایا: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا نیکی کے کسی بھی کام کو حقیر مت سمجھو، حقیر سمجھ

کرمت چھوڑو کہ میں ذرا سا نیکی کا کام کروں گا۔ ارے جتنی بھی اللہ توفیق دے تہیہ کرلو، ارادہ کرلو مجھے تو صبح سے شام تک اس طریقے سے زندگی گزارنی ہے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے صبح اٹھا ہے تو اس کے رجسٹر میں نیکیوں کا اندراج شروع ہو گیا، پہلے تو نیت اچھی کی اور اس کے بعد وضو کیا، بچوں کو اٹھایا، خود نماز کے لیے چلا، تلاوت کی، دن بھر رزق حلال کماتا رہا، ایک ایک عمل نیکیوں میں شمار ہو رہا ہے اور لکھا جا رہا ہے اللہ کے ہاں کوئی عمل بھی ضائع نہیں جا رہا۔

علماء فرماتے ہیں اپنی اصلاح کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں پہلی چیز ہے کہ نیت کرلیں مجھے اللہ کی رضا کے مطابق پوری زندگی گزارنی ہے ایک تو یہ کہ پوری زندگی کی نیت کرلیں، ایک یہ کہ پورے سال کی نیت کرلیں، ایک یہ کہ پورے مہینے کی نیت کرلیں اور ایک یہ کہ ہر دن کی نیت کرلیں ارے نیت کرنے میں کیا حرج ہے۔ اے اللہ کے بندو! اصل میں ہم چاہتے ہی نہیں کہ اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزرے، سال گزرے، آج کا دن گزرے اٹھتے ہی اور رات کو سوتے ہوئے بھی برائی کے منصوبے بنا رہا ہے اور صبح کو اٹھتے ہی پھر ان کے مطابق عمل شروع ہو گیا ہم چاہتے ہی نہیں ارے نیت کرلو، نیت کرنے میں کیا جاتا ہے کیا خرچ ہوتا ہے، کون رکاوٹ ڈالتا ہے اور نیت ایک ایسا عمل ہے جو صرف بندے کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے کیا سوچ رہا ہے۔ تو سب سے پہلے نیت کرلیں، شرط لگالیں آج کا دن تو اللہ کی رضا کے مطابق گزاروں گا پھر اپنے اوپر نظر بھی رکھے کہ واقعی پورا دن اللہ کی رضا میں گزر رہا ہے اور شام کو سوتے وقت ذرا پورے دن کا حساب بھی کرے ارے ایک دوکاندار حساب کرتا ہے آج کا دن کیسا گزرا یہ مہینہ کیسے گزرا یہ سال کیسا گزرا تو ایک مومن بھی اسی طریقے سے حساب کرلے دوکانداروں اور تاجروں کو تو حساب کرنے کے لیے منشی رکھنے پڑتے ہیں بعض اوقات حساب کے لیے باہر سے لوگ لانے پڑتے ہیں لیکن یہاں تو کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے خود ہی بیٹھ کر حساب کرے کیسے دن گزارا، دومنٹ لگیں گے۔ اور ایک چوتھی چیز یہ کہ نیت کرکے آج اتنی تلاوت کروں، اگر کوئی گناہ ہو جرمانہ لگالے تو انشاء اللہ العزیز بتدریج اصلاح ہو جائے گی، اگر واقعی ہم اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا فرمایا کسی بھی نیکی کے عمل کو حقیر مت سمجھو کیونکہ اللہ کے ہاں ہر عمل محفوظ ہو رہا ہے چاہے وہ نیک عمل ہو یا کہ برا عمل ہو۔

قیامت کے دن نیک اور بد حسرت کریں گے

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے آپ کو ملامت کرے گا نیک بھی ملامت کرے گا اور بد بھی ملامت کرے گا بد تو ملامت کرے گا اس لیے کہ میں گناہوں سے باز کیوں نہ آیا اور نیک ملامت کرے اس لیے کہ میں تو اور نیکی کرسکتا تھا میں نے اور نیکی کیوں نہ کی اور کرسکتا تھا آج جب قدر ہوئی۔ آپ جانتے ہیں ایک شخص نے پندرہ سال، سولہ سال اسکول کالج میں پڑھا اب پڑھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے

کہ میں نے بہت دن ضائع کیے اور محنت کر لیتا۔

سورۂ زلزال سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رونا

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ جس نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا، رائی کے دانے کے برابر برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ایک روایت نقل کی ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ اذا زلزلت نازل ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس سورت کو سنا تو رونے لگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس سورت نے رلا دیا ہے اللہ کہہ رہا ہے قیامت کے دن سارے اعمال سامنے آجائیں گے نیک بھی اور بد بھی اگر برے اعمال ہمارے سامنے آگئے تو ہماری مغفرت تو نہیں ہو سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے تسلی دی کہ اے ابوبکر! انسان سے گناہ بھی ہوتے ہیں لیکن گناہ کرنے کے بعد اگر توبہ کر لے تو اللہ پاک اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اگر تم سے کوئی گناہ نہ ہوتا اور تم اللہ سے مغفرت طلب نہ کرتے تو اللہ تمہیں ختم کر دیتا اور کوئی ایسی مخلوق پیدا کرتا جس سے گناہ ہوتے اور وہ اللہ کے سامنے روتی گڑگڑاتی، اور توبہ کرتی تو اللہ پاک اس کو معاف کر دیتا اے ابوبکر! یہ مت سوچو کہ تم سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا یا کسی انسان سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان برے اعمال دیکھے گا، تو مؤمن بھی پھنس جائیں گے نہیں ایک مومن کے پاس نیکیاں بھی ہوں گی برائیاں بھی ہوں گی اس کی نیکیاں برائیوں کے لیے کفّارہ بن جائیں گی اور ایک کافر کے پاس نیکیاں بھی ہوں گی برائیاں بھی ہوں گی لیکن چونکہ ایمان نہیں تھا اس لیے اس کی نیکیاں اس کے کسی کام نہیں آئیں گی۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اسی آخری آیت کریمہ میں جو بات بیان فرمائی گئی اس بات کو پلے باندھ کر اور ذہن میں بٹھا کر زندگی گزاری جائے۔ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ہمیں قیامت کے دن اپنے سارے اعمال کو دیکھنا ہوگا نیک اعمال کو بھی اور برے اعمال کو بھی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ قیامت کے دن ہمیں اللہ پاک کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہونا پڑے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَۃُ الۡعَادِیَاتِ مَکِّیَّۃ

موضوع

انسان کا ناشکرا پن

آیاتُها ۱۱ (۱۰۰) سُورَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) رُكُوعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ
نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ﴿۱۱﴾

ترجمہ:...... قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں، (۱) پھر جو (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اُڑاتے ہیں، (۲) پھر صبح کے وقت یلغار کرتے ہیں، (۳) پھر اُس موقع پر غبار اُڑاتے ہیں، (۴) پھر اُسی وقت کسی جمگھٹے میں بیچوں بیچ جا گھستے ہیں، (۵) کہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے، (۶) اور وہ خود اس بات کا گواہ ہے۔ (۷) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔ (۸) بھلا کیا وہ وقت اُسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے، اُسے باہر بکھیر دیا جائے گا، (۹) اور سینوں میں جو کچھ ہے، اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ (۱۰) یقیناً اُن کا پروردگار اُس دن اُن (کی جو حالت ہوگی اُس) سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۱)

پانچ قسمیں

سورۃ العادیات مکی سورت ہے۔ اس میں گیارہ آیات ہیں۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ (قسم ہے ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی۔)

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ (قسم ہے ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والے گھوڑوں کی۔)

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ (قسم ہے صبح کے وقت حملہ کر دینے والے گھوڑوں کی۔)

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ (قسم ہے گرد و غبار اڑانے والے گھوڑوں کی۔)

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو جماعت میں گھس جاتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے یہ پانچ قسمیں کھائیں۔ قسم بعض اوقات کھائی جاتی ہے دوسرے کو یقین دلانے کے لئے، بعض اوقات اپنی بات کو مظبوط کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات قسم کھائی جاتی ہے کسی چیز کو دلیل اور گواہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے۔ قسم بھی حقیقت میں ایک قسم کی گواہی ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں تو گویا کہ وہ یوں کہتا ہے کہ میں اللہ کو اپنے دعویٰ کی سچائی پر گواہ بنا کر پیش کرتا ہوں، اللہ گواہ ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں اسی لئے جھوٹی قسم کھانا یہ گناہ کبیرہ ہے اور اسی لئے اللہ کے ماسوا کی قسم کھانا یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز کا علم ظاہر اور باطن کا علم، پوشیدہ اور اعلانیہ کا علم، قول و فعل، ور خیال کا علم یہ صرف اللہ کو ہے، اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ البتہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مخلوق میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہیں۔ تو بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اکثر و بیشتر جہاں اللہ نے قسمیں کھائی ہیں تو ان چیزوں کو گویا اپنے دعویٰ پر گواہ بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً یہ پانچ قسمیں کھانے کے بعد فرمایا کہ!

گھوڑے کی وفاداری اور انسان کا ناشکرا پن

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ (بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے)

گویا کہ گھوڑے کی وفاداری، گھوڑے کی جان نثاری اور گھوڑے کی یہ صفات اس بات کی دلیل ہیں کہ انسان بڑا ناشکرا ہے انسان اور گھوڑوں کے درمیان موازنہ کریں گھوڑے کا مالک حقیقی مالک نہیں ہے مجازی مالک ہے۔ حقیقی مالک تو ہر چیز کا اللہ ہے۔ وہ مجازی مالک ایسا ہے کہ اس نے گھوڑے کو پیدا نہیں کیا گھوڑے کو گھاس دانہ اور پانی دیتا ہے لیکن گھوڑا اس کی وفاداری میں اپنی جان تک کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ خود حضور اقدس ﷺ نے گھوڑے کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ مسلم کی روایت ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھدی ہے اپنے مالک کا ایسا وفادار ہے۔

تھکاوٹ سے چور ہو جاتا ہے، بدن دکھنے لگتا ہے، سانس پھول جاتی ہے، لیکن پھر بھی ہانپتا ہوا دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی سانس اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان دے دیگا لیکن پھر بھی دوڑتا چلا جاتا ہے، پتھریلی زمین میں ٹاپ مارتے ہوئے چلتا ہے، آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں لیکن خطرے سے بے پرواہ مالک کی خاطر چلا جاتا ہے۔ رات کا وقت آرام کا وقت ہوتا ہے لیکن مالک اس کو کسی لشکر پر حملے کے لئے اُکساتا ہے اور اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ تو شب خون مارنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، راتوں کی نیند اور راحت و آرام کو بھی قربان کرتا ہے گرد و غبار اور طوفان اٹھتا ہے، آنکھوں میں اور نتھنوں میں مٹی ہوتی ہے لیکن لشکر میں بھی گھسا چلا جاتا ہے، ایسا لشکر جہاں تلواریں ٹکرا رہی ہیں اور تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور نیزے سے جسموں کو چھیدا جا رہا ہے، انسان کٹ

کٹ کے گر رہے ہیں خون بہہ رہا ہے، انسان تک بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لیکن گھوڑا مالک کی خاطر گھسا چلا جاتا ہے۔ ایک طرف تو گھوڑے کا حال ہے دوسری طرف انسان کا حال ہے اس کا مالک حقیقی مالک ہے، اللہ مجازی مالک نہیں ہے۔ لیکن انسان اپنے حقیقی مالک کا اتنا وفادار نہیں ہے جتنا کہ ایک بے زبان جانور اپنے مالک کا وفادار ہے۔ تو گویا کہ گھوڑے کی یہ حالتیں بیان کرنے کے بعد جب یہ فرمایا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے تو یہ ہر انسان موازنہ کرسکتا ہے کہ میں اللہ کا کتنا وفادار ہوں اور ایک بے زبان جانور جسے ہم بے عقل بھی کہتے ہیں وہ کتنا وفادار ہے۔

اللہ پاک کی نعمتیں بے شمار ہیں

جبکہ انسان پر اللہ کے احسانات بے شمار ہیں، بے حدوحساب ہیں، جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اللہ پاک بجا طور پر صحیح فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو۔ یہ جسم اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ زندگی اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ آنکھیں جن سے ہم دیکھتے ہیں اللہ پاک کی نعمت ہیں، یہ کان جن سے ہم سنتے ہیں اللہ پاک کی نعمت ہیں، یہ زبان اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ سینے میں دھڑکتا ہوا دل اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ سر میں سوچنے والا، تدبیریں کرنے والا دماغ اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ چھونے والا، پکڑنے والا ہاتھ اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ چلنے والے پاؤں اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ غذا کو ہضم کرنے والا اور تحلیل کرنے والا معدہ اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ جسم میں رگوں کا پھیلا ہوا لمبا جال یہ اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ شکل وصورت جو اللہ نے ہمیں عطا کی اور قسمیں کھا کر اللہ نے فرمایا کہ میں نے انسان کو سب سے خوبصورت بنایا ہے۔ تو یہ شکل وصورت اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ صحت وتندرستی اللہ پاک کی نعمت ہے، یہ بھوک جسے بظاہر ایک مصیبت سمجھا جاتا ہے یہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے، اولاد کے لئے والدین بہت بڑی نعمت ہے، والدین کے لئے اولاد بہت بڑی نعمت ہیں، یہ رشتے یہ عزیز واقارب یہ بھائی بہن اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ الحمدللہ والدہ حیات بھی ہیں اللہ خدمت کی توفیق بھی دیتے ہیں یہ اللہ پاک کی نعمت ہے، اللہ نے مجھے بیٹی بھی عطا کی ہے اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے، اللہ پاک نے مجھے بہنیں بھی دی ہیں کتنی بڑی نعمت ہے، الحمدللہ وفا شعار خدمت گزار محبت کرنے والی بیوی بھی اللہ پاک نے عطا کی ہے اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے عورت کی کتنی حیثیتیں ہیں ہر حیثیت کا لطف اور مزہ اور ہے، ماں کی محبت کا بدل بیوی نہیں بن سکتی، بیوی کی محبت کا بدل بیٹی اور بہن نہیں بن سکتی، اور بیٹی اور بہن کی محبت کا بدل بیوی نہیں بن سکتی ہے، اسی طریقے سے عورت دیکھے کہ مرد کو کتنی حیثیتیں حاصل ہیں اس کا شوہر ہے، شوہر کا وجود کتنی بڑی نعمت ہے، بشرطیکہ وہ سوچے، بیٹے اور بھائی کتنی بڑی نعمت ہیں، والد کتنی بڑی نعمت ہے۔ اللہ اکبر بعض اوقات اللہ سے بڑا

ڈر بھی لگتا ہے لیکن انسان تو کچھ نہیں کر سکتا اگر موت آ رہی ہو تو اس کو روک نہیں سکتا۔ کتنے لوگ ہیں جو گھر سے کمانے کے لئے نکلتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں راستے میں ایکسیڈنٹ ہو گیا کسی دہشت گرد اور انسانیت کے دشمن کی گولی کا نشانہ بن گئے وہی بیوی جو صبح تک سہاگن تھی شام کو بیوہ ہو گئی تو شوہر کتنی بڑی نعمت ہے، ان رشتوں کا احساس اس وقت ہوتا ہے جس وقت انسان ان رشتوں سے محروم ہوتا ہے۔ یہ سر چھپانے کے لئے مکان یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، یہ رزق حلال کی نعمت، حرام کی بات نہیں کرتا، حرام نعمت نہیں ہے چاہے بڑا اہال اس سے بھر جائے وہ نعمت نہیں ہے وہ زحمت ہے وہ تو مصیبت ہے، وہ تو آگ کے انگارے ہیں جتنے بھی چاہو جمع کرلو بڑا اہال نہیں چاہو تو دس گناہ بڑا اہال بھی بھر لو وہ تو آگ کے انگارے ہیں اور رزق حلال چاہے وہ سوکھی روٹی کے دو ٹکڑے ہوں۔ وہ اللہ پاک کی نعمت ہیں۔ یہ نیلا آسمان اور آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے اللہ پاک کی نعمت ہیں، یہ رات کی سیاہ چادر یہ اللہ پاک کی نعمت ہے۔

نیند اللہ کی نعمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بتلاؤ اگر میں دن ہی دن بناتا تو کون ہے جو تمہارے لئے رات بناتا اور تمہیں سکون ملتا اگر میں رات ہی رات بنا دیتا دن نہ ہوتا تو تم کیسے معاشی دوڑ دھوپ کرتے تو یہ رات اور دن اللہ پاک کی نعمت ہیں، یہ پر سکون اور میٹھی نیند اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے، اگر نیند نہ آئے تو پھر پتہ چلے اور جو نیند سے محروم ہیں ان سے پوچھو کہ نیند کتنی بڑی نعمت ہے، ان سے پوچھو تو کہیں گے مجھے کچھ نہیں چاہیے ارے حکیم صاحب، ڈاکٹر صاحب جو مانگو گے میں دوں گا لیکن کوئی ایسی صورت بنا دو کہ مجھے نیند آ جائے۔

مختلف نعمتیں

پھر ایک نعمت میں کئی کئی نعمتیں جمع ہیں اب میں نے کہا کہ رزق حلال اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے اپنے گھر میں بیٹھ کر کھا رہے ہیں یہ دوسری نعمت ہے، اپنے بچوں کیساتھ بیوی کے ساتھ بھائی بہنوں کے ساتھ محبت کے ماحول میں بیٹھ کر کھا رہا ہے یہ ایک اور نعمت ہے، بھوک کے ساتھ کھا رہا ہے یہ ایک اور نعمت ہے، لذت کے ساتھ کھا رہا ہے یہ ایک اور نعمت ہے، کھاتا ہے ہضم ہو جاتا ہے یہ ایک اور نعمت ہے پھر جو چاہتا ہے وہ مل جاتا ہے۔ اللہ اکبر کتنی بڑی نعمت ہے اللہ کے بندو! سوچو تو سہی کتنے لوگ ہیں کہ جن کو پورے سال میں بھی وہ غذا نہیں ملتی جو وہ چاہتے ہیں اور ہمیں ہر شام کو وہ غذا مل جاتی ہے جو ہم چاہتے ہیں کہ آج یہ کھانے کو دل چاہتا ہے اللہ پاک وہی دے دیتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں ہمارے بھائی ہماری بہنیں ہماری بیٹیاں اور مسلمان بھائی مجاہد بھائی ظالموں کی جیلوں میں پڑے

ہوئے ہیں وہ روٹی کے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں۔ یہ آزادی اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں اللہ نے آزادی دی ہوئی ہے اللہ پکڑتا نہیں ہے کہ سینما کی طرف جارہا ہے، اللہ پکڑتا نہیں ہے کہ یہ شراب خانے کی طرف جارہا ہے، اللہ پکڑتا نہیں ہے اللہ کا حکم توڑنے کے لئے جارہا ہے اللہ پکڑتا نہیں ہے لیکن اللہ دعوت ضرور دیتا ہے حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح ارے ادھر نہ جاؤ وہاں ناکامی ہے یہاں آجاؤ یہاں کامیابی ہے اللہ بلاتا ہے اللہ آنے کی توفیق دیتا ہے۔ تو یہ چلنے کی آزادی، اٹھنے بیٹھنے کی آزادی، کھانے پینے کی آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ معاشی ذرائع، یہ دکان، یہ تجارت، یہ ملازمت، یہ فیکٹری، یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں، اللہ نے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچا رکھا ہے یہ اللہ پاک کی نعمت ہے۔

دینی نعمتیں

یہ مسجدیں اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں، یہ مدرسے اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہیں، یہ مکاتب جہاں صبح سے شام تک قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی ہیں ہمارے بچے وہاں قرآن پڑھ سکتے ہیں یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔ شاید یہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان قرآن پاک پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کی وجہ سے رزق دے رہا ہے۔
اور یہ نعمتیں ان لوگوں سے پوچھئے جو ان نعمتوں سے محروم ہیں بشرطیکہ دل میں ایمان ہو۔ دل میں ایمان نہیں ہے تو پھر تو بدبخت یہی سوچے گا کہ کاش! میرے گھر کے قریب کلب ہوتا، شراب خانہ ہوتا، پارک ہوتا، اور فلاں فلاں گندگی کی جگہ ہوتی لیکن ایک شخص مغربی ملک میں رہتا ہے اور قریب میں مسجد نہیں اور دل میں اللہ نے ایمان دیا ہے دل میں ایمانی جذبہ ہے تو اس سے پوچھیے کہ مسجد اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے دل چاہتا ہے کہ پانچ وقت اللہ کے گھر میں جا کر اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ سجدہ کروں نماز پڑھوں لیکن نہیں کر سکتا مجبوریاں ایسی ہیں میلوں دور مسجدیں ہیں دل چاہتا ہے کہ کوئی مجھے قرآن پڑھائے لیکن کوئی پڑھانے والا نہیں، قرب و جوار میں کوئی مدرسہ ہی نظر نہیں آتا تو مساجد اور مدارس کتنی بڑی نعمتیں ہیں، یہ قرآن کتنی بڑی نعمت ہے۔ جس کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے اللہ نے قسمیں کھائی ہیں فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ میں ستاروں کے گرنے کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم سمجھو یہ اللہ نے بڑی قسم کھائی ہے۔ اللہ نے چھوٹی قسم نہیں کھائی قسم کھانے کے بعد اللہ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ یہ بڑا عزت والا قرآن ہے میں اللہ کہہ رہا ہوں، یہ بڑا معزز کلام ہے۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ پوشیدہ کتاب میں لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ اس کو نہیں چھو سکتے مگر وہ لوگ جو پاک اور صاف ستھرے ہوں ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے اور ناپاک لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ کیا تم اللہ کے کلام کو معمولی کلام سمجھتے

ہو۔ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۝ اور تم نے اپنا حصہ بس یہی بنالیا ہے کہ میرے کلام کو تم جھٹلاتے رہو۔ ایک وقت آئیگا جب جان حلق تک پہنچ جائی گی اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو گے کہ سارا منظر نظر آرہا ہے، جان نکالی جارہی ہے میں جارہا ہوں سب کچھ چھوڑ کے جارہا ہوں اس وقت تمہیں یقین آئے گا لیکن اس وقت کا یقین کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یہ قرآن اللہ پاک کی نعمت ہے یہ ایمان اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ رسول ﷺ کے ساتھ غلامی کی نسبت یہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے، ارے کتنی بڑی نعمت ہے میں کہتا ہوں کہ میں حضور ﷺ کا ماننے والا ہوں میں حضور ﷺ کا روحانی بیٹا ہوں اور حضور ﷺ کون ہیں کائنات کے سردار انبیاء کے سردار میں ان کا امتی ہوں ان کے ساتھ نسبت اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے تو نعمتیں پورے جسم میں، دل اور دماغ میں، ظاہر اور باطن میں، گھر میں اور بازار میں، اللہ کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔

اگر اللہ کی نعمتیں نہ ہوتیں تو پھر کیا ہوتا؟

ارے یہ سوچئے کہ اگر اللہ کی یہ نعمتیں نہ ہوں تو پھر کیا ہوگا اگر ہم ان نعمتوں سے محروم ہو جائیں تو پھر کیا ہوگا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ دل آٹومیٹک مشین کی طرح ایک دن میں ایک لاکھ تین ہزار چھ سواتی بار دھڑ کتا ہے اگر یہ دھڑکنیں کم یا زیادہ ہو جائیں تو زندگی کا سانس ٹوٹ جائے یہ آنکھیں ایک کروٹ میں دس لاکھ رنگ دیکھ سکتی ہیں اگر یہ آنکھیں نہ ہوں تو دنیا ہمارے لئے بے نور ہو جائے گی، دنیا کا حسن ہی ختم ہو جائے اور یہ ناک تین ہزار خوشبوئیں سونگھ سکتا ہے اگر سونگھنے کی حس ختم ہو جائے اور خوشبوؤں کا میدان اور سونگھنے کا میدان سب ختم ہو جائے تو یہ دنیا بے مزہ ہو جائے۔ یہ کان ایک وقت میں سوا لاکھ آوازیں سن سکتے ہیں، اگر ہم بہرے ہو جائیں تو ان آوازوں سے محروم ہو جائیں گے۔ کسی کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی نہیں ہے گوشت کا لوتھڑا پڑا ہے اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، پیشاب یا پاخانہ نہیں کرسکتا ایک معمولی ہڈی ٹوٹ گئی اور مُردوں کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے یہ دماغ نہ ہو تو انسان اور حیوان دونوں برابر، یہ زبان نہ ہو تو نہ ذکر کرسکتا ہے نہ تلاوت کرسکتا ہے، نہ عزیزوں کیساتھ محبت کا اظہار کرسکتا ہے یہ جو آپ محبت کے ساتھ کہتے ہیں اماں جان، زبان نہ ہو تو کیسے کہہ سکتے ہیں، محبت سے کہتے ہیں بیٹی! یہ زبان نہ ہو تو کیسے کہیں گے کتنا لطف آتا ہے جب انسان ان رشتوں کا اظہار اپنی زبان سے کرتا ہے بشرطیکہ اس کے دل میں ان رشتوں کی وقعت اور قدر ہو اور جو اس زبان والی نعمت سے محروم ہو گیا اگر دین کی دعوت دینا چاہتا ہے دعوت نہیں دے سکتا تبلیغ نہیں کرسکتا درس وتدریس نہیں کرسکتا، اللہ کا نام زبان سے نہیں لے سکتا، بھوک نہ ہو تو طرح طرح کے کھانے اس کے لئے بیکار ہیں، بھوسے کی طرح ہیں نیند نہ آئے تو پاگل ہو جائے۔

شاکر اور شکور میں فرق

میرے بزرگو اور دوستو!

ہم تو اللہ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو مصیبت میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم راحت میں بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں آپ کو پتہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ راتوں کو بڑا طویل قیام کرتے تھے، لمبے لمبے سجدے کرتے، رکوع کرتے اللہ سے مانگتے، جہنم سے پناہ مانگتے، جنت کی درخواست کرتے، امت کے لئے مغفرت طلب کرتے، اپنے لئے مغفرت طلب کرتے عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ تو مغفور و مرحوم ہیں بخشے بخشائے ہیں، آپ ﷺ کے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے آپ ﷺ کو اتنی عبادت اور اتنی مشقت کی کیا ضرورت ہے کیا فرمایا اللہ کے نبی نے! اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟، میں عبادت جنت کے حصول کے لئے نہیں کرتا بلکہ اس اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے جس نے مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ شکور کا معنی شکر کرنے والا، شاکر کا معنی بھی شکر کرنے والا لیکن علامہ مناویؒ نے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے فرماتے ہیں کہ! الشاکر من یشکر علی الرحی و الشکور من یشکر علی البلٰی۔ شاکر عربی میں اس کو کہتے ہیں جو راحتوں پر، نعمتوں پر، خوشیوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور شکور اس کو کہتے ہیں جو مصیبت اور تکلیف میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کے لئے جو لفظ استعمال فرمایا وہ شکور کا لفظ ہے شاکر کا لفظ نہیں ہے میں تو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کروں گا وہ کھلائے تو بھی شکر ادا کروں گا اور وہ بھوکا رکھے تو بھی اس کا شکر ادا کروں گا، وہ پلائے تو اس کا شکر ادا کروں گا اور اگر وہ پیاسا رکھے تو بھی میں اس کا شکر ادا کروں گا۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کروں گا۔

مصیبت میں بھی اللہ کا شکر ادا کریں

اللہ والے ایسے ہوتے ہیں جو تکلیف اور مصیبت میں بھی اللہ کی نعمت کا کوئی پہلو تلاش کر لیتے ہیں۔ ایک اللہ والے راستے سے گزر رہے تھے کسی بد بخت نے ان پر کچرے کا بھرا ہوا ٹوکرا پھینک دیا فرمانے لگے اللہ تیرا شکر ہے میں تو جہنم کے انگاروں کا مستحق تھا تو نے تو مٹی کے ٹوکرے کو پھینک کر میری مغفرت کر دی اے اللہ! تو نے اس کے بدلے مجھ پر مٹی کا ٹوکرا ڈلوا دیا اگر میرے اوپر جہنم کے انگارے گرائے جائے تو میں اس کا مستحق تھا، ایک اللہ والے کے گھر میں چور اور ڈاکو آئے سامان چوری کر کے لے گئے صبح لوگوں نے دیکھا تو اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پوچھا کس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہے ہو کہا کہ الحمد للہ اللہ پاک نے ایمان کی دولت عطا کر رکھی ہے اور وہ محفوظ

ہے۔ہم جانے والی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور جو باقی ہے اس کو نہیں دیکھتے ارے ایک عضو میں تکلیف ہوگئی اور اتنا پریشان لیکن یہ نہیں دیکھا کہ یہاں تو تین سو ساٹھ جوڑ ہیں باقی تو صحیح سالم ہیں۔

ہمارے ایک جاننے والے تھے ان کی کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی بڑی تکلیف میں تھے مجھے خود بڑا افسوس ہو رہا تھا ان کو دیکھ کر تو میں نے ان کی تیمارداری کی میں نے کہا بڑا افسوس ہوا کہنے لگے ارے مولانا! کیا بات کر رہے ہو تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے ایک جوڑ ٹوٹا تین سو انسٹھ تو صحیح سلامت ہیں میں اس پر اللہ کا شکر ادا نہ کروں؟۔تو ہم کسی ایک نعمت سے محروم ہو جائیں تو اس کا واویلا کرتے ہیں لیکن جو باقی ہیں اس کے بارے میں نہیں دیکھتے تو اللہ کے نیک بندے مصیبت اور تکلیف میں بھی اللہ کی نعمت کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتے ہیں۔اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔

واقعہ:

ایک واقعہ یاد آیا پہلے بھی سنا چکا ہوں لیکن مجھے اس واقعہ میں بڑی لذت آتی ہے، بڑا لطف آتا ہے۔حضرت مولانا محمد صدیق صاحب نور اللہ مرقدہ ہمارے بزرگوں میں سے ایک سیدھے سادھے دیہاتی بزرگ تھے اور درد گردہ میں مبتلا تھے اور اللہ نہ کرے اگر کسی کو درد گردہ ہوئی ہو تو وہ جانتا ہے اس میں انسان کا کیا حال ہوتا ہے، کسی بھی پل چین نہیں آتا گاؤں میں رہتے تھے سادہ زمانہ اپنے کچے کمرے میں ریت ڈلوا لیتے گرمیوں کی دوپہر میں اس ٹھنڈی ریت پر تکلیف کی وجہ سے لوٹتے پوٹتے تھے اور ایک شعر بنا رکھا تھا اپنے پاس سے ہی فارسی اور ریاستی زبان کو ملا کر وہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ شعر یہ ہے۔

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ ☆ ایویں سجن واہ واہ تو ایویں سجن واہ واہ

اس سجن اور دوست کی طرف سے تو لطف وکرم ہر وقت ہوتا ہے اور تکلیف اور مصیبت کبھی کبھی ہوتی ہے۔وہ اللہ اس حالت میں رکھے تو بھی ہم کہیں گے واہ واہ اور اس حالت میں رکھے تو بھی کہیں گے واہ واہ۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکلیف اور پریشانی کا اظہار جائز نہیں ہے ایسا بھی نہ اکڑے اللہ کے سامنے کہ میں بیماری اور پریشانی سے آہ بھی نہیں نکالتا اور تکلیف کا اظہار بھی نہیں کرتا۔ارے ہوسکتا ہے کہ اللہ چاہتا ہی یہ ہو کہ میرے بندے کی زبان سے آہ نکلے تو ہم کیوں آگے سے متکبر بن جائیں اتنے سخت بن جائیں کہ میں اپنی زبان سے آہ بھی نہیں نکالوں گا ہاں ہم آہ بھی نکالیں گے، ہم روئیں گے بھی، ہم چیخیں گے بھی، چلائیں گے بھی، ہاتھ بھی پھیلائیں گے لیکن اللہ کے سامنے پھیلائیں گے دنیا کے سامنے آنسو بھی نہیں بہائیں گے یہ تو ممکن ہے کہ اللہ چاہتا ہو کہ میرے بندے کی زبان سے آہ نکلے کیوں اتنا سخت ہوگیا ہے کہ روتا ہی نہیں جب اللہ رلانا چاہتا ہے تو ہم کیوں نہ

روئیں اللہ کے نبی ﷺ تو اللہ سے رونا مانگتے تھے۔ اے اللہ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو خوب رونے والی ہوں۔ جو دل کی کھیتی کو سیراب کریں تو اللہ کے خال خال مخصوص اور منتخب بندے ایسے ہوتے ہیں جو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور تکلیف اور مصیبت میں بھی راحت اور نعمت کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتے ہیں۔ ایک اللہ والے فرماتے ہیں کہ مجھ پر کوئی مصیبت اور پریشانی آتی ہے پس اللہ سے مانگنا شروع کر دیتا ہوں، مانگنے میں بڑا لطف آتا ہے کیونکہ پریشانی آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب تو اللہ سے توجہ سے مانگے گا۔ تو کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ یہ مصیبت اور پریشانی کچھ دن اور رہ جائے تا کہ یہ مانگنے کا لطف تو کچھ دن اور باقی رہ جائے وگرنہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی پریشانی اور تکلیف نہ ہو تو اللہ سے مانگے ہی نہیں، یا مانگے تو بے توجہی سے مانگے اور مانگے تو گڑگڑانے کے بغیر مانگے اور ہونا تو یہ چاہیے کہ جیسے مصیبت کے آنے سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں تو اسی طرح نعمت اور خوشی کے ملنے کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں۔ اللہ میں تو اس کا مستحق نہیں تھا لیکن تو نے مجھے نواز دیا، تو نے مجھے عطا فرما دیا تو اللہ کے مخصوص بندے تو ایسے ہوتے ہیں۔

حیوانوں کی وفاداری اور انسان کا ناشکرا پن

لیکن اکثریت کا حال یہ ہے کہ جو اللہ نے ان آیات میں اور اس سورت میں بیان فرمایا جو کہ حیوان سے بھی گئے گزرے ہیں، حیوان اپنے مالک کا زیادہ وفادار ہے اللہ چونکہ انسان کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا اس لئے اللہ نے گھوڑے کی مثال دی ہے لیکن اگر ہم دیکھیں تو کتے کی مثال بھی ہمارے اوپر فٹ آتی ہے کتا اپنے مالک کا کتنا وفادار ہے یہ کتے جو لڑتے ہیں، لڑائی میں حصہ لیتے ہیں، زخمی بھی ہو جاتے ہیں کس کی خاطر اپنے مالک کی خاطر دوسرے پر جھپٹ پڑتے ہیں جان کی بازی لگا دیتے ہیں کس کی خاطر اپنے مالک کی خاطر، مالک آرام سے ہوتا ہے رات بھر جاگتے ہیں جو نسلی کتے ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اپنے مالک کی خاطر مجھے روٹی دیتا ہے، مجھے ٹھکانا دیا ہوا ہے۔ تو آرام سے سو میں رات میں پہرہ دوں گا، میں جاگوں گا اپنے مالک کی خاطر بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مالک ڈنڈے سے مار رہا ہے جوتے سے مار رہا ہے لیکن وہاں سے ہلتا نہیں ہے چوں کر کے ادھر ہو جاتا ہے پھر وہیں آ کر بیٹھ جاتا ہے یہاں سے کھایا ہے آج اگر ایک ڈنڈا لگ گیا تو کیا ہے روز تو کھانے کو ملتا ہے آج تھوڑی سی تکلیف پہنچ گئی تو کیا ہے اس دروازے کو چھوڑ جاؤں۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہیں ذراسی تھوڑی سی تکلیف پہنچ گئی اللہ کو بھول گیا اس کے دروازے ہی کو چھوڑ دیا ایسے ایسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی، ٹاپ مار کر چنگاری نکالنے والے گھوڑوں کی قسم، صبح کے وقت حملہ کرنے والے گھوڑوں کی قسم، گرد و غبار اڑانے والوں کی قسم اور دشمن کے لشکر میں گھس جانے والوں کی قسم۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (بیشک انسان بڑا ظالم ہے، بڑا ناشکرا ہے) کفرانِ نعمت کرنے والا ہے۔ایک اور جگہ فرمایا:
وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے ہیں، بہت تھوڑے، ایسے بہت کم ہیں جو واقعی شکر کرنے والے ہوں۔یہ ''واقعی شکر'' کا لفظ میں نے کیوں استعمال کیا؟

ادائیگی شکر کے تین طریقے

علماء کہتے ہیں شکر ادا کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱)...... پہلا یہ کہ دل کے اندر تصور ہو کہ واقعی مجھ پر بڑا احسان ہوا دل کے اندر اس کی قدر ہو یہ پہلا مرحلہ ہے اور پہلا طریقہ ہے شکر کا۔

۲)......دوسرے نمبر پر زبان سے بھی اس کا اظہار ہو اللہ نے احسان کیا تو بھی اور بندے نے احسان کیا تو بھی کنجوسی نہ کرے بلکہ کیا تعلیم دی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مَنْ لَمْ یشکر الناس لم یشکر اللہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا اسلام کی تعلیم ہے کہ والدین کا احسان ہے تم پر، شکر ادا کرو۔استاد کا احسان ہے، شکر ادا کرو کسی نے تمہاری مدد کی ہے اس کا شکر ادا کرو۔

۳)......اور تیسرا طریقہ یہ کہ اعضاء سے عملی طور پر شکر ادا کرے اللہ نے جسم دیا ہے اس جسم سے دنیا بھی کماتا ہے لیکن اس جسم کو اللہ کی عبادت میں بھی لگائے اللہ نے مال دیا ہے اس مال سے مکان بنائے، گاڑی خریدے، بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرے، آرام اور راحت حاصل کرے، اچھے کھانے کھائے، اچھا لباس پہنے اسلام اس سے منع نہیں کرتا لیکن اس مال کو صرف انہیں مقاصد میں نہ استعمال کرتا رہے بلکہ اس مال کو دین کی اشاعت میں، اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لئے، غریبوں، مسکینوں، یتیموں کی معاونت کے لئے طلبہ، مجاہدین کے ساتھ تعاون کے لئے بھی خرچ کرے یہ مال اس لئے نہیں دیا گیا ہے کہ اس مال کے خزانے پر صرف سانپ بن کر بیٹھ جائے، نہیں اس مال کے اندر اللہ نے بہت سے حقوق رکھے ہیں وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ان کے مال میں حق ہے مانگنے والے کا بھی اور نہ مانگنے والے کا بھی۔ایسے بھی ہیں جو مانگتے نہیں ہیں زبان سے، ان کو بھی تلاش کرے۔

عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کروڑوں اربوں ڈالر کا بجٹ وقف کیا جا رہا ہے۔عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں ہو رہی ہیں ہسپتال بنائے جا رہے ہیں، انسانوں کی خدمت کے لئے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اسکول بنائے جا رہے ہیں، کالج بنائے جا رہے ہیں، لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے، بے شمار ریڈیو اسٹیشن کھولے جا رہے ہیں، ٹی وی اسٹیشن کھولے جا رہے ہیں، انٹرنیٹ پر کوششیں ہو رہی ہیں۔کیوں خرچ کیا جا رہا ہے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے؟ تو کیا مسلمان پر لازم نہیں ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کے لئے، سچے دین کے لئے جس دین پر ایک لاکھ، ایک کروڑ قسمیں کھائی

جاسکتی ہیں۔رب کعبہ کی قسم! سچا دین ہے۔وہ تو خرچ کر رہے ہیں ان کے لئے خسارہ ہے یہ خرچ کر رہے ہیں ان کے لئے فائدہ۔تو یوں شکرادا کرے اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اور اللہ کی دی ہوئی جان کو، اللہ کی دی ہوئی زبان کو، اللہ کی دی ہوئی آنکھوں کو، اللہ کے دیئے ہوئے ہاتھوں کو، پیروں کو، جہاں اپنے اہل وعیال کے لئے استعمال کرے وہی پر اللہ کے دین پر، اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے استعمال کرے یہ ہماری ذمہ داری ہے ہاں صرف نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہماری ذمہ داری نہیں، دین کو دوسروں تک پہنچانا بھی ہماری ذمہ داری ہے جہاں تک ہم پہنچا سکتے ہیں۔یہ ہماری ذمہ داری ہے یہ تو ہمارے اوپر فرض ہے یوں شکرادا کرے یوں شکرادا ہوگا۔عملی طور پر شکر صرف یہ نہیں کہ زبان سے کہہ دیا ہاں زبان سے بھی کہے دل میں بھی قدر محسوس کرے لیکن عملی طور پر، شکرادا کرنے کی کوشش کرے قرآن کریم کی تقریباً پچاس آیات ہیں جن میں اللہ پاک نے شکر کا ذکر کیا ہے اور احادیث تو بہت ساری ہیں۔

شکر کی تعلیم

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے کہا و الله انى لا حبك اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔اے آقا! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک پر قربان جائیں کیا سمجھانے کا انداز ہے، سمجھانے کا انداز دیکھیں پھر دوبارہ فرمایا: و الله انى لا حبك اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! تجھے میں وصیت کرتا ہوں تاکید کرتا ہوں ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ اے اللہ! مجھے توفیق عطا فرما اپنا ذکر کرنے کی اور اپنی عبادت کرنے کی۔اللہ مجھے شکرادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔یہ دعا سکھائی کہ اسے ہر فرض نماز کے بعد مانگا کرو، ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کسی کے دل میں ہو کہ میں شکرادا نہیں کرسکتا۔میں تو قسم کھاتا ہوں سوچتا ہوں کہ میں ساری زندگی بھی سجدے میں پڑا رہوں تو بھی میں اللہ کا شکرادا نہیں کرسکتا، اور بات وہی ہے جو اللہ والوں نے کہی سجدہ کرتا ہوں اللہ پاک کا شکرادا کرنے کے لئے تو یہ سجدہ بھی ایک نعمت ہے۔اس کے لئے ایک اور سجدہ کروں یہ ایک اور نعمت ہے ایک اور سجدہ کروں یہ ایک اور نعمت ہے پانچ سجدے کئے لاکھ نعمتوں کا اضافہ ہوگیا شکر کیسے ادا ہو تو احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی ترغیب دی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور شکرادا کرتا ہے اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا روزے رکھنے والے اور صبر کرنیوالے کو اجر ملتا ہے، کھا رہا ہے پورے دن کھاتے گزر گیا لیکن کھاتا تھا اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتا تھا فرمایا کہ روزے دار جیسا اس کو اجر وثواب ملے گا۔(اللہ اکبر)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ آدھا ایمان شکر ہے اور آدھا ایمان صبر ہے۔راحت ملے تو شکر اور مصیبت ملے تو بھی شکر یونہی ایمان مکمل ہوتا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ (اللہ فرماتے ہیں کہ اس ناشکرا ہونے پر خود انسان گواہ ہے۔)

کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، انسان کا حال اس بات پر گواہ ہے کہ یہ ناشکرا ہے اس کا حال بتا رہا ہے، اس کا عمل بتا رہا ہے، اس کا دن اس کی راتیں وہ بتا رہی ہیں کہ یہ ناشکرا ہے۔

مال کی محبت

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ (اور یہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے)

سورۂ فجر میں بھی فرمایا: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰ میراث کو کھا جاتے ہو سمیٹ سمیٹ کر اور مال سے بڑی شدید محبت رکھتے ہو، بہت زیادہ محبت رکھتے ہو، ایسی محبت کہ حلال وحرام کا امتیاز ہی اٹھا دیتے ہو، اللہ کے حقوق بھی بھول جاتے ہو بندوں کے حقوق بھی بھول جاتے ہو اور مال کو ذریعہ نہیں مقصد نہیں بلکہ معبود بنا لیتے ہو۔ جیسے ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ہلاک ہو جائے دینار کا بندہ، درہم کا بندہ یعنی دنیا کو معبود بنانے والا اور درہم کو معبود بنانے والا۔ بس مال کا نقصان نہیں ہونا چاہے، مال نہیں جانا چاہیے، دین جاتا ہے تو جائے دنیا نہ جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو نصیحت فرمائی کہ:

بیٹا! دیکھو انسانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بظاہر انسان نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں حیوان ہیں سنتے بھی ہیں دیکھتے بھی ہیں، ساری چیزیں انسانوں والی ہیں لیکن حقیقت میں وہ حیوان ہیں وہ مال کے نقصان کو اور دنیا کے نقصان کو تو نقصان سمجھتے ہیں لیکن دین کا نقصان ہو جائے تو اس کو نقصان ہی نہیں سمجھتے، بیٹا تم ان میں سے نہ بن جانا۔ ایک ترجمہ اس کا یہ بھی کیا گیا ہے۔ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور انسان مال کی محبت کی وجہ سے بڑا حریص اور بخیل بن جاتا ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹ (کیا یہ نہیں جانتا جب نکالا جائے گا ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا کے آخری انسان تک سب کو قبروں سے نکال دیا جائے گا۔

سارے حقائق کھل جائیں گے

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰ (اور جو کچھ دلوں میں ہے اس کو ظاہر کر دیا جائے گا۔)

پوشیدہ کو سامنے لایا جائے گا بہت سی چیزیں دلوں میں پوشیدہ ہیں ان کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ احسان کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ استحصال کر رہے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ہیں جو پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدمت کر رہے ہیں حالانکہ وہ کوئی دھندا کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے کتنے ہی لوگ ہیں معاذ اللہ اللہ پاک ہمیں ایسوں میں سے نہ بنائے یتیموں کے نام پر، مسجد کی تعمیر کے نام پر، ہسپتال کے نام پر، سماجی کام کے نام پر چندہ کر کے کھا جانے والے، لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو ہمدرد ظاہر کرتے ہیں لیکن اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں جو کچھ دلوں میں ہے سب کچھ قیامت کے دن باہر نکال دیا جائے گا۔ قیامت حقائق کے کھل جانے کا نام ہے وہاں حقیقتاً پتہ چلے گا کہ ظالم ہے یا عادل، یہ متقی پرہیزگار ہے یا فاسق و فاجر وہاں حقیقت کھلے گی، وہاں اندر کو باہر کر دیا جائے گا۔ بہت سے ایسے بھی ہونگے جن کے چہروں پر نقاب پڑے ہونگے وہ نقاب اتار دیئے جائیں گے، آج دنیا میں نقاب نہیں اترتے ہوسکتا ہے کہ ہم کسی کے سامنے دوستی اور محبت ظاہر کریں جبکہ ہمارا دل دشمنی اور نفرت سے بھرا ہوا ہو آج کا دور تو ویسے ہی منافقت کا دور ہے، بہت کم لوگ ہیں جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں ان دھوکے بازوں اور فراڈیوں میں سے نہ بنائے اللہ ہماری حفاظت فرمائے لیکن بہر حال ہم ایسے دور میں رہ رہے ہیں۔

اللہ کے خبیر ہونے کا مطلب

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿١١﴾ (ان کا پروردگار ان کے بارے میں خوب خبر رکھنے والا ہوگا)

خبر تو اللہ آج بھی رکھتا ہے، اللہ ہمیں آج بھی جانتا ہے۔ ہم دنیا کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن اللہ پاک کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ لیکن یہاں جو فرمایا اس دن قیامت کے دن، عدل والے دن خبر رکھنے والا ہوگا، تو اس کا مطلب ہے اس دن اللہ ان کے اعمال کی جزا دیگا، بدلہ دے گا اور دوسرا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا کہ اس دن منکروں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ اللہ کو سب کچھ کی خبر تھی۔ آج تو بعض اوقات یقین نہیں آتا لیکن اس دن جب سب راز کھول دیئے جائیں گے خلوتیں جلوتیں بنا دی جائیں گی رات کی تاریکی میں کیے ہوئے اعمال سامنے لائے جائیں گے تو اس دن انسان کو بھی یقین آجائے گا کہ ہاں واقعی میرا رب خبیر بھی ہے بصیر بھی ہے علیم بھی ہے لیکن وہ تو بردباری اور حلم سے کام لے رہا تھا۔ اللہ پاک مجھے اور آپ کو اس دن کی فکر نصیب فرمائے اور شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃ

موضوع

قیامت کا منظر

اٰیاتُھا ۱۱ (۱۰۱) سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۳۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْقَارِعَۃُ ۝۱ مَا الْقَارِعَۃُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ۝۳ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ
کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ
ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝۶ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝۸ فَاُمُّہٗ
ھَاوِیَۃٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا ھِیَہْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِیَۃٌ ۝۱۱

ترجمہ:...... (یاد کرو) وہ واقعہ جو دِل دہلا کر رکھ دے گا! (۱) کیا ہے وہ دِل دہلانے والا واقعہ؟ (۲) اور تمہیں کیا معلوم وہ دِل دہلانے والا واقعہ کیا ہے؟ (۳) جس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے۔ (۴) اور پہاڑ دُھنی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔ (۵) اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے۔ (۶) تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا (۷) اور وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ (۸) تو اُس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ (۹) اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ (۱۰) ایک دہکتی ہوئی آگ! (۱۱)

قیامت کے مختلف نام

یہ سورۃ القارعۃ ہے مکی سورت ہے اور اس میں گیارہ آیات ہیں۔ قرآن کریم میں قیامت کے مختلف ناموں کا ذکر ہے اَلْحَآقَّۃُ یہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اَلْحَآقَّۃُ ۝۱ مَا الْحَآقَّۃُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّۃُ ۝۳۔ حاقہ کا معنی ٹھیک طور پر واقع ہونے والی، الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے۔ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی جب بڑی آفت آجائے گی غاشیہ یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے۔ ھَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ کیا تم تک خبر پہنچی ڈھانپ لینے والی کی۔ قیامت ڈھانپ لے گی، چھا جائے گی سارے عالم پر، کائنات کی ایک ایک چیز پر، جن وانس پر چھا جائے گی قیامت کا ایک نام واقعہ بھی ہے۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۝۱ لَیْسَ لِوَقْعَتِھَا کَاذِبَۃٌ ۝۲ جب واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی اور اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے وہ واقع ہو کر رہے گی۔ قیامت کا ایک نام یوم الدین بھی ہے سورۃ الفاتحہ میں ہم پڑھتے ہیں۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

جزاء کا دن، انصاف کا دن، قیامت کا دن جزاء کا دن ہوگا، سزا کا دن ہوگا، عدل وانصاف کا دن ہوگا۔ قیامت کا نام خافضۃ اور رافعہ بھی ہے قیامت کے دن کسی کو اٹھایا جائے گا اور کسی کو گرایا جائے گا، کوئی عزت کا حق دار ہوگا اور کوئی ذلت کا حق دار ہوگا۔ امت کا نام یَوْمَ الْفَصْلِ بھی ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا اس لیے کہ اس دن فیصلے ہوں گے، وہ دن قیامت کا بڑا عجیب دن ہوگا اللہ نے فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہوگی۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وہ ایسا دن ہوگا کہ دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوجائے گی، اس کو بھول جائے گی اپنی فکر میں پڑ جائے گی۔ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى تم لوگوں کو دیکھو گے تو یوں لگے گا جیسا کہ مدہوش ہیں۔ وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ کوئی مدہوشی نہیں ہوگی، کوئی نشہ نہیں ہوگا بلکہ عذاب کی دہشت ہوگی تو ایک نام قارعہ بھی ہے۔ اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ۔

قیامت کا نقشہ

قارعہ کا معنی ہے کھٹکھٹا دینے والی۔ عربی زبان میں قرع کا معنی آتا ہے کھٹکھٹانا قرع الباب دروازے کو کھٹکھٹایا۔ آپ سوچیے رات کو غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں اچانک رات کو کوئی آ گیا زور سے گھنٹی بجا دی یا دروازہ زور سے کھٹکھٹا دیا، ایک دم انسان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے گا یہ کیا مصیبت آ گئی یہ کیا آفت آ گئی کون ہے، تو قیامت کی کیفیت بھی کچھ ایسے انداز سے ہوگی انسان غفلت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی ایسا جیسا کہ کسی نے اچانک دروازہ کھٹکھٹا دیا اور اس کے آنے سے پورے عالم میں ہل چل مچ جائے گی، کسی کو کسی کی فکر نہیں رہے گی ہر کسی کو اپنی فکر ہوگی فرمایا کہ:

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ (وہ کھٹکھٹا دینے والی کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ (اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی)

اللہ اکبر! یہ قرآن کا انداز ہے پہلے بھی عرض کرتا رہتا ہوں بعض اوقات اللہ متوجہ کرنے کے لئے، انسان کی غفلت پر افسوس کرنے کے لئے اور کسی چیز کی اہمیت بتانے کے لئے، اس کی شان کو بڑھانے کے لئے اللہ خود سوال کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقامات پر بھی ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ تمہیں کیا پتہ کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ اسی طرح یہاں بھی اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ دو دفعہ سوال کیا کھٹکھٹا دینے والی کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور تمہیں کیا خبر کہ کھٹکھٹا دینے والی کیا ہے؟ تم اندازہ نہیں کر سکتے دنیا کا کوئی حادثہ، کوئی طوفان، کوئی سیلاب، کوئی بمباری، کوئی زلزلہ قیامت کا منظر پوری طرح بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا حادثہ

بالفرض اگر ایٹم بم بھی گر جائے تو وہ بھی قیامت کے منظر کی پوری طرح عکاسی نہیں کر سکتا۔ وہ زلزلہ عجیب زلزلہ ہوگا، اور وہ حادثہ عجیب وغریب حادثہ ہوگا اور واقعہ بے مثال واقعہ ہوگا اس جیسا واقعہ انسانی تاریخ میں دنیا کی تاریخ میں نہیں گزرا جیسے بعض اخبار روزنامہ ہوتے ہیں تو بڑی خبر کی ایک سرخی لگاتے ہیں بعض ہفت روزہ ہوتے ہیں تو پورے ہفتے کی جو بڑی خبر ہوتی ہے اس کی سرخی لگاتے ہیں، بعض ماہنامہ ہوتے ہیں تو وہ پورے مہینے کی جو سب سے بڑی خبر ہوتی ہے اس کی سرخی لگاتے ہیں اور بعض اوقات اخبارات اور جرائد، سالنامے بھی شائع کرتے ہیں اس میں پورے سال کی خبریں دیتے ہیں اور اس میں پورے سال کی خبروں میں جو نمایاں خبریں ہوتی ہیں وہ لکھی جاتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا اخبار فرض کر لیا جائے کہ جس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق اور اس زمین پر آمد سے لے کر قیامت کے وقوع تک سب سے بڑی خبر شائع کی جائے تو وہ سب سے بڑی خبر قیامت کا وقوع ہوگا اتنا بڑا واقعہ ہے تو اللہ متوجہ کرنے کے لئے فرما رہے ہیں۔ اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کھٹکھٹا دینے والی، کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور تجھے کیا خبر کہ کھٹکھٹا دینے والی کیا ہے۔ اللہ اکبر۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ اور مَا يُدْرِيْكَ میں فرق

سفیان بن عیینہؒ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں یوں سوال کیا گیا۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ اور بعض مقامات پر یوں سوال ہے۔ وَمَا يُدْرِيْكَ۔ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ مَآ اَدْرَاكَ کا بھی یہی معنیٰ ہے تجھے کیا خبر اور وَمَا يُدْرِيْكَ کا معنی بھی یہی ہے تجھے کیا خبر لیکن جہاں وَمَآ اَدْرٰىكَ آیا ہے وہاں اللہ نے جواب دیا ہے۔ پہلے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ کیا ہے اور آگے جواب دیا لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے اسی طریقے سے یہاں پر بھی آپ دیکھیں گے پہلے سوال کیا مَا الْقَارِعَةُ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور اس کے بعد جواب دیا ہے لیکن جہاں مَا يُدْرِيْكَ آیا ہے تو اس کے بعد اللہ نے جواب نہیں دیا ہے۔ یہ انہوں نے ایک باریک سا فرق کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کی دو نشانیاں بیان فرما دیں فرمایا:

قیامت کی پہلی نشانی......لوگ انتشار کا شکار ہو جائیں گے

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۞

(اس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح، کیڑوں کی طرح، پروانوں کی طرح ہو جائیں گے)

جیسے آپ تصور کریں کہ کسی جنگل، میں تاریک جگہ میں بعض اوقات شہر میں بھی ایک شمع روشن کر دی جائے، ایک

لالٹین جلادی جائے تو اس پر کیڑے اکھٹے ہو جاتے ہیں پتنگے اور پروانے اور وہ اس میں گرنے کی کوشش کرتے ہیں، چھلانگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں، جلنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اللہ کے نبی نے فرمایا کہ تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے ان پتنگوں کی مثال ہے وہ آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہیں تم بھی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو اور میں تمہیں آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک واقعہ یاد آیا کہ آج ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہم عاشق رسول ﷺ ہیں، بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اس پر کسی نے واقعہ بیان کیا ہے کہ کسی کیڑے نے دعوٰی کیا کہ میں پروانہ ہوں اس نے کہا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ شمع جل رہی ہے یا نہیں تو واپس آیا اور کہا کہ ہاں شمع جل رہی ہے تو اس نے کہا کہ پھر جو تم پروانہ ہونے کا دعوٰی کر رہے ہو یہ جھوٹ بول رہے ہو اگر واقعی پروانے ہوتے تو زندہ واپس نہ ہوتے شمع پر قربان ہو جاتے آج ہمارا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے ہم پروانہ ہونے اور عاشق ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں لیکن ہماری عملی زندگی کیسی ہے ہم عاشق قرآن، اور عاشق دین، اور عاشق رسول ﷺ، اور عاشقِ آخرت، اور عاشق خدا نہیں ہیں بلکہ ہم عاشق دنیا اور عاشق کرسی اور عاشق درہم ہیں تو عرض کر رہا تھا کہ فرمایا۔ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴿۴﴾ لوگ ہو جائیں گے بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح، تشبیہ دی انسانوں کو بکھرے ہوئے پتنگوں کے ساتھ، یہ تشبیہ کس چیز میں ہے امام زمخشریؒ فرماتے ہیں کئی اعتبار سے تشبیہ ہے مثلاً جیسے شمع جلتی ہے پروانوں اور پتنگوں کا اس پر ہجوم ہو جاتا ہے ایسے انسانوں کا ایک ہجوم ہوگا اربوں نہیں، کھربوں نہیں، نامعلوم کتنے انسان ہوں گے، انسانوں کا ایک ہجوم اور پھر جیسے کہ کیڑے شمع کے ارد گرد گھومتے ہیں، منتشر ہوتے ہیں، کوئی نظم، کوئی ترتیب، کوئی صف بندی نہیں ہوتی یہی حال انسانوں کا قیامت کے دن ہوگا ان میں بھی کوئی نظم نہیں ہوگا، کوئی ترتیب نہیں ہوگی، کوئی ادھر بھاگ رہا ہے کوئی اُدھر بھاگ رہا ہے اللہ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آپ کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہوں آپ تصور کریں اللہ نہ کرے ہزار بار نہ کرے یہاں پر بم دھماکہ ہو جائے تو ہر کوئی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا ہوگا، کوئی ادھر کوئی ادھر، سب منتشر، کوئی نظم نہیں، کوئی ترتیب نہیں یہی حال قیامت کے دن ہوگا انسان منتشر ہوں گے، کوئی نظم، کوئی ترتیب کوئی صف بندی، کوئی ایک دوسرے کی خبر گیری، کوئی تعلقات اور رشتے داریوں کا احساس نہیں ہوگا اور جیسے پتنگے ذلیل ہوتے ہیں ایسے انسان بھی اس دن ذلیل ہوں گے، بڑے کمزور ہوں گے، ذلت اور خواری کے عالم میں ہوں گے اور جیسے وہ پتنگے اس شمع کی طرف بھاگتے ہیں جب انسانوں کو بلایا جائے گا تو انسان اپنے بلانے والے کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔ دنیا میں بلایا جاتا تھا اس کو لیکن کبھی یہ داعی کی پکار پر لبیک کہتا اور کبھی نہیں کہتا تھا، من مانی کرتا تھا۔ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز آتی تھی اور حی علی الدین اور حی علی القرآن حی علی الرسول کی آواز اس کو آتی تھی کبھی اس آواز پر کان دھرتا تھا اور کبھی اس آواز پر کان نہیں دھرتا تھا اس لیے کہ اللہ نے اختیار دے رکھا تھا، اللہ نے مجبور

نہیں کررکھا تھا، اگر اللہ مجبور کر دیتا تو وہ ایسا نظم بنا سکتا تھا کہ جوں ہی اذان کی آواز آتی تو انسان بلاارادہ، بلااختیار کشاں کشاں مسجد کی طرف چل پڑتا آٹو میٹک انداز میں چل پڑتا لیکن دنیا میں تو اللہ نے اختیار دیا تھا اس لیے یہ کبھی داعی کی پکار پر لبیک کہتا تھا اور کبھی نہیں کہتا تھا لیکن جب قیامت کے دن بلایا جائے گا تو اللہ فرماتے ہیں کہ پھر تو دوڑ پڑیں گے آنکھیں اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی، خوف اور دہشت سے جان حلق تک آرہی ہوگی، کلیجہ حلق تک آرہا ہوگا۔ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی اور کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ خاندان کام آئے گا، نہ جماعت، نہ باپ، نہ بیٹا، نہ بیوی، نہ شوہر، نہ کوئی شریک، نہ کوئی بت، نہ کوئی سردار، نہ کوئی لیڈر، نہ کوئی وڈیرہ، نہ کوئی پیر ہر شخص اپنا اعمال نامہ لے کر خود پیش ہوگا سورہ مومنون میں اللہ نے فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ

(جب صور پھونک دیا جائے گا تو آپس کے تعلقات ختم ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گے کہ تم کس حال میں ہو)

فارسی میں ایک محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ ''کس نمی پرسد بھیا کی ستی'' کوئی نہیں پوچھے گا کہ بھائی تم کس حال میں ہو کون ہو، تمہارا میرے ساتھ کیا تعلق ہے، اس سوال کی فرصت اور مہلت نہیں ہوگی اور سورہ معارج میں فرمایا۔ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا۔ کوئی گہرا قلبی دوست اپنے قلبی دوست سے سوال نہیں کرے گا حالانکہ دیکھ رہے ہوں گے۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ⑪ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ⑫ مجرم یہ چاہے گا، یہ آرزو کرے گا کاش! آج مجھے عذاب سے بچالیا جائے اور میری جگہ آج میرے بیٹوں کو لے لیا جائے، میری بیوی کو لے لیا جائے، میرے بھائی کو لے لیا جائے۔ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ میرے قبیلے کو لے لیا جائے۔ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ اور زمین میں جو کچھ ہے فیکٹری، کارخانہ، مال و دولت سب کچھ لے لیا جائے مجھے چھوڑ دیا جائے۔ اللہ پاک نے یہ جو رشتے بیان کیے اللہ پاک بھی انسان کی نفسیات کو جانتا ہے سب سے پہلے اللہ پاک نے بیٹوں کا ذکر کیا انسان یہ آرزو کرے گا کہ میرے بیٹوں کو لے لیا جائے اس لیے کہ انسان کی شدید محبت بیٹوں کے ساتھ ہوتی ہے بیوی بھی بعد میں ہے بھائی بھی بعد میں ہے، قبیلہ بھی بعد میں ہے، شدید محبت جو ہوتی ہے اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے، تو اللہ نے ترتیب کے اعتبار سے سب سے پہلے بیٹوں کا ذکر کیا ہے مجرم چاہے گا کاش میرے بیٹوں کو لے لیا جائے اور مجھے چھوڑ دیا جائے لیکن قیامت کے دن اس قسم کا سودا نہیں ہو سکے گا۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا کوئی کسی کی کفایت نہیں کر سکے گا کوئی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ نہ سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے فدیہ اور تاوان لیا جائے گا۔ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کا کوئی قبیلہ اور جماعت ہوگی جو ان کی مدد کر سکے۔

پہلی نشانی قیامت کی یہ بیان فرمائی: يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے۔

قیامت کی دوسری نشانی...... پہاڑ ذرّات بن کر بکھر جائیں گے

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۞ (اور پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے)

اس کائنات میں انسان کی نظر میں سب سے مضبوط اور نا قابل شکست چیز وہ پہاڑ ہیں لیکن فرمایا کہ یہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر رہیں گے۔ بعض اوقات قیامت کے منکر استہزاء کے طور پر سوال کیا کرتے تھے کہ آپ کہتے ہیں کہ قیامت میں ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی تو کیا پہاڑ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، تو فرمایا کہ ہاں یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے پہاڑوں کو اللہ نے اس سرزمین پر رکھا ہے زمین کو اضطراب اور حرکت سے بچانے کے لئے اس سوچ کا ذکر اور اس بات کا ذکر اللہ پاک نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر کیا ہے مثلاً سورۂ حجر کی آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا: وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ اللہ نے زمین پر یہ پہاڑ رکھ دیئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین حرکت کرتی رہے اور تم کو تکلیف ہو۔ اللہ نے کائنات کو کیسا بنایا ہے؟ اے انسان میں نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ تمہیں تکلیف ہو جیسے سمندر میں سفر کرتے ہیں تو کشتی اور جہاز حرکت کرتے رہتے ہیں تو بعض اوقات بڑی تکلیف ہوتی ہے جیسے گرمی کے دنوں میں جب طغیانی شدید ہوتی ہے تو سر چکراتا ہے قے آتی ہے اور سفر بڑا مشکل ہو جاتا ہے تو اللہ نے آسانیاں پیدا فرمائیں کبھی اس پر غور کریں کہ اللہ نے انسان کو خوش کرنے اور انسان کو پریشانی سے بچانے کے لئے کیا کیا انتظامات کیے ہیں کبھی دن ہے، کبھی رات ہے دن ہی دن ہوتا تو کتنی تکلیف ہوتی، رات ہی رات ہوتی تو کتنی تکلیف ہوتی، گرمی ہوتی سردی نہ ہوتی سردی ہوتی گرمی نہ ہوتی، بہار ہوتی خزاں نہ ہوتی، کیا ہوتا اور دیکھیے! کہ اس تنوع کا نتیجہ یہ ہے کہ جو بظاہر تکلیف والے دن ہیں وہ بھی راحت والے دن محسوس ہوتے ہیں۔ ہے تو خزاں لیکن بہار کا انتظار ہے تو یہ انتظار بھی ایک لطف دیتا ہے تو جب بہار آتی ہے تو قدر ہوتی ہے اور دیکھیے اگر صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی تو صحت کی قدر نہ ہوتی، اگر پیٹ بھرا رہتا بھوک نہ ہوتی تو کسی کو پیٹ بھرنے کی قدر نہ ہوتی، اگر زندگی ہوتی موت نہ ہوتی تو کسی کو زندگی کی قدر نہ ہوتی اور اگر راحت ہی راحت ہوتی کبھی تکلیف نہ ہوتی تو راحت کی کسی کو قدر نہ ہوتی، پیاس کے بعد جو پانی کا لطف ہے وہ پیاس کے بغیر کہاں اور بھوک کے بعد جو کھانے کا لطف ہے وہ بھرے ہوئے پیٹ میں کھانے میں کہاں تو اللہ نے انسان کو خوش رکھنے کے لئے نا معلوم اس کائنات میں کیا کچھ بنا دیا ہے سمندروں میں دیکھیں تو کتنی دنیا آباد ہے، فضاؤں میں دیکھیں، جنگلوں میں دیکھیں، شہروں میں دیکھیں اس نکتے کو آپ اس وقت سوچیں تاکہ ہمیں اللہ پاک کی نعمتوں کی قدر ہو اور ہمارے دلوں میں اللہ پاک کی عظمت بیٹھے، اس کے

احسانات کی عظمت ہمارے دلوں میں بیٹھے۔ تو فرمایا کہ زمین میں ہم نے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین حرکت نہ کر سکے سورۂ انبیاء آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا: وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ یہ پہاڑ اس لیے رکھے گئے تاکہ زمین حرکت نہ کرے اور واقعی یہ بڑی مضبوط مخلوق ہے لیکن جب اللہ کا حکم آجائے گا تو یہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اللہ نے قرآن میں مختلف انداز میں ان پہاڑوں کے بارے میں فرمایا۔ سورہ حاقہ میں بیان فرمایا: وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا، ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ سورہ نمل میں فرمایا: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ تم پہاڑوں کو سمجھتے ہو کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ تو چلیں گے بادلوں کی طرح اور یہاں پر فرمایا: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ پہاڑ دھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے، اس لیے کہ یہ پہاڑ بھی انسان کے لئے، آسمان بھی انسان کے لئے، اور آسمان کی چھت پر چمکتے ہوئے ستارے بھی انسان کے لئے، یہ سورج اور چاند بھی انسان کے لئے، یہ چٹکتے ہوئے اور مہکتے ہوئے رنگا رنگ پھول بھی انسان کے لئے، یہ رنگا رنگ پھل انسان کے لئے، یہ سب کچھ اللہ نے انسان کے لئے پیدا کیا ہے اور انسان کو اللہ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عبادت کا مفہوم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾

(ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ ہماری عبادت کریں)

بار بار آپ یہ بات سنتے رہتے ہیں کہ عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت آ کر نماز پڑھتے رہیں بلکہ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ایسی زندگی گزارے جیسے اللہ چاہتا ہے، پھر شادی بھی عبادت ہے، پھر دکان بھی عبادت ہے، پھر کارخانہ بھی عبادت ہے، پھر محنت مزدوری بھی عبادت ہے، پھر تجارت بھی عبادت ہے، پھر سیاست بھی عبادت ہے، پھر حکومت بھی عبادت ہے، ہر چیز عبادت ہے، جب یہ تصور دل میں بٹھالیا جائے کہ سب کچھ کرنا ہے مگر ایسے طریقے سے کرنا ہے جیسے میرا مالک چاہتا ہے جیسے میرا اللہ چاہتا ہے، اب قیامت کے دن جو مضبوط مخلوق (پہاڑ) کا حال ہوگا وہ بیان کرنے کے بعد انسان کا بیان، اور انسان کے اعمال کا بیان فرمایا:

کامیابی و ناکامی کی بنیاد

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾

جس کے ترازو بھاری ہوں گے۔ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۔ وہ دل پسند خوشی میں ہوگا، وہ من چاہی زندگی میں

ہوگا اصل کام آنے والی چیز اعمال ہیں اعمال کا قیامت کے دن وزن ہوگا اس پر بڑی بحث ہوئی ہے۔ آپ حضرات نے بھی یہ بہت سے علماء سے سنا ہوگا جو پرانے علماء محدثین اور مفسرین تھے وہ جب اسطرح آیات اور حدیث پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور یہ بحث کرتے تھے۔

وزن اعمال کی حقیقت

اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟ بھائی دو چیزیں ہیں ایک ہے عرض اور دوسری ہے جوہر، جوہر کا تو وزن ہوتا ہے عرض کا وزن نہیں ہوتا یہ حرکت ایک عرض ہے، یہ عمل ایک عرض ہے، بھائی میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور یہ میرا دیکھنا ایک عرض ہے، میں بول رہا ہوں یہ ایک عرض ہے، آپ سن رہے ہیں یہ ایک عرض ہے، تو بھائی ان چیزوں کا وزن کیسے ہوگا؟ یہ بولنے کا وزن، یہ سننے کا وزن، یہ دیکھنے کا وزن، یہ اٹھنے کا وزن، یہ بیٹھنے کا وزن، یہ رکوع میں جانے کا وزن، یہ سجدے میں جانے کا وزن، ان اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟ بلکہ اعمال تو صرف یہ نہیں ہیں بلکہ میں دل میں اللہ کو یاد کر رہا ہوں دل ہی دل میں، تو یہ یاد کرنا کون سی ایسی چیز ہے کہ جس کا وزن ہوگا ان چیزوں کا وزن کیسے ہوگا یہ بحث کی جاتی تھی تو اس کا جواب پرانے محدثین اور مفسرین یہ دیتے تھے کہ اصل میں ان صحیفوں کا وزن ہوگا جن صحیفوں میں اعمال لکھے ہوئے ہیں اور بعد میں جب تحقیقات ہوئیں تو یہ ثابت ہوا کہ اعراض کا وزن بھی ہوسکتا ہے آج جو درجۂ حرارت اخبارات، ریڈیو، ٹی وی میں بتایا جاتا ہے کیا یہ درجہ حرارت ایک عرض نہیں ہے، ہوا کا وزن ہو رہا ہے، درجۂ حرارت کا وزن ہو رہا ہے، نمی کا وزن ہو رہا ہے بخار ہے اس کا وزن ہو رہا ہے تھرمامیٹر کے ذریعے سے، اب جدید تحقیق اور سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ ان چیزوں کا بھی وزن ہوسکتا ہے بلکہ اب یہ آڈیو اور ویڈیو انہوں نے تو ثابت کر دیا کہ انسان ختم ہوجاتا ہے لیکن انسان کے اعمال، انسان کی حرکات، انسان کی آواز یہ ساری چیزیں باقی رکھی جاسکتی ہیں اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جوں جوں انسان کا علم اور ذہن اور سائنس ترقی کرتی جائے گی قرآن کی صداقت کھلتی چلی جائے گی ہم نے تو سائنس کو دے دیا بے دینوں کے ہاتھ میں، دینداروں نے سائنس کو ایک ایسا فن اور ایسا علم سمجھ لیا اللہ معاف فرمائے گویا کہ یہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے ہے۔ نہیں اصل میں تو قرآن نے سائنس کے دروازے کھولے ہیں، تحقیقات کے دروزے کھولے ہیں ارے سائنس میں کیا ہو رہا ہے سورج پر تحقیق ہو رہی ہے، چاند پر تحقیق ہو رہی ہے، ستاروں پر تحقیق ہو رہی ہے، سمندروں پر تحقیق ہو رہی ہے لیکن ان چیزوں کو تو پرانی قومیں خدا مانتی تھیں اور ان کے سامنے جھکتی تھیں اور ان سے ڈرتی تھیں اللہ نے کہا ارے ان کے سامنے جھکتے کیوں ہو، ان سے ڈرتے کیوں ہو، ان کو تو میں نے تمہاری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے یہ میری مخلوق ہے جس کو میں نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اللہ وہ ذات ہے جو کچھ

زمین میں ہے وہ سارے کا سارا تمہارے لیے پیدا کیا ہے، لہٰذا ان سے مت ڈرو۔ قرآن نے سائنس اور تحقیق کا دروازہ کھولا ہے ارے چاند پر تحقیق کرو، سورج پر، ستاروں پر سمندروں پر، دریاؤں پر، زمین پر، یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ تمہاری خدمت کے لئے ہیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جوں جوں انسان کا علم اور ذہن ترقی کرتا جائے گا تو قرآن کے حقائق اور صداقتیں کھلتی چلی جائیں گی اور اسی لئے عرض کرتا ہوں کہ اس دنیا کا مستقبل قرآن ہے، قرآن کے سوا کوئی کتاب ہر دور کے انسان کو ہر سطح کے انسان کو مطمئن نہیں کر سکتی، ہاں قرآن مطمئن کر سکتا ہے ایک دیہاتی کو بھی اور ایک شہری کو بھی، ایک جاہل کو بھی اور ایک عالم کو بھی اور یہ بھی یاد رکھئے! یہ جو وزن ہوگا یہ اتمام حجت کے لئے ہوگا، ورنہ اللہ کو تو وزن کرنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ انسان کی ایک ایک حرکت کو جانتا ہے، ایک ایک عمل کو جانتا ہے لیکن اللہ انصاف کرنے والا ہے اس کے سامنے وزن کیا جائے گا دیکھو یہ نیکیاں ہیں اور یہ تمہاری برائیاں ہیں، تمہارے وہ اعمال ہیں جن میں اخلاص تھا اور یہ وہ اعمال ہیں جن میں اخلاص نہیں تھا۔

حدیث تبسم

ایک بڑی عجیب حدیث ہے رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ایک ایسا انسان بھی آئے گا جس کے پاس کچھ بھی نیکیاں نہیں ہوں گی لیکن اس نے توبہ کی ہوگی، اللہ سے ڈرا ہوگا اللہ کی اس پر رحمت ہوگی اللہ کا اس پر فضل اور احسان ہوگا اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا لائے ہو؟ تو وہ کہے گا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کوئی نیکی بھی نہیں ہے اور ڈر رہا ہوگا کہ کہیں میرے گناہوں کا ذکر نہ ہو جائے، میرے گناہ سامنے نہ آجائیں لیکن کسی وجہ سے اس پر اللہ کا احسان ہوگا، اللہ کا فضل ہوگا، اس لئے کہ اللہ کی رحمت بہانے تلاش کرتی ہے۔ اللہ سے ڈر جاتا ہے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو پہلے تو اپنے گناہوں کو چھپا رہا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ پاک معاذ اللہ ظالم ہے ایسا مت سوچئے کہ کوئی سوچے کہ ایسے ہی تکہ لگ جائے گا نہیں اللہ پاک کا ایک نظام ہے میں نے اسی لیے یہ ساری باتیں کیں کہ اس نے توبہ کی ہوگی اللہ سے ڈرا ہوگا کوئی چیز ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ ایک انسان نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ کو سمندروں اور دریاؤں میں بہا دینا اور اس کے مرنے کے بعد اللہ قیامت کے دن اس کی راکھ کو جمع کر لیں گے، اکٹھا کر لیں گے اور پھر اس سے پوچھا جائے گا تم نے یہ کیوں کیا؟ عرض کرے گا اللہ آپ کے ڈر کی وجہ سے کیا تھا میں نے اپنی چھوٹی سی ناقص سوچ کی وجہ سے کیا ہے کہ راکھ ہو جاؤں گا، بکھر جاؤں گا تو شاید جمع نہ کیا جا سکوں اور میرے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی تو ہے ہی نہیں پکڑا گیا تو مارا جاؤں گا اللہ کہیں گے کیا واقعی میرے ڈر کی وجہ سے کیا تھا کہے گا ہاں اللہ واقعی آپ کے ڈر کی وجہ سے کیا تھا اللہ کہیں گے جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

تو اسی طرح یہ شخص جس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اچھا اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ پھر وہ خود کہے گا یا اللہ! میرا ایک اور گناہ بھی تو تھا پہلے تو ڈر رہا تھا کہ میرے گناہ کہیں سامنے نہ آجائیں اب جب دیکھا کہ یہاں تو مٹی سونا بن رہی ہے اور گناہ نیکی میں بدل رہے ہیں تو اب خود نشاندہی کرے گا کہ اے اللہ! ایک اور گناہ بھی تو تھا، ایک اور گناہ بھی میں نے کیا تھا اس حدیث میں رسول اقدس ﷺ نے غالباً میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سمجھانے کے لئے بات بیان فرمائی ہے تاکہ لوگوں میں امید قائم رہے، ناامیدی نہ رہے اور توبہ کی طرف ترغیب ملے اور دلوں میں اللہ کا ڈر پیدا ہو۔

تو بہرحال بات اس سے چلی کہ اعمال کا وزن ہوگا۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ جس کے ترازو بھاری ہوں گے۔ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ﴿۷﴾ وہ دل پسند عیش میں ہوگا اللہ کہیں گے دنیا میں زندگی گزاری تھی میری پسند کے مطابق آج آخرت میں زندگی گزارو اپنی پسند کے مطابق وہ جو اقبال نے کہا ہے۔

کہ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خدا خود پوچھے کہ بتا تیری رضا کیا ہے دنیا میں تم سوچتے تھے اللہ کیا چاہتا ہے آج میں دیکھوں گا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ جو تم چاہو گے وہ ملے گا تم بتلاؤ، اے میرے بندے آج تم مانگو میں قبول کرتا ہوں، میں دیتا ہوں، تم چاہو، تم دنیا میں میری چاہت کو دیکھتے تھے آج آخرت میں تمہاری چاہت اور پسند کو دیکھوں گا۔ من پسند عیش میں ہوگا اے اللہ! تو ہمیں بھی ان میں سے بنا دے جو فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ من پسند زندگی میں ہوں گے۔

تین چیزوں سے اعمال کا وزن بھاری ہوگا

میرے بزرگو اور دوستو!

علماء نے لکھا ہے کہ تین چیزوں سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے۔ ایمان، اخلاص، اتباع سنت ان تین چیزوں سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے پلے باندھ لیجئے بنیادی شرط تو ایمان ہے ایمان کے بغیر تو کوئی عمل آخرت میں کام نہیں آئے گا دوسری چیز اخلاص کہ جو کیا جائے وہ اللہ کے لئے کیا جائے اور تیسری چیز سنت کی اتباع یعنی حضور اکرم ﷺ کے طریقے کی اتباع ہے وگرنہ بدعتی شخص ایک بدعت کرتا ہے وہ بھی بسا اوقات اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے شیطان نے ذہن یہی بنایا ہے کہ تیری اس بدعت سے اللہ راضی ہوتا ہے لیکن سنت کا طریقہ چھوڑ دیا اور بدعت کو اختیار کیا اگرچہ اس کی نیت اللہ کو راضی کرنا ہے لیکن اس بدعت سے اس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ الٹا اس پر وبال بن جائے گا تو ان تین چیزوں سے

اعمال میں وزن پیدا ہوتا ہے بالخصوص اخلاص یہ اعمال میں وزن پیدا کرنے کی بڑی موثر چیز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِیْکَ الْقَلِیْلُ مِنَ الْعَمَلِ اپنے دین میں اخلاص پیدا کرلو تھوڑا سا عمل بھی تمہارے لیے کافی ہو جائے گا۔ ایک شخص نے اللہ کی راہ میں ایک روپیہ دیا مگر اخلاص تھا اور دوسرے نے ایک لاکھ روپیہ دیا لیکن اخلاص نہیں تھا تو اس کا ایک روپیہ اس کے ایک لاکھ سے بھاری ہے اخلاص سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے۔

آگ کا گھڑا

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ⑩

(جس کے ترازو اور جس کے اعمال ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ هَاوِیَة ہے)

هَاوِیَة جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ھاویہ اصل میں هَوٰی یَهْوِیْ سے مشتق ہے جس کا معنی آتا ہے "گرنا" اس میں انسان کو گرایا جائے گا اے اللہ! تو ہم کو اس میں گرنے سے بچالینا اس لیے اس کا نام ھاویہ ہے اللہ نے پھر سوال کیا تمہیں کیا خبر کہ وہ ھاویہ کیا ہے؟

نَارٌ حَامِیَةٌ ⑪ (وہ بڑی تیز اور تند آگ ہے، بڑی سخت آگ ہے)

کتنی سخت ہے بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ جو تم دنیا میں جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزو ہے ستر آگیں جمع کی جائیں تو آخرت کی آگ بنے گی اور مسند احمد میں ایک روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کے دو جوتے پہنا دیے جائیں گے لیکن آگ کے جوتوں کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے ابلے گا جیسے آگ پر ہنڈیا ابلتی ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! ہم بڑے کمزور ہیں ہم تو دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے آخرت کی آگ کیسے برداشت کریں گے؟ کچھ تیاری کرلی جائے۔ اللہ نے اس کے لئے بھی بڑے راستے رکھے ہیں، اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے ہیں، مغفرت کے دروازے کھلے رکھے ہیں، اس آگ سے بچاؤ کے راستے کھلے رکھے ہیں کچھ اس طریقے سے زندگی گزر جائے کہ ہم اس آگ سے بچ جائیں۔ اور اللہ پاک ہمیں جہنم سے نجات دے دے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّة

موضوع

ایک نفسیاتی بیماری

آیاتُها ۸ (۱۰۲) سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ (۱۶) رُکُوعاتُها ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلۡهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ کَلَّا
سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ
لَتَرَوُنَّهَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ٪﴿۸﴾

ترجمہ:...... ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دُنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ (۱) یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو، (۲) ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ (۳) ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے (تو ایسا نہ کرتے) (۵) یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے، (۶) پھر یقین جانو کہ تم اُسے بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لوگے، (۷) پھر تم سے اُس دِن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ اُن کا کیا حق ادا کیا)۔ (۸)

اس سورت کا نام سورہ تکاثر ہے اس لیے کہ اس کی پہلی آیت کریمہ میں تکاثر کا لفظ آیا ہے اَلۡهٰکُمُ التَّکَاثُرُ اس میں آٹھ آیات ہیں

ایک نفسیاتی بیماری اور اس کا علاج

اس سورت میں انسان کی ایک نفسیاتی بیماری بیان کی گئی ہے جو بعض انسانوں کو لاحق ہو جاتی ہے اور اس بیماری کا نام تکاثر ہے۔ تکاثر کا معنیٰ کیا ہے؟ کثرت کی طلب، کثرت کی خواہش یعنی دنیا کی ہوس، مال اور دولت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ، معیارِ زندگی کی بلندی اور بلندی مکان میں، گاڑی میں، مسابقت شادی بیاہ کی رسموں میں، مسابقت زندگی کا معیار بلند کرنے میں، مسابقت ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ اور مزید در مزید مال کمانے کی ہوس یہ تکاثر کا معنیٰ ہے۔ ویسے تو آپ سنتے رہتے ہیں، اکثر عرض کرتا رہتا ہوں کہ مال و دولت کمانے سے اسلام نے منع نہیں کیا بلکہ بعض صورتوں میں تو ترغیب دی گئی ہے تجارت کر کے محنت، و مزدوری کر کے، ملازمت کر کے بیوی بچوں، والدین اور دوسرے قریبی رشتوں داروں کے حقوق ادا کرنا لازم ہے اور جب نیک نیتی کے جذبے سے بندہ محنت کرے گا، رزق حلال کمائے گا چوکیداری کرے گا، ٹوکری اٹھائے گا، ٹھیلہ لگائے گا، دوکان

کھولے گا، کوئی ملازمت کرے گا، کوئی صنعت اور فیکٹری لگائے گا تو یہ کام اللہ کے ہاں دین شمار ہوں گے، نیکی شمار ہوں گے اس پر بھی اس کو صلہ اور اجر ملے گا۔ تو ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے اور واجب حقوق ادا کرنے کے لیے مال کمانا اور چیز ہے اور مال کی حرص میں مبتلا ہو جانا اور چیز ہے۔ تو یہاں حرص اور ہوس کو بیان کیا گیا ہے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ (تمہیں تکاثر نے غافل کر دیا ہے)، کثرت کی طلب نے اور مال کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا، فرائض سے غافل کر دیا، حقوق سے غافل کر دیا، نماز سے غافل کر دیا، اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا، آخرت کی زندگی سے غافل کر دیا اور جن لوگوں کو یہ بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو پھر ان کا علاج بڑا مشکل ہوتا ہے ایسا نہیں کہ ان کو زیادہ مل جائے تو ان کی حرص اور ہوس ختم ہو جائے گی اور اس بیماری کا علاج ہو جائے گا یہ تکاثر کی بیماری ان کے اندر سے ختم ہو جائے گی۔ نہیں جتنا مال بڑھتا چلا جاتا ہے اتنی ہی یہ بیماری بڑھتی چلی جاتی ہے جیسے کہ ایک بیماری ہوتی ہے جس کو جُوْعُ الْبَقَرِ کہتے ہیں جُوْعُ الْبَقَرِ کا معنی ہے گائے جیسی بھوک جن انسانوں کو یہ بیماری لگ جائے وہ جتنا بھی کھاتے ہیں پیٹ نہیں بھرتا، بعض لوگوں کو پیاس کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے وہ جتنا بھی پیتے رہیں پیٹ پھٹنے کو آ جاتا ہے لیکن پیاس کی بیماری ختم نہیں ہوتی ہے۔ تو ایسے ہی وہ لوگ جن کو مال کی حرص لگ جاتی ہے تو پھر جتنا بھی زیادہ آ جاتا ہے تو یہ بیماری بڑھتی ہی چلی جاتی ہے گھٹتی نہیں ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ ذَھَبٍ اَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَادِیَانِ اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے پہاڑوں کے درمیان جو وادی ہوتی ہے پوری وادی سونے کی بھری ہوئی مل جائے تو اسے خواہش ہوگی کاش اور دو وادیاں مل جائیں وَلَنْ یَّمْلَاَ فَاہُ اِلَّا التُّرَابُ اس کے منہ کو، اس کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ اللہ جسے چاہے اس بیماری سے بچالے ورنہ مال و دولت کی کثرت اس بیماری کا علاج نہیں ہے اور جسے اللہ توفیق دے اس کے پاس بقدر ضرورت ہوگا لیکن وہ اپنے دل کے اندر ایک اطمینان محسوس کرے گا، قناعت محسوس کرے گا اسی بات کو ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا وہ بھی بخاری شریف کی حدیث ہے لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَّتَکُوْنُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ مال و دولت کی کثرت کا نام غنیٰ اور مالداری نہیں ہے بلکہ غنیٰ کا تعلق تو انسان کے نفس کے ساتھ ہے بعض لوگوں کے پاس بہت تھوڑا مال ہوتا ہے لیکن وہ دل کے غنی ہوتے ہیں ہمارے آقا حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دل کے غنی تھے ایسا بھی ہوتا تھا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، پکانے کو کچھ نہیں، کئی کئی دن سے فاقے پڑ رہے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت مندوں، فقراء اور غرباء کے کام کر رہے ہوتے تھے تو دل کا غنی جس کو حاصل ہو جائے تو وہ اس بیماری سے بچ سکتا ہے لیکن اگر دل کا غنی حاصل نہ ہو تو پھر اس بیماری کا علاج نہیں ہو سکتا۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے ایک روایت نقل کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عنقریب میری امت کو بھی وہ بیماری لاحق ہو جائے گی جو بیماری پہلی امتوں کو لاحق ہوئی پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی امتوں کی بیماری کون سی تھی؟

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَسَدُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِی الدُّنْیَا۔

پہلی امتوں کو بیماری لاحق ہوئی وہ تکبر کی بیماری، اکڑنے کی بیماری، تکاثر کی بیماری، مال کی طلب کی بیماری، دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی بیماری آپس میں حسد کرنے کی بیماری اور جب یہ بیماری ہوئی تو پھر وہ ایک دوسرے پر زیادتیاں کرنے لگے پھر ان کے درمیان قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اگر آپ غور کریں تو حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہمارے حالات پر بالکل صادق آرہی ہے اکڑنے کی، تکبر کی بیماری، حسد کی بیماری، ایک دوسرے سے دور ہونے کی بیماری اور دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی بیماری اور اس بیماری نے ہمیں سرکشی تک، چوری ڈاکے تک، ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے تک، ایک دوسرے کے حقوق دبا لینے تک اور پھر ایک دوسرے کی جان کے ساتھ کھیل لینے تک پہنچا دیا۔

مال کی محبت

ایک اور روایت ہے ترمذی میں حضرت مطرف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ سورۂ تکاثر پڑھ رہے تھے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ۔

پھر فرمایا کہ انسان کہتا ہے مَالِیْ مَالِیْ میرا مال، میرا مال، میری کوٹھی، میرا بنگلہ، میری دکان، میری فیکٹری، میرا خزانہ، میرا بینک بیلنس، مَالِیْ مَالِیْ اپنے مال کو بڑا یاد کرتا ہے اپنے مال پر بڑا فخر کرتا ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا وَھَلْ لَکَ مِنْ مَالِکَ اِلَّا مَاتَصَدَّقْتَ تیرا مال وہ ہے جو تو نے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا، اللہ کے راستے میں دے دیا، یہ تمہارے ایسے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا جہاں بڑھوتری تو ہے لیکن گھاٹا اور نقصان نہیں ہے اَوْ اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ یا تمہارا مال وہ ہے جو تم نے کھا لیا اور ختم کر دیا اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ یا تمہارا مال وہ ہے جو تم نے پہن لیا اور پرانا کر دیا باقی تو تمہارے ورثاء کا ہے اور ورثاء تمہارے مال سے کیا کریں گے؟ ممکن ہے کہ یہ مال ان کو آپس میں لڑا دے، یہ مال ان کے درمیان نفرتیں پیدا کر دے ممکن ہے کہ یہ مال ان کے اندر بے دینی پیدا کر دے، ان کے اندر فحاشی اور عریانیت پیدا کر دے باپ کا محنت سے کمایا ہوا مال تھا لاپرواہ اور بگڑی ہوئی اولاد کے ہاتھ آیا وہ فحاشی اور عریانیت کے راستے پر چل پڑی اور چند برسوں میں اڑا کر کنگلے اور فقیر ہو گئے۔ تو فرمایا کہ تمہارا مال تو یہ نہیں ہے جس مال پر تم فخر کرتے ہو تمہارا مال تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو یا تم جو کھا لیتے ہو یا جو تم پہن لیتے ہو باقی مال تمہارا نہیں ہے۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ تکاثر کی بیماری، کثرت مال کی طلب کی بیماری جس کو لاحق ہو جائے تو اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے بسا اوقات اس بیماری میں مبتلا انسان اپنے خونی رشتوں کو بھلا دیتا ہے، یہ بیماری اس

کی دینداری کو تباہ کر دیتی ہے آپ اخبارات اٹھا کر دیکھئے سگے بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگتے ہیں، سگی بہنوں کو قتل کرتے ہیں، بعض اوقات اس مال کی خاطر ماں باپ کو قتل کر دیا جاتا ہے، تو یہ بیماری انسان کے لیے ایسی نقصان دہ ہے کہ اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔

ترمذی شریف کی ایک روایت ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کہ مال و دولت کی حرص انسان کے دین کا نقصان کرتی ہے، جب مال و دولت کی حرص میں مبتلا ہو گیا تو پھر وہ جائز ناجائز، حلال اور حرام کے تقاضوں کو فراموش کر دیتا ہے اَلْهٰـكُمُ التَّكَاثُرُ اے انسانو! تمہیں ہلاکت میں ڈال رکھا ہے کثرت کی طلب نے، کوئی حد ہی نہیں کہ ایک حد ہو کہ یہاں تک مجھے مل جائے تو صبر آ جائے نہیں مزید در مزید کی خواہش میں مبتلا ہے اور مال گویا کہ ضروریات کے لیے حاصل نہیں کر رہا بلکہ مال برائے مال صرف نام و نمود کے لیے، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے حاصل کر رہا ہے۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مال و دولت کماتا ہے اور دل میں آرزو یہ رکھتا ہے، ارادہ یہ رکھتا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کے غریب بندوں پر خرچ کروں گا، بیواؤں پر خرچ کروں گا، یتیموں پر، مسکینوں پر، آفت زدہ انسانوں پر، اپنے غریب رشتے داروں پر، اپنے کمزور قریبی عزیزوں پر خرچ کروں گا، اس مال کو مسجد بنانے کے لیے خرچ کروں گا، مدرسہ بنانے کے لیے خرچ کروں گا، دین کی اشاعت کے لیے خرچ کروں گا، کفر کے توڑ کے لیے خرچ کروں گا، اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے خرچ کروں گا، کافروں کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خرچ کروں گا۔ تو پھر جتنا بھی کما لے تو اس کا کمانا عبادت بن جائے گا۔ ایک نیک مقصد سامنے ہو وہ مقصد جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تھا بہت بڑے مالدار انسان تھے، لاکھوں کروڑوں کے مالک تھے، بڑے بڑے تجارتی قافلے لگے بندھے آتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطالبہ کرتے اللہ کے دین کے لیے، مجاہدین کی تیاری کے لیے، مال کو وقف کر دیتے اگر یہ نیت نہیں ہے محض دنیا پر فخر اور دوسروں پر اپنی برتری جتلانا مقصود ہے تو پھر مال میں آگے بڑھنا تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچو)

اس وقت تک یہ بیماری ساتھ لگی رہتی ہے، جوانی سے بڑھاپے پر آ جاتا ہے لیکن یہ بیماری ساتھ نہیں چھوڑتی بلکہ اور بڑھتی جاتی ہے ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس میں جوان ہو جاتی ہیں اور وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟ ایک مال کی حرص اور دوسری لمبی لمبی امیدیں اور منصوبے اور لمبی زندگی کا ارادہ یہ دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں بڑھاپے میں بھی یہ بیماری ختم نہیں ہوتی اس وقت تک یہ بیماری ساتھ لگی رہے گی جب تک کہ یہ قبر میں نہیں جا پہنچتا اور آپ جانتے ہیں کہ قبر میں یہ مال و دولت ساتھ نہیں جائے گا بلکہ قبر میں تو

اعمال وایمان ساتھ جائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اہل وعیال، رشتے دار، دوست واحباب اور مال، اور ایک چیز اس کے ساتھ جاتی ہے اور وہ ہیں اس کے اعمال۔

زیارت قبور کے شرعی احکام

یہاں مفسرین نے زیارت قبور کی بھی بحث کی ہے قبروں کی زیارت کرنا اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ قبروں کی زیارت جائز ہے جبکہ شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے اور قبروں کی زیارت کو ایک تفریح اور جشن اور فیشن نہ بنالیا جائے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں خاص مہینوں میں، شعبان کے مہینے میں جارہے ہیں، ایک جشن کی سی صورت ہے، بے پردہ عورتیں بھی جارہی ہیں، مرد بھی جارہے ہیں، ہنستے کھیلتے قبروں کی طرف جارہے ہیں اور ہنستے کھیلتے آرہے ہیں تو قبروں کی زیارت سے جو مقصد تھا وہ مقصد ہی پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ ایک دکھلاوا سا، ایک تفریح سی ہے سب جارہے ہیں چلو ہم بھی جاتے ہیں کسی ایک کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہیں، کسی ایک کے دل میں موت کا خوف نہیں ہے، کسی ایک کے چہرے پر غم کے آثار نہیں ہیں، کس منزل کو دیکھ کر آیا ہوں کس جگہ کو دیکھ کر آیا ہوں، جہاں مجھے بہر صورت جانا ہے وہ چیز ہی پیش نظر نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے ایک اللہ والے، سادہ، درویش انسان تھے کسی نے ان کی چادر چوری کرلی وہ قبرستان میں جاکر بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ عجیب آدمی ہو چور کو جاکر آبادی میں تلاش کرو تم یہاں ویرانے میں آکر بیٹھ گئے ہو اس نے کہا کہ میں اس لیے یہاں بیٹھا ہوں کہ کہاں چور کو تلاش کرتا پھروں گا یہاں تو ہر ایک کو آنا ہے چور بھی یہیں آئے گا تو یہ نیت پیش نظر نہیں ہوتی کہ میں قبروں کی زیارت اس لیے کروں کہ میرا دل نرم ہوجائے مجھے اپنی آخری اور حقیقی منزل یاد آجائے جس کی وجہ سے میں گناہوں سے رُک جاؤں، میرے دل کے اندر موت کا خوف پیدا ہوجائے، آخرت کا خوف پیدا ہوجائے، وہ چیز ہی پیش نظر نہیں ہوتی تو اس طریقے سے قبرستان جانا اور اس کو جشن بنانا اور بے پردہ ہونا اور گناہوں کا ارتکاب کرنا یہ تو ناجائز ہے لیکن اگر شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے، قبرستان جانے سے منع کیا کرتا تھا لیکن اب تمہیں اجازت دے رہا ہوں قبرستان جایا کرو پہلے حضور اکرم ﷺ کیوں منع کرتے تھے اس لیے کہ دلوں کے اندر جو شرکیہ عقائد جمے ہوئے تھے اللہ کے نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ ان کی صفائی ہوجائے۔ قبر والوں سے امیدیں باندھتے تھے، ان سے مانگتے تھے، سجدے کرتے تھے، اور نذر و نیاز وہاں چڑھاتے تھے تو اللہ کے نبی چاہتے تھے

کہ شرکیہ عقائد کی نفرت دلوں میں بیٹھ جائے، عقیدہ توحید دلوں کے اندر جم جائے اور جب دیکھا کہ واقعی عقیدۂ توحید دلوں کے اندر جم گیا ہے اللہ کے ماسوا سے امیدیں دل سے نکل گئی ہیں، بتوں سے امیدیں دل سے نکل گئیں، قبر والوں سے امیدیں دل سے نکل گئی ہیں، غیر اللہ کی امیدیں دل سے نکل گئیں۔ کیسے نکلیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ قول آپ نے سنا ہوگا جو انہوں نے حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا اے حجرِ اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور میرے دل میں پتھروں کی ایسی نفرت بیٹھ گئی ہے کہ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا لیکن میں اس لیے تجھے بوسہ دے رہا ہوں کہ میں نے اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ تجھے بوسہ دے رہے تھے وگرنہ میں اس لیے تجھے بوسہ نہیں دے رہا کہ تو مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے یا نفع پہنچا سکتا ہے، حجرِ اسود کو خطاب کر رہے ہیں جو کہ جنت کا پتھر ہے کہ تجھ سے بھی مجھے نفع ونقصان کی کوئی امید نہیں ہے۔ تو پہلے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا قبرستان جانے کی اجازت نہیں بہت سی چیزیں ایسی تھیں کہ دلوں میں نفرت بٹھانے کے لیے ان سے منع کیا گیا مثال کے طور پر جن برتنوں میں شراب پی گئی ہو ان برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرمادیا کہ پاک کر کے، دھو کر کے بھی ان برتنوں کو تم استعمال نہیں کر سکتے آپ چاہتے تھے کہ دلوں کے اندر شراب کی خوب نفرت بیٹھ جائے جس برتن کو شراب لگ گئی اب اس برتن کو دھو کر بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے لیکن جب نفرت بیٹھ گئی تو اب اجازت دے دی گئی کہ برتن کو پاک کر کے دھو کر اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے تو یوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں سے جانے سے منع کر دیا لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی مقصد بیان کر دیا۔ فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ اس لیے کہ جب قبروں کو دیکھا جاتا ہے تو دنیا سے بے رغبتی دل میں پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد دل میں پیدا ہوتی ہے۔

قساوتِ قلب کا علاج

بعض علماء نے کہا ہے کہ دل کی سختی کے علاج کے لیے تین چیزیں مناسب ہیں:

۱۔ ایک تو اللہ کی اطاعت کرنا۔ ۲۔ اور دوسری یہ کہ موت کو کثرت سے یاد کرے۔

۳۔ اور تیسری یہ کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنے سے دل کی سختی کا علاج ہوگا، دل کی قساوت کا علاج ہو گا غفلت کا علاج ہوگا کہ میری بھی یہی منزل ہے بالآخر مجھے بھی یہیں آنا ہے کب تک بچوں گا۔ وہ کسی نے کہا۔

بچ گئے تو کہا کہ مر مر کے بچے
تو اس نے کہا کہ ہاں بچ بچ کے مریں گے

بھائی! کتنا عرصہ انسان بچے گا بالآخر موت ہے اس سے تو کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ تو قبروں کی زیارت اس لیے

کرے کہ دل میں نرمی پیدا ہو، آخرت کی فکر پیدا ہو اور یہ تو اللہ والوں نے اپنا تجربہ لکھا ہے یہ تین چیزیں بتائیں دل کے علاج کے لیے میں ایک اور چیز کا اضافہ کرتا ہوں ظاہر ہے کہ یہ اضافہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے فرائض وواجبات میں اضافہ کر دیا ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ:

ذاتی تجربہ

کبھی کبھی ہسپتالوں کا بھی چکر لگانا چاہیے، ہسپتالوں میں پڑے ہوئے بیماروں کو دیکھنا چاہیے ہسپتالوں کا چکر لگانے سے بھی اللہ یاد آتا ہے اور دل نرم ہوتا ہے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہوتی ہے میں دو ٹائم کھا رہا ہوں لیکن کچھ نہیں سمجھتا کہ کتنی بڑی اللہ کی نعمت ہے، اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ رہا ہوں آپ مجھے دیکھ رہے ہیں، میں اپنی اولاد کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، میرے دل کو سکون ملتا ہے میں ان آنکھوں سے اللہ کی کتاب کو دیکھتا ہوں میں ان آنکھوں سے اللہ کے قدرتی نظارے دیکھتا ہوں، آسمان کو دیکھتا ہوں، ستاروں کو دیکھتا ہوں، چاند کو دیکھتا ہوں، سورج کو دیکھتا ہوں، زمین کو دیکھتا ہوں، دوست اور دشمن کو دیکھتا ہوں، نیک لوگوں کے چہرے کو دیکھتا ہوں، لیکن مجھے کبھی احساس نہیں ہوتا کہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، آنکھیں ہیں چلتا پھرتا ہوں، خود لیٹرین میں جاتا ہوں، وضو خود کرتا ہوں، رکوع کرتا ہوں لیکن ہسپتال میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی آنکھیں نہیں ہیں ایسے لوگ بھی ہیں جو کئی کئی سالوں سے بستر پر پڑے ہیں بستر پر لیٹے لیٹے جسم گل گئے، سوراخ ہو گئے، کروٹ نہیں بدل سکتے، پیشاب پاخانے سے عاجز ہیں لیٹرین میں نہیں جا سکتے، چاہتے ہیں سجدہ کرنا لیکن سجدہ نہیں کر سکتے چاہتے ہیں رکوع کرنا لیکن رکوع نہیں کر سکتے، چاہتے ہیں عبادت کرنا لیکن نہیں کر سکتے ایسی بیماری میں مبتلا ہیں، ایسی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ تو کبھی کبھی ہسپتالوں کا بھی چکر لگایا کریں ان میں سے جو دکھی اور بے سہارا لوگ ہیں ان کے کام آیا کریں، ان کے دکھ درد میں شرکت کیا کریں۔

دل سوز واقعہ

کچھ عرصہ قبل عباسی ہسپتال (کراچی) میں جانے کا اتفاق ہوا اور بھی مریض تھے میں تو ایک خاص مریض کی عیادت کے لیے گیا تھا ایک نوجوان خوبصورت لڑکا، کسی بدبخت نے اس کے چہرے پر تیزاب ڈال دیا، آنکھوں کی بینائی بھی ختم ہو گئی، چہرے کی حالت بھی بگڑ گئی، وہ جو یاقوتی لب تھے وہ نیچے لٹک گئے، بدصورت بن گیا، اس کی عیادت کے لیے گیا، ہمارے محلے کا وہ غریب سا بچہ تھا تو پتہ چلا کہ ساتھ ہی قریب والے کمرے میں ایک بچہ تین سال سے پڑا ہوا ہے کسی پکوڑے والے کی دوکان پر کام کرتا تھا اتفاق سے نیچے جھکا چولہا سیدھا کرنے کے لیے تو

کھولتا ہوا تیل اس کے جسم پر گر گیا اور جسم جل گیا اور ٹانگیں آپس میں ایسے جڑ گئیں جیسے ایک ٹانگ ہوتی ہے اور خود غرضی کی انتہاء دیکھئے کہ پتہ چلا کہ اور تو رشتے دار اس کی عیادت کے لیے کیا آئیں گے ماں باپ بھی صرف دو یا تین بار آئے ہیں وگرنہ کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔ تو بھائی! ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، میں بیمار ہو گیا ہوں، کوئی تکلیف ہوگئی، میری بیوی میرے درد میں شریک ہے، میری والدہ میرے درد میں شریک ہے، میری اولاد میرے درد میں شریک ہے، میرے دوست احباب میرے درد میں شریک ہیں کتنے ایسے بھی ہیں جن کے درد میں کوئی بھی شریک نہیں ہے تو ایسے لوگوں کے درد میں شریک ہوا جائے، پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا آج حال یہ ہے بعض لوگ مجبوری کی بناء پر اپنا خون تک بیچ رہے ہیں اپنا گردہ تک بیچ رہے ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں بہت سے ہیروئنچی اور نشے کرنے والے افراد بھی ہیں لیکن ایسے بھی ہیں جو اپنی مجبوریوں کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں کوئی شادی بیاہ کی رسمیں سرانجام دینے کے لیے، کوئی ناک اونچی رکھنے کے لیے، کوئی معاشرے میں اپنا سر اونچا رکھنے کے لیے گردہ بیچ رہا ہے خون بیچ رہا ہے تاکہ جہیز کا کہیں نہ کہیں سے انتظام کر سکوں۔ تو اللہ کے بندو! ہم تو مسلمان ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں ایک جسم کی طرح قرار دیا ہے جسم کے ایک حصے میں درد ہو تو سارا جسم اس میں مبتلا ہوتا ہے کیا وجہ ہے کہ ہمارے بہت سارے بھائی درد میں مبتلا ہیں لیکن ہمیں ان کے درد کا احساس نہیں ہوتا، عرض یہ کر رہا تھا کہ علماء نے دل کے علاج کے لیے یہ تین چیزیں بتلائی ہیں اللہ کی اطاعت، موت کو کثرت سے یاد کرنا، اور قبروں کی زیارت کرنا، فرمایا کہ یہ تین طریقے اختیار کیے جائیں تو دل کی قساوت اور غفلت دور ہوتی ہے، اللہ یاد آتا ہے اور دنیا کے مزے اور لذتیں پھیکی پڑ جاتی ہیں۔

دنیا کی محبت اور ہماری سوچ

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ (یہاں تک کہ تم قبروں کی زیارت کر لو)

ارے تمہیں تکاثر نے غفلت میں ڈال رکھا ہے، کثرت کی طلب نے غفلت میں ڈال رکھا ہے آج ایک عجیب بات ذہن میں آرہی تھی وہ عرض کر دوں یہ جو فرمایا تمہیں تکاثر نے غفلت میں ڈال رکھا ہے دنیا کی کثرت کی طلب نے تم کو دین سے غافل کر دیا ہے۔ لیکن بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کو دین کی کثرت کی طلب، نیکیوں کی کثرت کی طلب، اللہ کی رضا کی طلب اور آخرت کی تیاری کی فکر دنیا سے غافل کر دیتی ہے ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں اور بعض لوگ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس کام میں لگے ہوئے ہیں؟ اس کا کیا فائدہ یہ جو دین میں لگے ہوئے ہیں، دین کی دعوت میں لگے ہوئے ہیں، یہ دین کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں، دین کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا کیا فائدہ؟ وہ اس کو بے فائدہ اور فضول کام سمجھتے ہیں بعض لوگوں کی عقل تو ایسے

جواب دے جاتی ہے وہ معاذ اللہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو دین کا کام کر رہے ہیں یہ سب یہودیوں اور غیر ملکی سرمایہ سے کام کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں جمعہ پڑھاتے ہوئے ایک صاحب نے پرچہ بھیجا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ جو تبلیغی جماعت والے ہیں ان کو امریکہ امداد دیتا ہے اور اس کے سرمائے سے یہ ملک میں اور بیرون ملک تبلیغ کے لیے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر یعنی ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص اپنی جیب سے روپیہ لگا کر اللہ کے دین کے لیے جا سکتا ہے، ارے یہودیوں اور عیسائیوں کی لیٹرینیں صاف کرنے کے لیے، ان کی گاڑیاں صاف کرنے کے لیے، ان کی سڑکوں پر جھاڑو دینے کے لیے، ان کے کتوں کو ناشتہ کرانے کے لیے اور غلیظ لوگوں کی خدمت کے لیے اور ان کے بوٹ پالش کرنے کے لیے تو جا سکتے ہیں یہ بات تو ان کی سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے جاتے ہیں یہ بات مسلمان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ آج دنیا مسلمان کے ذہن پر اتنی چھا گئی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ جو دین کا کام کر رہا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اللہ کی رضا کے کے لیے کر رہا ہو، یہ غیر ملکی سرمائے سے کر رہے ہیں، مجاہدین شہید ہو رہے ہیں کہتے ہیں کہ یہ غیر ملکی سرمائے سے چل رہے ہیں ارے اللہ کے بندے اس مجاہد نے جان دی ہے ایک لاکھ لے کر دو لاکھ لے کر، بے وقوف! میں تجھے پانچ لاکھ دیتا ہوں تو بھی گولی کھا کر دکھا پتہ چلے کہ واقعی چند روپوں کی خاطر اپنی جان دی جا سکتی ہے۔ الحمد للہ آج بھی لوگ موجود ہیں جو اللہ کا دیا ہوا سرمایہ اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے دین پر خرچ کر رہے ہیں۔ اگر ایسے لوگ بالکل ختم ہو جاتے تو قیامت آجاتی۔ ہاں الحمد للہ آج بھی یہ مسجدیں آباد ہیں ایک سے بڑھ کر ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے حکومت مدرسے بند کرنا چاہتی ہے اور ہر سال سینکڑوں مدرسے اور کھل جاتے ہیں الحمد للہ دین کی دعوت پھیلتی چلی جاتی ہے اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ہو رہا ہے اللہ دلوں میں پیدا کر رہا ہے، خدا کی قسم! اللہ دلوں میں پیدا کر رہا ہے یہ میرے اور آپ کے بس کی بات نہیں ہے کہ کسی کے دل میں جذبہ پیدا کر دیں اس لئے کہ اپنے خون پسینے کی کمائی کی حرص و ہوس دین سے غافل کر دیتی ہے اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو نیکیاں کمانے کی طلب اور آخرت میں مرتبہ اور مقام حاصل کرنے کی فکر اور اللہ کی رضا کا جذبہ دنیا سے غافل کر دیتا ہے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ (ہرگز نہیں عنقریب جان لو گے)

ارے احمقو! زندگی یہی نہیں جو تمہیں نظر آ رہی ہے اصل زندگی تو ایک اور ہے جو اس زندگی کے اختتام پر آنے والی ہے۔ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو اس دنیا میں بھی دیکھ لو گے اور آخرت میں تو دیکھ ہی لو گے۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ (پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے)

بعض نے کہا کہ یہ جو دو مرتبہ فرمایا كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پہلے کا تعلق دنیا کے ساتھ

ہے عنقریب تم اسی دنیا میں دیکھ لوگے کہ یہ تکاثر کی بیماری، یہ کثرت کی طلب کی بیماری یہ تمہیں فائدہ نہیں دے گی یہ تمہیں نقصان دے گی اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پھر آخرت میں بھی جان لوگے، اور بعض حضرات نے کہا کہ یہ تاکید کے لئے فرمایا ہرگز نہیں عنقریب تم جان لوگے عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝

اگر تم یقین کے ساتھ جانتے ہوتے تو یہ کثرت کی طلب تمہیں دین سے غافل نہ کرتی، یہ کثرت کی طلب تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور آخرت سے غافل نہ کرتی۔

عین الیقین کیا ہے؟

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝

(تم ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر کہہ رہا ہوں تم ضرور جہنم کو دیکھو گے)

اور عَيْنَ الْيَقِيْنِ کے ساتھ دیکھو گے یاد رکھیئے کہ دنیا میں عِلْمُ الْيَقِيْنِ تو ہو جائے گا لیکن عَيْنُ الْيَقِيْنِ اور حَقُّ الْيَقِيْنِ نہیں ہوگا۔ عَيْنُ الْيَقِيْنِ اور حَقُّ الْيَقِيْنِ تو آخرت میں ہی ہوگا۔

یہ حَقُّ الْيَقِيْنِ اور عَيْنُ الْيَقِيْنِ کیا ہے؟ مثال کے طور پر سمجھاتا ہوں کہ ایک شخص نے مکہ اور مدینہ نہیں دیکھا دوسرا شخص اس کو بتاتا ہے کہ اس دنیا میں مکہ اور مدینہ نام کے دو شہر ہیں وہاں اللہ کا گھر ہے، حضور اکرم ﷺ کا روضہ ہے یہ باتیں سن کر اس کے دل میں یقین آجاتا ہے یہ تو عِلْمَ الْيَقِيْنِ ہوگیا اور ایک وہاں چلا جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے جاکر اللہ کے گھر کو دیکھ لیتا ہے، حضور اکرم ﷺ کے روضے کو دیکھ لیتا ہے یہ عَيْنَ الْيَقِيْنِ ہوگیا اسی طریقے سے آگ کی مثال دی جاتی ہے کوئی ہمیں بتاتا ہے کہ آگ جلادیتی ہے ہمیں اس کی خبر پر یقین ہے یہ علم الیقین ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا آگ جلا رہی تھی تو یہ عین الیقین ہے اور اللہ نہ کرے ہم نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا اور ہاتھ ڈالنے سے ہمارا ہاتھ جل گیا یہ حق الیقین ہے۔ آخرت کے جو معاملات ہیں دنیا میں ان کا یقین تو حاصل ہو سکتا ہے لیکن عَيْنَ الْيَقِيْنِ اور حق الیقین وہیں پر حاصل ہوگا جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے یہ جہنم ہے یہ جنت ہے، جہنم میں جلایا جارہا ہے، جنت میں نعمتیں عطا کی جارہی ہیں، جہنم میں طرح طرح کے عذاب ہیں اور جنت میں طرح طرح کی نعمتیں مہیا ہورہی ہیں تو یہ عین الیقین اور حق الیقین وہاں پر ہمیں حاصل ہوگا لیکن دنیا میں اگر علم الیقین حاصل ہوجائے تو پھر دنیا کی طلب انسان کو آخرت سے غافل نہیں کرتی، معلوم ہوا کہ ہم میں سے بہت سارے ایسے ہیں کہ جن کو علم الیقین بھی حاصل نہیں ہے بظاہر تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یقین ہے، جنت پر یقین، جہنم پر یقین اور ایمان اور عمل صالح کے اچھے نتائج پر یقین اور بدکاری اور کفر وفسق کے برے نتائج کا یقین ہے لیکن ہمارے رویہ سے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں علم الیقین بھی حاصل نہیں ہے اگر علم الیقین ہوتا تو ہم آخرت سے غافل نہ ہوتے۔

ہر شخص سے پانچ سوال ہوں گے

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ (پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا)۔

اللہ قیامت کے دن اپنی نعمتوں کے بارے میں سوال کریں گے میں نے تجھے نعمتیں عطا کی تھیں ان نعمتوں کا تم نے کیا حق ادا کیا؟ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کو قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے اللہ سوال کریں گے میں نے تمہیں عمر کی نعمت عطا کی تھی، زندگی کی نعمت عطا کی تھی زندگی کو کہاں خرچ کر کے آئے ہو؟ میری اطاعت میں یا معصیت میں، میری رضا میں یا میری نافرمانی میں وعن شبابه فيما ابلاه میں نے تمہیں جوانی کی نعمت عطا کی تھی تم نے جوانی کہاں گزاری؟ مجھے راضی کرنے والے کاموں میں یا ناراضگی والے کاموں میں؟ میرے دین کی سربلندی کے لیے تم نے جوانی کو خرچ کیا یا کہ فحاشی اور عریانیت میں اپنی جوانی کو خرچ کیا وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ مال کے بارے میں سوال ہوگا کہاں سے کمایا تھا؟ کہاں خرچ کیا؟ کیا کماتے وقت جائز اور ناجائز کو ملحوظ رکھا تھا؟ کیا خرچ کرتے وقت یہ ذہن میں رکھا تھا کہ کس مصرف پر خرچ کرنا چاہیے اور کہاں نہیں خرچ کرنا چاہیے وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ بِهٖ اور علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ علم پر کتنا عمل کیا تھا؟ کیا علم حاصل کیا؟ دنیا میں شہرت کے لیے، مال کمانے کے لیے، دکھاوے کے لیے یا علم پر عمل بھی کیا تھا؟ ان پانچ سوالوں کا جب تک جواب نہیں دے گا فرمایا اس وقت کسی کو قدم اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی کیسے خوش نصیب ہوں گے جو ان سوالوں کا جواب مثبت دے کر جنت کے حق دار ہوں گے۔ اے اللہ! تو نے عمر عطا کی تھی وہ تیری اطاعت میں گذار دی، اے اللہ! تو نے جوانی عطا کی تھی جوانی عفت وعصمت کے ساتھ گذار دی، اے اللہ! تو نے مال عطا کیا تھا میں نے مال تیری رضا کے مطابق خرچ کیا اور اے اللہ! تو نے علم عطا کیا تھا میں نے علم کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور کتنے بدنصیب ہوں گے جو ان سوالوں کا مثبت جواب نہیں دیں گے اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ سوال تو مومن سے بھی ہوگا اور کافر سے بھی ہوگا، یہ سوال اللہ کے اولیاء سے بھی ہوگا اور یہ سوال اللہ کے دشمنوں سے بھی ہوگا لیکن اللہ کے اولیاء سے جو سوال ہوگا ان کی عزت بڑھانے کے لیے تشریف اور تکریم کے لیے اور اللہ کے دشمنوں سے سوال ہوگا ان کی تذلیل اور تحقیر کے لیے۔ اللہ اپنے نیک بندوں سے سوال کریں گے یہ نہیں کہ اللہ جانتے نہیں ہیں جانتے ہیں کہ میرے اس بندے نے ساری زندگی میری اطاعت میں گذاری، جوانی میرے دین کے لیے قربان کردی، مال میرے دین کی سربلندی کے لیے خرچ کرتا رہا اللہ جانتا ہے لیکن اللہ سوال کرے گا سارے لوگوں کے سامنے اس کی عزت کو بڑھانے کے لیے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ دیکھو

یہ میرا بندہ ہے اس نے کس طریقے سے زندگی گذاری، اور اپنے نافرمانوں سے جو سوال کرے گا وہ تذلیل اور تحقیر کے لیے، ان کو ذلیل کرنے کے لیے، سب کے سامنے رسوا کرنے کے لیے اور امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ جن نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا ان میں قرآن بھی ہے، حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ بھی ہے۔ اللہ فرمائیں گے میں نے تمہیں قرآن جیسی نعمت عطا کی تھی، قرآن جیسی عظیم کتاب عطا کی تھی تم نے اس کے حقوق کہاں تک ادا کیے؟ اور تمہیں میں نے کائنات کے سردار محمد ﷺ کی غلامی کا شرف عطا کیا تھا، ان کی امت میں تمہیں پیدا کیا تھا تم نے امتی ہونے کا حق کہاں تک ادا کیا؟ فرمایا کہ ان دو نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

انعاماتِ الٰہی کے متعلق باز پرس

ساری چھوٹی اور بڑی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ اتری جس میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اَیُّ نَعِیْمٍ نُسْئَلُ عَنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! ہم سے کون سی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟ حالت یہ ہے کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا ہے، ہم سے ہمارے اموال چھین لیے گئے، بعض اوقات کھانے کو بھی نہیں ہوتا تو کون سی نعمتیں ہیں ہمارے پاس جن کے بارے میں سوال ہوگا اللہ کے نبی نے کیا فرمایا کہ ظِلَالُ الْمَسَاكِنِ وَالْاَشْجَارِ وَالْاَخْبِيَةِ فرمایا کیا تمہیں مکان کا سایہ میسر نہیں ہے؟ کیا تمہیں درختوں کا سایہ میسر نہیں ہے؟ کیا تمہیں ایسے خیمے میسر نہیں جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں اور گرمی کے دنوں میں کیا تمہیں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہے؟ ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ صحابہ میں جو فقراء اور غرباء تھے اللہ کے نبی ﷺ ان کو یہ نعمتیں بتارہے ہیں تمہیں چھت کا سایہ میسر ہے، خیمے میں تم رہتے ہو جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتا ہے اگر تمہیں درخت کا سایہ میسر ہے، تمہیں گرمی میں ٹھنڈا پانی مل جاتا ہے یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے لیکن میں اور آپ ذرا سوچیں کہ ہمیں اللہ کی کون کون سی نعمت میسر نہیں ہے۔ صحابہ کو تو صرف درختوں کے سائے اور چھت کے سائے اور خیمے کی رہائش اور گرمی میں ٹھنڈا پانی، اور ہم سب صبح آنکھ کھولنے سے لے کر شام تک اللہ کی کتنی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں؟ اگر اللہ نے ہم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کرلیا کہ میں نے تمہیں اتنا نوازا تھا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ تم اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ سر سے لے کر پاؤں تک تم اللہ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ ایک نعمت ہو تم اس کو جھٹلا دو، دس نعمتیں ہوں تم ان کو جھٹلا دو، اکتیس بار اللہ نے سورہ رحمٰن میں سوال کیا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ بعض حضرات نے یہ سوال کیا ہے اس چھوٹی سی سورت میں اکتیس بار یہ آیت آئی ہے اور یہ سوال آیا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ لیکن میں اپنی

ناقص سوچ کے مطابق جب سوچتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ کو اکتیس مرتبہ نہیں اکتیس ہزار مرتبہ سوال کرنا چاہیے تھا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اگر اکتیس ہزار مرتبہ بھی یہ سوال کرے تو یہ سوال کرنا مناسب ہے اللہ نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور ایک حدیث میں آیا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے گھر میں امن وسکون کے ساتھ صبح کی اور اس کو جسمانی صحت حاصل ہے اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہے وہ ایسا ہے گویا کہ اس کو دنیا کی ساری نعمتیں میسر ہیں امن اور سکون ہے، جسمانی صحت ہے، ایک دن کا کھانا ہے۔ فرمایا کہ تمہیں تو اللہ کی ساری نعمتیں میسر ہیں اور کیا چاہتے ہو؟

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

ہمیں تو سالوں کا کھانا میسر ہے، ہم نے تو سالوں کا انتظام کر رکھا ہے، صدیوں کا انتظام کر رکھا ہے، لیکن پھر بھی ہم ناشکرے ہیں، شکوہ کرنے والے ہیں، ہر وقت پریشانی کا رونا دھونا ہے اور ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں اکثر انسان خسارے میں ہیں یہ کون سی دو نعمتیں ہیں؟ ایک صحت اور تندرستی اور دوسری فراغت یہ دو نعمتیں ہیں فرمایا کہ اکثر انسان خسارے میں ہیں صحت اور تندرستی اللہ عطا کرتا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ خوب اللہ کو راضی کرنے والے کام کرتا، اپنی صحت کو اللہ کی رضا میں، اللہ کی اطاعت میں لگا دیتا، لیکن صحت کو اس نے عیاشی میں لگا دیا، صحت کو اس نے بدکاری میں لگا دیا، صحت کو اللہ کی نافرمانی میں لگا دیا، صحت کو اس نے شیطان کی غلامی میں لگا دیا، اور فراغت کے وقت کو کچھ وقت فارغ تھا چاہیے تو یہ تھا کہ وقت فارغ ہے مصروف ہونے سے پہلے کچھ نیک اعمال کر لو مگر اس فراغت کو اس نے ضائع کر دیا، اللہ کی نافرمانی میں ضائع کر دیا تو فرمایا کہ: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ پھر اس دن، (قیامت کے دن) تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اللہ پاک مجھے اور آپ کو اس طریقے سے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ قیامت کے دن جب اللہ ہم سے اپنی نعمتوں کے بارے میں سوال کرے تو ہم عرض کر سکیں کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی تھیں اور ہم نے ان نعمتوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کیا ہے معصیت اور نافرمانی میں خرچ نہیں کیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّة

موضوع

کامیابی کے چار اصول

آیاتُها ۳ (۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) رُكُوعَاتُهَا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

ترجمہ:...... زمانے کی قسم! (۱) انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے۔ (۲) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں، اور نیک عمل کریں، اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔ (۳)

سورۂ عصر کی فضیلت

سورۂ عصر مکی سورت ہے اور اس میں اللہ پاک نے انسان کی کامیابی کے چار اصول بیان فرمائے ہیں، دیکھنے میں بہت مختصر اور چھوٹی سی سورت ہے لیکن معنی کے اعتبار سے بڑی جامع اور مقاصد کے اعتبار سے بڑی کامل اور مکمل سورت ہے اسی لیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ صرف اس سورت میں غور اور تدبر کر لیں تو ان کی نجات کے لیے کافی ہے گویا پورے قرآن کریم کا خلاصہ اور مغز اس سورت میں آ گیا ہے اور طبرانی میں عبید اللہ بن حفص کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کو سورۂ عصر سنایا کرتے تھے گویا کہ زندگی کے مقصد کی اور کامیابی کے بنیادی اصولوں کی نشاندہی اور یاد دہانی کروا دیا کرتے تھے فرمایا کہ:

وَالْعَصْرِ (عصر کی قسم!)۔

عصر کا مفہوم کیا ہے؟

پہلا قول: بعض حضرات نے کہا کہ عصر کا وقت مراد ہے عصر اور مغرب کے درمیان کا جو وقت ہوتا ہے اس کی اللہ پاک نے قسم کھائی ہے اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ دنیا کی عمر بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔

نفع بخش تجارت کون سی ہے؟

انسان پر لازم ہے کہ وہ ایسی تجارت میں مشغول ہو جائے جس تجارت میں کوئی خسارہ نہیں ہے، دنیا میں جو

انسان تجارت کرتا ہے اس میں نفع کا پہلو بھی ہوتا ہے اور خسارے اور گھاٹے کا پہلو بھی ہوتا ہے۔

تجارتی دنیا امکانات کی دنیا ہے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس دنیا میں مٹی لے کر داخل ہوتے ہیں اور سونا لے کر نکلتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تجارتی دنیا میں سونا لے کر داخل ہوتے ہیں اور خاک بن کر نکلتے ہیں۔

ایسے بھی ہوتے ہیں کہ زمین سے اٹھ کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو آسمان سے زمین پر گر کر اپنی ہڈی اور پسلی تڑوا بیٹھتے ہیں۔ تو تجارت کے اندر نفع ونقصان دونوں پہلو ہوتے ہیں لیکن ایک تجارت ایسی ہے کہ جس میں نفع کا پہلو تو ہے لیکن خسارے کا کوئی بھی پہلو نہیں ہے اور وہ کون سی تجارت ہے اللہ نے خود سورۂ صف کے اندر اس تجارت کا ذکر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

(اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کے بارے میں نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے سکتی ہے۔)

اور آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کی سوچ یہ ہے کہ جو قیامت کے دردناک عذاب سے چھوٹ گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔

(جس کو جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔)

جس کو جنت میں داخل ہونے کا پروانہ مل جائے گا اور اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگوں کو دکھاتا پھرے گا۔

هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ (آؤ میرا اعمال نامہ دیکھو)

آج اللہ نے میری کامیابی کا اعلان فرما دیا ہے کہ دنیا میں جو تو محنت کرتا رہا وہ ضائع نہیں گئی تو اللہ فرماتے ہیں کیا میں تمہیں ایسی تجارت کے بارے میں نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا کر کامیابی دلا سکتی ہے؟ اور خود ہی جواب دیا میں بتلاتا ہوں وہ کون سی تجارت ہے:

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی رضا کے لیے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو جب تم یہ تجارت کرو گے تو پھر کیا ہوگا

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا)

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہ تم کو ایسے باغات میں داخل کردے گا جن کے ساتھ ساتھ نہریں بہہ رہی ہیں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور تمہیں پاکیزہ محلات میں یعنی رہائش گاہوں میں داخل کرے گا۔

فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

یہ ہے بڑی کامیابی یہ تو آخرت میں ہوگا دنیا میں کیا ہوگا وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا اور بات بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو جس کو تم نقد چاہتے ہو وہ کیا ہے؟

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (اللہ کی مدد آئے گی اور فتح آئے گی۔)

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔)

تو یہ تجارت ایسی ہے کہ اس میں نقصان کا کوئی پہلو نہیں ہے، نفع ہی نفع ہے تو اللہ نے عصر کے وقت کی قسم اٹھا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ دنیا کی عمر بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے ہمیں تو دیکھنے میں دنیا کی عمر بڑی لمبی نظر آتی ہے لیکن اللہ جو اس کائنات کا خالق ہے جس نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس دنیائے رنگ و بو کا سلسلہ چلایا اور قیامت تک وہ چلا رہا ہے اور قیامت کے بعد بھی وہ چلاتا رہے گا، قیامت کے نظام کو، جنت اور جہنم کے نظام کو، وہ اللہ جانتا ہے کہ آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہے تو اس طرف اشارہ کیا کہ دنیا کی بہت تھوڑی عمر باقی رہ گئی ہے لہٰذا اس تھوڑی سی عمر کو ایسی تجارت میں لگالو جس میں خسارے کا کوئی بھی پہلو نہیں ہے۔

دوسرا قول: نمازِ عصر

بعض حضرات کہتے ہیں کہ عصر سے مراد نمازِ عصر ہے اس لیے کہ نمازِ عصر کی اہمیت اور عظمت خود اللہ نے بھی قرآن میں بیان فرمائی ہے اور رسول اقدس ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور خاص طور پر صلوٰۃِ وسطیٰ کی حفاظت کرو، درمیانی نماز کی حفاظت کیا کرو۔

یہ صلوٰۃ وسطیٰ کون سی نماز ہے، درمیانی نماز کون سی ہے، بہت سارے اقوال ہیں لیکن زیادہ راجح قول یہ ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہے تو اللہ نے قرآن کریم میں اس نماز کی اہمیت اور عظمت بیان فرمائی اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس سے نمازِ عصر فوت ہوگئی گویا کہ اس کے اہل و عیال اور مال و دولت سب کچھ تباہ ہوگیا۔ نمازِ عصر کا خاص اہتمام کریں اس لئے کہ وقت ایسا ہے کہ ہر انسان اس وقت بڑی کشمکش میں ہوتا ہے۔ ایک دوکاندار

کے لیے، ایک تاجر کے لیے، ایک ملازمت پیشہ انسان کے لیے، کاروبار کے سمیٹنے کا وقت، ایک طرف گاہکوں کا ہجوم دوسری طرف مسجد کی طرف سے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی آواز، گھر پہنچنے کی فکر اور دن غروب ہو رہا ہے اور کچھ کر لینے کی فکر اور ادھر اللہ کی طرف سے پکار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ تو ایک امتحان کہ میرا بندہ دنیا کے فائدے کو ترجیح دیتا ہے یا میری پکار پر لبیک کہتا ہے تو بعض حضرات نے کہا کہ اللہ پاک نے نماز عصر کی قسم کھائی ہے۔

تیسرا قول: مبارک زمانہ

اللہ پاک نے حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے کی قسم کھائی ہے عصر زمانے کے معنی میں ہے۔

والعصر اے میرے نبی! تیرے مبارک زمانے کی قسم! سارے زمانوں سے مبارک زمانہ حضور ﷺ کا زمانہ ہے، سارے شہروں سے مبارک حضور ﷺ کا شہر، سارے لیل و نہار سے بہتر حضور ﷺ کے لیل و نہار ہیں، سارے ساتھیوں اور شاگردوں سے بہتر حضور ﷺ کے شاگرد ہیں، سارے ملفوظات اور ارشادات سے مبارک وہ حضور ﷺ کے ملفوظات اور ارشادات ہیں، جس چیز کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے وہ مبارک ہے شہر کی نسبت ہے تو وہ مبارک ہے گلیوں کی نسبت ہے تو وہ مبارک ہیں، سواریوں کی حضور ﷺ کی طرف نسبت ہے تو وہ مبارک ہیں، جوتیوں کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے تو وہ مبارک ہیں، فضاؤں کی حضور ﷺ کی طرف نسبت ہے تو وہ مبارک ہیں اور میں عرض کروں اگر ہمارے جیسے گنہگاروں کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو جائے تو ہم بھی ان شاء اللہ مبارک ہیں بشرطیکہ یہ نسبت سچی نسبت ہو، دکھاوے کی نسبت نہ ہو تو حضور ﷺ کے زمانے کی قسم کھائی۔

چوتھا قول: انسانی زندگی

عصر سے مراد ہر انسان کی عمر ہے **والعصر** اے انسان! تیری عمر کی قسم! عمر کی قسم اللہ نے کیوں کھائی اس لیے کہ انسان کے پاس ایمان کے بعد سب سے قیمتی سرمایہ وہ زندگی ہے اگر آپ غور فرمائیں تو زندگی کے علاوہ قیمتی سرمایہ انسان کے پاس کوئی نہیں ہے اور زندگی ایسی چیز ہے جو خریدی نہیں جا سکتی اگر زندگی خریدی جا سکتی ہوتی تو فرعون کو موت نہ آتی قارون کو موت نہ آتی شداد کو اپنی بنائی ہوئی جنت کے دروازے پر موت نہ آتی، بڑے بڑے سرمایہ داروں، وڈیروں اور جاگیرداروں کو موت نہ آتی حکیموں اور ڈاکٹروں کو موت نہ آتی، لیکن زندگی خریدی نہیں جا سکتی پوری زندگی تو دور کی بات ہے زندگی کے چند لمحے بھی نہیں خریدے جا سکتے۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

جب موت آ جائے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتی ہے اور آگے تو ہو ہی نہیں سکتی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وقت سے پہلے

موت آ جائے اور ایسا بھی نہیں ہوسکتا کہ موت کا وقت آ جائے پھر ٹل جائے اللہ نے جس کی موت کا جو وقت، جو سبب، جو جگہ مقرر کی ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ زندگی ہے، عمر ہے، اس سرمایہ سے انسان جنت بھی خرید سکتا ہے اور جہنم بھی خرید سکتا ہے، اس سرمایہ سے اللہ کی رضا بھی خرید سکتا ہے اور اللہ کا غضب بھی خرید سکتا ہے اور یاد رکھیے کہ ہم میں سے ہر ایک تاجر ہے اور تجارت کر رہا ہے اپنے زندگی کے لمحوں، گھنٹوں کے ذریعے وہ کچھ نہ کچھ تجارت کر رہا ہے۔

اللہ اکبر۔ یہ جو میں نے اللہ اکبر کہا نہ معلوم میں نے ایک سیکنڈ میں کتنی نیکیاں خرید لیں میں نے یہ لمحہ اللہ اکبر کہنے میں صرف کر دیا تو میں نے اس سے نیکیاں خرید لیں اور اگر اسی لمحے کو میں کسی کو گالی دینے میں استعمال کرتا، کسی کا دل دکھانے میں، کسی کی غیبت کرنے میں، کسی پر بہتان لگانے میں تو اسی لمحے کے ذریعے میں برائیاں خرید سکتا تھا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا صحیح مسلم کی روایت ہے:

کل الناس یغدوا فبائع نفسه فمعتقها او موبقها۔

سارے کے سارے انسان صبح تجارت کے لیے نکلتے ہیں اپنے نفس کو، اپنی زندگی کو، ایک سرمایہ کے طور پر پیش کرتے ہیں کوئی، ایسی چیز خریدتا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور کوئی ایسی چیز خریدتا ہے کہ اس کے ذریعے سے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے، ہم میں سے ہر ایک تاجر ہے اور اس کے پاس زندگی کا سرمایہ بہت بڑی متاع ہے، اس سرمایہ سے کچھ بھی خریدا جا سکتا ہے، زندگی کے سرمائے سے جنت بھی خریدی جا سکتی ہے اور جہنم بھی خریدی جا سکتی ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

یہ سرمایہ ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ میں نہیں آئے گا یہ بھی پکی بات ہے یہ پیسے کا معاملہ تو ایسا ہے ایسے بھی لوگ ہیں کروڑوں روپے کا خسارہ ہوا لیکن اللہ نے اُن کو صلاحیت دی تھی تجارت کی، محنت کی لگا رہا دوبارہ کروڑوں کما لیے، جہاز اس کا تباہ ہوگیا، کارخانے کو آگ لگ گئی، مکان گر گیا، لیکن ایسے باہمت لوگ بھی ہوتے ہیں کہ دوبارہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں نقصان سے پہلے ہوتے ہیں تو دنیا کا سرمایہ ایک مرتبہ ہاتھ سے جانے کے بعد بھی دوبارہ ہاتھ میں آ سکتا ہے لیکن زندگی کا سرمایہ ایک مرتبہ ہاتھ سے جانے کے بعد دوبارہ ہاتھ میں نہیں آ سکتا اللہ نے یہ زندگی جس کو دی ہے ایک دفعہ ہی دی ہے اور جب اللہ نے زندگی کی مہلت ختم کر دی تو دوبارہ ہاتھ میں نہیں آ سکتی پھر تو ہمیں اعلان ہی سننا ہوگا، نتیجہ سننا ہوگا کون کامیاب ہوا اور کون ناکام ہوا، کس نے زندگی کے سرمائے کو اللہ کی رضا کے کاموں میں لگا کر جنت خرید لی اور کس نے زندگی کے سرمائے کو اللہ کے غضب کے کاموں میں لگا کر جہنم خرید لی اور یہ بھی سن لیں کہ یہ سرمایہ دن بدن ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے مجھے نہیں معلوم کہ میری عمر کتنی

ہے، آپ میں سے کوئی نہیں جانتا اگر میں زندگی کے ساٹھ سال اور چالیس سال گذار چکا ہوں تو گویا کہ زندگی کے سرمائے میں سے اب بیس سال میرے پاس رہ گئے ہیں چالیس سال ہاتھ سے نکل گئے، بچہ بڑا ہوتا ہے تو ماں باپ سمجھتے ہیں کہ بڑا ہو رہا ہے اور وہ بھی سمجھتا ہے کہ میں بڑا ہو رہا ہوں لیکن حقیقت میں وہ چھوٹا ہو رہا ہے اس لیے کہ دس سال کا ہو گیا ہے اگر اس کی زندگی ساٹھ سال تھی تو پچاس سال رہ گئے، بیس سال کا ہو گیا تو چالیس سال رہ گئے اب مہلت کم ہوتی چلی جا رہی ہے وہ شعر آپ نے سنا ہوگا۔

غافل جو گھڑیال تجھے دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

گردوں تو نہیں کہنا چاہیے، خدا نے تیری عمر کی گھڑی اک اور گھٹا دی یہ گھڑیال اور یہ ہمارے ہاتھ پر لگی ہوئی گھڑی ایک منٹ گزرتا ہے تو یہ بتاتی ہے کہ تیرا ایک منٹ اور زندگی سے کم ہو گیا اور اگر ایک گھنٹہ گزرتا ہے تو معلوم ہوا کہ میری زندگی کا ایک گھنٹہ اور کم ہو گیا ہے ایک دن کم ہو گیا ہے، ایک ہفتہ کم ہو گیا ہے لوگ سالگرہ مناتے ہیں۔

اور نکتہ نکالنے والوں نے نکتہ نکالا سال گرہ ایک اور سال گر گیا، ایک اور سال گر گیا، سال گرتے جاتے ہیں اور وہ چھوٹا ہوتا جا رہا ہے اور یہ خوشی منا رہے ہیں کہ اس کا ایک اور سال گر گیا ہے، تو انسان چھوٹا ہوتا جا رہا ہے اور یہ زندگی کا سرمایہ آہستہ آہستہ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ **والعصر** انسان کی عمر کی قسم! زندگی کی قسم!۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ (بے شک انسان خسارے میں ہے)

اگر وہ اس زندگی کے سرمائے کو کامیابی کے چار اصولوں میں استعمال نہیں کرتا تو انسان خسارے میں ہے۔

پانچواں قول: زمانے کی گواہی

ایک پانچواں قول یہ ہے کہ عصر سے مراد تاریخ ہے اللہ نے پورے زمانے اور پوری تاریخ کی قسم کھائی ہے **والعصر** زمانہ گواہ ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ابتداء سے لے کر ہم تک جتنا زمانہ گزرا، جو تاریخ گزری یہ تاریخ گواہ ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ یہاں ایک بات سمجھ لیجئے۔ یہ فہم قرآن سے تعلق رکھتی ہے۔

قسم بطورِ گواہی

اللہ نے قرآن کریم میں کئی چیزوں کی قسمیں کھائیں اور یہ آخری پارے میں خاص طور پر بہت زیادہ قسمیں کھائیں۔

وَالضُّحٰى ،وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ☆ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً ،فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً ☆ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ☆ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ،وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى یہ سب قسمیں ہیں

قسمیں کھانے میں حکمت کیا ہے؟

یہ جو واؤ ہے یہ قسم کے لئے آتی ہے، تو قسمیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی کھائی ہیں یہ قسموں کا فلسفہ کیا ہے؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ قسم بعض اوقات کھائی جاتی ہے تاکید کے لئے اپنی بات کو اور پختہ کر کے پیش کرنے کے لئے اور بعض اوقات قسم کھائی جاتی ہے کسی چیز کو گواہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے اور حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ قسم جو ہے یہ گواہی کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دو شخصوں کے درمیان اگر جھگڑا ہو جائے ان دو میں سے ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا مدعا علیہ ہوتا ہے شریعت کا اصول یہ ہے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ مدعی کے ذمہ یہ ہے کہ وہ گواہ پیش کرے مدعی کے پاس اگر گواہ نہیں ہیں تو پھر مدعی علیہ جو منکر ہے وہ قسم کھائے گا۔ تو قسم حقیقت میں گواہی ہے۔

جب کوئی شخص اللہ کے نام کی قسم کھاتا ہے اللہ کی قسم! یہ مکان، یہ گاڑی، یہ پیسہ، میرا ہے تو گویا کہ وہ اللہ کو گواہ بنا رہا ہے، تو قسم کے اندر گواہی والا فلسفہ اور مفہوم پایا جاتا ہے اسی لیے جھوٹی قسم کھانا یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ اس بدبخت نے جھوٹے دعوے پر اللہ کو گواہ بنا کر پیش کیا۔ میں ایک معمولی سا انسان ہوں آپ کی نظر میں میری کچھ عزت ہے اب ایک شخص آوارہ سا وہ اپنے جھوٹے دعویٰ پر مجھے گواہ بنائے یہ مولوی صاحب گواہ ہیں اس بات پر کہ میں سچ کہہ رہا ہوں، ہے وہ جھوٹا تو مجھے کتنا دکھ ہوگا یا آپ کو کتنا افسوس ہوگا اپنے جھوٹے دعوے پر اس نے ہمارے مولوی صاحب کو گواہ بنا کر پیش کیا ہے مولوی صاحب کی کیا وقعت ہے اور جو شخص اپنے جھوٹے دعوے پر اللہ کو گواہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا تو قسم کے اندر گواہی کا فلسفہ پایا جاتا ہے تو اللہ پاک بعض چیزوں کی جو قسم اٹھاتے ہیں تو ان چیزوں کو گواہ بنا کر پیش کرتے ہیں جیسے یہاں پر جب یہ فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝۱ (زمانے کی قسم! تاریخ کی قسم!)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ (بے شک انسان خسارے میں ہے۔)

گویا کہ اللہ نے یوں بیان فرمایا کہ ساری تاریخ پڑھ لو، ساری تاریخ گواہ ہے کہ جس انسان کے اندر یہ چار اوصاف نہیں پائے جاتے تو وہ انسان خسارے میں ہے، وہ معاشرہ خسارے میں ہے، وہ جماعت خسارے میں ہے، وہ گھرانہ خسارے میں ہے، وہ شہر خسارے میں ہے، وہ ملت خسارے میں ہے، وہ امت خسارے میں ہے، وہ دولت والے خسارے میں، وہ اقتدار والے خسارے میں، وہ چودھراہٹ والے خسارے میں، وہ طاقت والے خسارے میں، وہ مادیت والے خسارے میں، وہ علم والے خسارے میں، وہ کمالات والے خسارے میں، وہ فن والے خسارے میں، وہ شہرت والے خسارے میں، وہ بڑے بڑے کھلاڑی خسارے میں، وہ بڑے بڑے

جرنیل خسارے میں، اور سپہ سالار خسارے میں، سب خسارے میں ہیں۔

اگر ان کے اندر یہ چار صفات نہیں پائی جاتیں پوری تاریخ گواہ ہے کہ وہ قابیل بھی خسارے میں، فرعون بھی خسارے میں، قارون خسارے میں، اور ابوجہل خسارے میں، اور ابولہب بھی خسارے میں۔

لیکن اگر آپ ان کے حالات پڑھیں جب وہ اقتدار پر تھے، جب وہ دولت میں کھیل رہے تھے اور جب وہ اپنی افواج کے ساتھ اور اپنے باڈی گارڈوں کے ساتھ زرق برق لباس میں اور شان وشوکت والی سواریوں پر سوار ہو کر باہر نکلتے تھے تو کتنے لوگ تھے جو دیکھتے تھے تو ان کے منہ میں پانی بھر آتا تھا حسرتیں کرتے، افسوس کرتے، آرزو کرتے تھے ہائے کاش! کہ ہمیں بھی ان جیسا مقام حاصل ہو جاتا:

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ (ہائے کاش! ہمیں اتنی دولت ملتی جتنی ان کو ملی)

لیکن جب وہ تباہ وبرباد ہوئے ان کا انجام خطرناک ہوا تو یہی تھے جو کل ان جیسا ہونے کی دعا کرتے تھے اور آج کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ نے کرم کیا کہ ہمیں ان جیسا ہونے سے بچالیا اگر ہم بھی ان جیسے ہو جاتے تو ہمارا بھی انجام یہی ہوتا تو پوری تاریخ اس پر گواہ۔

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲

سارے کے سارے انسان خسارے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جن کے اندر چار صفات پائی جاتی ہیں وہ خسارے سے بچے ہوئے ہیں۔

فلاحِ انسانی کی چار صفات

پہلی صفت: ایمان وعقائد کی درستگی

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (سوائے ان لوگوں کے کہ جو ایمان لائے)

اور جنہیں ایمان کی دولت اور ایمان کا خزانہ عطا کیا گیا اللہ پر ایمان، اس کی ذات پر ایمان، اس کی صفات پر ایمان، اس کی آیات پر ایمان، اس کے احکام پر ایمان، اس کے انبیاء پر ایمان، اس کے ملائکہ پر ایمان، آخرت کے دن پر ایمان، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان، جنت اور جہنم پر ایمان، تقدیر پر ایمان، یہ نظریہ صحیح ہو بنیادی چیز نظریہ اور عقیدہ ہے جس کو آج کل کی زبان میں ''آئیڈیالوجی'' کہتے ہیں اس کی فکر ونظر صحیح ہو ایمان کے بغیر کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا اللہ نے فرمایا: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

الْجَنَّةَ جو نیک عمل کرے چاہے نیک عمل کرنے والا مرد ہو چاہے نیک عمل کرنے والی عورت ہو شرط یہ ہے کہ مؤمن ہو مؤمن ہونے کی شرط لگائی، جنس میں نہیں، اللہ کے ہاں عورت مرد سے نیک عمل میں آگے بڑھ سکتی ہے علم کے میدان پر، عمل کے میدان پر، عبادت کے میدان پر، کیا صرف مرد کی اجارہ داری ہے ایسا ہرگز نہیں ہے اسلام نے عورت کے لیے بھی برابر اس میں حصہ رکھا ہے اور کامیابی کے لیے راستے رکھے ہیں اور ترقی کے لیے زینے رکھے ہیں عورت مرد سے آگے بڑھ سکتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے۔

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد
نہ ہر زن زن نہ ہر مرد مرد

خدا نے یہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں کی ہیں کوئی انگلی چھوٹی ہے اور کوئی بڑی ہے اسی طریقے سے نہ ہر عورت عورت ہوتی ہے نہ ہر مرد مرد ہوتا ہے بعض عورتیں مردوں سے آگے بڑھ جاتی ہیں اور بعض مرد عورتوں سے کہیں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

کون مرد ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری کا دعویٰ کرے؟ کون مرد ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برابری کا دعویٰ کرے؟

علم و عمل کے اعتبار سے وہ بہت آگے بڑھ گئیں ایسے آگے بڑھ گئیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علمی مشکلات کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر حاضر ہوتے تھے۔

عرض یہ کر رہا تھا جو بھی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو۔

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (پس یہ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے)

اللہ پاک نے ایمان کی شرط لگائی ایمان کے بغیر کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

میں اپنے آپ کو اور آپ حضرات کو اس بات کی یاددہانی کرواتا رہتا ہوں ایمان سے مراد حقیقی ایمان ہے، قلبی ایمان ہے اصلی ایمان وہ ایمان ہے جو اللہ کے ہاں معتبر ہو صرف لفظی ایمان نہیں، رسمی ایمان نہیں، دفتری ایمان نہیں، قولی ایمان نہیں۔

وہ ایمان جو دل کے اندر اتر جائے، اللہ دل میں آجائے، اللہ پاک کی محبت ہمارے دل میں آجائے، اللہ پاک کا خوف ہمارے دل میں اتر جائے، اللہ کا یقین ہمارے دل میں اتر جائے، اللہ پاک ہمارے رگ و ریشہ میں رچ بس جائیں، ایمان کا نور ہمارے خون میں آجائے، ایمان کا نور ہماری آنکھوں میں آجائے، ہمارے کانوں میں آجائے، ہماری زبان میں آجائے، ہمارے دماغ میں آجائے، ہمارے دل میں آجائے، ہمارے ہاتھوں میں، ہمارے پیروں میں پورے جسم میں آجائے۔

میں خود نہیں کہہ رہا اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! مجھے نور عطا فرما اے اللہ! دل میں نور پیدا فرما اے اللہ! کانوں میں نور، زبانوں میں نور، اے اللہ! آنکھوں میں نور، اے اللہ! اعضاء میں نور، اے اللہ! خون میں نور، اے اللہ! آگے نور پیچھے نور، دائیں نور بائیں نور''

اللہ پاک ایسی صورت پیدا فرما دیں کہ ہم بازار میں چل رہے ہوں تو ایمان کے نور کے ساتھ چل رہے ہوں، ایمان کا بھی ایک نور ہوتا ہے جیسا کہ کوئی سر پر روشنی رکھ کر یا ہاتھ میں ٹارچ پکڑے اندھیرے میں چل رہا ہوتا ہے۔

یاد رکھیے! ایمان والے کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے اور جو گندے ماحول میں جاتا ہے، تاریکی والے ماحول میں جاتا ہے سڑے ہوئے ماحول میں جاتا ہے، وہ کہیں بھی چلتا ہے، پاکستان میں نہیں یورپ کے کسی شہر میں چلتا ہے اگر اس کو اللہ نے ایمان کا نور عطا کیا ہے تو ایسی صورت ہوتی ہے کہ اندھیرے میں چل رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ایمان کی روشنی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو جب ایمان کی حقیقت دل میں آجائے ایمان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا کر دے تو یہ پہلی صفت ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے۔

دوسری صفت

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جنہوں نے نیک اعمال کیے)

یہ دوسری صفت ہے۔ اگر آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو اکثر و بیشتر مقامات پر اللہ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

ایمان اور عمل صالح اس لیے کہ ایمان بیج ہے اور بیج سے جو تنا پھوٹتا ہے اس پر جو پھل اور پھول لگتے ہیں تو یہ عمل صالح ہیں اگر ایمان موجود ہے تو اس کے پھل پھول نظر آنے چاہئیں، اچھے اخلاق ہونے چاہئیں اور ہماری زندگی کا رویہ کچھ اور ہونا چاہیے اگر واقعی ہمارے دل میں ایمان ہے۔ اور اگر اعلیٰ اخلاق نہیں، اعمال صالحہ نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ایمان کے بیج نے ہمارے دل کی زمین میں جڑیں نہیں پکڑیں، وہ مضبوط نہیں ہوا اسی وجہ سے اعمال صالحہ کے پھول اور پھل نظر نہیں آرہے ایمان انسان کو عمل صالح پر مجبور کر دیتا ہے۔

وہ جو کہا جاتا ہے کہ ''محبت خود آداب محبت سکھا دیتی ہے'' یہ ایمان خود انسان کو عمل صالح پر لگا دیتا ہے بشرطیکہ دل میں ایمان پیدا ہو جائے جب ایمان دل میں پیدا ہوتا ہے تو یہ پیشانی کو اللہ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے انسان اللہ کے سامنے پیشانی جھکائے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، جھوٹ نہیں بول سکتا، چوری نہیں کر سکتا، زنا نہیں کر سکتا،

بدکاری نہیں کر سکتا اللہ کے نبی نے فرمایا:

لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ

جب زانی زنا کر رہا ہوتا ہے، چور چوری کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت ایمان کا نور ان کے ساتھ نہیں ہوتا اگر ایمان کا نور ساتھ ہوتا تو بدکاری نہیں کر سکتا تھا۔

روشنی اور اندھیرا دونوں کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

جب چور چوری کر رہا ہوتا ہے تو ایمان کا نور ساتھ نہیں ہوتا الگ ہو جاتا ہے۔ تو ایمان انسان کو عمل صالح پر مجبور کر دیتا ہے۔

عمل صالح کیا ہے؟

آپ نے سنا ہے عمل صالح نیک عمل کو کہتے ہیں:

نماز نیک عمل ہے، روزہ نیک عمل ہے، حج نیک عمل ہے، صدقہ وخیرات نیک عمل ہے، عمرہ کرنا نیک عمل ہے،

یہ جب ہم سنتے ہیں تو ہم سب کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ نیک عمل ہے اس میں کوئی شک بھی نہیں اس طرف ذہن جانا چاہیے یہ بڑے بڑے نیک عمل ہیں، نماز ہے، دین کا ستون ہے اللہ نے جہاں نماز کا ذکر کیا ہے، زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے، حج ہے، اس کا منکر کافر ہے تو یہ نیک اعمال ہیں۔ لیکن نیک اعمال صرف یہ ہی نہیں ہیں۔

ہمارے اللہ نے اور ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نیک اعمال کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے۔

اچھے اخلاق کتنا بڑا نیک عمل ہے۔

کیا آپ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی؟

اللہ کے نبی نے فرمایا:

''قیامت کے دن انسان کے اعمال نامہ میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی۔''

سچائی نیک عمل ہے

دیانت نیک عمل ہے۔

محبت نیک عمل ہے

ایثار نیک عمل ہے،

احسان نیک عمل ہے،

کسی کی دلجوئی کرنا نیک عمل ہے

کسی مسلمان کے ساتھ مصافحہ کرنا نیک عمل ہے،

مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملنا نیک عمل ہے، کسی کے کام آجانا نیک عمل ہے،
کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ دینا نیک عمل ہے،
کسی بھوکے کو کھانا کھلا دینا، کسی ننگے کو کپڑا پہنا دینا نیک عمل ہے،
کسی دکھی دل کو خوش کر دینا یہ نیک عمل ہے۔ راستے سے پتھر ہٹا دینا یہ نیک عمل ہے،
کوئی صدقہ جاریہ کر دینا نیک عمل ہے۔
کتنی لمبی فہرست ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔

اللہ نے نیک اعمال کا دائرہ کتنا وسیع کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہر وہ عمل جو جائز ہو، اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے وہ نیک عمل ہے یہاں تک کہ اللہ کے نبی نے دائرہ وسیع فرمایا کہ:
رزق حلال کماتے ہو یہ نیک عمل،
اپنی بیوی کے منہ میں رزق حلال کا لقمہ رکھتے ہو یہ نیک عمل،
یہاں تک کہ جائز طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتے ہو یہ نیک عمل ہے۔
پوچھا گیا اللہ کے نبی! یہ تو اس نے اپنی شہوت کو پورا کیا یہ نیک عمل کیسے ہو گیا؟
فرمایا کہ اگر وہ جائز طریقہ سے شہوت کو پورا نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ ناجائز طریقے سے شہوت کو پورا کرتا، کہیں بدکاری میں مبتلا ہو جاتا لہٰذا یہ بھی نیک عمل ہے۔
کتنا دائرہ وسیع کر دیا قدم قدم پر نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے، بازار میں چلتا ہے آنکھیں جھکائی ہوئی ہیں نیک عمل ہے،
ذکر کرتا ہوا جا رہا ہے نیک عمل ہے،
راستے میں کوئی مسلمان ملتا ہے سلام کرتے ہوئے جا رہا ہے نیک عمل ہے،
اپنے بچوں کو محبت سے دیکھتا ہے یہ نیک عمل ہے،
اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے نیک عمل ہے،
ارے اپنی والدہ کو دیکھتا ہے یہ نیک عمل ہے،
اتنا بڑا نیک عمل ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حج و عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے۔
اور کیا کیا اس نے صرف اپنی والدہ کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اپنے فطری جذبات اور تقاضوں کو پورا کیا ہے اور اللہ نیکیاں دے رہا ہے، اللہ نیکیاں تقسیم کر رہا ہے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جا رہی ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دوسری صفت بیان فرمائی کہ وہ لوگ خسارے سے بچ جائیں گے جو نیک اعمال کرتے ہیں۔

تیسری صفت: حق کی وصیت

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (وہ لوگ خسارے سے بچ جائیں گے جو حق کی وصیت کرتے ہیں۔)

اسلام اجتماعیت کا علمبردار ہے

ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین، حق بات کی ترغیب، حق بات کی دعوت، حق بات کی تبلیغ کرنا یہ تواصی بالحق ہے۔

یادرکھیں کہ اسلام اجتماعیت کا علمبردار ہے انفرادیت کا نہیں، اسلام نے یہ نہیں سکھایا کہ:

معاشرے سے بھاگ جاؤ اور پہاڑوں کی غاروں میں جاکر اللہ اللہ کرتے رہو،

جنگلوں کے گوشوں میں جاکر اللہ اللہ کرتے رہو،

مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہا کرو،

سارے معاشرے سے کٹ جاؤ،

سوسائٹی سے کٹ جاؤ، خاندان سے کٹ جاؤ،

اسلام نے یہ نہیں سکھایا اسلام نے اجتماعیت کی تعلیم دی ہے۔

آپ دیکھیں تو اسلام کی ہر عبادت اجتماعیت کی علمبردار!،

آپ نماز کو دیکھ لیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہے،

زکوٰۃ کو دیکھ لیں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی جاتی ہے،

یہ اجتماعیت کی صورت ہے، حج کو دیکھ لیں یہ اجتماعیت کی صورت ہے پوری دنیا کے مسلمان جمع ہو رہے ہیں۔

جہاد کو دیکھ لیں ظالم کی سرکوبی کرو اور مظلوم کے کام آؤ اجتماعیت کی شان ہے،

اسلام اجتماعیت کا علمبردار ہے اور اجتماعیت بھی ایسے کہ جس میں ایک دوسرے سے ہمدردی ہو، ایک دوسرے سے محبت ہو۔

آج محبت ہے ہی نہیں۔ اللہ اکبر میں تو دیکھتا ہوں کہ کس کس چیز کے بارے میں کہوں کہ یہ چیز ہم سے اٹھ گئی ،کتنی چیزیں ہیں لیکن محبت تو ایسی چیز ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو اٹھ ہی گئی میں اغراض کی محبت کی بات نہیں کرتا میں ایمان کی محبت کی بات کرتا ہوں محبت اٹھ ہی گئی کہ ایک دوسرے سے خالص اللہ کے لیے ایمانی محبت ہو وہ معاشرے سے اٹھتی چلی جارہی ہے حالانکہ یہ کتنی بڑی نیکی ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

''جب قیامت کے دن کوئی سایہ نہیں ہوگا اللہ اپنے عرش کے نیچے جن کو سایہ دے گا ان میں سے دو وہ شخص بھی

ہوں گے جو اللہ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے تھے“۔

صرف اللہ کی رضا کے لیے، اللہ کو یہ بہت پسند ہے جب اجتماعیت ہو گی، ایک دوسرے سے محبت ہو گی ایک دوسرے سے ہمدردی ہو گی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو جہنم کی آگ سے بچائیں گے مسلمان کو اللہ کی ناراضگی سے بچالیں گے۔

ہمارا حقیقی محسن کون ہے

ارے بھائی! میں راستے سے جا رہا ہوں ایک صاحب بتا دیتے ہیں خطرناک راستہ ہے، آگے چور ہیں، ڈاکو ہیں میں نے راستہ بدل لیا بچ گیا بعد میں واقعی پتہ چلا کہ اس راستے میں ڈاکو تھے، چور تھے تو میں زندگی بھر اس کو اپنا محسن سمجھوں گا لیکن اس نے تو ایک چور اور ڈاکو سے مجھے بچالیا اس کو تو اپنا محسن سمجھتا ہوں لیکن وہ شخص ہمارا کتنا محسن ہے جو ہمیں جہنم کے گڑھے میں گرنے سے بچالیتا ہے، جو دائمی عذاب سے بچالیتا ہے یہ چور ڈاکو کیا کرتا دو گولیاں چلا کر میری زندگی کا چراغ گل کر دیتا، میری زندگی کے جو پندرہ بیس سال باقی ہیں وہ ختم کر دیتا اور میں تو سکون میں چلا جاتا لیکن یہ ایمان کی دولت اگر چلی گئی اور ایمان کے ڈاکوؤں نے ہم پر لوٹ مار کا حملہ کر دیا تو ہم جہنم کے گڑھے میں ہمیشہ کے لیے گر گئے، اگر آپ محسن سمجھتے ہیں تو وہ حقیقی محسن ہے جو جہنم کے گڑھے سے ہم کو بچالیتا ہے تو پھر سن لیجیے کائنات کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اللہ نے خود ذکر فرمایا:

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا

ارے تم تو جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے بہت قریب تھا کہ تم اس گڑھے میں چھلانگ لگا لیتے لیکن اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے تم کو اس گڑھے سے بچالیا۔

اللہ نے کتنا بڑا احسان کیا اور حضور اکرم ﷺ کتنے بڑے محسن ہیں اور آپ نے خود بھی فرمایا کہ:

”ہماری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ پتنگے اور پروانے آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں اور ایک شخص بار بار ان کو روکتا ہے فرمایا کہ تم آگ میں چھلانگیں لگاتے ہو اور میں تم کو پکڑ پکڑ کے روکتا ہوں“

ارے آگ میں چھلانگیں مت لگاؤ!

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے اور اجتماعیت بھی ایسی جس میں ایک دوسرے سے محبت ہو اور سب سے بڑی محبت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو اللہ کی ناراضگی کے کاموں سے بچایا جائے، آخرت کی زندگی کو تباہ ہونے سے بچایا جائے اور اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ رکھا گیا ہے نیکی کا حکم دو اور برائی

سے روکو فرمایا گیا کہ:

اُمت محمدیہ کی امتیازی خصوصیت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے) تم کیا کام کرتے ہو؟ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

عجیب بات دیکھیں ایمان تو اصل اور بنیاد ہے لیکن اللہ نے ایمان کو بعد میں ذکر کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پہلے ذکر کیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ کہ ایمان کا دعوٰی تو یہودی بھی کرتے تھے، ایمان کا دعوٰی عیسائی بھی کرتے تھے اور یہاں اللہ نے امت کی خصوصیت کو، امتیازی پہلو کو بیان کرنا تھا اور اس امت کی خصوصیت اور امتیازی پہچان یہ ہے کہ یہ نیکی کا حکم کرتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا کہ یہودیوں پر اللہ کی لعنت آئی اور اللہ کا عذاب آیا۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ یہودیوں پر لعنت کی گئی۔ کیوں؟ اللہ نے فرمایا کہ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے اس لیے ان پر اللہ کا عذاب آیا اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا چھوڑ دیا فرمایا کہ پھر تم دعائیں کروگے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی اور اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً

(اللہ کے اس عذاب سے بچو جو عذاب صرف گنہگاروں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ نیک لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ کون سا عذاب ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ عذاب اس وقت آئے گا جب نیک لوگ جو ذاتی طور پر تو نیک ہیں لیکن دوسروں کو نیکی کی بات سمجھانا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیں گے تو پھر اللہ کا عذاب جب گنہگاروں پر آئے گا تو نیک لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آکر رہیں گے۔

میرے بزرگو اور دوستو! آج ہمارے گھروں میں، ہماری نظروں کے سامنے گناہ ہورہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں گھروں میں گناہوں کی آگ جل رہی ہے بیٹا کیا کررہا ہے، بیٹی کیا کررہی ہے، بیوی کیا کررہی، میں کیا کررہا ہوں، میرے بھائی کیا کررہے ہیں، میرے رشتے دار کیا کررہے ہیں، میرے اڑوس پڑوس میں کیا ہورہا ہے، لیکن ہمیں اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ ہم نیکی کا حکم دے سکیں اور برائی سے روک سکیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میں نمازی ہوں۔ میں صبح وشام تلاوت کرتا ہوں تسبیح پڑھتا ہوں، اللہ والے سے میرا تعلق ہے، ہر سال حج اور عمرہ کرتا ہوں لہٰذا جو کچھ ہوتا رہے میں کامیاب ہوں، نہیں مسلمان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو بچالے مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بچانے کی فکر کرے۔ بڑا پیارا شعر کسی نے کہا ہے۔

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

مسلمان کی شان یہ نہیں کہ خود تڑپے مسلمان کی شان یہ ہے کہ دوسروں کو بھی تڑپائے، ارے کیا ہو رہا ہے اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اللہ کے حکم ٹوٹ رہے ہیں، رسول اکرم ﷺ کی سنتیں چھوٹ رہی ہیں، یہ صرف مولوی کی ذمہ داری نہیں ہے یہ خیال دل سے نکال دیجئے۔ یہ صرف تبلیغی جماعت کی ذمہ داری نہیں ہے۔

یہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے، اپنی اپنی استعداد کے مطابق، اپنے اپنے دائرہ کار میں نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے آج لوگ سر پیٹتے ہیں فلاں فتنہ بڑھتا جا رہا ہے، فلاں غلط فرقہ بڑھتا چلا جا رہا ہے ارے تمہارے ایسے سر پیٹنے سے، برائیاں کرنے سے کیا ہوگا تم کیا کر رہے ہو۔ کیا تم حق کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہو۔

ابھی ہم نے پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا گمراہ کن لوگ قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں اخبار میں اس کے فوٹو بھی چھپے۔ رہبانیت کا معنیٰ کیا گیا دہشت گردی اور جہاد کا انکار اور نہ معلوم کس کس بات کا انکار اور وہاں جو نمائش لگی ہوئی تھی ایک ایک اسٹال کا خرچہ، ایک دن کا چالیس ہزار، پچاس ہزار روپے جہاں پر وہ کیسٹیں تقسیم کر رہے ہیں۔ سی ڈیز تقسیم کر رہے ہیں، ہم نے واویلا کیا شور کیا سر پیٹا، کیا ہم کو یہ توفیق ہوئی کہ وہ باطل پھیلانے میں اتنی کوشش کر رہے ہیں ہم حق کو پھیلانے کی کوشش کریں، انھیں باطل پھیلانے کا جتنا جوش ہے ہمیں حق پھیلانے کا اتنا جوش نہیں ہے، باطل کو برا کہنے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک حق کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی جائے گی اندھیرے کو گالی دینے سے اندھیرے کا کچھ نہیں بگڑے گا جب تک کہ اندھیرے میں ایمان کے نور کا چراغ روشن نہ کیا جائے، حق کو پھیلانے کی کوشش نہ کرے ہمیں تو اللہ نے اس لیے پیدا کیا یہ امت اس لیے آئی تھی کہ ساری دنیا میں، ایمان کی دعوت پہنچا دیں اور ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ اپنے محلے میں بھی ایمان کی دعوت کو نہ پہنچا سکے اپنے گھر میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کر سکے۔

یاد رکھیے یہ چار صفات اگر ہیں تو ہم کامیاب، وگرنہ خسارے میں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (وہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے ہیں)

میرے بزرگو اور دوستو!:

اگر ہمارے اندر کوئی برائی پائی جائے اور ہمارا کوئی دوست، ہمارا کوئی ساتھی اس کی نشاندہی کر دے تو ہمیں اس پر ناک منہ نہیں چڑھانا چاہیے اس کو اپنا محسن سمجھنا چاہیے اور اپنے آپ کو اس عیب سے پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے:

رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَھْدَانِیْ اِلٰی عُیُوْبِیْ

اے اللہ! اس شخص پر رحم فرما جو مجھے میرے عیب بتلاتا ہے۔

کیا اخلاص ہے اے اللہ! اس پر رحم فرما جو مجھے میرے عیب بتلاتا ہے اگر ایک عورت نے بھی کہہ دیا اے عمر! تمہاری یہ بات غلط ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر کے لیے سوچا واقعی پتہ چلا کہ غلط ہے تو کہا عمر! تو کتنا کمزور ہے کہ عورتوں کے پاس بھی تجھ سے زیادہ علم ہے اور اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور اپنی کمزوری کا اعتراف کیا ہے۔ تو ہمیں اگر کوئی ہمارے عیوب کی نشاندہی کرے تو ہمیں ناراض نہیں ہونا چاہیے ہمیں اس کو اپنا محسن سمجھنا چاہیے۔

چوتھی صفت: صبر کی تلقین

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (وہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں)

جب حق بات کہی جائے گی تو مشکلات بھی آسکتی ہیں، آزمائشوں کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے، تکالیف بھی پیش آسکتی ہیں، کوئی نقصان بھی ہوسکتا ہے تو ایسے موقع پر وہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں یاد رکھیں! صبر بے بسی اور بزدلی کا نام نہیں ہے صبر تو حق پر جمے رہنے کا نام ہے، حق پر جما رہے اور حق کو غالب کرنے کی کوشش کرتا رہے۔
اللہ ہم سب کو اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّة

موضوع

انسان کی تین کمزوریاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۡ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۭ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْــِٕدَةِ ۭ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

ترجمہ:...... بڑی خرابی ہے اُس شخص کی جو پیٹھ پیچھے دوسروں پر عیب لگانے والا، (اور) منہ پر طعنے دینے کا عادی ہو۔(۱) جس نے مال اِکٹھا کیا ہو اور اُسے گنتا رہتا ہو۔(۲) وہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔(۳) ہرگز نہیں! اُس کو تو ایسی جگہ میں پھینکا جائے گا جو چورا چورا کرنے والی ہے۔(۴) اور تمہیں کیا معلوم وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے؟(۵) اللہ کی سُلگائی ہوئی آگ (۶) جو دِلوں تک جا چڑھے گی!(۷) یقین جانو وہ اُن پر بند کردی جائے گی۔(۸) جبکہ وہ (آگ کے) لمبے چوڑے ستونوں میں (گھرے ہوئے) ہوں گے۔(۹)

تین بڑے گُناہ اور ان کی سزا

سورۂ ھمزہ مکی سورت ہے جس میں نو آیات ہیں۔ اس سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کی تین کمزوریاں، تین خرابیاں بیان فرمائی ہیں فرمایا کہ:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ

وَيْلٌ خرابی ہے، ہلاکت ہے، تباہی اور بربادی ہے، عذاب ہے۔ یہ سب ویل کے معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں وَيْلٌ یہ جہنم کے ایک طبقہ اور درجہ کا نام ہے۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں خاص طور پر دیہاتوں میں یہ میراثی اور بانڈھ جو ناچتے گاتے ہیں یا دوسرے تماشے دکھاتے ہیں تو لوگ ان کو پیسے دیتے ہیں، بلکہ بعض دیہاتی آپس میں مقابلہ کے طور پر ان کو پیسے دیتے ہیں دکھاوے کے طور پر اور سب کے سامنے اپنا نام اونچا رکھنے کے لئے یہ دس روپے دے گا تو وہ بیس روپے دے گا یہ تیس تو وہ سو، ایسے ہی ہزار روپے بھی دیتے ہیں۔ تو وہ میراثی پیسے لے کر ہاتھ اوپر ہلاتے ہیں کہتے ہیں فلاں کی ویل، اس کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں کی ویل۔

تو ہم بھی شروع سے یہ لفظ سنتے آرہے ہیں، شادی بیاہ کے موقع پر ہمارے ہاں دیہاتوں میں یہ عام طور پر آتے ہیں عجیب عجیب تماشے کرتے ہیں۔ پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اور ویل کا معنی تباہی اور بربادی ہے اس بے وقوف کو دیکھئے یہ اس کو ناچنے گانے پر پیسے دے رہا ہے اور اس کی عقلمندی دیکھیں کہ وہ پیسے لے کر اس کو تباہی اور بربادی کی خوشخبری سنا رہا ہے تیرے لئے ویل ہے تباہی اور بربادی ہے۔

۱) پہلا گناہ، هُمَزَة......(۲) دوسرا گناہ، لُمَزَة

"وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ" هُمَزَة پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنے والا، لُمَزَة سامنے طعنے دینے والا اور بعض حضرات نے معنی یہ کیا کہ هُمَزَة کا معنی ہے دوسرے کو اشارہ سے چڑانے والا، اس کی برائی بیان کرنے والا، اس کو گالی دینے والا، کیونکہ اشاروں سے بھی گالی دی جاسکتی ہے، اشاروں سے بھی دوسروں کو چڑایا جاسکتا ہے، اشاروں کی بھی اپنی ایک زبان ہوتی ہے، ہر شب جمعہ کو ہم مدنی مسجد (تبلیغی مرکز) میں دیکھتے ہیں گونگوں کی جماعت آئی ہوئی ہے تو ان میں سے ایک گونگا ساتھی دوسرے گونگے ساتھیوں کو اشاروں سے تبلیغ کر رہا ہے، اللہ پاک نے کسی کو محروم نہیں رکھا، اللہ تعالیٰ نے گونگوں کے لئے بھی افہام وتفہیم کا، سمجھنے سمجھانے کا ذریعہ نکال دیا ہے، نابیناؤں کے لئے نکال دیا، بہروں کے لئے نکال دیا خوش قسمت ہیں۔ گونگے ہیں لیکن دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے ہیں، ایک گونگے کو دین کی بات سمجھا رہے ہیں۔ ورنہ یہاں ایسے بھی ہو رہا ہے کہ گونگے اور بہروں کو (ان کے جہاں اسکول بنے ہوئے ہیں) کہیں مصوری سکھائی جارہی ہے کہیں میوزک بجانا سکھایا جارہا ہے، کہیں ناچ بھنگڑا سکھایا جاتا ہے، یہ ان کی (جو دعوت وتبلیغ میں لگے ہوئے ہیں) خوش نصیبی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اشاروں سے بھی بات چیت کی جاسکتی ہے، اشاروں سے تعریف بھی کی جاسکتی ہے اور برائی بھی کی جاسکتی ہے بعض دیہاتوں میں ایسے کرتے ہیں یعنی ہاتھ دکھانا اس کو کہتے ہیں بُجّہ دینا اور یہ بہت بڑی گالی ہوتی ہے۔ اس پر بڑی بڑی لڑائیاں ہوجاتی ہیں۔

بُجّہ دینے کا ایک واقعہ حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمایا کہ "ہمارے ایک استاد صاحب نے نصیحت کی کہ تم مولوی ہو مولوی ہی رہنا خواہ مخواہ لوگوں کو نسخے نہ بتانا، اس لئے کہ اگر نسخے نے غلط اثر دکھایا تو یہ لوگ تمہاری جان کے درپے ہوجائیں گے، ہمارے استاد کہنے لگے کہ میں کچھ حکمت جانتا ہوں اس لئے تمہیں مجبوری کے وقت کوئی نسخہ بتا دیتا ہوں۔ اتفاق سے بیماری کے وقت ایک شخص کو نسخہ بتایا، موت تو اس کی آئی ہوئی تھی، بغیر دوائی کھائے بھی اس نے مرنا تھا لیکن میری دوائی کھا کر مر گیا۔ جب مر گیا تو جنازہ بھی میں نے پڑھایا۔ جب جنازہ پڑھ کر آرہے تھے تو راستے میں عورتیں گھروں سے نکل نکل کر مجھے بُجّے دے رہی تھیں کہ تو نے نسخہ دیا تھا یہ اسی کا اثر ہوا ہے کہ وہ مر گیا ہے تو اشاروں سے بھی گالیاں دی جاسکتی ہیں، اشاروں سے تعریف بھی

کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ '' خرابی اور تباہی اور بربادی ہے پیٹھ پیچھے، عیب نکالنے والے کے لئے یا یوں کہیں اشاروں سے عیب نکالنے والے کے لئے ''لُمَزَة'' سامنے طعنے دینے والے کے لئے یا دوسرا معنی عیب جو کے لئے، عیب تلاش کرنے والے کے لئے، ان کے لئے یہ خرابی ہے، پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، جو دوسروں کے عیب تلاش کرتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی اپنے عیبوں پر نظر نہیں ہوتی، بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ خود کئی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن دوسروں کی بیماری کا مذاق اڑا رہا ہے، ارے! اپنے آپ کو تو دیکھو، اپنے گھر کو تو دیکھو، کہتے ہیں کہ جو ایک انگلی دوسرے کی طرف اٹھاتا ہے تو تین انگلیاں اس کی طرف اٹھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ دوسروں کو دیکھنے سے پہلے تین گنا زیادہ اپنے آپ کو دیکھو، میں کیسا ہوں، اسی طرح جو دوسرے کو طعنے دیتا ہے، دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے، دوسرے کو برا بھلا کہتا ہے، تو اس کی بڑی وجہ اپنی بڑائی اور تکبر ہوتا ہے۔

تکبر گناہوں کی جڑ ہے

سو خرابیوں کی ایک خرابی تکبر ہے اور سو اچھائیوں بلکہ ہزار اچھائیوں کی ایک اچھائی تواضع اور عاجزی وانکساری، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا، اپنے آپ کو حقیر سمجھنا، اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا ہے۔ اور جو تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ پاک ایسے بندے سے بڑی محبت کرتے ہیں، تکبر سے اللہ پاک سخت نفرت کرتے ہیں اور بھائی تواضع صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے کہہ دوں میں بڑا گنہگار ہوں، جاہل ہوں اور دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہوں تو یہ ڈرامے بازی ہے، لوگوں کو بیوقوف بنانا ہے۔

تواضع یہ ہے کہ دل میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے، حقیر سمجھے، غریب سمجھے، گنہگار سمجھے اور اس کا امتحان تب ہوگا، جب کوئی واقعی اس کی عزت وناموس پر حملہ کرے، اس کو مشتعل کرے، اس کو غصہ دلانے والی بات کرے اور پھر یہ اپنے آپ کو چھوٹا بنا کے دکھائے، اپنے جذبات کو دبالے تو پھر واقعی سمجھیں گے کہ اس کے اندر تواضع ہے ویسے تو بڑی باتیں کرتا تھا لیکن جب ایسا موقع آیا تو بڑا مشتعل ہو گیا مجھے جانتے نہیں ہو میں کون ہوں؟ معلوم ہوا کہ تواضع نہیں ہے یہ ایسے ہی لوگوں کو بیوقوف بنا رہا ہے تو حقیقی تواضع نصیب ہو جائے تو بہت بڑی چیز ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ عیب نکالنے والے کے لیے، طعنے دینے والے کے لیے اشارے کرنے والے کے لیے خرابی ہے۔

دین کا مذاق اُڑانا کفر ہے

اور یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جیسے آج کل دوسرے کا مذاق اڑانا، اس کی شکل کا مذاق، اس کی غربت کا مذاق، اس کے لباس کا مذاق، اس کی جسمانی حیثیت کا مذاق، اس کے خاندان کا مذاق، اس کے ماں باپ کا مذاق، یہ ایک

فن بن گیا ہے ایسے فنکار ہیں جو مذاق نگار ہیں وہ کسی کی بھی عزت کو اچھال دیتے ہیں، کسی کی پگڑی کو اچھال دیتے ہیں اور ڈراموں نے تو آخری حدوں کو چھو دیا وہاں ہر بات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

بعض اوقات دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے، بعض اوقات حضور ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور ان ڈراموں کو دیکھ کر نوجوان نسل میں بھی وہی اثرات آتے ہیں گویا کہ مذاق ہی مذاق کچھ بھی کہہ دو تو یہ جائز ہے۔ یہ عرض کروں کہ یہ فن آج کا فن نہیں ہے یہ بہت پرانا فن ہے مکے میں بھی اس کے فنکار موجود تھے، مذاق اڑانے والے ،دین کا مذاق اڑانے والے، اذان کا مذاق اڑانے والے، نماز کا مذاق اڑانے والے انبیاء کی تاریخ پڑھ لیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کیا کہتی ہے۔ يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ ۔کیا تمہاری نماز کہتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیں، نماز کا مذاق اڑا رہے ہیں اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ارے تم تو بڑے سمجھدار تھے مذاق اڑا رہے ہیں۔

لیکن میرے محترم بزرگو اور دوستو! اگر دین کا یا سنت کا مذاق اڑایا جائے تو یہ مذاق اڑانا انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، ٹھیک ہے میں گنہگار ہوں اور دوسرے کو اللہ پاک نے ایک کام کی توفیق دی ہوئی ہے اس کا مذاق اڑاتا ہوں۔ خود تو محروم ہوں چاہتا ہوں کہ اس کا دل بھی چھوٹا ہو جائے اور وہ بھی تنگ آ کر دین کے اس عمل سے ہٹ جائے تو یہ گناہ پر گناہ ہے خود بھی ڈوبا ہوا ہوں اور دوسرے کو بھی ڈبونا چاہتا ہوں۔ اور یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

یہ تو اصل میں یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے، وہ مذاق اڑاتے تھے، یہ منافقین کا شیوہ تھا ایک مسلمان آتا صاحب ثروت، مال والا خوب اللہ کے راستے میں خرچ کرتا اس کا مذاق اڑاتے ارے دکھاوا چاہتا ہے نام چاہتا ہے دوسرا مسلمان غریب ہوتا، فقیر ہوتا وہ تھوڑا سا لاتا، رات بھر مزدوری کی تھوڑی سے کھجوریں ملیں وہ لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں ارے اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے یہ اتنی سی کھجوریں لے آیا ہے۔

اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے۔

مجھ پر ایمان رکھنے والوں کا مذاق اڑالو، میرے دین کے لیے قربانی دینے والوں کا مذاق اڑالو، میں تمہارا مذاق اڑاؤں گا، قیامت کے دن مذاق اڑاؤں گا اور میرا مذاق تمہارے مذاق کی طرح ایسا نہیں ہوگا میرے مذاق کو تم برداشت نہیں کر سکو گے۔

اللہ کے مذاق کا مطلب

اللہ کے مذاق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس مذاق کی سزا دے گا، اللہ اس مذاق کا بدلہ دے گا قرآن کو سمجھنے کے لیے یہ لفظ یاد رکھیں اس کو عربی اصطلاح میں کہتے ہیں مشاکلہ یعنی بعض اوقات جو ایک فعل کی جزاء و سزا ہوتی ہے

اس پر بھی اسی فعل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ انہوں نے بھی مکر کیا اللہ نے بھی مکر کیا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ ان کے مکر کی سزا دے گا ان کے مکر کا توڑ کرے گا لیکن اللہ نے سزا پر بھی مکر کا اطلاق کر دیا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ برائی کا بدلہ برائی ہے حالانکہ دیکھیے برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے بلکہ برائی کا بدلہ تو عدل ہے، انصاف ہے۔ مجھ پر ایک شخص نے زیادتی کی ہے اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کہ اگر اس نے ایک تھپڑ لگایا ہے تو تم بھی ایک تھپڑ لگا لو برائی کا بدلہ، زیادتی کا بدلہ لیا جاسکتا ہے تو قرآن نے کیا کہا۔ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ۔ برائی کی سزا برائی ہے تو یہ مشاکلت کے طور پر کہا اس کو عربی اصطلاح میں مشاکلہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے بندوں کا مذاق اڑاتے ہیں، میں ان کا مذاق اڑاؤں گا ان کے مذاق کی انہیں سزا دوں گا۔

اور سورۂ حجرات میں اللہ فرماتے ہیں دیکھو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ تم جن کا مذاق اڑا رہے ہو وہ تمہاری نظر میں تو حقیر ہوں لیکن اللہ کی نظر میں وہ معزز ہوں اور تم سے بہتر ہوں اس لیے کہ معزز اور بہتر ہونے کا فیصلہ تو آج دنیا میں نہیں ہوسکتا یہ فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا وگرنہ فرعون کو بہت سے لوگ موسیٰ سے بہتر سمجھتے تھے ہارون علیہ السلام کے مقابلے میں قارون کو بہتر سمجھتے تھے اور بہت سے بے وقوف وہ ابوجہل کو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سمجھتے تھے آج بھی ایسے لوگ ہیں جو حماقت کا شکار ہیں لیکن یہ فیصلہ فرمایا گیا کہ مذاق نہ اڑاؤ یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ نہ مسلمان طعنہ دینے والا ہوتا ہے اور نہ ہی مسلمان لعنت کرنے والا ہوتا ہے، طعنہ دینا، مذاق اڑانا، عیب لگانا یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ خرابی ہے عیب لگانے والے کے لیے، طعنہ دینے والے کے لیے۔

تیسرا گناہ مال کی حرص

الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ (جس نے مال جمع کر رکھا ہے اور اس کو گنتا رہتا ہے)

یوں کہنا چاہیے، کہ طعنے دینے، عیب لگانے اور مذاق اڑانے کا سبب بیان کیا، بات یہ ہے کہ اس کے پاس پیسہ ہے، پیٹ بھرا ہوا ہے، دولت کا نشہ ہے، مال کا غرور ہے جس کی وجہ سے یہ دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، ان کے عیب نکالتا ہے اور مذاق اڑاتا ہے اور مال کی محبت میں مبتلا ہے، مال کو گننے میں لگا رہتا ہے، ہر وقت مال کی فکر، کیسے دو کو چار کروں اللہ اکبر دو کو چار نہیں بلکہ ایک کو دس کروں۔ کسی نے کہا ہے۔

بڑے میاں کو یہی فکر کہ کیسے ایک کو دس کیجیے ☆ آئے عزرائیل اور کہا کہ حضرت! اب بس کیجیے

ہاں اب بس کیجیے، مہلت ختم ہوگئی اب چلیے یہ تو اسی منصوبے، اور پروگراموں میں لگا ہوا ہے رات دن اسی کی

فکر میں ہے میں پہلے بھی عرض کرتا رہا ہوں اور اب بھی عرض کرتا ہوں کیونکہ میں اس چیز کا حامی ہوں اور یہ نہیں کہ میری کوئی جدید فکر ہے نہیں بلکہ الحمد للہ قرآن وحدیث میں مال کمانا اور اس کے لیے محنت کرنا یہ کوئی بری بات نہیں اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ رزق حلال کماؤ تا کہ تم کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہ بنو۔

مال مؤمن کا ہتھیار ہے

آپ کی معلومات کے لیے عرض کروں کہ اللہ نے قرآن کریم میں مال کو خیر کہا ہے خیر کا معنی بھلائی ہوتا ہے خیر کا معنی نیکی ہوتا ہے۔آج ہم نے خیر کے معنی کو بھیک کے معنی میں لے لیا خیر مانگنے والا آیا ہے، ہمارے ہاں (پنجاب میں) لوگ کہتے ہیں خیر مانگنے والا آیا ہے بھیک مانگنے والا، تو خیر بھیک کے معنیٰ میں نہیں خیر تو عربی زبان میں بھلائی کے معنیٰ میں، نیکی اور اچھائی کے معنیٰ میں ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں بھی خیر کا لفظ آیا ہے اس کا معنی مال ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں مال کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو یہ حلال مال کماؤ، تجارت کرو، دوکان کھولو، محنت کرو، فیکٹری بناؤ، مصنوعات ایجاد کرو خود بھی نفع اٹھاؤ اور خلق خدا کو بھی نفع پہنچاؤ یہ تجارت کرنا اور رزق حلال کمانا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اگر نیت صحیح ہو تو فضیلت کی بات ہے رزق حلال کو اللہ نے اپنا فضل قرار دیا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے، عجیب قول ہے۔ اَلْمَالُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ مال مؤمن کا ہتھیار ہے، مال ایک مومن کے پاس ہوگا تو اس مال سے اللہ کا گھر بنائے گا، اس مال سے قرآن کی اشاعت کرے گا، اس مال سے غریبوں، بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کی آنکھوں سے آنسو پونچھے گا، دکھی دلوں کی دعائیں لے گا، اللہ کے دین کی سربلندی کرے گا، مجاہدین کے ساتھ تعاون کرے گا، طالبین علم کے ساتھ تعاون کرے گا، اور اگر یہ مال کافر کے ہاتھ میں ہوگا، یہودی کے ہاتھ میں ہوگا، عیسائی کے ہاتھ میں ہوگا تو وہ پھر وہی کرے گا جو آج کر رہا ہے۔ مال کے سرچشموں پر وہ قابض، جدید ہتھیار ان کے پاس، جدید ٹیکنالوجی ان کے قبضے میں، سائنس ان کے قبضے میں۔

ہم محض نقال ہیں جو کبھی امام ہوا کرتے تھے آج مقتدی، جو خود کفیل ہوا کرتے تھے آج وہ دوسروں کے دست نگر اور محتاج آج کفار مال سے کام لے رہے ہیں کفر کی اشاعت کا، اسلام کی اشاعت کا راستہ بند کرنے کا، بے حیائی پھیلانے کا، فحاشی پھیلانے کا، نئی نسل کو تباہ کرنے کا کام لے رہے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب قول

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہیں لیکن تاجر بھی تھے بہت بڑی تجارت کرتے تھے کسی نے طعنہ دیا

کہ اس تجارت نے تم کو دنیا کے بہت قریب کر دیا ہے، آپ دنیا دار بن گئے، تجارت نے آپ کو دنیا کے قریب کر دیا تو جواب میں فرمایا کہ لَئِنْ ذَانَتْنِيْ مِنَ الدُّنْيَا لَقَدْ صَانَتْنِيْ عَنْهَا اگر اس تجارت نے مجھے دنیا کے قریب کیا ہے تو اسی تجارت نے مجھے دنیا سے بچایا بھی ہے، اگر میں تاجر نہ ہوتا میری جیب میں کچھ نہ ہوتا تو میں دنیا داروں کے پیچھے پھرتا اور ان سے لالچ رکھتا، ان سے توقعات رکھتا، ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتا، ان سے امیدیں باندھتا تو اس تجارت نے مجھے دنیا سے بچایا بھی ہے، دنیا سے میری حفاظت بھی کی ہے۔

اسلاف کا مال کے متعلق عجیب قول

اور بعض اسلاف کہا کرتے تھے اِتَّجِرُوْا وَاكْتَسِبُوْا ارے تجارت کرو اور رزق حلال کماؤ اس لیے کہ تم ایسے زمانے میں ہو اگر تم فقیر ہو گئے یا محتاج ہو گئے تو سب سے پہلی چیز جس کو بیچ کر کھاؤ گے وہ اپنا ایمان اور دین ہے، پیٹ کی خاطر جھوٹ بولو گے، پیٹ کی خاطر بے ایمان بن جاؤ گے، پیٹ کی خاطر حرام لینے پر مجبور ہو جاؤ گے، اس لیے تم رزق حلال کماؤ اور تجارت کرو یہ چیز تمہیں بے دین بننے سے روکے رکھے گی، دینداری کی حفاظت ہوگی، عرض کر رہا تھا مطلقاً حلال مال کمانا کوئی بری بات نہیں ہے اور جس کے دل میں دین کی خدمت کا جذبہ ہو تو اس کے لیے یہی دوکان یہی تجارت، یہی فیکٹری، یہی مال جنت میں جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی فقہ پوری دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے، پوری دنیا میں سب سے زیادہ اس پر عمل کیا جاتا ہے اپنے وقت کے بہت بڑے تاجر تھے کتنے ہی علماء اور فقہاء جن کی کفالت اور ان کے اخراجات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔

اور جن احادیث میں مال کی مذمت بیان کی گئی تو اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو اللہ سے، اور اللہ کے دین سے اور آخرت سے غافل اور دور کر دے فرمایا: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ وہ مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو گنتا رہتا ہے اس کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔

مالدار کی خام خیالی

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝٣ (وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھے گا)۔

انسان کے خیالات کا علم اس کی زبان سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے خیالات کا علم اس کے رویے، اس کے کردار اور اس کے عمل سے ہوتا ہے۔ یہ تو ہم میں سے ہر ایک کہتا ہے ارے دنیا فانی ہے، دنیا میں تھوڑا سا رہنا ہے، یہ دنیا فانی ہے ہر ایک کہتا ہے یہ تو عمل، کردار اور رویے سے پتہ چلتا ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو دنیا کو واقعی فانی سمجھتے ہیں

، کتنے ہیں جو زبان سے تو دنیا کو فانی کہتے ہیں لیکن ان کا عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ دنیا کو ہمیشہ رہنے کی جگہ سمجھتا ہے وہ اسی دنیا کے لیے زندہ ہے اور اسی کے لیے مرتا ہے۔

یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ (وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھے گا،) لمبے لمبے منصوبے اور پروگرام بنائے بیٹھا ہے ایسے منصوبے اور پروگرام کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسی ساڑھے نو سو سال کی زندگی اگر اس کو مل جائے تو وہ منصوبے اور پروگرام پورے نہیں ہو سکتے ایسے پروگرام بنا کے بیٹھ گیا، محلات بنا رہا ہے گویا اس کو ہمیشہ رہنا ہے۔ اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝

ہر جگہ پر محل بنا لیتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنی ضرورت کے لیے، سر چھپانے کے لیے، اپنے بچوں کے لیے مکان نہ بنائے اس سے منع نہیں کیا گیا لیکن فضول عمارات بناتے چلے جانا، مکانات اور بنگلے بناتے چلے جانا اس سے منع کیا گیا ہے جیسے آج کل کے اصحاب اقتدار اور اصحابِ دولت مسلمان اس بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں برطانیہ میں بھی ایک محل ہے فرانس میں بھی ایک مکان ہے اور جناب امریکہ میں بھی ایک بنگلہ ہے، پاکستان میں بھی ایک سیرگاہ بنا رکھی ہے فلاں اور فلاں ملک میں بھی ہے، جہاں بعض اوقات سالوں سال جانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی محل، کوئی نہ کوئی بنگلہ بنا رکھا ہے پیسہ اس میں لگا رہا ہے وہ پیسہ جوامت مسلمہ کی بہبود میں لگنا چاہیے تھا۔ تو فرمایا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تم کو ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ پیسہ تمہیں دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

مال کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی پیاری بات فرمائی ''مال انسان کو دنیا میں ہمیشہ نہیں رکھتا بلکہ اس کا علم اور عمل اس کو دنیا میں ہمیشہ رکھتا ہے'' فرمایا:

مَاتَ خُزَّانُ الْمَالِ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُوْنَ مَابَقِيَ الدَّهْرُ

فرماتے ہیں کہ پیسہ جمع کرنے والے مر گئے حالانکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کا کوئی نام نہیں لیکن جو اہل علم ہیں وہ زمانہ گزرنے کے باوجود باقی ہیں اور ان کا نام باقی ہے کسی کو کوئی علم سکھا گیا، کوئی کتاب لکھ گیا، کوئی علمی کارنامہ سرانجام دے گیا، کوئی پڑھنے پڑھانے والے شاگرد تیار کر گیا، کوئی ایسا عمل کر گیا، صدقہ جاریہ کر گیا جس کی وجہ سے اس کا نام ہمیشہ زندہ ہے اور اہلِ دنیا کی زبانوں پر زندہ نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں اصل تو یہ ہے کہ اللہ کے ہاں نام زندہ رہے، تو اللہ کے ہاں اس کا نام زندہ ہے جس نے علم و عمل کے ذریعہ سے دین کی خدمت کی ہے۔

سرمایہ دار کا حشر

كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ (اس کو پھینک دیا جائے گا، چورا چورا ٹکڑے ٹکڑے کردینے والی آگ میں)

یہ دوسروں کو روندتا تھا، دوسروں کو ذلیل سمجھتا تھا اور ذلیل سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ آج اس کو جہنم میں روندا جائے گا اور جہنم میں اس کو ذلیل کیا جائے گا كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ چورا چورا کردینے والی، وہ ٹکڑے ٹکڑے کردینے والی چیز کیا ہے؟ یہ بھی قرآن کا ایک انداز ہے۔ بعض اوقات متوجہ کر کے ایک بات کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس کی حقیقت اچھے طریقے سے دل میں بیٹھ جائے آپ نے دیکھا کہ سورۂ قدر میں بیان فرمایا: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ اسی طریقے سے الْقَارِعَةُ. مَا الْقَارِعَةُ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ تو یوں متوجہ کر کے ایک بات کو بیان کیا جاتا ہے یہاں پر بھی متوجہ کیا گیا۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ (ارے تمہیں کیا خبر کہ وہ چورا چورا کردینے والی چیز کیا ہے؟) آگے خود جواب دیا

نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ﴿٦﴾ (وہ اللہ کی جلائی ہوئی آگ ہے)

اللہ کی آگ نار اللہ جیسے بیت اللہ بیت کی نسبت اللہ کی طرف ہے نَارُ اللّٰہ اللہ کی آگ یہ نسبت اور اضافت بعض اوقات تعظیم کے لیے ہوتی ہے۔ ایک بات کو بڑا کر کے بیان کرنے کے لیے جیسے بیت اللہ اللہ کا گھر تو وہاں اللہ رہتا تو نہیں ہے لیکن اس گھر کی نسبت اللہ کی طرف تعظیم کے لیے ہے، نار اللہ اللہ کی آگ، ارے بہت بڑی آگ، یہ نہیں کہا لکڑی کی آگ، پتھروں کی آگ، اللہ کی آگ بہت بڑی آگ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ اللہ کی جلائی ہوئی آگ، ایسی آگ جس کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل نہیں کرسکتی ہے۔

آگ کا اثر دل پر

الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ﴿٧﴾ (جو جا پہنچے گی دلوں تک)

ساری بیماریاں بھی تو دل کے اندر ہیں، ساری بیماریوں کی جڑ بھی تو یہی ہے ان کے دلوں میں مال کی محبت کے علاوہ کوئی محبت نہیں تھی، نہ اللہ کی محبت، نہ رسول کی محبت، نہ قرآن کی محبت، نہ دین کی محبت، نہ دین کے خادموں کی محبت، کوئی محبت نہیں تھی، اس لیے یہ آگ دلوں تک چڑھے گی وہ دل جس میں صرف مال کی محبت تھی۔ معلوم ہوا کہ اگر اس دل میں اللہ کی محبت ہوگی، اللہ کے رسول کی محبت ہوگی اور جس جگہ اللہ کی محبت ہوگی، اللہ کے رسول ﷺ کی

محبت ہوگی انشاء اللہ وہاں تک عذاب کی آگ نہیں پہنچ سکے گی لیکن اس کا دل تو ایسا بن گیا تھا کہ وہاں سے بالکل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جاتی رہی خالص دنیا کی محبت آگئی تو وہ آگ دل تک پہنچ جائے گی جو دنیا کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

سورۂ فجر میں فرمایا: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ اور تم مال کھا جاتے ہو سمیٹ سمیٹ کر اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔ وہ آگ دلوں پر چھا جائے گی دلوں تک جا پہنچے گی۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ (وہ آگ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں بند کردی جائے گی) اس آگ سے نکلنا چاہیں گے لیکن نکل نہیں سکیں گے۔

سورۂ حج میں فرمایا: كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا جب اس آگ سے نکلنا چاہیں گے گھٹن کی وجہ سے، گرمی کی وجہ سے، دوبارہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے، آگ ان پر بند کردی جائے گی ایسے جیسے آگ کا خیمہ ہے، اوپر آگ، نیچے آگ، دائیں آگ، بائیں آگ، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین) لمبے لمبے ستونوں میں، فرمایا کہ وہ آگ دلوں پر چھا جائے گی۔

حقیقی سکون کا راز

میرے بزرگو اور دوستو!

مال کی محبت میں جو ڈوبے ہوئے لوگ ہیں اور مال ہی کو جو سب کچھ سمجھنے والے لوگ ہیں اپنی زندگی کا مقصد، اپنا قبلہ، اپنا کعبہ، اپنی دنیا، اپنی آخرت مال کو سمجھنے والے ان پر آخرت میں یہ آگ آئے گی اور دلوں پر چھا جائے گی دنیا میں بھی دیکھا جائے تو وہ آگ جل اٹھتی ہے جو لوگ خالص دنیا کی محبت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور جن کے دل میں دنیا کی محبت کے علاوہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت باقی نہیں رہتی ان کے دلوں میں بھی آگ جلنے لگتی ہے اور پھر ان کو کسی بھی چیز سے سکون نہیں ملتا۔

آج کتنے ہی لوگ ہیں جن کو ایسی آسائشیں، ایسی ایسی سہولتیں اور راحت کے ایسے اسباب میسر ہیں جن کا تصور ہمارے باپ دادا اور ان کے باپ دادا نہیں کر سکتے تھے۔ رہنے کے لیے بہترین مکان، کھانے کے لیے بہترین غذائیں، سواری کے لیے بہترین گاڑیاں، علاج کے لیے مہنگے سے مہنگے ڈاکٹر اور ہسپتال، پھر دل بہلانے کے لیے کیا میوزک، کیا موسیقی، کیا ناچ گانے، کیا کلب، کیا فلمیں، کیا ڈرامے نہ معلوم کیا کچھ خرافات لیکن اس کے باوجود ان کے دلوں کو سکون میسر نہیں ہے۔ ان سے پوچھو دل میں ایک آگ جل رہی ہے بظاہر ان کی تمام خواہشات پوری ہو رہی ہیں کیا پینا ہے یہ بھی موجود، کیا کھانا ہے یہ بھی موجود، کس قسم کا لباس چاہتے ہو یہ بھی موجود، جنسی خواہشات کی تکمیل کیسے

چاہتے ہو یہ بھی فراہم کر دیا جاتا ہے۔ شرابیں، نشے ہر چیز اس کے باوجود سکون نہیں آخر کچھ تو سوچیں دنیا کے ایسے ممالک جہاں پر رعایا کو، عوام کو حکومت کی طرف سے سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں، حکام کی طرف سے بیروزگاری الاؤنس بھی دیا جا رہا ہے ساری چیزیں دی جا رہی ہیں سارے سامان دیے جا رہے ہیں اس کے باوجود خودکشی کی شرح بہت زیادہ ہے خودکشی کرنا آسان ہے، اپنی زندگی کو ختم کرنا آسان ہے، انسان ذرا موت کے بارے میں سوچتا ہے، کبھی بیٹے سامنے آتے ہیں، کبھی بیٹیاں سامنے آتی ہیں، کبھی ماں سامنے آتی ہے، کبھی باپ سامنے آتا ہے، کبھی عزیز واقارب سامنے آتے ہیں، کبھی اپنی زندگی سامنے آتی ہے، کبھی دوست واحباب سامنے آتے ہیں ذرا بیماری کا جھٹکا لگتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے اگر میں مر گیا تو کیا بنے گا، خودکشی کرنا، اپنی زندگی کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

جو ان سب ظاہری اور مادی سہولتوں کے باوجود خودکشی کرتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے دلوں کے اندر ایک آگ جل رہی ہے اور یہ تو اللہ نے فرمایا ہے، کہ گانے بجانے میں سکون نہیں ملے گا، عیاشی فحاشی سے سکون نہیں ملے گا، بدکاری سے سکون نہیں ملے گا، دولت کے انبار لگانے سے سکون نہیں ملے گا، بڑی کرسی سے سکون نہیں ملے گا، اقتدار سے سکون نہیں ملے گا، یہ مادی اور ہوائی خواہشات کی تکمیل سے سکون نہیں ملے گا پھر سکون کیسے ملے گا؟ فرمایا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ میں نے تمہیں پیدا کیا سن لو میں تمہاری ضرورتوں کو جانتا ہوں سن لو تمہارے دلوں کو سکون میرے ذکر سے ملے گا اور اللہ کا ذکر کیا ہے؟ سب سے بڑا اللہ کا ذکر یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے۔

یاد رکھو! یہ ذکر ہے، ذکر یہ نہیں کہ سارے گناہ کرتے رہو، اور اللہ اللہ کرتے رہو ہاتھ میں تسبیح پکڑی ہوئی ہے اور بیٹھا ہوا ناچ گانا دیکھ رہا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ اللہ بھی کر رہا ہے، غیبت چغلی بھی ہو رہی ہے، مجلس میں جھوٹ بہتان تراشی سب چل رہا ہے اور ساتھ ساتھ تسبیح بھی چل رہی ہے، یہ ذکر نہیں ذکر یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دے اور اللہ کی اطاعت اختیار کرے تو فرمایا: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ اللہ کی آگ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ اللہ پاک ہماری اس آگ سے حفاظت فرمائے ان اعمال سے حفاظت فرمائے جو اس آگ کی طرف جانے والے ہیں آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّة

موضوع

عظمتِ کعبہ

آیاتُھَا ۵ (۱۰۵) سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ (۱۹) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿۱﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿۲﴾
وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ
كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

ترجمہ:.....کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ (۱) کیا اُس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بیکار نہیں کردی تھیں؟ (۲) اور اُن پر غول کے غول پرندے چھوڑ دیئے تھے، (۳) جو اُن پر پکی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ (۴) چنانچہ اُنہیں ایسا کر ڈالا جیسے کھایا ہوا بھوسا۔ (۵)

سورۃ الفیل مکی سورت ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔ فیل ہاتھی کو کہتے ہیں کیونکہ اس سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کا انجام بیان فرمایا ہے اس لیے اس کو سورۃ الفیل کہتے ہیں اس سورت کا سادہ اور سلیس ترجمہ اور مفہوم یہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿۱﴾

(کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟)

اس سورت میں اللہ پاک نے ان ہاتھی والوں کا اور ہاتھی کے لشکر والوں کا انجام بیان فرمایا ہے، جنہوں نے معاذاللہ بیت اللہ کو برباد کرنا چاہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں ان کا واقعہ اور اس کا خلاصہ عرض کروں بیت اللہ کی تعمیر کے متعلق چند گزارشات پیش کرتا ہوں۔

تعمیر کعبہ کا اجمالی تذکرہ

بعض احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین کا سب سے پہلا ٹکڑا جو پانی سے نمودار ہوا وہ ٹکڑا ہے جہاں مکۃ المکرمہ اور پھر بیت اللہ ہے اور اس کے بعد زمین پر سب سے پہلا گھر جو اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ بھی بیت اللہ ہے جسے ہم کعبہ کہتے ہیں۔ کعبہ کے بالکل مقابل آسمانوں میں بیت المعمور ہے جس کا شب وروز فرشتے طواف کرتے ہیں اور زمین پر اس کی محاذات میں بیت اللہ ہے جس کا انسان طواف کرتے ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر فرشتوں

نے کی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اسے بنایا تیسرے نمبر پر آپ کی اولاد نے اور چوتھے نمبر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا پانچویں نمبر پر عمالقہ نے چھٹے نمبر پر قبیلہ بنو جرہم نے ساتویں نمبر پر قصی بن کلاب نے آٹھویں نمبر پر قریش نے۔

عبرت آموز واقعہ

قریش کے بنانے کا واقعہ آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ جب انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر اور اس کو بنانے کا ارادہ کیا تو کافر اور مشرک ہونے کے باوجود انہوں نے ارادہ کیا کہ اللہ کے گھر میں حلال پیسہ خرچ کرنا چاہئے حرام اور ناپاک پیسہ خرچ نہیں کرنا چاہئے، وہ جو کچھ کماتے تھے کچھ تجارت کے ذریعے، کچھ بھیڑ بکریاں پال کر، کچھ محنت مزدوری سے، کچھ دھوکے بازی سے، کچھ چوری ڈکیتی سے، کچھ جوے سے اس لیے انہوں نے ارادہ کیا ہم اللہ کے گھر میں حلال پیسہ لگائیں گے، حرام پیسہ نہیں لگائیں گے یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے۔ بسا اوقات مسجدوں پر، مدرسوں پر حرام پیسہ خرچ کیا جاتا ہے جب حرام پیٹ میں جائے گا تو اپنا اثر ضرور دکھائے گا وہ دل کو کالا کرے گا، گناہوں کی طرف میلان پیدا کرے گا، وہ نیکی کے جذبات کو دور کرے گا، وہ ایمان کی محبت کا چراغ گل کرنے کی کوشش کرے گا، تو رزق کا اثر اس کے اعمال پر، اس کے جذبات پر، اس کے مال پر، بلکہ اس کی اولاد پر اثر انداز ضرور ہوتا ہے، ہمیں ان مشرکین یعنی قریش کے اس عہد سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ وہ دین سے دور ہونے کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ ہم بیت اللہ کی تعمیر پر حلال پیسہ خرچ کریں گے حرام پیسہ خرچ نہیں کریں گے لیکن حلال پیسہ اتنا جمع نہ ہوسکا جس سے پورے بیت اللہ کی تعمیر ہوسکتی چنانچہ انہوں کچھ حصہ چھوڑ دیا اور باقی حصہ کی تعمیر کردی جسے "حطیم" کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ میں سے بہت سارے حضرات کو دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہوگی اور بہت ساروں نے تصویروں میں دیکھا ہوگا کہ ایک چھوٹی سی دیوار بنی ہوئی ہے تو اس دیوار اور بیت اللہ کے درمیان کا جو حصہ ہے اسے "حطیم" کہا جاتا ہے یہ گویا کعبہ میں شامل تو ہے لیکن کعبہ کے کوٹھے اور کمرے میں وہ نہیں آسکا تو کہا جاتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو تعمیر کرنے سے رہ گئی تھی اس لئے طواف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ حطیم کی دیوار کے اوپر سے طواف کریں اندر سے طواف کرنا یہ جائز نہیں ہوگا اور اللہ پاک کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے یہ جو حصہ کمرے میں، کعبہ میں شامل ہونے سے رہ گیا تو شاید اللہ پاک کو ہمارے جیسے کمزوروں، عاجزوں، بیماروں، اور ناقصوں کی تشنگی اور جذبات کو بجھانا مقصود تھا، کتنا ہی گنہگار انسان کیوں نہ ہو اس کا یہ جذبہ ہوتا ہے کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوں لیکن داخل تو نہیں ہوسکتا داخل تو سربراہانِ مملکت، سلاطین، رؤسا، وزراء، صدور، بڑے لوگ داخل ہوتے ہیں اور کمزور لوگ داخل نہیں ہو پاتے لیکن جو حطیم میں داخل ہوگیا گویا کہ وہ کعبہ میں داخل ہوگیا۔ حطیم میں

داخل ہونے سے کوئی پہرہ دار، کوئی شرطہ، اور کوئی وہاں کا ذمہ دار نہیں روک سکتا۔ تو یہ قریش نے کعبہ کو تعمیر کیا اور تو یں تعمیر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کی جب حجاج نے مکہ پر گولہ باری کی تو کعبہ کا بھی کچھ حصہ جل گیا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے تعمیر نو کی اور انہیں خیال آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ میں حطیم کو کعبہ میں شامل کر دوں آپ نے ایک دفعہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اس حصہ کو بھی کعبہ میں شامل کر دوں لیکن تیری قوم نئی نئی مسلمان ہوئی ہے مجھے ڈر لگتا ہے کہیں یہ مشتعل نہ ہو جائیں، کہیں یہ نہ سوچنے لگیں میں کعبہ میں کوئی تبدیلی کر رہا ہوں اس لیے میں اس کو اس طرح رہنے دیتا ہوں تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا یاد تھی تو انہوں نے یہ کیا کہ حطیم کو بھی کعبہ میں شامل کر دیا اور دروازے بھی دو رکھ دیئے ایک شرقی دروازہ اور ایک غربی دروازہ ایک داخل ہونے کے لئے ایک نکلنے کے لئے تاکہ کعبہ کے اندر داخل ہونے والوں کو تکلیف نہ ہو اور ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے کوئی کچلا نہ جائے کہ ایک ہی دروازے سے جا بھی رہے ہوں اور آ بھی رہے ہوں۔ تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو ان کا سخت ترین مخالف دشمن تھا، سیاسی مخالف تھا حجاج بن یوسف، یہ بھی اللہ کی عجیب شان ہے حجاج بن یوسف کو اس امت کا فرعون قرار دیا ہے، اتنا بڑا ظالم اور قاتل کہ جس نے ایک لاکھ سے زائد اللہ کے نیک بندوں کو شہید کیا بڑا سنگدل اور بڑا ظالم لیکن جو عبرت کی بات بتانا چاہتا ہوں۔

درسِ عبرت

کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر جو اعراب لگوائے یہ حجاج بن یوسف نے لگوائے سمجھا یہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام جس سے چاہے لے لے، چاہے متقی و پرہیز گار سے لے لے، چاہے کسی فاسق و فاجر سے، اس دین کی خدمت پر کسی کی ٹھیکہ داری اور اجارہ داری نہیں ہے جس سے چاہے اللہ تعالیٰ دین کی خدمت لے لے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کے سخت مخالف تھے، لیکن کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا حضرت! حجاج کا میرے سامنے انتقال ہوا وہ انتقال سے پہلے کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! لوگوں کا یہ ذہن ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا لیکن اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے خاتمہ اس پر ہوا جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خاتمے یہ الفاظ سنے تو فرمانے لگے ہو سکتا ہے کہ اللہ اسے معاف فرما دے بیشک ظالم تھا، قاتل تھا، ستم گر تھا لیکن مسلمان تھا، صاحب ایمان تھا اور خاتمہ بھی ایمان پر ہوا تو اگر اللہ معاف کرنا چاہے تو میں اور آپ کون ہیں معاذ اللہ اللہ کا ہاتھ روکنے والے جنت اس کی، رحمت اس کی، عذاب اس کا اور وہ اختیار والا اور طاقت والا اللہ اگر کسی کو معاف کر دینا چاہے تو کوئی اس کے ہاتھ کو روک نہیں سکتا۔

حجاج بن یوسف نے تو بظاہر یوں کہا کہ کعبہ اسی حالت اور ہیئت میں ہونا چاہئے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تھا لیکن دل میں اس کے یہ خیال تھا کہ میرے سیاسی مخالف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر نو کی ہے تو اب جب لوگ تذکرہ کریں گے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کریں گے یہ کعبہ کو کس نے بنایا تھا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا دل میں یہ ایک قسم کا حسد تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیا جائے لیکن اپنے اس حاسدانہ جذبے کو سب کے سامنے ظاہر نہ کر سکا اور یوں کہنے لگا کہ کعبہ اسی صورت پر ہونا چاہئے، اسی بنیاد پر ہونا چاہئے جس بنیاد پر اور جس حالت پر وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا چنانچہ اس نے کعبہ کو گرا کر اس کی دوبارہ تعمیر کروائی۔

ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں پھر ارادہ کیا میں ویسے ہی تعمیر کر دوں کہ جیسے حضور اکرم ﷺ کی خواہش تھی اور جیسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر کی تھی لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے ہارون! خدا کے لئے اب کعبے کو ہاتھ نہ لگاؤ، خدا کے واسطے کعبہ کو کھیل نہ بناؤ ایک بادشاہ آئے تو اپنے ڈھنگ کے مطابق بنائے اور دوسرا بادشاہ آئے تو اپنے نقشے کے مطابق بنائے لہٰذا تم اللہ کے گھر کو کھیل نہ بناؤ تو چنانچہ حجاج بن یوسف کے زمانے تک ۱۰ دفعہ اس کی تعمیر ہوئی بعد میں مختلف ادوار میں مختلف بادشاہ اس کی تعمیر کی سعادت حاصل کرتے رہے ساری تفصیل بیان کرنا اس وقت مقصود نہیں میں اختصار کے ساتھ یہ بتا رہا تھا کہ کعبہ کو اس طرح تعمیر کیا گیا۔

فضیلت کعبہ

جہاں تک فضائل کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں کعبہ کی فضیلت کو بیان کیا ہے فرمایا کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ بیشک سب سے پہلا وہ گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ بکہ میں ہے مکہ کا دوسرا نام بکہ بھی ہے۔ اور بھی کئی نام ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ بکہ کا معنی ناف ہوتا ہے بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو ناف کے ذریعے غذا ملتی ہے اس طرح مکہ سے تمام دنیا کو روحانی غذا ملتی ہے بعض کہتے ہیں کہ بکہ کا معنی ہے بَکَّ یَبُکُّ بَکًّا توڑ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو ایسا بنایا ہے کہ وہاں سارے متکبروں کی گردنیں ٹوٹتی اور جھکتی ہیں۔ بہرحال فرمایا کہ پہلا وہ گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے مُبٰرَکًا برکت والا ہے ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کے بارے میں فرمایا حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ دِعَامَۃُ الْاِسْلَامِ یہ بیت اللہ یہ اسلام کا ستون ہے جو شخص اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے نکلے گا خواہ حج کے ارادے سے خواہ عمرے کے ارادے سے اگر اس کو اس راستہ سفر میں موت آ گئی تو اللہ اس کا ضامن ہے کہ اس کی مغفرت فرما کر اس کو جنت میں داخل فرما دے اور اگر وہ واپس پلٹا تو اجر و ثواب کے ساتھ پلٹے گا خالی ہاتھ نہیں پلٹے گا۔

خارجی لوگوں کے لئے مکہ کی سب سے افضل عبادت:

اسی بیت اللہ کا طواف باہر سے آنے والوں کیلئے فرض عبادات کے بعد افضل عبادت ہے بہر حال فرض عبادت تو ایسی عبادت ہے کہ اس کی کوئی مثال اور متبادل نہیں ہو سکتا لیکن جو نفلی عبادت ہے نفلی عبادت میں سے یہ ہے کہ انسان میں اگر ہمت ہے تو وہ نفلی طواف کرے خاص طور پر باہر سے آنے والوں کے لئے کیونکہ جو وہاں ہیں وہ ہر وقت طواف کر سکتے ہیں لیکن ہمارے جیسے عاجز اور کمزور اور کم وسیلہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھار وہاں جانے کی توفیق عطا فرماتا ہے ان کے لئے افضل ترین طواف کی عبادت ہے جتنا ہو سکے طواف کی عبادت کریں بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عمرے کرنے سے بھی افضل یہ ہے کہ طواف کریں بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِي بِالطَّائِفِيْنَ اللہ طواف کرنے والوں پر فخر کرتا ہے اللہ فرشتوں سے کہتا ہے تم جس انسان کے بارے میں کہتے تھے یہ زمین میں فساد مچائے گا، خونریزی کرے گا دیکھو کیسے پروانہ بن کر میرے گھر کے ارد گرد گھوم رہا ہے۔ اللہ اکبر۔

حج ایک عاشقانہ عبادت ہے:

علماء فرماتے ہیں کہ ہر عبادت کا اپنا ایک الگ انداز ہے، الگ مزاج ہے، الگ خصوصیات ہیں، الگ اثرات ہیں، یہ جو حج و عمرے کی عبادت ہے یہ عاشقانہ عبادت ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دیوانگی سی اس پر طاری ہو گئی ہے کپڑے اتار دیئے، دو چادریں باندھ لیں، بال نہیں منڈوانے، خوشبو نہیں لگانی، ناخن نہیں کٹوانے، بال نہیں کاٹنے اور دیوانوں کی طرح اور معشوق کی طرح اپنے محبوب حقیقی اور معشوق حقیقی کے گھر کا طواف کرتا ہے اور حجر اسود کو دیوانہ وار بوسے دیتا ہے اور کبھی صفا و مروہ پر جا کر دوڑ لگاتا ہے اور پھر کبھی منیٰ اور عرفات میں جنگل کی طرف نکل جاتا ہے جیسے ایک دیوانگی سی اس پر طاری ہو گئی ہے۔

عبادت طواف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے

طواف کی عبادت وہیں کی جا سکتی ہے اور دنیا میں کہیں بھی نہیں کی جا سکتی وہ دوست، وہ حضرات، وہ بزرگ سخت غلطی کر رہے ہیں جو قبروں کا طواف کرتے ہیں اور جو خود کعبہ اور روضے کی تصویریں بنا کر ان کا طواف کرتے ہیں ارے دنیا میں کعبہ صرف ایک ہے اور کوئی کعبہ نہیں اور دنیا میں روضہ بھی صرف ایک ہے اور دوسرا کوئی روضہ بھی نہیں وہ کعبہ مکہ میں ہے اور وہ روضہ مدینے میں ہے کوئی ان کی تصویر اور کوئی ان کا ماڈل قائم مقام نہیں ہو سکتا اور اس کے ساتھ وہ رویہ اور وہ انداز اختیار نہیں کیا جا سکتا جو حقیقی کعبہ کے ساتھ ہے اور جو حقیقی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے

اور طواف بھی وہیں ہو سکتا ہے اور طواف کے بارے میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قدم اٹھاتا ہے تو ثواب اور قدم رکھتا ہے تو ثواب اور ترمذی میں ایک روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا جس نے پچاس مرتبہ کعبہ کا طواف کیا وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا۔ حجر اسود بھی وہیں، بیت اللہ بھی وہیں، طواف بھی وہیں۔

حجرِ اسود کی فضیلت اور بوسہ

حجر اسود کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْحَجَرَ وَ الْمَقَامَ یَاقُوْتَانِ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّةِ یہ حجر اسود اور مقام ابراہیم یہ جنت کے موتیوں میں سے دو موتی ہیں۔ حجر اسود اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ حجر ابیض تھا، حجر انور تھا، حجر منور تھا، بڑا روشن پتھر تھا لیکن اللہ نے اس کے نور کو سلب کر لیا اگر اللہ اس کے نور کو سلب نہ کرتا تو مشرق و مغرب اس کے نور سے منور ہو جاتے، روشنی ہی روشنی رہتی اللہ نے اس کے نور کو سلب کر لیا حجر اسود بھی وہیں اور اس کے بوسے بھی وہیں لیے جا سکتے ہیں کسی اور جگہ نہیں دل میں تمنا تو ہونی چاہئے کہ ہم میں سے جس کو اللہ وہاں جانے کی توفیق عطا فرمائے تو حجر اسود کا بوسہ بھی نصیب ہو جائے لیکن یاد رکھئے کسی کو تکلیف دے کر اور دھکے دے کر اور دوسروں کو پریشان کر کے حجر اسود کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے مسلمان کو تکلیف سے بچانا یہ فرض اور حجر اسود کو بوسہ دینا زیادہ سے زیادہ سنت اور مستحب۔ ایک نفلی کام کی وجہ سے فرض کو ترک کر دینا یہ جائز نہیں ہے اسی طرح خواتین مردوں میں گھس جائیں حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے یہ بھی غلط۔ ارے کیا آسانیاں پیدا کر دیں ہمارے آقا حضور ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا، آپ چاہتے تو ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دے سکتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے لئے جگہ خالی کر دیتے آپ بسہولت ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ نہیں دیا ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے اشارہ کر کے اسی چھڑی کو چوم لیا بس اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ تاکہ میری امت کے لئے سہولت اور آسانی کا پہلو رہے کہ بوسہ دینا ضروری نہیں اگر حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اس کو چوم لو تو اس پر اللہ تعالیٰ وہی ثواب عطا فرمائیں گے جو بوسہ دینے پر ہے۔ ہاں اللہ توفیق دے تو اس سعادت کو حاصل کرنا چاہئے۔

بیت اللہ کی زیارت اور ملتزم کی فضیلت

بیت اللہ کو دیکھنے کا بھی ثواب ہے، اگر محبت کی نظر سے دیکھے، ایمان کی نظر سے دیکھے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دیکھنے والے پر اللہ کی بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص ایمان اور تصدیق کے جذبے اور اخلاص نیت کے ساتھ دیکھے تو گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ

جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور میرا ناقص تجربہ یہ ہے کہ میں بیٹھا الحمد للہ خوب نظریں جما کے دیکھتے ہی رہتا تھا تو میرا ناقص تجربہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو مسلسل دیکھنے سے دل میں ایمانی بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے اور ایمان کا نور پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس گھر میں کچھ ایسے ہی انوارات رکھے ہیں کہ کیسا ہی انسان ہو لیکن اگر سچا جذبہ ہو تو اللہ پاک اس کو محروم نہیں کرتا اور پھر ملتزم بھی وہیں جہاں چمٹ چمٹ کر دعائیں کی جا سکتی ہیں کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان ملتزم سے چمٹ کر دعا کرے یوں تو وہاں پر ہر جگہ ہی دعا کی ہے لیکن یہ خاص جگہ ہے دعا کی کہ چمٹ جائے اور لپٹ لپٹ کر اللہ سے مانگے، دین بھی مانگے اور دنیا بھی مانگے عربی دعائیں یاد ہوں تو ٹھیک ورنہ اپنی زبان میں مانگے اللہ سب کی سنتا ہے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا مجھ پر تو بڑا ہی اس کا اثر ہوا فرماتے ہیں کہ میں ملتزم پر اللہ سے دعا کر رہا تھا تو میرے قریب ہی ایک دیہاتی اللہ سے دعا مانگ رہا تھا اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں عجیب دعا اس نے مانگی کہنے لگا اے اللہ! ہمارے ہاں رواج یہ ہے کہ ہمارے گھر میں اگر کوئی آ جائے تو اس کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے اس کی کچھ نہ کچھ مہمان نوازی ضرور کرتے ہیں اے اللہ! میں تیرے گھر پر آ گیا ہوں اے اللہ! مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ لوٹ گیا یہ دیہاتی، یہ تو بڑے بڑے علماء کو پیچھے چھوڑ گیا کہ اللہ سے کیسے مانگنا چاہیے کیسے اس کو واسطے دے دے کر اس سے درخواست کرنی چاہیے تو ملتزم بھی وہیں، حطیم بھی وہیں میزاب بھی وہیں اور مقام ابراہیم بھی وہیں۔

مقام ابراہیم کس کو کہتے ہیں؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا۔ اللہ نے فرمایا اے ابراہیم! تم نے اور تمہارے بیٹے نے مل کر کعبہ تو تعمیر کر دیا اب آ ؤ لوگوں میں اعلان بھی کر دو کہ حج کے لئے آ ؤ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ اے اللہ! کہاں اعلان کروں کوئی مجمع نہیں، آبادی نہیں، شہر نہیں، بستی نہیں اور کوئی سننے والا نہیں اور آج کے جو آلات ہیں خبر کو دور دور تک پہنچانے والے ان میں کوئی بھی آلہ نہیں، اسپیکر نہیں، ریڈیو نہیں، اخبار نہیں، اے اللہ! کیسے اعلان کر دوں؟ کس میں اعلان کر دوں؟ کیسے لوگ سنیں گے؟ تو فرمایا کہ اے ابراہیم! اعلان کرنا تیرا کام اور جن کے مقدر میں نے یہاں آنا لکھا ہے ان تک پہنچانا میرا کام ہے اعلان کر دیا کہ لوگو! تم پر حج فرض ہے اللہ فرماتے ہیں: یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ اللہ فرماتا ہے اے ابراہیم! محبت والے آئیں گے، طلب والے آئیں گے، ایمان والے آئیں گے، پیدل بھی آئیں گے، سوار ہو کر بھی آئیں گے، دبلی پتلی کمزور لاغر قسم کی اونٹنیوں پر بھی سوار ہو کر آئیں گے، یہاں پہنچنے پر اپنے آپ کو تھکا دیں گے، لیکن آئیں گے اللہ کہہ رہا ہے آئیں گے چنانچہ وہ آئے آج

تو بہترین سہولتوں والے حمل ونقل کے ذرائع ہیں لیکن اس وقت تو ان میں سے کوئی بھی ذریعہ نہیں تھا لوگ پیدل آتے تھے، سواریوں پر آتے تھے، اور بادبانی کشتیاں جو کبھی حادثوں کا شکار ہو جاتی تھیں لیکن اللہ کے گھر میں آتے تھے اللہ تعالیٰ کے گھر کی محبت اور کشش ان کو لے کر آتی تھی۔ تو بعض نے کہا مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے اعلان کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ سارا حرم ہی مقام ابراہیم ہے اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سارے حرم میں کھڑے ہوئے سارے حرم میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت فرمائی اللہ نے ذکر فرمایا: فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ اس میں میری قدرت کی واضح نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے تو مقام ابراہیم بھی وہیں ہے اور زمزم بھی وہیں ہے۔

ماءِ زمزم حوضِ کوثر کے پانی سے افضل ہے:

وہ زمزم جس کے بارے میں ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا دنیا میں ماءِ زمزم سے بہتر کوئی پانی نہیں اور یہ بات آپ نے شاید نہ سنی ہو سن لیجیے! بعض علماء فرماتے ہیں کہ ماءِ زمزم یہ حوض کوثر کے پانی سے بھی افضل ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ماءِ زمزم وہ پانی ہے کہ جس پانی سے رسول اکرم ﷺ کا سینہ دھویا گیا تھا جب بچپن میں شق صدر ہوا تو ماءِ زمزم سے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دھویا ہے تو جس پانی سے ہمارے آقا، کائنات کے آقا کے سینہ کو دھویا گیا تو وہ پانی حوض کوثر کے پانی سے بھی افضل کیوں نہ ہو؟ اور یہاں آپ کو اس طرف متوجہ کروں بہت سے حضرات وہاں جاتے ہیں لیکن ماءِ زمزم کو چھوڑ کر منرل واٹر اور دنیا کے دوسرے پانی پیتے رہتے ہیں ارے کیسی محرومی ہے کہ وہاں جا کر بھی زمزم سے محروم۔ اللہ اکبر۔

سچی طلب پر بیت اللہ کی حاضری کا ثواب

اور یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کعبہ کے فضائل سن کر کون سا مسلمان ہے جس کا دل نہیں چاہتا کہ یا اللہ! مجھے وہاں لے جا، بار بار لے جا۔ اور کسی کے پاس جانے کی سکت اور وسائل ہیں اور کسی کے پاس جانے کے وسائل نہیں ہیں جان لیجیے جن کے پاس وسائل نہیں ہیں وہ مایوس اور دل شکستہ نہ ہوں کہ ہم اتنی بڑی فضیلت کو حاصل کرنے سے محروم رہے جس کے دل میں بھی سچی طلب ہے دنیا میں جہاں بھی رہ رہا ہے اللہ اس کو کعبہ میں جانے کا ثواب عطا فرما دے گا چاہے وہ پاکستان کے کسی دور دراز علاقے میں ہو، چاہے وہ ہندوستان کے کسی دور دراز علاقے میں ہو بس سچی طلب ہونا ضروری ہے وہ جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر شہادت کی سچی طلب موجود ہے پھر اگر بستر پر بھی مرے گا تو شہادت کی موت مرے گا یوں ہی جس کے دل میں وہاں جانے کی سچی طلب اور تڑپ اور آرزو ہے اگر اپنی

غربت کی وجہ سے نہیں جاسکتا تو اس کو یقین پر اللہ ثواب دے گا بلکہ ممکن ہے اللہ پاک وہاں پہنچنے والوں کے مقابلے میں اس دل شکستہ کو اور زیادہ ثواب عطا فرمائے اس لیے کہ اس کے اندر طلب زیادہ ہے یہ تڑپتا زیادہ ہے اللہ پاک کے یہاں طلب کو دیکھا جاتا ہے تڑپ کو دیکھا جاتا ہے، جذبے کو دیکھا جاتا ہے، نیت کو دیکھا جاتا ہے تو اس لئے دل شکستہ نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ہمارے دل میں سچی طلب ہوئی اور وہاں پہنچنے کے بظاہر کوئی وسائل نہیں لیکن اللہ کوئی پہنچانے کی صورت پیدا فرمادیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بات سمجھانے کے لئے یہ واقعہ لکھا ہے ہمارے بعض بزرگ جو فرضی حکایات لکھتے وہ بات کو سمجھانے کے لئے فرماتے ہیں ایک چھوٹی سی چیونٹی تھی اس کے دل میں یہ طلب پیدا ہوئی کہ اے اللہ! مجھے اپنا گھر دکھادے اب چیونٹی کہیں دور دراز رہتی تھی اور دل میں یہ تڑپ کہ اللہ مجھے اپنا گھر دکھادے اتفاق سے حرم کا کبوتر کہیں سے اڑتا ہوا آگیا نیچے دانہ چگنے کے لئے اترا تو چیونٹی اس کے پاؤں سے چمٹ گئی حرم کا کبوتر تھا اڑتا ہوا حرم تک پہنچا پھر اس چیونٹی کی تمنا کو پورا کردیا۔

واقعۂ فیل کا تاریخی پسِ منظر

اب آیئے اس واقعے کی طرف جو اللہ نے اس سورت میں بیان فرمایا ہے عرب میں ایک حمیر نام کا قبیلہ تھا جس کا سردار ذونواس تھا، مشرک بھی تھا، اور بڑا ظالم بھی تھا اس نے بیس ہزار عیسائیوں کو روم میں زندہ جلادیا تھا عیسائیوں کی حکومت تھی عیسائی بادشاہ کے سامنے فریاد کی گئی اس نے حبشہ کے بادشاہ کو تاکید کی ذونواس کے اس ظلم کا انتقام لیا جائے حبشہ کے بادشاہ نے دو جرنیل بھیجے ایک کا نام ارباط تھا اور دوسرے کا نام ابرہہ تھا ذونواس سے انتقام لینے کے لئے، ذونواس سے ان کا مقابلہ ہوا جس میں اسے شکست ہوئی قتل ہوگیا اور اس کی افواج میدان چھوڑ کر بھاگ گئیں یہ جو دو جرنیل تھے ارباط اور ابرہہ پھر ان دونوں میں آپس میں اختلاف ہوگیا اور ابرہہ نے ارباط کو قتل کر کے یمن میں اپنی حکومت کا اعلان کردیا اور حبشہ کے بادشاہ نے اس کو اپنا گورنر مقرر کردیا ابرہہ چونکہ اپنے مقابل کو شکست دے چکا تھا اس کے دل میں بڑائی اور تکبر پیدا ہوگیا تھا اور اس کو بیت اللہ سے حسد ہوگیا، اس نے یمن کے علاقے صنعاء میں ایک بڑا خوبصورت گرجا بنایا اور لوگوں کو دعوت دی کہ تم اتنی دور جانے کے بجائے کعبہ کے طواف کے بجائے اس گرجا گھر کا طواف کرلیا کرو اس گرجے کا نام رکھا گیا ہے ''کنیسہ'' اس کا طواف کیا کرو وہ سادہ سا کوٹھا ہے جس کے گرد تم گھومتے ہو اور ایسا خوبصورت گھر تمہیں کہاں ملے گا۔

پہلا واقعہ

اس دوران دو واقعات پیش آئے۔ بنو کنانہ کا ایک آدمی تھا وہ ابرہہ کی باتیں سن کر مشتعل ہوگیا اور اس بیوقوف نے یہ حرکت کی کہ اس گرجے کے اندر جا کر پاخانہ کردیا۔ جاہل کا انتقام بھی جاہلانہ ہوتا ہے وہ ابرہہ سے انتقام لینا

چاہتا تھا۔ انتقام یوں لیا کہ اس گرجے میں جا کر پاخانہ کر دیا ظاہر ہے کہ یہ غلط حرکت تھی اسلام بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کی بھی عبادت گاہ ہو، چاہے عیسائیوں کی، چاہے یہودیوں کی، چاہے ہندوؤں کی، چاہے سکھوں کی، ان کی بے حرمتی جائز نہیں ہے ان کے خداؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے۔ اگر تم ان کے عبادت خانوں کی بے حرمتی کرو گے تو وہ تمہارے عبادت خانوں کی بے حرمتی کریں گے تم ان کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں دو گے تو وہ تمہارے سچے خدا کو گالیاں دیں گے اس لئے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یاد رکھئے! جو لوگ اسلام کے نام پر اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں، اسلام کی غلط ترجمانی کرتے ہیں ایک واقعہ تو یہ پیش آیا۔

دوسرا واقعہ

یہ پیش آیا کہ عربوں کا کوئی قافلہ اس گرجے کے قریب اترا ہوا تھا انہوں نے کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی تو چنگاری اڑ کر گرجے تک پہنچ گئی دانستہ انہوں نے ایسا نہیں کیا لیکن ایک چنگاری اڑتی ہوئی گرجے میں پہنچ گئی اس سے گرجے میں آگ لگ گئی اور اسکا کچھ سامان جل گیا ان دونوں واقعات نے ابرہہ کو پاگل کر دیا جوش دیوانگی میں اٹھا کہ میں اب اس کا انتقام لوں گا اور میں کعبہ کو گرا کر رہوں گا ساٹھ ہزار کا لشکر تیار کیا جس کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہاتھی بھی شامل تھے اور عربوں نے آج تک ہاتھی دیکھا نہیں تھا اور عرب غیر منظم تھے وہاں کوئی حکومت تو تھی نہیں ہر قبیلہ الگ الگ تھا اور یہ منظم حکومت، منظم فوج، ساٹھ ہزار کا لشکر اس میں ہاتھی بھی شامل مزدلفہ کے قریب مکہ سے کوئی چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر وادی محصر میں اس نے پڑاؤ ڈالا اور عبدالمطلب کے پاس اس نے اپنا ایلچی بھیجا کہ ہم کعبہ کو برباد کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بننا اور اسی دوران اس کے فوجیوں نے عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی پکڑ لیے اور ابرہہ نے عبدالمطلب کو اپنے خیمے میں بات چیت کے لئے بلایا، عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کا دادا، بڑا حسین وجمیل، بڑا قد آور، قریش کا سردار جب وہاں پہنچا تو ابرہہ دیکھ کر بڑا متاثر ہوا اور اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا بات چیت شروع کی عبدالمطلب نے اس سے اپنے دوسو اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کر دیا ابرہہ نے کہا کہ میں تو تم کو بڑا دانشمند انسان سمجھتا تھا لیکن تم تو بڑے خودغرض نکلے تمہیں ایک سردار ہونے کی حیثیت سے اور کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے کعبہ کی تو فکر نہیں ہے اپنے اونٹوں کی فکر ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ عبدالمطلب نے کہا ہاں میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے مجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور جو کعبہ کا مالک ہے وہ اپنے کعبہ کی خود فکر کرے گا اور پھر اس نے واپس آ کر کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کی کہ اے اللہ! ہم اس کے مقابلے سے عاجز ہیں بعض تفاسیر میں چند اشعار بھی لکھے ہیں کہنے لگا۔

اَللّٰهُمَّ الْإِنْسَانُ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

کہنے لگا اے اللہ! انسان اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے بچے کی حفاظت کر اے اللہ! ہم تیرے بچے ہیں جاہلانہ زبان میں کہہ رہا ہے اے اللہ! ہم تیرے بچے ہیں تیرے ماننے والے ہیں اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهٗ وَ مِنِیْحَالًا اَبدًا مِنِیْحَالَکَ ان کی صلیب تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آسکتی

اِنْ کُنْتَ تَارِکَهُمْ وَ قِبْلَتَهُمْ فَاْمُرْ مَا بَدَا لَکَ اگر تو ہمارے قبیلے کو ان کی رحم و کرم پر چھوڑنا چاہتا ہے تو تیری مرضی تو جو چاہے کرے یہ کہہ کر قریش کو ساتھ لے کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ آگے بڑھا اور محمود نامی ہاتھی پر سوار تھا بہت ڈیل ڈول والا اور خطرناک قسم کا ہاتھی لیکن جب اس کو کعبہ کی طرف مکہ کی طرف ہانکنے لگتا تو وہ بدکنے لگتا واپس لے کر جاتے یا دائیں بائیں موڑتے تو چلتا تھا بس مکہ کی طرف آگے نہیں بڑھتا تھا بڑی کوشش کی لیکن جب بھی مکہ کی طرف اس کو ہانکتے تو وہ رک جاتا مار مار کر اسے تھک جاتے لیکن اس کے قدم آگے نہیں بڑھتے۔ بعض اوقات مخلوق اللہ کے عذاب کی اطلاع پالیتی ہے حیوانوں جیسی مخلوق لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ اللہ کے عذاب کی اطلاع نہیں پاسکتا، ایسی کئی خبریں اخباروں میں شائع ہوئی ہیں کہ بعض ممالک میں زلزلے آئے اور زلزلے آنے سے قبل سانپ اور بچھو اور دوسری مخلوق وہ اپنے بلوں میں گھس گئے اور ان میں افراتفری پھیل گئی لیکن انسان بے خبر ہے۔ ہاتھی نے آگے جانے سے اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔

ابابیل کا کارنامہ

اسی وقت جدہ کی طرف سے یا بحر شعیب کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندے سرخ چونچ والے نمودار ہوئے جن کے چونچ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں تین کنکریاں ہر پرندے کے پاس اور انہوں نے آکر ان کنکریوں سے اللہ کے حکم سے بمباری کر دی جس ہاتھی پر وہ کنکر لگتے جسم سے آر پار ہو جاتے، جس جسم پر لگتے اس جسم سے آر پار ہو جاتے اور اُن کے جسم پر چیچک جیسے دانے نمودار ہو جاتے جس میں زہر بھر گیا ان میں سے بعض وہیں گل سڑ گئے، مر گئے ابرہہ واپس چلا گیا لیکن جذامیوں کی طرح اس کی انگلیاں اور ناخن اور جسم سے گوشت جھڑتا رہا یہاں تک کہ سسک سسک کے اور تڑپ تڑپ کے اپنی رعایا اور عوام کے سامنے مر گیا۔

واقعہ اصحاب فیل تمہید نبوت تھی

اللہ پاک نے اس کا ذکر فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے کوئی پچاس یا پچپن دن پہلے پیش آیا نبوت ملنے سے پہلے اس قسم کے جو واقعات پیش آئیں انہیں ارہاص کہا جاتا ہے ابھی حضور کی ولادت نہیں ہوئی لیکن

ایسی نشانیاں ظاہر ہوئیں جن سے پتہ چل رہا تھا کہ ایسا انسان پیدا ہونے والا ہے جو کعبہ کو آباد کرے گا اور کعبہ کی حفاظت کرے گا اور جس وقت حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی اور اس سے تقریباً پینتالیس سال یا چھیالیس سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا تھا اس لیے ابھی تک اس واقعہ کے دیکھنے والے موجود تھے اور سننے والے تو بکثرت تھے۔

اللہ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اے قریش! تمہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے کیا تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، وہ ابرہہ؟ وہ ہاتھیوں والے ان کے ساتھ میں نے کیا کیا تھا اگر میں ابرہہ کو، ہاتھی والوں کو، طاقت والوں کو برباد کرسکتا ہوں تو تمہاری طاقت کو بھی توڑ سکتا ہوں۔

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ (کیا ان کی تدبیر کو اللہ نے برباد نہیں کردیا؟)

کیا تدبیر تھی ان کی عجیب تدبیر ساٹھ ہزار کا لشکر ہاتھی بھی شامل پھر کہتے ہیں کہ آئے تو حج کے دنوں میں آئے اور حج کے دنوں میں آپ جانتے ہیں کہ عرب لڑتے نہیں تھے۔ اسلام سے پہلے بھی نہیں لڑتے تھے بلکہ ان دنوں میں عرب حج کرنے میں مصروف رہتے تھے تو خیال کیا کہ مکہ خالی پڑا ہوگا حرم میں کوئی نہیں ہوگا اس وقت کوئی مقابلہ میں طاقت نہیں ہوگی۔ اتنا بڑا لشکر لے کر جاؤں گا اور کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اللہ کہتا ہے اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ اتنی بڑی تدبیر تھی تو میں نے ان کی تدبیر کو برباد کردیا۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

(جب انسانوں نے میرے گھر کی حفاظت سے معذرت کرلی تو میں نے پھر پرندوں کو حکم دیا کہ جاؤ آج میرے گھر کی حفاظت کرو)

ارے میرے بزرگو! اور دوستو! بار بار عرض کرتا ہوں اللہ کا دین، اللہ کا قرآن، اللہ کا گھر، اللہ کا نبی ہمارے محتاج نہیں ہیں ہم محتاج ہیں خدا کی قسم! ارے ہمارا پیسہ لگ جائے گا اللہ کے دین پر تو ہمارا پیسہ قیمتی بن جائے گا، ہماری جانیں لگ جائیں گی، تو قیمتی بن جائیں گی، ہماری گردنیں لگ جائیں تو قیمتی بن جائیں گی، ہماری اولادیں لگ جائیں تو قیمتی بن جائیں گی، اللہ کا دین قیمتی نہیں بنے گا وہ تو ہے ہی قیمتی ارے ہم قیمتی بن جائیں گے اللہ محتاج نہیں ہے اللہ کے گھر کو، اللہ کی کتاب کو اللہ کے دین کو کوئی ختم نہیں کرسکتا میرا یقین ہے اگر انسان قرآن کو نہیں پڑھے گا تو میرا اللہ قادر ہے کہ وہ پرندوں کو زبان دیدے کہ انسان قرآن نہیں پڑھتے تم قرآن پڑھا کرو۔ اللہ اس بات پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی قرآن کی صحیح سمجھ عطا فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم الله الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ مَكِّيَّة

موضوع

دو نعمتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا
الْبَيْتِ ③ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

ترجمہ:...... چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں (۱) یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں (۲) اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں (۳) جس نے بھوک کی حالت میں انہیں کھانے کو دیا، اور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا (۴)۔

سورۃ قریش کی فضیلت

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس میں چار آیات ہیں بہت سی دوسری سورتوں کی طرح اس سورت کی فضیلت میں بھی روایات نقل کی گئی ہیں مثلاً بیہقی میں ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی سات خصوصیات بیان فرمائیں اور ان میں سے ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ قریش کے بارے میں اللہ نے سورت نازل فرمائی ہے۔ بزرگوں میں امام ابوالحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دشمن کا سخت خوف ہو تو یہ سورت پڑھنی چاہئے اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ جب دشمن کا خوف ہوا تو میں نے یہ سورت پڑھی اللہ نے مجھے خوف سے نجات عطا فرمائی۔

قریش کا شجرۂ نسب

اس سورت میں اللہ نے قریش پر اپنے دو احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔ قبل اس کے کہ میں ان احسانات کا تذکرہ کروں خود قریش کے بارے میں چند باتیں سن لیجئے، اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں بارھویں نمبر پر نضر بن کنانہ ہے ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے اس خاندان سے کئی قبیلے اور کئی شاخیں نکلی ہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ھاشم بھی قریش کی ایک شاخ میں سے ہیں۔

بیت اللہ کے لئے سرزمین مکہ کا اللہ نے انتخاب کیوں کیا؟

مکۃ المکرمہ جن حضرات کو اللہ پاک نے زیارت نصیب فرمائی ہے وہ جانتے ہیں کہ مکہ کی وادی دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے نہ وہاں زرخیز زمین، نہ پانی کے چشمے، نہ غلہ، نہ باغات، نہ پھل، نہ پھول، جسے اللہ نے بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ فرمایا کہ جہاں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا اللہ نے اپنا گھر بنانے کے لئے اسی وادی کو منتخب فرمایا۔ ایک صاحب عجیب بات فرما رہے تھے اگر مکہ کی وادی سرسبز ہوتی، اس میں پانی کے چشمے ہوتے، قدرتی مناظر ہوتے، اچھا موسم ہوتا، قدرتی نظارے ہوتے، باغات اور پھل ہوتے تو کوئی وہاں سبزہ دیکھنے کے لئے جاتا، کوئی قدرتی نظارے اور مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے جاتا اور کوئی باغات اور پھل پھول سے اپنا دل خوش کرنے کے لئے جاتا اور کوئی چشموں کے نغمے سننے کے لئے جاتا اور کوئی طبیعت کو فرحت پہنچانے کے لئے جاتا لیکن اللہ نے اپنا گھر بنانے کے لئے ایسی وادی کا انتخاب فرمایا جہاں ظاہری کشش کا کوئی سامان نہ تھا۔ تا کہ جو آئے وہ اللہ کے گھر کی زیارت اور محبت کے لئے آئے اور کوئی غرض نہ ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین دعائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ اور اپنے دودھ پیتے لختِ جگر کو لا کر اس وادی میں آباد کیا تو اس وقت اللہ سے دعا کی تھی۔ پہلے پارے سورۂ بقرہ میں بھی ہے اور سورۂ ابراہیم میں بھی ہے۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے میرے رَبّ! اس شہر کو امن والا بنا۔ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچالے۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے میرے رَبّ! ان بتوں کی عبادت نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ جس نے میری اتباع کی وہ تو مجھ سے ہے، میرا ہے وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا معاملہ تیرے حوالے ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ تو ان کو عذاب دے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسایا جہاں کچھ پیدا نہیں ہوتا میرا یہاں پر لا کر بسانے کا مقصد کیا ہے رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے میرے پروردگار! تا کہ یہ نماز قائم کریں فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ اے میرے پروردگار! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ اے اللہ! تو ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما تا کہ یہ تیرا شکر ادا کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے تین دعائیں کی (۱) یا اللہ! مجھ کو اور

میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا (۲) اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے اور تیسری دعا یہ کہ یا اللہ! ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما اور اس شہر کے رہنے والوں کو امن عطا فرما اللہ نے تینوں دعاؤں کو قبول فرمایا۔

تینوں دعائیں قبول ہوئیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی والے تھے اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر چکے تھے اللہ تعالیٰ قربانی والوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں جو اللہ کے لئے اپنے مال، جان، وقت، عزت، راحت و آرام، عیش و عشرت کی قربانی دیتے ہیں ان کی دعاؤں میں تاثیر کچھ اور ہوتی ہے اور ہمارے جیسے نکمے جو مال اور اولاد کی قربانی تو دور کی بات اللہ کے لئے اپنے نفس اور خواہشات کی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے ان کی دعاؤں میں یہ تاثیر نہیں ہوتی جو قربانی دینے والوں کی دعاؤں میں تاثیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ اور اس کی اردگرد کی جگہ کو حرم قرار دے دیا یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں وہ عرب کہ جن کی فطرت میں انتقام داخل تھا جن کا خیال یہ تھا کہ اگر دشمن سے انتقام نہ لیا جائے تو مقتول کی روح بے چین رہتی ہے۔ وہ بھی جب اپنے سگے بھائی اور باپ کے قاتل کو حرم میں دیکھ لیتے تھے تو اس سے انتقام نہیں لیتے تھے اللہ نے وہاں ایسا امن کا ماحول پیدا فرما دیا، کسی جانور کا شکار کرنا وہاں حرام قرار دے دیا اللہ تعالیٰ نے یہ بھی دعا قبول فرمائی۔ اور دوسری دعا کی اے اللہ! لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کی محبت بھی لوگوں کے دلوں میں ڈال دی، کعبہ کی محبت بھی دلوں میں ڈال دی اور کعبہ کے خادموں کی محبت بھی ڈال دی اور ایسی محبت ڈال دی گویا کہ کعبہ لوگوں کے دلوں میں مقناطیس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے ایسے کعبہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، جتنی بار زیارت کرتا ہے اتنی ہی اس کی پیاس اور طلب بڑھتی ہے اور تیسری دعا یہ فرمائی کہ اے اللہ ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے تو اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

غور کیجئے کہ کن حالات میں اور کس مقام پر یہ دعا کر رہے ہیں اس مقام پر جہاں کوئی پھل پیدا ہی نہیں ہوتا اے اللہ! تو ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما اور اللہ نے ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایا آج تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ نقل و حمل کے ذرائع بڑی ترقی کر گئے ہیں ہوائی جہاز، بحری جہاز، گاڑیاں، کاریں وغیرہ لیکن وہ زمانہ جب کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی اس وقت بھی مکہ والوں کو پھلوں کا رزق ملتا تھا ایک پھل طائف میں پیدا ہوتا اللہ نے طائف والوں کے دل میں بٹھا دیا کہ اگر تمہارے باغ کا پہلا پھل مکہ والے کھائیں گے تو تمہارے پھلوں کے باغ میں برکت ہوگی چنانچہ وہ پھل طائف والوں کو میسر نہیں آتا تھا بلکہ مکہ والے کھا رہے ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔

قریش کا پیشہ تجارت اور عزت و اکرام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعاؤں میں فرمایا کہ ایسی جگہ ہے جہاں پر کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا تو یہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش کیا ہوگا تو نبی اکرم ﷺ کے جدامجد ہاشم نے لوگوں کو تجارت کا مشورہ دیا چنانچہ انہوں نے اس مشورہ کو اپنا لیا گرمیوں میں ان کا تجارتی قافلہ شام جاتا کیونکہ شام ٹھنڈا علاقہ تھا سردیوں میں ان کا تجارتی قافلہ یمن جاتا کیونکہ یمن گرم علاقہ تھا یمن کی چیزیں شام میں اور شام کی چیزیں یمن میں اور وہاں کی چیزیں یہاں اور مکہ کی چیزیں وہاں اِدھر سے اُدھر منتقل کر کے انہوں نے تجارت کو پھیلا لیا ان کے تجارتی قافلے یوں کہہ لیں کہ ایک لمیٹڈ کمپنی کی حیثیت رکھتے تھے مکہ کا ہر گھر اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس میں حصہ ڈالتا تھا جب تجارتی قافلہ واپس آتا تھا تو اس کے منافع پورے مکہ کے لوگوں میں تقسیم کئے جاتے یہ تجارتی قافلہ جب مکہ سے نکلتا ہر جگہ ان کو عزت اور تحفظ ملتا، استقبال ہوتا، عزت و تحفظ کی ایک وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے ذہنوں میں تھا کہ یہ بڑوں کی اولاد ہے، قریش کی اولاد ہے تو اللہ نے لوگوں کے دلوں میں قریش کی عزت ڈالی ہوئی تھی جیسا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو منتخب کر لیا اور قریش کی اولاد میں سے خاص طور پر ہاشم کو منتخب کر لیا اور ہاشم کی اولاد میں سے خود محمد ﷺ کو منتخب فرما لیا۔

اس قبیلے کی لوگوں میں عزت تھی کہ یہ بڑوں کی اولاد ہے کہ ان کی حیثیت چوہدریوں اور وڈیروں کی سی نہیں تھی بلکہ پیرزادوں، مخدوموں اور سیدوں جیسی تھی پیر صاحب کے بیٹے ہیں، سید صاحب کے صاحبزادے ہیں، مخدوم کے بیٹے ہیں، اس حیثیت سے لوگ ان کی عزت کرتے تھے دوسری وجہ یہ تھی یہ کعبہ کے متولی تھے، کعبہ کے خادم اور مذہبی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی اور تیسری وجہ یہ تھی کہ قریب ہی زمانہ میں ابرہہ نے لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی تو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر پرندوں کے جھنڈ بھیج کر ابرہہ کے لشکر کو تباہ و برباد کیا تو اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں قریش کی عزت اور بڑھ گئی لیکن وہ اس عزت سے دھوکہ کھا گئے کہ یہ عزت ہمارے کسی کمال کی وجہ سے ہے، ہمارے اندر کوئی ایسی خصوصیت اور خاصیت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہماری عزت ہے وہ یہ بات بھول گئے کہ ہماری عزت کعبہ کی نسبت کی وجہ سے ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کی وجہ سے ہے چنانچہ وہ گھمنڈ اور تکبر کا شکار ہو گئے۔

بعض اوقات تعریف تکبر کا سبب بن جاتی ہے

جیسے بعض اوقات ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں کو عزت مل جاتی ہے تو وہ کبھی کبھی گھمنڈ اور تکبر کا بھی شکار ہو جاتے ہیں سوچنے لگتے ہیں کہ میری ذات میں کوئی کمال ہے جس کی وجہ سے سارے لوگ میرا استقبال کرنے لگے ہیں۔ تو بعض

اوقات تعریف وتوصیف سے دماغ خراب ہوجاتا ہے۔اس لئے بڑاڈرنے کا مقام ہے کہ جب لوگ مصافحہ کررہے ہوں، دعاؤں کی درخواست کررہے ہوں، حضرت حضرت کہہ رہے ہوں۔ مجھے ایک واقعہ بڑا یاد آتا ہے جو اپنے حضرت استادِ محترم سے سنا ہے کہ جس زمانے میں ختم نبوت کی تحریک چل رہی تھی بھٹو صاحب کے دور میں مجلس عمل بنی تھی اور اس کے صدر تھے محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ بڑے اللہ والے انسان تھے اللہ پاک نے علم وعمل سے نوازا تھا اب ظاہر ہے کہ پورے ملک میں جلسے نکلتے تھے، جلوس نکلتے تھے تقریریں ہوتی تھیں، نعرے بھی لگتے تھے، تعریفیں بھی ہوتی تھیں، زندہ باد بھی کہا جاتا تھا تو حضرت مولانا عزیز گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسیرِ مالٹا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص وہ بڑی عمر کے تھے حضرت بنوری ان کے مقابلے میں بچے تھے وہ پیار میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو یوسف جان کہتے تھے جب ان کو اطلاع ملی کہ اس طرح جلسے جلوس ہوتے ہیں اور اس میں یوسف بنوری شریک ہوتے ہیں تو حاضرین سے کہنے لگے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یوسف جان کا دماغ نہ خراب ہوجائے نعرے سن کر، تعریفیں سن کر، استقبال دیکھ کر تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ ان کا دماغ کیسے خراب ہوسکتا ہے میں نے ان کو خود کہتے سنا ہے کہ میں تو کتے سے بھی بدتر ہوں تو جس شخص کا یہ تصور ہو کہ میں ان جانوروں سے بھی گھٹیا ہوں اس کا دماغ ان نعروں سے کیسے خراب ہوگا یہ اللہ والے بھی بڑی عجیب نظر رکھنے والے ہوتے ہیں عجیب بات فرمائی مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے کہ زبان سے ایسے الفاظ کہہ دینا آسان ہوتا ہے، زبان سے ایسا کہہ دینا آسان ہے ہم میں سے بہت سارے ایسے ہیں کہ جو اپنے آپ کو کہہ دیتے ہیں کہ میں بڑا گنہگار ہوں، بڑا حقیر، بڑا فقیر ہوں، خطا کار ہوں، خاکسار ہوں، زبان سے کہہ دیتے ہیں زبانی جمع خرچ اور سمجھتے ہیں کہ میں بڑا متواضع انسان ہوں کہ دیکھو میں اپنے آپ کو کیا کہہ رہا ہوں میں بڑا گنہگار انسان ہوں مزا تو تب ہے کہ جب کوئی دوسرا کہے کسی گناہ کی نشاندہی کرے ارے تمہارے اندر یہ گناہ پایا جاتا ہے، یہ غلطی پائی جاتی ہے اقرار کرے کہ واقعی بھائی یہ غلطی پائی جاتی ہے میں درستگی کی کوشش کروں گا پھر تو مانا کہ دل کے اندر تواضع اور عاجزی ہے اور اگر دوسرے کے کہنے سے بھڑک اٹھے تو پتہ چلا کہ یہ جو اپنے کو گنہگار کہہ رہا ہے یہ دوسرے لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے، لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر بڑھانے کے لئے لوگ کہیں کہ دیکھو ہمارے حضرت کے اندر کتنی عاجزی ہے، بہت پہنچے ہوئے ہیں پھر بھی اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں بعض اوقات جو اس قسم کی باتیں کہی جاتی ہیں وہ لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے اور لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے اللہ کے ہاں اس قسم کی تواضع جو زبانی جمع خرچ پر مشتمل ہو وہ کسی کام کی نہیں اللہ کے ہاں تو وہ تواضع کہ دل سے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے، دل سے اپنے آپ کو حقیر سمجھے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ لوگوں نے جو قریش کا استقبال کیا اور ان کو تحفظ دیا اور ان کے تجارتی قافلے ملکوں ملکوں، شہروں شہروں گھومتے تھے اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا بلکہ لوگ ان کا استقبال کرتے، مہمان نوازی کرتے اس

چیز نے قریش کے دماغ خراب کر دیئے، وہ تکبر کا شکار ہو گئے، قوم پرستی میں مبتلا ہو گئے اور بجائے اس کے کہ اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتے اور خدا پرستی اختیار کرتے وہ بت پرستی میں لگ گئے اللہ پاک نے اس سورت میں ان کو اسی کی یاددہانی کرائی ہے فرمایا کہ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍۙ۝۱ (قریش کو مانوس کر دینے کی وجہ سے) اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِۚ۝۲ (ان کو سردی اور گرمی کے سفر کے مانوس کر دینے کی وجہ سے انہیں چاہئے) کہ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِۙ۝۳ (اس گھر کے رب کی عبادت کریں) بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں اللہ پاک نے مجھ گنہگار کو عمرے کی سعادت نصیب فرمائی تو ایک دن مغرب میں امام صاحب نے یہی سورۂ قریش کی تلاوت کی، نماز میں اب بیت اللہ سامنے ہے اور یہ پڑھ رہے ہیں فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ اس گھر کے رب کی عبادت کرو جو یہ سامنے گھر ہے تو یہ پڑھتے ہوئے امام صاحب کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں وہاں تو یہ منظر سامنے تھا کہ اللہ کا گھر نظر آ رہا تھا فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِۙ۝۳ ارے بے وقوف مت بنو، اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھو، خود فریبی میں مبتلا نہ ہو جاؤ، خود پسندی کا شکار نہ ہو جاؤ تمہارے اندر کوئی ذاتی کمال نہیں ہے۔

دینی نسبت اور اس کے تقاضے

اور لوگوں کے اندر تمہاری جو عزت پائی جاتی ہے وہ اس گھر کی وجہ سے ہے ورنہ اس گھر سے تمہیں اگر نسبت نہ ہو تمہاری کوئی عزت نہیں اس نسبت کا خیال کرو۔ ہم میں سے بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ نے نسبت عطا فرمائی ہے مسجد کی نسبت، بعض کو اللہ نے قرآن کی نسبت عطا فرمائی، بعض کو مدرسے کی نسبت عطا فرمائی، بلکہ بعض کو منبر و محراب کی نسبت عطا فرمائی ایسے لوگوں کی اگر تعظیم کی جائے تو انہیں خود فریبی کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ سمجھنا چاہئے ہماری ذات میں کوئی کمال نہیں بلکہ مسجد کی وجہ سے کہ یہ مسجد کے امام صاحب ہیں یہ اس مدرسہ کے مدرس صاحب ہیں، یہ قرآن کے عالم ہیں، قرآن کے قاری ہیں، قرآن کے مبلغ ہیں اس نسبت کی وجہ سے وہ لوگ عزت کر رہے ہیں حقیقت تو اللہ جانتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہیں یہ بھی زبانی جمع خرچ نہ ہو جائے بعض اوقات تو اپنی ذات پر تعجب ہوتا ہے میں تو ان سب سے گیا گزرا، خالی ہاتھ لیکن یہ لوگ عزت کرتے ہیں قرآن کی وجہ سے، میں حقیقت بتاتا ہوں۔ بعض حضرات مصافحہ فرماتے ہیں تو مسئلہ بھی سمجھ لیجئے یہ مصافحہ کرنا کوئی درس قرآن کا حصہ نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے جیسے جمعہ کا خطبہ سننا ضروری ہے۔ اگر اس کو لازمی اور ضروری سمجھ لیں گے تو یہ بدعت بن جائے گا کیونکہ غیر لازم چیز کو لازم سمجھ لیا۔ اور جو لوگ مصافحہ کرنے آتے ہیں تو دل میں نیت کر لیتا ہوں کہ یا اللہ! یہ جس گمان سے مجھ سے مصافحہ کر رہے ہیں اے اللہ! مجھے اس کے مطابق عمل والا بنا دے اور اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ یہ مصافحہ کرنے والے مجھ سے بہتر ہیں اسی لیے ہاتھ ملاتا ہوں کہ اس کی برکت اللہ تعالیٰ میری طرف منتقل فرما دے۔ تو عرض کر رہا تھا کہ جس شخص کو نسبت ہونے کی وجہ سے عزت

ملے وہ کبھی دھوکہ کا شکار نہ ہو گر نہ اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ گرا دے گا۔ الحمد للہ اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ اللہ نے جو اولاد عطا فرمائی ان کو دین کے علم سیکھنے سکھانے میں لگا رکھا ہے تو کبھی کبھی لوگ پوچھتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے خاندان والوں میں میں واحد ہوں جو حافظ ہوں، قاری ہوں، عالم کہہ لیں، آپ نام نہاد قسم کا اکیلا، اب خاندان والوں کو تو یہی ہوتا ہے کہ بچے کہاں لگائے تو عرض کرتا ہوں کہ جس دین کی نسبت سے اللہ پاک مجھے روٹی دے رہا ہے، عزت دے رہا ہے ان شاء اللہ اولاد بھی اسی دین پر لگے گی نمک حرامی نہیں کروں گا، بے وفائی نہیں کروں گا مجھے تو عزت اللہ نے اس دین کی نسبت سے دی رزق اس دین کی نسبت سے دیا اور میں اپنی اولاد کو کہیں اور لگا دوں نہیں اپنی اولاد کے ساتھ یہ بے وفائی نہیں کریں گے جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کی نسبت سے، اللہ کے گھر کی نسبت سے، مدرسہ کی نسبت سے عزت عطا فرمائے اسے اس نسبت کا لحاظ رکھنا چاہئے اور کبھی گھمنڈ کا شکار نہیں ہونا چاہئے ورنہ خطرہ ہے کہ مال تو کیا سرے سے ایمان ہی سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ دلوں کے بدلتے خیالات کے اندر تغیر آتے دیر نہیں لگتی۔

حضور ﷺ کی دعائیں

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور ﷺ جو دعا کثرت سے پڑھتے تھے وہ دعا یہ بھی تھی یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے دلوں کو بدلتے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمائے رکھنا۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﷺ کیا آپ کو اپنے دل کے بارے میں ڈر ہے کہ یہ دل بدل جائے گا، دین سے ہٹ جائے یہ آپ اتنی کثرت سے دعا کیوں فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جتنے بھی دل ہیں چاہے تمہارے شوہر، تمہارے سرتاج، محمد رسول اللہ ﷺ کا دل ہو یا کسی اور کا دل سب دل اللہ کے قبضے میں ہیں وہ جدھر چاہے پھیر دے چاہے تو ہدایت کی طرف پھیر دے، چاہے تو گمراہی کی طرف پھیر دے اس لئے اللہ سے یہ دعا کثرت سے کرتے رہنا چاہئے۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے دلوں کے بدلنے والے اللہ! تو میرے دل کو دین سے نہ پھرنے دینا، دین پر جمائے رکھنا بالخصوص یہ زمانہ تو دلوں کے تغیرات کا زمانہ ہے، دلوں کے بدلنے کا زمانہ ہے صبح کچھ شام کو کچھ، صبح نیکی کے جذبات شام کو برائی کے جذبات، صبح ایمانی احساسات اور شام کو کفر کی طرف میلان۔ اس لئے آج کے زمانے میں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہئے، تو عرض کر رہا تھا کہ جس کی نسبت کی وجہ سے یہ عزت ملی تو اس کی وجہ سے گھمنڈ کا شکار نہ ہوں ورنہ اللہ یہ نسبت بھی چھین سکتا ہے اور عزت بھی چھین سکتا ہے اس سلسلہ میں ہمارے لئے یہ زندہ مثال ہے۔ قریش اتنا بڑا خاندان، اتنا معزز خاندان، خاندانِ ابراہیم علیہ السلام سے تعلق رکھنے والا، خاندانِ اسماعیل علیہ السلام سے تعلق رکھنے والا وہ خاندان جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب یہ گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دور دراز خطوں سے لوگوں کو بھیج دیا اور ان میں جو گھمنڈ کا شکار تھے ان کو

عزت وقیادت اور ایمان سے محروم کر دیا فرمایا کہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا
رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ ارے اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝
(وہ رب جس نے ان کو بھوک میں کھلایا) ایسے وقت میں جب خورد ونوش کا سامان دستیاب نہیں تھا۔

اللہ کے رزق دینے کا مطلب

اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے ان کو کیسے رزق دیا ان کے دلوں میں ڈال دیا کہ ہم تجارت کریں گے قافلے لے کر گئے کبھی یمن کی طرف، کبھی شام کی طرف اللہ پاک نے اس میں برکت ڈال دی پھل بھی آئے اور پھلوں کا رزق بھی آیا اور اس کی برکت بھی آئی لیکن ایسا مت سوچئے کہ وہ اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے اور ایسے ہی آسمان سے رزق برسنا شروع ہو گیا انہوں نے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کی، تجارتی قافلے لے کر گئے اللہ پاک نے اس میں برکت دی لہٰذا اللہ کے رزق دینے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کچھ بھی نہ کرے اور اس انتظار میں بیٹھ جائے کہ اللہ کہیں سے کسی کو بھیج دے جو مجھے کچھ کھلا دے، نہیں اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرے اللہ پاک اس پر رزق کے دروازے کھول دے گا توکل یہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کی طرف دیکھتے رہیں کہ کوئی مجھے ہدیہ دے گا، کوئی نذرانہ دے گا، کوئی تحفہ پیش کرے گا تو ایسے طریقے سے میرے گھر کا خرچہ چلے گا، نہیں یہ توکل نہیں ہے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی توکل یہ ہے کہ جائز حد تک اسباب اختیار کرو، محنت کرلو، دوکان میں سامان رکھ لو، اچھے اخلاق اختیار کرلو، گاہک کو متوجہ کرنے والے سارے وسائل اختیار کرلو اور اس کے بعد اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا دو کہ یا اللہ! جو کچھ میرے اختیار میں تھا میں نے کر دیا اب گاہکوں کے دلوں کو متوجہ کرنا تیرا کام ہے۔

آج کا مسلمان بھکاری بن گیا

آج مسلمان بھکاری بن گیا توکل کا مطلب غلط سمجھ لیا۔ جتنے بھکاری مسلمانوں کے اندر ہیں اتنے بھکاری شاید کسی مذہب میں نہ پائے جاتے ہوں جہاں دیکھیں بھکاری ہیں، مسجدوں میں بھکاری، بازاروں میں بھکاری، گھر پر بھکاری، دوکانوں پر بھکاری ہر طرف بھکاری ہی بھکاری نظر آتے ہیں اور تحقیق کریں تو اکثریت مسلمانوں کی ہے اسلام نے تو یہ تعلیم نہیں دی تھی حضور اکرم ﷺ نے تو اس کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ بھیک مانگنے والا قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔ آج صنعت، تجارت، زراعت، ہر شعبہ پر کفار چھا گئے اور یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہوا ہے اگر کوئی اس نیت سے صنعت، تجارت، زراعت، کاروبار کرتا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے سے کافروں پر چھا جاؤں اور جو کچھ مجھے اللہ اس میں سے نفع دے اس کو اللہ کے دین پر اللہ کے

بندوں پر خرچ کروں تو پھر یہ صنعت، تجارت، ملازمت، محنت ومشقت یہ دنیا نہیں ہوگا دین ہوگا یہ عبادت ہوگی آپ ﷺ دنیا اور دین کا فرق مٹانے کے لئے آئے۔ آپ ﷺ نے دین و دنیا کا فرق کیسے مٹایا وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیت کا قبلہ درست کرلو دنیا بھی دین بن جائے گا پھر ٹوکری اٹھانا بھی دین، تجارت کرنا بھی دین، پھر ٹیکسی چلانا بھی دین، پھر بوٹ پالش کرنا بھی دین بن جائے گا، جھاڑو لگانا بھی دین، صنعت وتجارت یہ تو بہت بڑا دین ہے۔ اگر نیت درست ہو تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وہ بھوکے تھے میں نے ان کو کھلایا اور کیا وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے اس انتظار میں کہ آسمان سے من وسلویٰ اتر تا رہے تیتر اور بٹیر آنے لگے اور پکی پکائی روٹیاں آنے لگیں یا گندم کی بوریاں اترنے لگیں نہیں اللہ نے ان کے دلوں میں ڈالا کہ تجارت کرو۔ تجارت کی تو اللہ نے اس میں برکت دی دوسری نعمت وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴿۴﴾ اور اللہ پاک نے ان کو خوف میں امن عطا کیا قریش ایسی جگہ پر آباد تھے جہاں پر جنگل کا قانون تھا قبائل ہی قبائل اور قبائل میں خاندانی طاقت چلتی ہے۔ لیکن وہاں اللہ نے ان کو امن اور تحفظ عطا فرمایا خود اللہ نے سورۃ العنکبوت میں فرمایا: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم کو امن والا بنادیا جب کہ اس کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے تھے لیکن ان کو ہم نے امن عطا کیا۔ یہ دو نعمتیں اللہ پاک نے ذکر فرمائیں۔

پیٹ کا مسئلہ اور ایمان

یہ دو نعمتیں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں رزق حلال ضروریات کے مطابق اور دوسرا امن سلامتی اور تحفظ بلکہ خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ان کا ایک واقعہ یاد آتا ہے بات تو شاید انہوں نے بطور مذاق اور لطیفہ کے کہی ہوگی لیکن ہے حقیقت پر مبنی۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت دین کے ارکان کتنے ہیں فرمایا چھ ہیں اس نے کہا ہم نے تو پانچ سنے ہیں، ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، یہ چھٹا کون سا آ گیا فرمایا چھٹا پیٹ ہے، یہ بھی دین کا ایک رکن ہے رزق حلال کا ہونا بھی ضروری اگر رزق حلال نہیں ہوگا اور انسان پر مجبوری آگئی تو پیٹ کو بھرنے کے لئے سب سے پہلے انسان جو چیز بیچے گا وہ اپنا دین بیچے گا، اپنی عزت وآبرو بیچ دے گا، ایمان بیچے گا۔ بات سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہوں ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم زمانہ جاہلیت میں کیسے بے وقوف لوگ تھے زمانہ جاہلیت میں سفر پر جا رہا تھا اہلیہ سے کہا کہ کوئی چھوٹا موٹا بت دے دو جس کو اٹھانا آسان ہو ساتھ لے جاتا ہوں تا کہ کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے سامنے دعا کرسکوں اس نے بہت تلاش کیا لیکن کوئی بت نظر نہیں آیا ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے اس نے آٹے کا ایک بت بنادیا وہ آٹے کا بت اپنے ساتھ لے کر چلا گیا راستے میں زادراہ ختم ہوگیا اور

بھوک نے خوب ستایا اور جب زندگی خطرے میں پڑ گئی تو آ جا کے نظر اپنے اسی بت پر جاتی تھی کہ یہ کھالوں تو ایک دن تو زندہ رہ سکوں گا چنانچہ کہنے لگا کہ حضور ہماری حماقت دیکھئے کہ جن کی ہم عبادت کرتے تھے میں اسی کو کھا گیا جو پاخانے کی صورت میں نکل بھی گیا۔ تو چنانچہ انسان پر جب بھوک آتی ہے تو سب سے پہلے وہ جس چیز کو بیچتا ہے وہ اپنے ایمان اور دین کو بیچتا ہے اسی لئے رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا ہو سکتا ہے کہ فقر اور غربی انسان کو کفر تک پہنچا دے یہ پیسہ ایمان کا محافظ بھی ہے اور ایمان کے لئے خطرہ بھی ہے۔ کبھی کبھی میں طلبہ سے کہتا ہوں یہ جو بائیں طرف جیب بنائی ہے دل کے اوپر اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر اس میں کچھ ہو تو دل بھی مضبوط رہتا ہے ایمان بھی مضبوط رہتا ہے اور اگر جیب خالی ہو تو ہم تو ایسے کمزور ہیں کہ ایمان بھی ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے یہ ایمان کا محافظ بھی ہے، عزت کا محافظ ہے، آبرو کا محافظ ہے، پیسے کو اتنا برا مت کہو اس میں اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کے بہت سارے فائدے رکھے ہیں یہ دین کا محافظ ہے تو دوسری طرف دین کا ڈاکو بھی ہے۔ بعض دفعہ انسان اسی کی خاطر ایمان کو چھوڑ دیتا ہے۔ میں نے اکثر دیکھا دینی جماعتوں میں جہاں کوئی جھگڑا ہو گیا اب تو مجھے تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہیں ورنہ تحقیق کی تو پوچھا کہ جھگڑے کی وجہ کیا بنی پتہ چلا کہ پیسے کا جھگڑا ہے۔ بنیاد پیسہ یا عہدہ اور منصب ان دونوں کی خاطر جماعتیں قربان کر دی جاتی ہیں، مقاصد قربان کر دئے جاتے ہیں، ایمان کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہ دو بہت بڑی نعمتیں ہیں رزق حلال ضرورت کے مطابق مل جائے اور اس کے لئے کوشش کرنا چاہئے تو کوشش کرنا نیک نیتی کے ساتھ ہو یہ عبادت میں شامل ہے اس سے اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور دوسری چیز امن، تحفظ، سلامتی یہ بھی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

بدامنی اور بدسکونی کا سبب

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے حکم کو قبول کرے گا اور اللہ کی عبادت کرے گا اللہ پاک اس کو دنیا میں امن عطا فرمائے گا اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ پاک اس سے دنیا کا امن بھی چھین لے گا۔ اور آخرت کا امن بھی چھین لے گا اگر آپ غور فرمائیں تو آج ہم اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے دو نعمتوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ چند گھرانوں، چند خاندانوں، چند افراد کو مت دیکھئے وہ خوشحال ہیں، ان لوگوں کو دیکھئے جن کے ہاں صبح چولہا جلتا ہے اور شام کو نہیں جلتا، مہنگائی بے روزگاری، غربت، پسماندگی عام ہوتی جا رہی ہے اور امن اور تحفظ عنقاء ہو گیا ہے نہ کوئی دوکان میں محفوظ، نہ مکان میں محفوظ یہاں تک کہ مسجد میں بھی محفوظ نہیں۔ امن اور سلامتی اور تحفظ نہ رہا ہر شخص عدم تحفظ اور خوف کا شکار ہے اور یہ بھی جان لیجئے یہ جو کہا کہ میری عبادت کیجئے۔ وہ عبادت کیا ہے؟ عبادت یہ ہے کہ آخری حد تک اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینا، اللہ کے حکموں کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینا، صرف

نماز ہی عبادت نہیں زندگی کے ہر شعبے میں اپنے آپ کو جھکا دینا یہ عبادت ہے، خواہ وہ معیشت کا شعبہ ہو، خواہ وہ معاشرت کا شعبہ ہو، خواہ وہ اقتصادیات کا شعبہ ہو۔ اپنے آپ کو اللہ کے حکم کے سامنے جھکا دے تو پھر اللہ پاک یہ دو نعمتیں عطا فرمائے گا ایک رزق حلال کی نعمت اور دوسری امن وسلامتی کی نعمت۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دونوں نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّة

موضوع

ریاکاری مذمت

آیاتُها ۷ (۱۰۷) سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) رُكُوعَاتُها ۱

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ① فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى
طَعَامِ الْمِسْكِينِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ④ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ⑤
الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ⑥ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ⑦

ترجمہ:...... کیا تم نے اُسے دیکھا جو جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے؟ (۱) وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (۲) اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ (۳) پھر بڑی خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ (۴۔۵) جو دِکھاوا کرتے ہیں۔ (۶) اور دُوسروں کو معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ (۷)

ابولہب کی صفات

یہ سورۃ الماعون ہے اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ مکی ہے مکہ میں نازل ہوئی بعض حضرات کہتے ہیں مدنی ہے ایک قول یہ ہے کہ آدھی سورت مکہ میں اور آدھی مدینہ میں نازل ہوئی اس میں کل سات آیات ہیں۔ اس سورت میں اللہ نے ایک شخص کا تذکرہ کیا ہے جو جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے اور یتیموں کو دھکے دیتا ہے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا لیکن اللہ نے اس شخص کا نام ذکر نہیں کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ابولہب ہے۔ بیت اللہ کے جو مالی وسائل تھے ان کا متولی تھا، خزانچی تھا اور بیت اللہ کے سلسلے میں جو مال جمع کیا جاتا تھا اس کا مقصد صرف بیت اللہ کی تعمیر نہیں تھا بلکہ ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یتیموں کی خبر گیری کی جائے، مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے، مسافروں کا خیال رکھا جائے، ان کی خدمت کی جائے لیکن یہ شخص اس کے برعکس کرتا تھا۔

صفات ذکر کیں، نام کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟

توقرآن نے اس شخص کی صفات تو بتلائیں، اس کی گندی عادتیں تو ذکر کیں، برے اخلاق تو بیان فرمائے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا اور قرآن کا یہی انداز ہے۔ قرآن اکثر صفات، اخلاق، اعمال، عادات ذکر کر دیتا ہے لیکن نام

ذکر نہیں کرتا۔ میرے ناقص مطالعہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جو کفار اور مشرکین آپ کے دشمن تھے ان میں سے ابولہب کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی کا نام لے کر مذمت بیان نہیں فرمائی اور میری ناقص سوچ یہ ہے کہ قرآن ایسے اس لیے کرتا ہے کہ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ گناہ سے نفرت کرو گنہگاروں سے نفرت نہ کرو کسی خاص شخصیت کی نفرت دل میں بٹھانا مقصود نہیں ہے بلکہ اس شخص کے اندر جو بری عادات اور اعمال پائے جاتے ہیں ان سے نفرت دلانا مقصود ہے۔ اگر قرآن نام لے کر کسی کافر، کسی مشرک، کسی ظالم کی برائی بیان کرتا تو ہم لوگ کہتے کہ یہ تو فلاں کی برائی ہے اور اب بھی جو سورتوں کا شان نزول بیان کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے بعض حضرات یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں کہ یہ آیت تو ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، یہ آیت تو ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی، یہ تو عبداللہ بن ابی کے بارے میں، یہ فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں ورنہ آپ حضرات قرآن کا مطالعہ کریں تو جو بات میں اکثر عرض کرتا رہتا ہوں کہ قرآن زندہ اور تازہ کتاب ہے قرآن پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے قرآن آج نازل ہوا، قرآن نے جن جن کرداروں کا ذکر کیا ہے تو وہ کردار آج پندرہویں صدی میں اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کفر و شرک کرتے، ظلم کرتے دکھائی دیتے ہیں اور قرآن یہی چاہتا ہے۔ عبداللہ بن ابی سے نفرت کرنے سے کیا ہوگا اس کے کردار و اعمال سے نفرت کرو ابولہب اور ابوجہل کو گالیاں دینے سے کیا ہوگا ان کے کردار سے، ان کے برے اخلاق سے، برے اعمال سے اپنی حفاظت کرو۔

قرآن عمل کی نیت سے سننا چاہیے

یہاں میں آپ حضرات سے گذارش کروں گا کہ جب قرآن کی کوئی آیت پڑھی جائے اور اللہ پاک سمجھنے کی توفیق عطا فرمادیں یا مجلس درس میں بیٹھے ہیں جس میں کوئی آیت سمجھی یا سمجھائی جائے تو عمل کی نیت ضرور کرلیا کریں۔ برے لوگوں کا ذکر ہو تو ان کی صفات اور کردار سے بچنے کا دل میں ارادہ ضرور کرلیا کریں اس سے بچنے کی کوشش بھی کریں اور اگر اچھے لوگوں کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرلیا کریں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی نیت بھی ضرور کر لیا کریں۔ ارے اللہ کے بندو! نیت تو کرلیا کریں کہ میں کوشش کروں گا توفیق دینے والی ذات تو اللہ کی ہے ممکن ہے کہ اللہ پاک توفیق دے دیں وہ دعا قبول ہو جائے، وہ تمنا قبول ہو جائے عمل کی نیت ضرور کرلیا کریں اس سورت میں ابولہب کا ذکر ہے یا ابوجہل کا لیکن جو ان کے اخلاق و اعمال و عادات بتائی گئی ہیں دل میں نیت بھی ضرور کریں کہ میں ان سے بچوں گا دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! تو میرے لیے بچنا آسان کر دے۔ فرمایا اَرَءَيْتَ قرآن کا یہ بھی انداز ہے آپ جگہ جگہ دیکھیں گے، پڑھیں گے قرآن میں اللہ فرماتا ہے اَرَءَيْتَ۔ اَرَءَيْتُمْ یہ وہاں استعمال کیے جہاں تعجب کے ساتھ یا نفرت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے، کہیں تو تعجب کے ساتھ اَلَمْ تَرَ

كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے؟ اب اس شخص کے اعمال و کردار کی نفرت دل میں بٹھانا مقصود ہے۔

دین کے کئی معانی آتے ہیں

دین کس کو کہتے ہیں؟ عربی زبان میں دین کے بہت سارے معانی آتے ہیں قانون، ملت، جزاء، ملکیت، مذہب، عادت، سیرت، فرمانبرداری، پرہیزگاری اور بہت سے معانی لغت کی کتابوں میں لکھے ہیں زیادہ تر مفسرین نے دین کا جو معنی کیا ہے وہ جزاء ہے۔ یہ جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے سورۂ فاتحہ میں بھی یہی معنی ہیں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ جزاء کے دن کا مالک ہے، حساب کے دن کا مالک ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، یہ شخص جزاء کے دن کا، حساب و کتاب کے دن کا انکار کرتا ہے اس شخص کے اس انکار نے اس کے دل کو سخت کر دیا، اس کو گناہوں پر جری کر دیا۔ یاد رکھیں میں قیامت پر حقیقی ایمان کی بات کر رہا ہوں ہمارا جو ایمان ہے رسمی ایمان ہے، کتابی ایمان، لفظی ایمان، ظاہری ایمان میں ایسے ایمان کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

آخرت کا خوف گناہوں سے روک دیتا ہے

قیامت پر جو حقیقی ایمان ہے یہ دل کے اندر خوف پیدا کرتا ہے، یہ ہاتھوں کو ظلم سے روک دیتا ہے، یہ پیروں کو گناہوں کی طرف جانے سے روک دیتا ہے، یہ گندی جگہ کی طرف نظر اٹھانے سے آنکھوں کو جھکا دیتا ہے، اونچا بول بولنے سے زبان کو بند کر دیتا ہے، گونگا بنا دیتا ہے اگر واقعی حقیقی ایمان ہے۔
یہ شخص جس کے کردار کا اللہ پاک تذکرہ کر رہے ہیں قیامت کے انکار نے اس کے دل کو سخت کر دیا اب یہ کیا کرتا ہے؟۔

یتیم کے ساتھ شفقت کا معاملہ

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② (یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے)
ایک بات ذہن میں آگئی قرآن ایک لفظ استعمال کرتا ہے جو شخص عربی نہیں جانتا وہ لفظ سن کر کچھ نہ کچھ معنی کا اندازہ کر لیتا ہے یہ لفظ کس طریقہ سے پڑھا جا رہا ہے يَدُعُّ الْيَتِيْمَ سختی کیساتھ اب یہ لفظ بتا رہا ہے کہ اس میں کوئی سختی والا معنی پایا جا رہا ہے فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ یہ یتیم کو دھکے دیتا ہے یہی لفظ قرآن میں دو دفعہ آیا

ہے یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا، اب یہ الفاظ، ان کا لہجہ، ان کا انداز، ان کا اسلوب یہ بتا رہا ہے کہ ان میں کچھ سختی پائی جارہی ہے۔

اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن جہنم کی آگ کی طرف ان کو دھکے دے دے کر لایا جائے گا، آنا نہیں چاہیں گے، اٹکیں گے، لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو کھینچ کر جہنم کی طرف لایا جائے گا چیخیں گے، چلائیں گے غلطی ہوگئی، ایک مرتبہ مہلت دی جائے آگ کی بھڑک کو سنیں گے، عذاب کی بدبو سونگھیں گے، فرشتوں کی آواز سنیں گے، جہنمیوں کی چیخ و پکار سنیں گے، نہیں جانا چاہیں گے اللہ فرماتا ہے کہ ان کو کھینچ کر جہنم کی طرف لایا جائے گا تو یہی لفظ یہاں بھی استعمال ہوا ہے فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ یہ شخص یتیم کو دھکے دیتا ہے جبکہ اللہ اور، اللہ کے رسول نے یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ نے جو قرآن کریم میں یتیم کے حقوق کے احساس دلانے کے لیے اور دلوں کو جھنجوڑنے کے لیے، سوئے ہوئے ضمیروں کو بیدار کرنے کے لیے اور سخت دلوں پر دستک دینے کے لیے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں پڑھتے پڑھتے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ یا اللہ! اس سے بچالے۔ سورہ نساء میں فرمایا وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا

جو لوگ یتیموں پر ظلم کرتے ہیں وہ کبھی اس انداز سے سوچیں کہ اگر میں مر جاؤں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بچ جائیں تو میرے دل میں ان کے لیے کیا احساسات ہوں گے، میں ان کے لیے کیا سوچوں گا اگر کوئی ظلم کرے تو میرے جذبات کیا ہوں گے چھوٹے چھوٹے بچے اور باپ کا سہارا اٹھ گیا ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیں، خود ہی تصور کریں کہ میرے بچے دھکے کھا رہے ہیں وہ ابا نہیں رہا جو شفقت کا ہاتھ رکھے۔ تھوڑا سا یہ بھی سوچیں کہ یہ بچہ یتیم ہے جس پر ظلم کر رہے ہو۔ اس کا بھی باپ تھا حالات اور حوادث نے اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا لیا اللہ بسا اوقات یہ حالات اور حوادث اس لیے پیدا کرتا ہے تاکہ دوسروں کو آزمائے کہ وہ حالات اور حوادث اور یتیموں کا خیال کرتے ہیں یا نہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں یا نہیں۔

حضور ﷺ نے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا

اللہ کے نبی نے تو حسن سلوک کا حکم دیا۔ مسلم کی حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ۔ میں اور یتیم کا کفیل خواہ اپنی اولاد ہو یا کسی اور کی، جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کمزوروں کو اٹھانے کے لیے آئے تھے، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے آئے تھے مظلوموں کو حق دلانے کے لیے آئے تھے، ہاں ہمارے نبی صرف نماز، روزے، حج کی تلقین کرنے کے

لیے نہیں آئے تھے بلکہ مظلوموں کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے آئے تھے، جس کا کوئی باپ نہ ہوتا تو کہتے گھبرایئے نہیں محمد تمہارا باپ ہے آپ اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے تھے۔ مسند احمد کی حدیث ہے بیواؤں کی خبر گیری کیا کرو۔ ایک صاحب آئے اور درخواست کی کہ میرا دل سخت سا ہوگیا ہے قساوت سی ہے۔ کبھی دل سخت ہو جاتا ہے لیکن مستقل دل سخت ہوجائے خدا کی قسم! اس سے بڑا عذاب اور کوئی نہیں۔ لیکن کبھی کبھی تو معاملہ ہر ایک کے ساتھ پیش آسکتا ہے، تلاوت سنتا ہے دل نہیں لگتا، دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا، وعظ سنتا ہے دل متأثر نہیں ہوتا، ذکر میں دل نہیں لگتا، دعا کرنے میں دل نہیں لگتا تو بھائی دل میں سختی محسوس ہوتی ہے صوفیاء کے ہاں اس کو قبض کہتے ہیں دل تنگ سا ہونے لگتا ہے۔ تو حضور سے درخواست کی کہ میرے دل میں کچھ سختی ہے اس کا کوئی علاج تو بتایئے کہ سختی دور ہو جائے تو اللہ کے نبی نے فرمایا کہ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھ دے، یوں یتیموں کے حقوق کی ترغیب دی جیسا کہ پہلے عرض کیا، جو بھی بات سنیں عمل کی نیت سے سنیں آج سے نیت کرلیں کسی یتیم کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اگر ہو سکے تو اس کی کفالت کروں گا، اپنی بیٹی کے نکاح پر لاکھوں خرچ کرتا ہوں کسی یتیم بیٹی کے نکاح پر ہزاروں خرچ کروں گا اللہ پاک آسان فرمائے۔ آمین۔

مسکین کو کھانا کھلانا

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ (اور یہ یتیم کو کھانا کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتا)

خود بھی نہیں کھلاتا دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا، ارے بھوکوں کو کھلایا کرو، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا کرو، بیواؤں کی خبر گیری کیا کرو، اس کو یہ کہنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ اصل میں جو بخیل ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ سارے ہی لوگ بخیل بن جائیں تاکہ مال کا کوئی طعنہ نہ دیں۔

بخل کی مذمت

حضور اقدس ﷺ بخل سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ جن چیزوں سے آپ پناہ مانگتے تھے ان میں سے ایک چیز بخل بھی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ۔ اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اللہ کے نبی نے فرمایا کہ بخل سے بڑی کوئی بیماری نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عجیب روایت بیان کی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس میں نعمتوں کو پیدا فرمایا، ایسی نعمتیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں اور جن کا خیال کسی دل میں پیدا نہیں ہوا تو اللہ نے جنت سے فرمایا بول! تو جنت بولی، قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے کامیاب ہوگئے۔ تو اللہ نے فرمایا

وَعِزَّتِیْ لَا یُجَاوِرُنِیْ اِلَّا فِیْكَ بَخِیْلٌ لیکن میری عزت کی قسم! بخیل کو تیرے اندر نہیں آنے دوں گا۔
جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں بھی ہاتھ کو روک کر رکھتا ہے اور پیسوں کو گن گن کر رکھتا ہے کہ کہیں اس میں کمی نہ ہو جائے تو اللہ نے فرمایا کہ کسی کو یتیم پر خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ اللہ نے یہی بات سورۃ الحاقہ میں بھی بیان فرمائی کہ بعض لوگ وہ ہوں گے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض وہ ہوں گے جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ کاش! کہ مجھے میرا نامۂ اعمال نہ ملتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ﴿۲۶﴾ اور مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ﴿۲۷﴾ کاش کہ میرا قصہ ختم ہو جاتا۔ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ﴿۲۸﴾ میرے مال نے مجھے کچھ فائدہ بھی نہیں دیا، میری وہ عزت، میری وہ کرسی، میرے اقتدار نے مجھے کچھ نفع نہیں دیا۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ جکڑو ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ جاکر اس کو جہنم میں ڈال دو، زنجیروں میں اس کو بند کرو، ستر ہاتھ لمبی زنجیروں میں بند کرو۔ کیا گناہ ہے اس کا؟ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ کہ اللہ جیسی عظیم ہستی پر یہ ایمان نہیں رکھتا تھا۔ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ وہی الفاظ یہاں پر ہیں یہ یتیموں کو کھانا کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتا تھا۔ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ﴿۳۵﴾
وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ اس کا کھانا جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ہے لَا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ اور اس کو جہنمیوں کے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا۔ سورۂ مدثر میں اللہ نے فرمایا کہ مجرمین سے سوال کیا جائے گا کہ تمہیں جہنم میں کس چیز نے ڈالا تو وہ کہیں گے کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور ہم یتیم کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، نہ کھلاتے تھے، نہ دوسروں کو ترغیب دیتے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَلدَّالُّ عَلَى الْخَیْرِ كَفَاعِلِهٖ نیکی کی دعوت دینے والا، نیکی کی ترغیب دینے والا، نیکی کا راستہ دکھانے والا، دوسروں کو نیکی کی راہ پر چلانے والا ایسا ہے جیسے خود نیکی کرنے والا ہے۔ جس نے نیکی کا راستہ دکھایا اللہ ثواب اس کو بھی دے گا اس کے خزانوں میں تو کمی نہیں ہے وہ کرنے والے کو بھی ثواب دے رہا ہے اور راستہ دکھانے والے کو بھی ثواب دے رہا ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ﴿۴﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴿۵﴾

ڈرنے کا مقام ہے میرے نمازی دوستو! یہاں اللہ نے جن لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو بظاہر مذہبی لوگ تھے آپ سوچیں گے کہ ابولہب کہاں سے مذہبی آدمی تھا؟ یہ سب مذہبی لوگ تھے؟ کعبہ کے متولی؟ خادم، کعبہ کے بڑے تھے، کعبہ کی بناء پر ہی تو عزت ملی ہوئی تھی، قریش اپنی سوچ کے مطابق نماز بھی پڑھتے تھے، کعبہ کی تو بنیاد ہی نماز کے لئے رکھی گئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی کو اور دودھ پیتے بچے کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو کیا کہہ

رہے تھے لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اللہ! اس لئے چھوڑ کے جا رہا ہوں تا کہ یہ نماز کو قائم کریں ۔ یہ ساری قربانی اور کعبہ کی تعمیر یہ تو نماز کیلئے ہوئی تھی یہ دنیا کیلئے نہیں ہوئی تھی ۔ تو نماز یہ بھی پڑھتے تھے اپنی سوچ کے مطابق، اپنے نظریہ کے مطابق اللہ نے فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ہلاکت ہے، عذاب ہے ان نمازیوں کیلئے جو صرف نماز پڑھ کر اپنے آپکو جنت کا ٹھیکے دار سمجھتے ہیں ۔ دین تو ایک پورا نصاب ہے، صرف نماز تک محدود نہیں ہے پوری زندگی کو بدلنا ہوگا میرے بھائی، میرے دوست، اپنی تجارت کو، اپنی معیشت کو، اپنی معاشرت کو، اپنے اعمال کو، اپنے گھر کو، اپنی دوکان کو، اپنی سیاست کو، اپنے رویّوں کو، اپنی ترجیحات، سب کو بدلنا ہوگا۔

نماز سے غفلت اور اس کا اثر

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں)

سہو کا معنی ہے بھول جانا آپ جانتے ہیں کہ سجدہ سہو نماز میں اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی نماز میں بھول جائے نماز میں بھول جانا اور چیز ہے اور نماز کو بھول جانا اور چیز ہے، نماز میں بھول جانا غیر اختیاری چیز ہے اس میں بھول جائے تو گناہ نہیں سجدہ سہو کرے تو نماز مکمل ہو جاتی ہے ۔ نماز کو بھول جانا یہ قابل مذمت ہے ایک یہ کہ نماز کو چھوڑ دے، نماز پڑھتا ہی نہیں، نماز کی اہمیت ہی دل میں نہیں جبکہ اللہ کے نبی فرماتے ہیں کہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے اور فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے یہ اللہ کے نبی فرما رہے ہیں اور مسلمان کے دل میں نماز کی اہمیت ہی نہیں، نماز کی عظمت ہی نہیں ہے تو نماز کو بھول جانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ نماز پڑھتا ہی نہیں، نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔

نماز کو بھول جانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ غفلت سے پڑھتا ہے، لاپرواہی سے پڑھتا ہے ۔ دل میں نماز کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حال یہ ہے کہ ثواب کی امید نہیں اور نہ پڑھے تو عذاب کا ڈر نہیں، بظاہر نماز میں ہے لیکن دل نماز میں نہیں نہ تو وقت کی پابندی، نہ دوام، نہ تسلسل جب شیطان کا غلبہ ہوا تو نہیں پڑھتا، اور جب پڑھتا ہے تو خشوع خضوع نہیں، اللہ کے ہاں جس ادب سے کھڑا ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ اپنے افسر کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، دنیا کے کھوٹے سکوں کے مالک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اپنے سیٹھ کے سامنے، فیکٹری کے مالک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے جس ادب کے ساتھ اللہ کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے تھا اس ادب کے ساتھ کھڑا نہیں ہوتا ہے اب نماز میں کھڑا ہے کہیں کپڑے صحیح کر رہا ہے، اُدھر کھجلی، ادھر کھجلی، جمائی پہ جمائی آ رہی ہے اور نماز پڑھ رہا ہے ۔ ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں اللہ نے فرمایا: یہ صفت یہ انداز یہ تو منافقین کا ہے مسلمان کا نہیں ہے۔

سورۂ نساء میں فرمایا: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى

جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بے دھیانی، سستی، کاہلی، بے توجہی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ چلو پڑھ ہی لیں لیکن عظمت دل کے اندر نہیں ہے، جب عظمت دل کے اندر نہیں تو نماز کا اثر بھی نہیں ہوتا زندگی بھر نماز کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا، اخلاق میں اثر دکھائی نہیں دیتا، وہی کچھ جو بے نمازی کر رہے ہیں وہی نمازی بھی کر رہے ہیں جھوٹ بول رہے ہیں سودا بیچنے کے لئے دوسروں سے خیانت کر رہا ہے، بہتان لگا رہا ہے، چغلی کر رہا ہے، اسی طریقے سے اللہ معاف کرے ایسے لوگ نماز کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں کہ اس نمازی سے سودا نہ خریدنا، یہ ایسا ہے، یہ ویسا ہے کیا اس نے نماز کو بدنام نہیں کیا؟ جب نماز کی عظمت دل میں ہوگی تو نماز کا اثر سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر ہوگا ایک عجیب بات دل میں سوار ہے، ذہن پر چھائی ہوئی ہے، خیال اور تصور کی صورت میں ہے کہ نماز ایک طاقتور دوا ہے، ایک مقوی ٹانک ہے، ایک شفاء دینے والی دوا ہے ہمیں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا نہ اعمال میں، نہ اخلاق میں تو کوئی اثر ہی نہیں ہے، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہر نماز اس کی ترقی کا ذریعہ بنے، ہر نماز اس کو مزید اللہ تعالیٰ کے قریب کردے اس لئے یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوئی انتہاء نہیں ہے بہت قرب حاصل ہوگا اس لئے کہ قرب کی کوئی انتہاء نہیں ہے انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ کا قرب جس کو حاصل ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور دنیا میں نچلا اور گھٹیا مرتبہ شیطان کا ہے اور ان کے درمیان ہزاروں نہیں لاکھوں مرتبے ہیں تو ہر نماز اس کو مزید اللہ کے قریب کرے گی جب کہ دل میں عظمت ہو۔

اخلاص کے بغیر عمل بے کار ہے

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (وہ جو کچھ دکھلاوا کرتے ہیں)

دل کے اندر اخلاص نہیں ہے، دکھاوا ہے۔ ہر نیکی کی بنیاد اخلاص ہے ہر دعوت کی بنیاد اخلاص ہے، نماز کی جان اخلاص ہے، روزے کی جان اخلاص ہے، عمرے کی جان اخلاص ہے، صدقے کی جان اخلاص ہے، جہاد کی جان اخلاص ہے، تدریس تبلیغ کی جان اخلاص ہے، اخلاص ہو تو وہ عمل جان والا ہوتا ہے۔ اللہ کے ہاں مقبولیت کے زیادہ لائق ہوتا ہے، اخلاص نہ ہو تو وہ عمل بیکار ہے اللہ کے ہاں اس کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہے اگر اخلاص ہو تو اللہ کے ہاں اس کی قدر و قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی پہلی روایت اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ جیسی نیت ہوگی ویسا عمل، اگر نیت کھوٹی ہے تو بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹا، کھوٹا سکہ ہم قبول نہیں کرتے تو قیامت کے دن بھی کھوٹے اعمال نہیں چلیں گے ایسے اعمال جو اخلاص سے خالی ہوں، جو لوگوں کو دکھانے کے لئے کئے جائیں۔

ریاکاری کا عذاب

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہ تین شخص ہوں گے، تین قسم کے آدمی، تین جماعتوں کا فیصلہ ہوگا تین آدمی سب سے پہلے ہوں گے ان میں سے ایک شہیدوں کی جماعت اللہ ان سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں جوانی دی طاقت دی تم نے کہاں خرچ کی؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے تیری راہ میں جہاد کیا کفار کے ساتھ لڑتے رہے، اور تیری راہ میں شہید ہو گئے تو اللہ پاک کہے گا نہیں! میری رضا کے لئے نہیں، میرے لئے جان قربان نہیں کی، بلکہ تم اس لئے لڑتے رہے تا کہ لوگ ہماری بہادری کے تذکرے کریں اور وہ ہو گئے، وہ مقصد تو حاصل ہو گیا لوگوں نے تمہاری بڑی تعریفیں کیں، لوگوں نے تو تمہارے نام کے بڑے بڑے نعرے لگائے، تذکرے تو ہو گئے، شہرت تو ہو گئی، جو تم چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ میں نے تمہیں زندگی دی تھی، قرآن کی نعمت دی تھی، تو کیا کرتا رہا؟ کہے گا یا اللہ! میں ساری زندگی قرآن پڑھتا رہا اور پڑھاتا رہا، اللہ فرمائیں گے کہ جھوٹ بولتا ہے، تم مجھے خوش کرنے کے لئے، مجھے راضی کرنے کے لئے قرآن نہیں پڑھتے تھے بلکہ تم اس لئے پڑھتے تھے کہ لوگ مجھے قاری کہیں، علامہ صاحب کہیں، اور مجھے دنیا کی عزت مل جائے اور وہ مل گئی۔

جس کو اللہ نے بے تحاشا مال و دولت عطا کی تھی اللہ اس سے پوچھے گا کہ دنیا میں بڑے فقیر، غریب لوگ تھے، تو نے اس روپے پیسے کو کہاں خرچ کیا؟ عرض کرے گا یا الٰہی! میں تیری راہ میں مال لٹاتا رہا، میں نے ہسپتال بنوایا، میں نے یتیم خانہ بنوایا، میں نے یہ کیا وہ کیا اللہ کہیں گے کہ یہ سب تو نے میرے لئے نہیں کیا بلکہ دنیا کو دکھانے کے لئے کیا، پھر ان تینوں کے بارے میں حکم ہوگا کہ ان تینوں کو پیشانی کے بل گرا دو اور تینوں کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو، جو کچھ کیا میری رضا کے لئے نہیں کیا، بلکہ لوگوں کی رضا کے لئے کیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ علم دین بڑی فضیلت والا عمل ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب طالب علم گھر سے نکلتا ہے تو چیونٹیاں بلوں میں، مچھلیاں پانی میں طالب علم کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں لیکن فرمایا کہ جس شخص نے دین کا علم، قرآن و حدیث کا علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، ریا ہر عمل کو باطل کر دیتا ہے۔

ارے! اچھی نیت اور اخلاص ایسی قیمتی چیز ہے کہ عمل کئے بغیر بھی اجر مل جاتا ہے اور دکھلاوا ایسی چیز ہے کہ عمل کرنے کے باوجود بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اچھی نیت کریں، یا اللہ! اگر مجھے اتنا مال مل گیا تو تیرے راستہ میں خرچ کروں گا، لیکن نیت پختہ، خالص اور

سچی ہو۔

ایمان افروز واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ لکھا ہے و اللہ اعلم بالصواب۔ایک غریب انسان جارہا ہے راستے میں ایک ریت کا ڈھیر دیکھا، دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ یا اللہ! تو اگر مجھے اتنی دولت عطا فرمادے تو میں ساری تیرے راستہ میں لٹادوں۔نیت خالص اور سچی تھی، اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا کہ اس مسافر کو بتادو کہ میں نے تیرے نامۂ اعمال میں اس ڈھیر کے برابر سونا چاندی خرچ کرنے کا ثواب لکھ دیا ہے۔

نیت خالص تھی کہ یا اللہ! کہیں شریعت کے قاعدہ کے مطابق جہاد ہو اور اس میں حصہ لوں، تیرے راستے میں تیری دی ہوئی جان قربان کردوں، نیت سچی اور خالص تھی اللہ کے نبی نے فرمایا اگر بستر پر بھی موت آ گئی تو شہید ہوگا کیونکہ نیت خالص تھی شہادت کا مقام ملے گا، اخلاص کی عظمت یہ ہے کہ بغیر عمل کے ثواب مل رہا ہے اور ریا اور دکھلاوا کئے ہوئے عمل کو بھی باطل کرتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ریاکار اور دکھلاوا کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو سفر پر جاتا ہے اور اپنا تھیلا ریت سے بھر لیتا ہے کہ ریت کی بوری اور تھیلا زادِ راہ ہے۔مشقت بھی اور مٹی اس کے کسی کام میں نہیں آئی سونے جیسے اعمال جو لوگوں کو دکھانے کے لئے کئے تھے قیامت کے دن جب اٹھے گا تو ان کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

ساری رسومات میں دکھلاوا ہے

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝۴ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝۵ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝۶

(ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو دکھلاوا کرتے ہیں)

یہ صرف چند افراد کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں جو سیاسی اور مذہبی جماعتیں ہیں ان کو بھی اپنا جائزہ لینا چاہئے۔آج کل یہ جو مرنے پر رسمیں ہوتی ہیں دکھاوا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے؟ یہ شادی پر جو اتنا خرچ کرتے ہیں یہ سب دکھاوا ہے اپنے آپ کو اتنا پریشان کیا ہوا ہے، مشکلات میں ڈالا ہوا ہے جانتا ہے کہ سب کچھ غلط ہے لیکن مشکلات میں ڈالا ہوا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسموں کے بغیر اتنی شادیاں کی ہیں آ کر دیکھ لو میری ناک بچی ہوئی ہے اور فرمایا کہ میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے سنت کے مطابق نکاح کیا ہو اور اس کی ناک کٹی ہو۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۝ (اور ضرورت کی چیز بھی دینے سے انکار کر دیتے ہیں)

اتنے بخیل ہیں، عام ضرورت کی چیز اگر کوئی مستعار مانگے تو وہ بھی نہیں دیتے۔ اللہ ہم سب کو ریا کاری اور بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّةٌ

موضوع

قرآن خیر کثیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾

ترجمہ:...... (اے پیغمبر!) یقین جانو کہ ہم نے تمہیں کوثر عطا کردی ہے۔ (۱) لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے نماز پڑھو، اور قربانی کرو۔ (۲) یقین جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔ (۳)

منکرین قرآن کے لئے قرآنی چیلنج

یہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت ہے جس طرح قرآن ہمارے آقا حضرت محمد الرسول ﷺ کا معجزہ ہے۔ اسی طریقہ سے قرآن کریم کی یہ چھوٹی سی سورت بھی قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ پہلے قرآن کے منکروں کو چیلنج دیا تھا کہ اگر تمہیں قرآن کے بارے میں شک ہے تو تم قرآن کے مقابلے میں دوسرا قرآن بنا کر لے آؤ لیکن کوئی بھی اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا تو اللہ نے فرمایا: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ اگر سارے جن اور سارے انسان جمع ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس جیسا ایک اور قرآن بنا لائیں تو نہیں بنا سکتے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ پھر ان کو چیلنج دیا گیا کہ اگر پورا قرآن نہیں بنا سکتے۔

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ چلو دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تم اکیلے بنا کر لاؤ ایک شاعر، ایک ادیب، ایک خطیب، ایک ذہین آدمی نہیں وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ پاک کو چھوڑ کر جتنوں کو چاہو بلا لو اور سارے جمع ہو جاؤ مگر تم قرآن جیسی دس سورتیں نہیں بنا سکتے پھر آخر میں یہ چیلنج دیا گیا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ قرآن جیسی دس سورتیں نہیں بنا سکتے تو ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ اور اس میں تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنے معاونین کو بلا لو اور سب جمع ہو جاؤ ایک سورت بنا کے لے آؤ۔ جو قرآن نے کہا کہ ایک سورت بنا کر لے آؤ تو جیسے یہ چیلنج سورۂ بقرہ کے لیے تھا سورۂ آل عمران کے لیے تھا تو یہ چیلنج سورۂ کوثر جیسی چھوٹی سورت کے لیے بھی ہے کہ اس جیسی ایک سورت بنا کے لے آؤ۔

قرآن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے

یہ چھوٹی سی سورت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک معجزہ ہے اور اعجاز کا شاہکار، لفظی فصاحت کے اعتبار سے دیکھیں تو اس کا ہر حرف اور لفظ سلیس اور برمحل، کلامی فصاحت کے اعتبار سے دیکھیں تو کلمات کی ترتیب قواعد کے مطابق اور ترکیب دل پسند اور معانی بہت بلند ایسے الفاظ جڑے ہوئے ہیں نگینہ کی طرح کہ ایک لفظ نکال کر اگر دوسرا لفظ رکھ دیں تو اس کے اندر جو فصاحت، بلاغت، جو سلاست، جو روانی، جو کشش ہے وہ ختم ہو جائے گی بعض حضرات نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو ایک منچلے نوجوان نے یہ سورت ایک کاغذ وغیرہ کے ٹکڑے پر لکھی اور لکھ کر ایک بوڑھے گوشہ نشین شاعر کے پاس لے گیا اور کہا کہ تین مصرعے میں نے اس نظم کے بنالیے ہیں چوتھا مصرعہ تم بنادو تا کہ رباعی ہو جائے وہ دیکھتا رہا، غور کرتا رہا پھر آخر میں اس نے ایک مصرعہ لکھ ہی دیا۔ وَاللّٰهِ مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے تم جھوٹ بولتے ہو کہ یہ نظم میں نے خود بنائی ہے اور یہ مصرعے میں نے خود بنائے ہیں یہ کلام بتا رہا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

فضائل سورۃ الکوثر

جہاں تک اس سورت کی فضیلت کا تعلق ہے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایک دن کچھ غشی سی طاری ہوئی آپ سر جھکا کر بیٹھے رہے پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اوپر اٹھایا حاضرین نے پوچھا اے اللہ کے نبی! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ پھر اللہ کے نبی نے خود ہی پوچھا اَتَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ کیا تم جانتے بھی ہو کوثر کیا ہے؟ اور جواب بھی خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ جنت میں ایک نہر ہے جو اللہ مجھے عطا فرمائے گا اس نہر پر آسمان کے ستارے کیطرح چمکتے ہوئے صاف ستھرے برتن ہوں گے میری امت آئے گی اور میں اس میں سے ان کو بھر بھر کے پلاؤں گا لیکن کچھ لوگ آئیں گے اور ان کو روک دیا جائے گا اَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّهٗ مِنْ اُمَّتِيْ میں عرض کروں گا کہ یا اللہ! یہ بھی تو میرا امتی ہے، میری امت کا ایک فرد ہے جواب دیا جائے گا۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ نہیں جانتے کہ آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد انہوں نے کیا کیا حرکتیں کیں، یہ اس نہر سے اور آپ کے دست مبارک سے پینے کے قابل نہیں ہیں۔

شانِ نزول

اس سورت مبارکہ کا شانِ نزول مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جب ایک بیٹے یا دو بیٹوں کا

انتقال ہو گیا تو قریش کے سردار عاص بن وائل، عتبہ بن ابی نعیم، ابولہب جو آپ کے مشہور دشمن تھے انہوں نے کہا اَبْتَرَ مُحَمَّد ﷺ محمد کی تو نسل کٹ گئی، سلسلہ ختم ہو گیا۔ نسل بیٹوں سے چلتی ہے اور محمد ﷺ کے بیٹے فوت ہو گئے اب اس کی نسل نہیں چلے گی، اب اس کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ پاک نے یہ سورت نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ آپ کی نسل نہیں کٹے گی آپ ابتر نہیں ہیں بلکہ آپ کا دشمن ابتر ہے۔

کوثر کی مختلف تفاسیر

یہ کوثر کیا چیز ہے؟ ابھی آپ نے حدیث کے حوالے سے پڑھ لیا کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ کوثر ایک حوض کا نام ہے۔ حوض کوثر عام طور پر زبانوں پر چڑھا ہوا بھی ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوثر کا ایک اور معنیٰ کیا ہے خیر کثیر۔ جس کا معنی ہے بہت زیادہ بھلائی، بہت بڑی خیر، بہت زیادہ خیر ہم نے آپ کو عطا کی ہے اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں کوثر جنت میں ایک نہر ہے لیکن اللہ نے جو فرمایا کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی، بہت زیادہ بھلائی عطا کی ہے نہر اس خیر کا ایک حصہ ہے یہ کل خیر نہیں ہے یہ نہیں کہ صرف حوض کوثر عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ تے اپنے نبی کو بہت زیادہ خیر عطا فرمائی اس کا ایک حصہ یہ نہر بھی ہے۔ وگرنہ اللہ نے جو اپنے نبی کو خیر کثیر عطا کی تو نبوت بھی خیر کثیر ہے، آپ کو جو حکمت عطا کی گئی وہ بھی خیر کثیر ہے، آپ کو جو علم دیا گیا وہ علم بھی خیر کثیر ہے، آپ کو جو قیامت کے دن شفاعت کی اجازت عطا کی گئی اور شفاعت کا جو مقام عطا کیا گیا وہ مقام بھی خیر کثیر ہے، آپ کو جو مقام محمود عطا کیا جائے گا جس کی ہم ہر اذان کے بعد دعا کرتے ہیں۔ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا محمود بھی خیر کثیر ہے، دنیا میں آپ کی امت ہر نبی کی اُمت سے زیادہ یہ بھی خیر کثیر ہے، دشمنوں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدد عطا فرمائی یہ بھی خیر کثیر ہے، آپ کے معجزات سارے انبیاء سے زیادہ، کبھی آپ کے ہاتھوں میں کنکریاں بول پڑیں، کبھی آپ نے اشارہ کیا تو درخت چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، کبھی بکری کے خشک تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں، کبھی چند قطرے پانی میں انگلیاں ڈالیں تو پانی کے چشمے جاری ہو گئے، کبھی تھوڑے سے کھانے پر دم کر دیا تو وہ بہت بڑے لشکر کو کافی ہو گیا یہ سارے معجزات خیر کثیر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اعلیٰ اخلاق عطا کیے وہ اعلیٰ اخلاق بھی خیر کثیر ہیں جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ہم نے آپ کو خلق عظیم کے مقام پر فائز کیا۔ آپ کے لیے کعبہ کو جو قبلہ بنایا گیا یہ کعبہ بھی خیر کثیر ہے۔

قرآن کریم بھی خیر کثیر ہے

لیکن میرا ایک اپنا ناقص سا ذوق ہے ایسا نہیں کہ میں بغیر کسی دلیل کے اجتہاد کرتا ہوں۔ ذوق تھا اور الحمد للہ اس پر کئی دلیلیں بھی مل گئیں کوثر سے مراد یہاں پر، خیر کثیر سے مراد قرآن کریم ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا خیر کثیر عطا کیا یہ میں کیسے کہہ رہا ہوں۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۹ میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ جس کو میں نے حکمت عطا کر دی وہ سمجھ لے کہ مجھے خیر کثیر مل گئی جس کو حکمت مل گئی وہ سمجھ لے کہ مجھے بڑی بھلائی مل گئی اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حکمت سے مراد فہم قرآن ہے اللہ کہتا ہے کہ جس کو میں نے قرآن کی سمجھ عطا کر دی اس کو میں نے خیر کثیر عطا کر دی۔

قرآن کا علم سب سے بڑی نعمت ہے

اس لیے بعض حکماء اور علماء نے کہا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا اس کو چاہیے کہ وہ اپنا مقام پہچانے اور دنیا والوں کے سامنے سر نہ جھکائے اور ان کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب سے افضل اور بہتر اور علمی چیز عطا کر دی دنیا کے بارے میں کہتے ہیں قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا اِلَّا قَلِيْلٌ فرما دیجئے کہ دنیا کا سارا سامان یہ قلیل ہے اور اللہ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ خیر کثیر ہے یہ بہت بڑی بھلائی ہے اور قرآن کا علم، قرآن کا فہم، قرآن کا تعلق یہ خیر کثیر ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی نعمت عطا کی ہو پھر وہ اپنے آپکو دنیاداروں کے مقابلے میں حقیر سمجھے، احساس کمتری کا شکار ہو اور دنیاداروں کو اونچا سمجھے اور اپنے آپکو نیچا سمجھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فقد عظم صغیرا و صغر عظیما کہ اس بد بخت نے چھوٹی چیز کو بڑا سمجھا اور بڑی چیز کو چھوٹا سمجھا۔ دنیا چھوٹی چیز تھی اور اس کو وہ بڑا سمجھنے لگا اور قرآن بڑی چیز تھی اس کو وہ چھوٹا سمجھنے لگا۔ میرے وہ دوست، میرے وہ پیارے ساتھی جن کو اللہ نے قرآن کا علم عطا کیا، وہ قرآن کے حافظ ہیں، وہ قرآن کے قاری ہیں، وہ قرآن کے عالم ہیں یہ روایت پڑھنے سے پہلے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ خدارا کبھی بھی احساس کمتری کا شکار نہ ہوں، دنیاداروں کے مقابلے میں اپنے آپ کو چھوٹا اور حقیر مت سمجھیں، غریب اور حقیر مت سمجھیں آپ کے سینے میں تو کائنات کی سب سے بڑی دولت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے اللہ پاک نے قرآن کی نعمت عطا کی اور پھر وہ فقر کی شکایت کرتا ہے، غربت کی شکایت کرتا ہے، اپنے آپ کو غریب، فقیر اور حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کے درمیان موت تک فقر لکھ دے گا پھر کوئی چیز اس کے فقر کو مٹا نہیں سکے گی جسے اللہ پاک نے قرآن کی نعمت عطا کی، قرآن کی دولت عطا کی ہو یہ قرآن کی عظمت کے خلاف ہے قرآن کے مقام اور

مرتبے کے خلاف ہے کہ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھے، دنیاداروں کے دروازوں پر جائے، ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے ان کی خوشامد، چاپلوسی کرے اوران کو اپنے آپ سے بڑا سمجھے، اس نے قرآن کی عظمت نہیں سمجھی۔

نصیحت آموز واقعہ

حضرت معمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی کام اٹکا ہوا تھا۔ ان سے کسی نے کہا کہ بادشاہ آپ کی اتنی عزت کرتا ہے ان سے کیوں نہیں کہتے، انہوں نے کہا کہ میں نے بھی ایک دن ارادہ کیا تھا کہ اپنے اس کام کے سلسلہ میں بات کروں لیکن اللہ نے میرے سینے میں جو قرآن رکھا ہے اس نے مجھے بادشاہ کے دروازے پر جانے سے روک دیا ہے کہ تجھے اللہ نے قرآن کا علم عطا کیا ہے تو اس کے دروازے پر چل کے نہ جا رہے تو تو چھوٹا آدمی ہے لیکن اللہ نے جو تجھے نعمت عطا کی ہے وہ بہت بڑی ہے۔

اپنا خیال نہیں کرتا تو نہ کر اپنی وردی کا تو خیال کر، بہت سے پولیس والے ہوتے ہیں کہتے ہیں وردی میں بہت عزت بنی ہوئی ہے۔ ایک انسان فوجی ہے نا معلوم اس کے اندر کیا عیوب ہیں لیکن وہ وردی کا خیال کرتا ہے وہ جرم کرنے سے پہلے اس وردی کو اتارتا ہے لیکن قرآن والے کو جو وردی عطا کر دی گئی ہے وہ وردی تو اتاری نہیں جاسکتی یہ تو اللہ نے اپنا کلام سینے میں ڈالا اس کی عظمت کا خیال کرے، اس کے مرتبہ کا خیال کرے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہم نے آپ کو بہت زیادہ بھلائی عطا کی ہے اور میں نے مفسرین کے حوالے سے بتایا کہ ساری چیزیں کوثر ہو سکتی ہیں نبوت بھی کوثر، علم بھی کوثر، مقام محمود بھی کوثر ہے، یہ امتی بھی کوثر ہے، حکمت بھی کوثر معجزات بھی کوثر، جنت میں جو نہر ہے وہ بھی کوثر ہے لیکن سب سے بڑی کوثر سب سے بڑی بھلائی سب سے بڑی خیر کثیر وہ قرآن ہے جو اللہ نے اپنے نبی کو عطا فرمایا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نظر سے گزرا اور دل خوش ہوا کہ مجھ جیسے جاہل کے دل میں جو بار بار خیال آ رہا تھا کہ کوثر سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور اتنے بڑے محدث، اتنے بڑے مفسر، اتنے بڑے اللہ والے سے خیر کثیر کی تائید مل گئی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد قرآن ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہ دل میں بٹھالو اور عمل کرلو فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں قرآن سے جتنا زیادہ تعلق رکھے گا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اتنا ہی زیادہ سیراب ہوگا۔ قرآن سے محبت کرے گا، قرآن سے جڑے گا، قرآن کا ادب کرے گا، قرآن کو پڑھے گا، قرآن پر عمل کرے گا اور اس کے حرام کو حرام سمجھے گا اور اس کے حلال کو حلال سمجھے گا اتنا ہی زیادہ اس کو حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

اللہ کے خواص کون ہیں؟

میرے بزرگو اور دوستو! اس عظیم کتاب کی عظمت کو پہچانو اور اس کے ساتھ اپنا سچا تعلق جوڑو، فہم قرآن کی عظمت کو پہچانیں گے، اس کے ساتھ سچا تعلق جوڑیں گے اور دل کی گہرائی سے اس پر ایمان لائیں گے، اسے پڑھیں گے جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے، اسے سمجھیں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے، اس کے نور کو اس کے علوم کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کریں گے تو دیکھنا پھر تم اللہ کے خواص میں سے شمار ہوں گے۔ اللہ اکبر۔ اللہ کے خواص وہ ہیں جو اللہ کے قرآن کی سچے دل سے خدمت کرنے والے ہیں۔ قرآن کے حقوق ادا کرنے والے، قرآن کی تلاوت کرنے والے، قرآن کے مطابق عمل کرنے والے، قرآن کی اشاعت کرنے والے، اگر قرآن کی سچی خدمت کی جائے گی اور اس کے ساتھ سچا تعلق جوڑا جائے گا تو یقین جانیں کہ بہت ساری اندر کی گندگیاں تو ویسے ہی ختم ہو جائیں گی۔

اصلاح کے لئے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے

آپ سنتے رہتے ہیں کہ اپنی اصلاح ضروری ہے اور اصلاح کے لیے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے۔ یہ سلسلہ جناب نبی کریم ﷺ سے چلا آرہا ہے۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے اصلاح کروائی، آپ کی صحبت میں بیٹھے، دلوں کی صفائی کروائی اور تابعین صحابہ کرام کی صحبت وخدمت میں اور تبع تابعین نے تابعین سے اصلاح کروائی یہ سلسلہ چلا آرہا ہے آج تو ایسی صحبتیں بھی عنقاء ہو گئیں، بہت کم ہو گئیں، حقیقی اللہ والے بہت کم رہ گئے، دوکانداروں کی کثرت ہو گئی دین کا نام لے کر دنیا کمانے والوں کی کثرت ہے۔

قرآن کی صحبت بھی اصلاح کا ذریعہ ہے

کوئی صحبت نہیں رہی قرآن کی صحبت تو باقی ہے، قرآن کی صحبت میں آؤ، اس کو ہاتھوں میں لو محبت سے چومو، آنکھوں پر رکھو، سینے سے لگاؤ، سر پر رکھو، محبت کا اظہار کرو، اس کو پڑھو، اس کو سمجھو، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کی قسم! اس سے محبت کرو گے تو دل صاف ہوگا، اس کو دیکھیں گے تو دل صاف ہوگا اس کو پڑھیں گے تو دل صاف ہوگا، اس کو چومیں گے تو انوار حاصل ہوں گے اور اس کو سمجھ کر عمل کریں گے تو اللہ سے امید ہے کہ ساری گندگیاں دور ہو جائیں گی۔ جو شخص زندگی بھر قرآن پڑھے گا تو موت کے وقت اس کی زبان پر قرآنی آیات جاری ہوں گی۔ اگر تکلیف کی وجہ سے قرآن نہ پڑھ سکا تو توجہ تو اس کی اس طرف ہوگی ورنہ دعا تو اللہ سے یہ کرنی چاہیے کہ ہمارا خاتمہ قرآن پڑھتے ہوئے ہو۔

عُشاقِ قرآن

حافظ سید قربان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک سیدھے سادھے قرآن پڑھنے والے انسان تھے، مختصر سی زندگی قرآن پڑھتے پڑھاتے گزاری، موت کے وقت اپنے سب عزیز واقارب کو بلایا الحمد سے قرآن پڑھنا شروع کیا والناس تک پڑھ دیا اور پھر کہا کہ تم قیامت کے دن گواہی دینا کہ میں قرآن کا حافظ تھا، قرآن پڑھتا تھا اور اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ زندگی بھر قرآن پڑھا تھا اور مرتے وقت بھی قرآن نصیب ہوا۔ ان سے زیادہ نصیحت آموز واقعہ حافظ ارادۃ الحق گیاوی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے پڑھا، انڈیا کے رہنے والے تھے، بے لوث قرآن کی خدمت کی ،کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے جب کسی بچے کا قرآن ختم ہوتا تو کہتے ہیں کہ لمبی چوڑی تقریر نہیں کرتے تھے رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں میں آنسو آجاتے اور کہتے اے بیٹا! دیکھو قرآن کو پہچاننا! قرآن کی خدمت کرنا اللہ کی رضا کے لیے رمضان کا مہینہ آتا تو ایسی مساجد تلاش کرتے جہاں پر کوئی بھی حافظ قرآن سنانے کے لیے تیار نہ ہوتا وہاں پر جا کر تھوڑا تھوڑا قرآن سناتے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ دل میں جذبہ یہ ہوتا ہوگا کہ قرآن کے نازل ہونے کا مہینہ ہے کہ کہیں اللہ کے حضور قیامت کے دن شکوہ نہ کر دیں کہ اللہ نزول قرآن کا مہینہ تھا، مسجدیں قرآن کے لیے ترستی رہیں جہاں کوئی بھی قرآن پڑھنے کے لیے تیار نہ ہوتا جو زندگی گذری قرآن پڑھتے پڑھاتے گذری، جب انتقال کا وقت آیا سخت بیمار تھے، چارپائی پر تھے، تیماردار بھی جمع تھے ایک دم ان سے کہنے لگے ارے یہ میرے نیچے تم نے قرآن کے اوراق بچھا رکھے ہیں ان کو تو ہٹاؤ تو لوگ کہنے لگے حضرت آپ کے نیچے تو کوئی اوراق نہیں لیکن وہ اپنی اس بات پر بار بار اصرار کر رہے ہیں کہ قرآن کے ان اوراق کو ہٹاؤ مجھے بے ادب کیوں بنا رہے ہو، کس حال میں مجھے دنیا سے رخصت کر رہے ہو کہ میرے نیچے قرآن کے اوراق ہیں، مگر ان کی سمجھ میں بات نہ آئی پھر ان کے استاد مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے کو ان سے بھی یہ کہنے لگے کہ حضرت! دیکھیں انہوں نے میرے نیچے قرآن کے اوراق بچھا رکھے ہیں، بے ادبی کی حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں۔ استاد تھے تھوڑا سا غور کیا تو بات سمجھ میں آ گئی عجیب بات ارشاد فرمائی، فرمایا کہ حافظ صاحب کہ نیچے قرآن کے اوراق نہیں لیکن ساری زندگی جو آپ نے بے لوث قرآن کی خدمت کی ہے آج آپ سراپا قرآن بن گئے آج آپ کو دائیں بائیں، اوپر نیچے قرآن ہی نظر آ رہا ہے۔ اللہ اکبر اقبال کا ایک شعر ہے بڑا پیارا شعر ہے۔

یہ حقیقت کسی کو نہیں معلوم
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

مسلمان بظاہر قرآن کا قاری نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں تو وہ قرآن بن جاتا ہے۔ تو جس طریقے سے خدمت

کی، خاتمہ اس طرح ہوا کہ ہر طرف قرآن ہی قرآن نظر آ رہا ہے۔

خدمتِ قرآن کا صلہ

جب قرآن کی عظمت کو دل میں بٹھایا جائے گا اور سچے دل سے قرآن کی خدمت کی جائے گی تو ایک بڑا صلہ اللہ کی طرف سے یہ ملنے کی امید ہے کہ اللہ پاک ہماری اولاد کو بھی خدمت قرآن کے لیے قبول فرمائے گا۔ ہاں یہ بھی بہت بڑا صلہ ہے جو کوئی اس کو صلہ سمجھے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو اپنی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنی اولاد کی فکر ہوتی ہے کہ اولاد بے وقوف ہیں، بچے ہیں، چھوٹے ہیں، نا سمجھ ہیں ادھر میری زندگی ختم ہوا اور ادھر جو دنیا میں نے کمائی ہے ایسے ہی اڑا دیں گے تو آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی دنیا آپ کی اولاد کی طرف ہی منتقل ہو۔ کون مسلمان ہوگا جس کے دل میں یہ خواہش نہ ہو کہ یہ میرا دین اور ایمان بھی میری اولاد کی طرف منتقل ہو، یہ سچے دل سے قرآن کی خدمت کرے، قرآن سے تعلق جوڑے گا اللہ سے امید ہے کہ اس کو ایک صلہ یہ بھی ملے گا کہ اللہ اس کی اولاد کو قرآن کی خدمت کے لئے قبول فرمائے گا۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں ابھی میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے رہا تھا ان کے دادا تھے شاہ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک دن قرآن کی تلاوت کر رہے تھے ڈاکوؤں نے حملہ کیا تلاوت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شاہ ولی اللہ کے والد تہجد میں فوت ہوئے۔ شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے بہت بڑے حافظ، قاری، عالم بہت بڑے مفسر تھے پھر خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی قرآن کریم کی خدمت میں گزری اللہ نے چار بیٹے عطا فرمائے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ چاروں قرآن کے خادم، کوئی فارسی میں قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے کوئی اردو میں قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے دنیا میں جہاں کہیں بھی اردو اور فارسی میں قرآن کی خدمت ہو رہی ہے تو اس کا پہلا سہرا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کے سر بندھتا ہے اور قرآن کا کوئی مفسر اور قرآن کا کوئی مترجم ان حضرات کے احسانات کا انکار نہیں کر سکتا چاہے وہ کسی بھی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والا ہو اور پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شاہ محسوس اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ان کی زندگی بھی قرآن کی خدمت میں گذری۔ اللہ قبول کرے تو ایسے کرتا ہے کہ نسلوں کو بھی خدمت قران کے لیے قبول کرتا ہے۔ عرض کر رہا تھا کہ بزرگو! یہ قرآن خیر کثیر ہے اللہ کی بہت بڑی نعمت، بہت بڑی دولت، بہت بڑا خزانہ ہے اس کی قدر کیجیے اس کی عظمت پہچانیے، دلوں میں اتاریے، اس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کیجیے، اپنی طاقت کے مطابق پہنچانے کی کوشش کیجیے اور اپنی طاقت کے مطابق اس کو پھیلانے کی کوشش کیجیے۔ اس دنیا کا مستقبل کتاب کے اعتبار سے قرآن کے علاوہ کوئی نہیں اور قائد کے اعتبار سے میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی قائد نہیں بن سکتا آج نہیں تو کل جب بھی وہ وقت آئے گا کہ پوری دنیا قرآن پر جمع ہوگی اور میرے آقا کی قیادت پر جمع ہوگی یہ اسی کائنات کے خالق کا فیصلہ

ہے اللہ نے فرمایا اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. ہم نے آپ کو کوثر عطا کی بہت بڑی بھلائی عطا کی تو اب آپ کیا کریں؟

نعمت کی قدردانی

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ (لہٰذا تم اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو)

اللہ کا شکر ادا کریں اور اللہ کے شکر کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ پہلا یہ کہ دل میں اللہ کی نعمت کی قدر ہو کہ اللہ نے مجھے یہ نعمت عطا فرمادی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اللہ کی حمد وثناء، اللہ کی تعریف ہو۔

۳۔ اور تیسرے نمبر پر یہ کہ عمل کے ذریعے سے اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے اپنے جسم کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں لگادیجیے اللہ نے یہاں پر اپنے نبی کو عملی شکر کا حکم دیا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ آپ خالص اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے نماز بدنی عبادت اور قربانی مالی عبادت گویا کہ حکم دیا جارہا ہے کہ جب اللہ نے آپ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے تو اپنے بدن کو بھی اس کی عبادت میں لگادیجیے اور اپنے مال کو بھی اس کی عبادت میں لگادیجیے اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور حضور کے بارے میں تو آتا ہے کَانَ یَعْظِمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ قَلَّتْ اگر چہ چھوٹی سی بھی نعمت ہوتی حضور اس کو بڑا کر کے بیان کرتے، کہیں سے ٹھنڈا پانی مل جاتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اللہ نے کرم کردیا روٹی اور چند بوٹیاں مل گئیں تو اللہ کے نبی نے شکر ادا کرنا شروع کردیا اللہ نے بہت کرم کردیا۔ چھوٹی چھوٹی نعمتیں ، کھجوریں مل جاتیں تو اس کو بڑا کر کے بیان کرتے قرآن تو چھوٹی نعمت نہیں اللہ اس کو بڑا کہہ رہے ہیں جس نعمت کو اللہ کہے کہ یہ بڑی ہے اللہ کی تو چھوٹی نعمت بھی چھوٹی نہیں ہے اور جس کو اللہ کہے کہ یہ بڑی ہے اور اس کا شکر کیسے ادا ہوگا۔ ایمان، قرآن اور حضور اکرم ﷺ کی غلامی یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ہم ان کا شکر ادا نہیں کرسکتے جو بھی کرلیں لیکن شکر ادا نہیں کرسکتے حق ادا نہیں کرسکتے، لیکن شکر ادا کرنے کی کوشش تو کرنی چاہیے فرمایا کہ میرے نبی شکر ادا کیجیے نماز پڑھیے خالص اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجیے خالص اپنے رب کے لیے بدن کو بھی لگائیے رب کی عبادت کے لیے اور مال کو بھی لگائیے اپنے رب کی عبادت کے لیے۔

دشمن کی ناکامی

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ (تمہارا دشمن ہی ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے)

یہ کہتے ہیں کہ آپ کا نام ونشان مٹ جائے گا، آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ آپ ابتر نہیں ہیں آپ کے دشمن ابتر

ہیں۔ عربی لفظ ہے اس کا معنی دم کٹا بھی ہے، بے عزت بھی ہے، ایک خبیث سانپ کا نام بھی ہے آپ کے دشمن ابتر ہیں آپ ابتر نہیں ہے آپ نے ابھی پڑھا کہ وہ کون سے دشمن تھے جنہوں نے میرے آقا کو ابتر کہا کسی نے کہا سارے قریش مراد ہیں یہ بھی سن لیجیے کسی نے ابولہب کا نام لیا کسی نے عاص بن وائل کا نام لیا لیکن اللہ نے کسی کا نام کیوں نہیں لیا عام رکھا ہے۔ کہ اے میرے نبی جو بھی تیرا دشمن ہوگا، جو بھی تجھ سے بغض رکھے گا وہ ابولہب ہو یا کوئی دوسرا وہ پہلی صدی کا ہو یا آخری صدی کا جو بھی تیرا دشمن ہوگا اس کا نام ونشان مٹ جائے گا آپ کا نام ونشان نہیں مٹے گا اس لیے اس کو عام رکھا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ تیرا دشمن تجھ سے نفرت کرنے والا ہے اس کا نام ونشان ختم ہو جائے گا۔

حضور ﷺ کی کامیابی

آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بیٹے تو تھے لیکن فوت ہو گئے جس اللہ نے بیٹے دیے اسی نے لے لیے، بیٹیاں تھیں، اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت تھی اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے مجھے تو ایک واضح حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بیٹیوں کے وجود پر باپ شرمندگی سے سر جھکا دیتا ہے اللہ نے کائنات کے آقا کو صرف بیٹیاں عطا کر کے سمجھا دیا کہ اے میرے نبی کے ماننے والو! بیٹی کی ولادت پر سر کو نیچا نہ کرنا، شرمندہ نہ ہونا اگر بیٹیوں کا وجود کوئی شرم کی بات ہوتی تو اللہ اپنے محبوب کو بیٹیاں عطا نہ کرتا ایک نہیں چار بیٹیاں اور بیٹا ایک بھی زندہ نہیں رہا اللہ پاک نے ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا سلسلہ کہاں تک پہنچا دیا یہ تو آپ کی حقیقی اولاد ہے لیکن آپ کی جو معنوی اولاد ہے۔ ہم سب کے روحانی باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ کے روحانی بیٹے اور روحانی بیٹیاں بے شمار ہیں آج کوئی ایک بھی نہیں دنیا میں جو یہ کہے کہ میرا سلسلہ نسب ابولہب سے جڑتا ہے، میرا سلسلہ نسب عاص بن وائل سے جڑتا ہے، عتبہ بن ابی نعیم سے جڑتا ہے کوئی فخر سے کہہ دے کہ میرے سلسلہ نسب ابوجہل سے جڑتا ہے لیکن الحمدللہ میرے آقا کے قدموں کی خاک کی طرف نسبت کرنے والے لاکھوں نہیں کروڑوں اور اربوں ہیں جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہماری نسبت آقا کے قدموں کی خاک کی طرف ہے۔ ہمیں اس نسبت پر فخر ہے، یہ نسبت بھی بہت اونچی نسبت ہے اس نسبت پر بھی شکر ادا کرنا چاہیے فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا نام ونشان نہیں مٹے گا آپ کے دشمنوں کا نام ونشان مٹ جائے گا میں آپ کے نام کو زندہ رکھوں گا قیامت تک زندہ رکھوں گا اقبال نے کہا۔

نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
یہ فلک بھی ایستادہ اسی نام سے ہے

یہ جو زندگی کی نبض حرکت کر رہی ہے یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے ہے۔ یہ فلک جو کھڑا ہے یہ بھی حضور اقدس ﷺ کی وجہ سے ہے حضور کا نام زندہ رہے گا اور میرے دوستو! جنہوں نے حضور کے کام کیساتھ اپنے آپ کو

جوڑلیا ان کا نام بھی زندہ رہے گا اس دنیا میں بھی ان کا نام زندہ رہے گا اور آخرت میں بھی ان کا نام زندہ رہے گا جن بزرگوں کے ہم نام لیوا ہیں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عربی وغیرہ ان کو یہ عزت اور مرتبہ اور ان کے ذکر کو دوام کیوں ملا انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی میں اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا اللہ نے ہمیشہ کی عزت، ہمیشہ کا تذکرہ، ہمیشہ کی شہرت عطا کر دی۔ اور ان کا آخرت میں بھی نام انشاء اللہ تعالیٰ روشن ہوگا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں سچے دل سے حضور کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْكَافِرُوْن مَكِّيَّة

موضوع

تمہارا دین

اٰیَاتُهَا ٦ (١٠٩) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (١٨) رُكُوْعَاتُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿١﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿٣﴾ وَلَاۤ
اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿٤﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿٥﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿٦﴾

ترجمہ:......تم کہہ دو کہ: "اے حق کا انکار کرنے والو! (۱) میں اُن چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ (۲) اور تم اُس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ (۳) اور نہ میں (آئندہ) اُس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو۔ (۴) اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ (۵) تمہارے لئے تمہارا دین ہے، اور میرے لئے میرا دین ہے۔ (۶)

سورۃ الکافرون کے فضائل

سورۃ الکافرون مکی سورت ہے اس میں چھ آیات ہیں۔ حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سورت کے پڑھنے سے چوتھائی قرآن کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور خود عام طور پر نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کے اندر، اور فجر کی جو دو رکعتیں سنت ہیں اور مغرب کے بعد کی دو سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

تشریح مضامین

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے ساتھ گویا کہ اعلان جنگ کیا ہے اور ان کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ اب تمہارے درمیان اور اہل ایمان کے درمیان مصالحت نہیں ہو سکتی، مصالحت اس معنی میں کہ تم اگر یہ چاہو کہ کچھ حصہ ہمارے شرکیہ دین کا مسلمان اختیار کر لیں اور کچھ حصہ مسلمانوں کے توحیدی دین کا ہم اختیار کر لیں اس مصالحت کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔

سیرت کی سب سے زیادہ مستند کتاب

حضور اکرم ﷺ کی جو ابتدائی دعوت کا زمانہ ہے اس میں مختلف موڑ آئے اور مختلف مراحل آئے اور قرآن کریم کی سورتوں اور آیات سے ان کی نشاندہی ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت پر تو بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن حضور ﷺ کی سب سے زیادہ مستند سیرت خود اللہ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے اس سے زیادہ مستند سیرت حضور کی کوئی نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں نے قرآن کو سامنے رکھ کے حضور کی پوری سیرت کو بیان کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے:

حضور ﷺ کا نسب دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کر رہے ہیں رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ہمارے نسب سے ایک رسول بھیج۔

معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ کے نسب کا تعلق حضرت ابراہیم سے ہے۔ ہمارے حضور کے وطن کا تعلق دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی دعا کر رہے ہیں:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

"اللہ! تیرے حرمت والے گھر کے پاس اپنی اولاد کو چھوڑ کر آیا ہوں یا اللہ! تو ان کے سلسلے کو چلا دے"

اور اللہ سورۂ بلد میں فرماتے ہیں: لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ "میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں میرے نبی! آپ اس شہر میں رہنے والے ہیں"

اسی طرح حضور کے غزوات کو دیکھیں تو غزوۂ بدر کا ذکر ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ

غزوہ احد کا ذکر ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

صلح حدیبیہ کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

فتح مکہ کا ذکر ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کا ذکر ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

دشمن کو جو کچھ کہتے تھے ان کے جوابات اللہ نے ذکر فرمائے سورۂ لہب میں ہے کہ ابولہب نے کہا: تَبًّا لَكَ يَا مُحَمَّدُ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ''ہلاکت ہو تیرے لئے اے محمد کیا تو نے ہم (معززین) کو اس مقصد کے لیے جمع کیا تھا''۔

اللہ نے اس کا جواب دیا۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲

حضور کے بیٹے فوت ہو گئے تو دشمنوں نے کہا کہ یہ تو ابتر ہے معاذ اللہ اس کی نسل ختم ہو گئی۔ سورۂ کوثر میں اللہ نے جواب دیا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

تیری نسل نہیں کٹے گی اے محمد! تیرے دشمنوں کی نسل کٹ جائے گی۔ تیرا نام لینے والے پوری دنیا میں رہیں گے۔ لیکن تیرے دشمنوں کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ تو قرآن کریم حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو بیان کرتا ہے۔

صحابہ کی استقامت دین

جب کافروں نے دیکھا کہ حضور ﷺ دن بدن ترقی کرتے جا رہے ہیں اور ایمان لانے والے دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ایسا نشہ ہے کہ چڑھ جائے تو اترنے کا نام ہی نہیں لیتا اگر ہمیں اس نشہ کی لذت محسوس نہیں ہوتی تو میرے بزرگو اور دوستو! سچ جانیے کہ ہمیں یہ ایمان کا نشہ چڑھا ہی نہیں۔ ہم تو ایسے ہی خواہ مخواہ زبانی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ایمان آیا ہوا ہے ورنہ تو ایمان کا نشہ چڑھ جائے تو اترتا ہی نہیں ہے۔

ابوسفیان سے نجاشی نے پوچھا تھا مختلف سوالات کیے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جو ایمان قبول کر لیتا ہے تو کیا وہ چھوڑ بھی دیتا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا کہ نہیں ابھی تک تو کوئی مثال ایسی نہیں کہ اس نے ایمان قبول کیا ہو پھر اس کو چھوڑ دیا ہو ہم ان کو مارتے بھی ہیں، بائیکاٹ بھی کرتے ہیں، بھوک سے تڑپاتے بھی ہیں، مال و متاع ان سے چھین لیتے ہیں، گھر سے نکال دیتے ہیں سب کچھ گوارہ کر لیتے ہیں لیکن ایمان چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے۔

حضور اکرم ﷺ کی استقامت

قریش یہ سوچ رہے تھے یہ تو دن بدن بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ کچھ تو کیا جائے مختلف تدبیریں اختیار کیں کبھی تو ابوطالب کے پاس گئے۔ ابوطالب! اپنے بھتیجے کو باز رکھو! اب تو بات حد سے آگے بڑھ گئی، پانی سر سے اوپر جا رہا ہے۔ بھائی بھائی سے جدا ہو گیا بیٹا والدین سے جدا ہو گیا اور گھروں میں پھوٹ پڑ گئی ہے، اور ہماری طاقت، قریش کی اجتماعیت تقسیم ہوتی جا رہی ہے۔ معاذ اللہ یہ نیا فتنہ کھڑا کر دیا تیرے بھتیجے نے، ابوطالب جب بہت مجبور

ہو گئے حضور کو بلا کر سمجھانا چاہا کہ میرے بھتیجے! میرے او پر میری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال اب تو یہ سارے ایک ہو گئے میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے محسوس کیا کہ اب چچا بھی بوجھ محسوس کر رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ روتے ہوئے اٹھے اور کہا کہ چچا! نہیں، میں دین کی دعوت سے (توحید کی دعوت) سے باز آنے والا نہیں ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو بھی میں دین کی دعوت نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دین کی دعوت کو دور دور تک پہنچا دے یا پھر اس راستے میں اللہ پاک میری جان قبول فرمالیں۔

ابو طالب بھی سمجھ گئے کہ میرا بھتیجا ان کی دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں اور اپنے مشن سے ہٹنے والا نہیں تو کہا اچھا بھتیجے! جو چاہتے ہو کرتے رہو۔ کبھی آپ کو ایذائیں دیں، تکلیفیں دیں تا کہ آپ باز آجائیں۔ طریقے سوچتے تھے کہ کیسے ستایا جائے صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کعبہ میں عبادت کے لیے تشریف لاتے ہیں اور عقبہ بن ابی نعیم ایک اونٹ کی اوجھڑی کہیں سے اٹھا کر لاتا ہے اور حضور اکرم ﷺ جب سجدے میں جاتے ہیں تو آپ کی کمر پر رکھ دیتا ہے اتنی بوجھل اوجھڑی کہ آپ سر نہیں اٹھا سکتے۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ابا کو اس پریشانی میں دیکھتی ہیں اور بھاگتی ہوئی آتی ہیں اور اوجھڑی کو کمر سے ہٹاتی ہیں۔ مشرکین مکہ پھر سوچتے ہیں کہ اس شخص کو کیسے بدنام کیا جائے، لوگوں کو کیسے اس سے دور کیا جائے کوئی کہتا ہے کہ اس کو شاعر کہا جائے، کوئی کہتا ہے کہ جادوگر کہا جائے، لیکن کسی بات پر اتفاق نہیں ہوتا کہنے لگے کہ شاعر ایسے نہیں ہوتے شاعروں کے دل میں درد کہاں ہوتا ہے؟

تو کہنے لگے شاعر تو نہیں ہے، جادوگر بھی نہیں ہے جادوگر تو چھوٹا سا تعویذ بھی نہیں دیتا کہ جب تک نذرانہ طے نہ کر لے اور محمد ﷺ صبح سے لے کر شام تک وعظ و نصیحت کرتا ہے۔ اور کسی سے ایک لقمہ بھی لینے کا روادار نہیں ہوتا، کاہن بھی نہیں ہے تو خود ہی تردید کرتے تھے کہ یہ نہیں ہے تو مختلف طریقے سوچتے تھے کہ اس بڑھتے ہوئے ایمانی سیلاب کے آگے کیسے بند باندھا جائے۔

مشرکین مکہ کا منصوبہ

مشرکین نے ایک دن عتبہ کو بھیجا قریش کا بڑا جہاندیدہ اور وڈیرہ، سردار، باتوں میں بڑا فصیح و بلیغ، مجمع میں بات کرنے والا آدمی حضور کے پاس آیا بات چیت شروع کی۔ بڑی محبت سے، بڑے پیار سے کہنے لگے بھتیجے! تیری قوم قریش بڑی طاقت والی تھی، تو نے اسی قوم کو لڑا دیا، ان کے معبودوں کو تم برا بھلا کہتے ہو، ہم کمزور ہو کر رہ گئے۔ ہمارے اندر پھوٹ پڑ گئی دیکھو اگر تمہیں مال کی خواہش ہے تو بتا دے ہم تمہارے قدموں میں مال کا ڈھیر لگا دیں گے، اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم متفقہ طور پر تمہیں قریش کا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں، اگر کسی اچھے خاندان میں رشتہ چاہتے ہو تو نشاندہی کر دیں ہم رشتہ فراہم کر دیں گے۔ اور آخر میں کہنے لگے تمہیں کچھ آسیب ہے کسی نے کچھ کر دیا

ہے اور تم علاج نہیں کروا سکتے تو ہم کسی اچھے ماہر عامل کا انتظام کر دیتے ہیں تمہارا آسیب اتار دے گا حضور اکرم ﷺ سنتے رہے کچھ بھی نہیں کہا اور آخر میں چند آیات پڑھ دیں چچا! تم نے تو بہت کچھ کہہ دیا میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اللہ کا حکم سناتا ہوں کیا سنایا۔۔۔۔ ایسے بیٹھ گئے حضور اکرم ﷺ نے سورۃ فصلت پڑھنی شروع کی۔ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ سنتا رہا سجدے کی جگہ آئی حضور نے سجدہ کیا تو عتبہ خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا، دور سے قوم نے دیکھا تو چہرے سے دیکھ کر پہچان گئے کہ یہ وہ عتبہ نہیں ہے جو ہم نے بھیجا تھا اس کے چہرے پر تو کچھ تاثرات ہی اور ہیں کہاں تو کامیابی کا ایک بڑا جنون لے کر گیا تھا۔ آج تو ہر صورت میں حضور ﷺ کو قابو کروں گا کسی نہ کسی طریقے سے اور اب سر جھکا ہوا چہرے پر ندامت کے آثار اور شرمندگی سے کہنے لگے یہ وہ عتبہ نہیں ہے عتبہ کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! میں نے بڑے بڑے شاعروں کو سنا ہے، خطیبوں کو سنا ہے، ادیبوں کو سنا ہے درباریوں کو سنا ہے لیکن محمد جو کلام سناتا ہے وہ میں نے کہیں بھی نہیں سنا نہ یہ کہانت ہے، نہ شعر، نہ نثر ہے، محمد کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ قوم نے کہا اس پر بھی محمد کا جادو چل گیا ہے۔

شانِ نزول

بعض کہتے ہیں اسی نشست میں، بعض کہتے ہیں کسی دوسری نشست میں حضور اکرم ﷺ سے کہا يَا مُحَمَّدُ! هَلُمَّ اتَّبِعْ دِيْنَنَا وَ نَتَّبِعْ دِيْنَكَ اے محمد! ﷺ آؤ لڑائی جھگڑا ختم کرتے ہیں تم ہمارے دین کی اتباع کرلو ہم تمہارے دین کی اتباع کر لیتے ہیں، تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرلیا کرو ہم تمہارے معبود کی عبادت کرلیا کریں گے کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر صلح کر لیتے ہیں تاکہ قوم میں جو یہ پھوٹ پڑ گئی ہے یہ ختم ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے سنتے ہی فرمایا: يَا مَعَاذَ اللّٰهِ لَا أُشْرِكُ بِهٖ غَيْرَهٗ اے اللہ کی پناہ! میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتا۔ اس موقعے پر یہ سورت نازل ہوئی قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ "میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو" وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ "اور نہ تم عبادت کر سکتے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ شرکت کو برداشت نہیں کرتا

یہ کیسے فرمادیا کہ تم عبادت نہیں کر سکتے؟ کہ اس کی عبادت بھی ہو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت بھی ہو تو اللہ فرماتا ہے، کہ مجھے تیری یہ عبادت بھی قبول نہیں ہے۔ اللہ غیرت والا ہے وہ غیرت کا خالق ہے۔ وہ ہمارے سجدوں کا محتاج نہیں ہے۔ کہ تم دس سجدے کسی اور کو کرلیا کرو اور بیس سجدے مجھے بھی کرلیا کرو تاکہ میری حکومت

وبادشاہت برقرار رہے نہیں، تم یہ چاہتے کہ ان کی بھی عبادت کرلیں اور ساتھ ساتھ میری عبادت کرلیں جب غیروں کی عبادت کروگے تو پھر جب اللہ کی عبادت کروگے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا اللہ یکجائی کو پسند کرتا ہے۔ ہرجائی کو پسند نہیں کرتا اس کو پسند کرتا ہے جو ایک کا ہوکر رہے۔ اس کو پسند نہیں کرتا جو اس کا بھی ہو اور غیر کا بھی ہو۔ اللہ شرکت کو برداشت نہیں کرتا ہے۔

شرکت غم بھی گوارہ نہیں کرتی محبت میری

شاعر کہتا ہے کہ خوشی میں دوسروں کی شرکت تو دور کی بات ہے۔ میں غم میں بھی شرکت کو گوارا نہیں کرتا۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے شرکت گوارا نہیں، شرک گوارا نہیں ہے۔ ماننا ہے تو پھر مجھے ہی مانو ہر حال میں مانو۔ خوشی میں بھی مجھے اور غمی میں بھی مجھے ہر حال میں مجھے ہی مانو اور مجھے ہی معبود سمجھو۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ میرا معبود اور تمہارے معبود اور میرا طریقہ عبادت اور تمہارا طریقہ عبادت اور توحید کا نظام الگ ہے اور شرک کا نظام بالکل الگ ہے توحید انسان کو اور پوری کائنات کو اللہ سے ملاتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہو، لینا ہے تو بھی اسی سے، عبادت کرنی ہے تو بھی اسی کی، آداب لینے ہیں تو وہ بھی اسی سے، اخلاق لینے ہیں تو وہ بھی اسی سے، توحید کا مطلب یہ ہے کہ سارے کے سارے انسان صرف اللہ سے مل جائیں سارے کے سارے انسان اللہ سے رجوع، اللہ سے توکل، اللہ سے تقویٰ، اللہ سے محبت، اللہ سے سرگوشی، اللہ کے لیے عبادت، اللہ کے لیے سجدہ، اللہ کے لیے صدقہ وخیرات، اللہ کے لیے گردن کٹوانا، اللہ کے لیے شہادت، اندر اور باہر سب کچھ اللہ کے لیے ہوکر رہ جائے یہ توحید کا تقاضا ہے اور ساری کی ساری کائنات اور دنیا اللہ پاک سے جڑ جائے یہ توحید ہے۔ یہ نظام بالکل الگ ہے اور تمہارا نظام الگ ہے۔ تم یہ چاہتے ہو توحید کے اندر کسی اور کو بھی ملا لیا جائے، شرک کی ملاوٹ کرلی جائے۔ دودھ کے بھرے ہوئے گلاس میں اور بالٹی میں شراب کا ایک قطرہ، پیشاب کا ایک قطرہ سارے دودھ کو ناپاک کردیتا ہے۔ یاد رکھیے توحید میں ذرّہ بھر ملاوٹ بھی پورے عقیدہ توحید کو خراب کردیتی ہے۔ قرآن کہتا ہے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ان میں اکثر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ ساتھ شرک بھی کررہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جو ہر حال میں توحید پر رہتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر بھی شرک کی ملاوٹ نہ ہونے دیں ایسے لوگ بہت کم ہیں، یاد رکھیے توحید کا تقاضا اور توحید کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بندوں سے محبت نہ کی جائے، ولیوں سے محبت نہ کی جائے، قطب وابدالوں سے محبت نہ کی جائے، نبیوں سے محبت نہ کی جائے، جیسے بہت سے بیوقوف لوگ اس کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ولیوں سے اور اولیاء اللہ سے کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ولیوں کو جو کمالات دیے، علماء کو علم دیا تو کس نے دیا؟ زاہدوں کو ذوق عبادت اور شوق زہد دیا تو کس نے دیا؟ صوفیاء کو تصوف کا ذوق دیا تو کس نے دیا؟ انبیاء کو نبوت عطا کی تو کس نے عطا کی؟ اور محمد رسول اللہ کو ساری کائنات کا سردار بنایا اور آپ کے سر پر

نبوت کا تاج سجایا تو کس نے سجایا ہے؟ تو اللہ ہی نے ان کو یہ مقام اور مراتب عطا کیے۔ مولانا عبد الماجد رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور شاعر اکبر الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے بڑے موحد انسان تھے، توحید میں ڈوبے ہوئے انسان، ابتدائی زندگی میں تو عشقیہ غزلیں لکھتے رہے۔ لیکن بعد میں جو اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی تو پھر عبادت اور اللہ ہی کے لیے ہو کر رہ گئے۔ تو کہتے ہیں توحید میں ڈوبے ہوئے انسان تھے۔ یہاں تک کہ ان کی خدمت میں کسی کی عظمت کا، شان کا کوئی تذکرہ شروع کر دیتا تو سنتے رہتے۔ کسی ولی اور نبی سے دشمنی نہیں تھی سنتے رہتے اور آخر میں عرض کرتے او بھائی! قربان جاؤں اس اللہ پر جس نے اس ولی کو یہ مقام عطا کیا۔

توحید اور شرک دو الگ الگ نظام

قربان جاؤں اللہ کی اس شان پر جس نے اس نبی کو عظمت عطا فرمائی۔ ارے دینے والا تو وہی ہے اسی نے سب کو دیا، مقامات اسی نے دیے، عظمتیں اسی نے دیں، تو عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ دو الگ الگ نظام۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (اے کافرو) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (میں عبادت نہیں کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (اور نہ تم عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں) وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔) ماضی کے اعتبار سے نفی ہے وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ مشرکین اللہ کی عبادت کرتے تھے، اللہ کے لیے طواف کرتے تھے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے تھے نذر و نیاز اس کی دیتے تھے لیکن ساتھ ساتھ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو جب بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے تو جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ پھر اللہ کی عبادت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔) تمہارا دین الگ، میرا دین الگ ان دونوں دینوں میں اتحاد نہیں ہو سکتا کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مصالحت نہیں ہو سکتی اور یہ ایسا کامل دین ہے عقیدہ سے عبادت تک، تجارت سے سیاست تک، معیشت سے معاشرت تک، معاملات سے اخلاق تک، حدود و قصاص سے آداب تک ایک ایک شعبہ میں ایسا کامل دین ہے کہ اس میں کوئی جگہ ہی نہیں ہے کہ اس میں اس کی پیوند کاری کی جائے۔

بد نصیب لوگ

بعض بد نصیب ایسے ہیں کہ جنہوں نے دین میں شرکت کا نظریہ ایجاد کیا جیسے اکبر کا آپ سنتے ہیں کہ جب ایک ہزار سال گزر گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کو تو اس کو بعض درباریوں نے توجہ دلائی کہ معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عمر تو ایک ہزار سال تھی اب نئے دین کی ضرورت ہے چنانچہ دین اکبری کے نام سے جس کا نام دین الٰہی بھی رکھا

گیا اس نے ایک نیا دین ایجاد کرنے کی کوشش کی جس میں کچھ باتیں ہندوؤں سے، کچھ سکھوں سے اسلام میں ملا کر اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ اس بدبخت نے کتے اور خنزیر کے گوشت کو پاک قرار دیا اور بکری اور گائے کے گوشت کو حرام قرار دیا شراب اور جوے کو حلال قرار دیا اور اسلامی نام رکھنے سے منع کر دیا اور ایک نیا کلمہ تیار کیا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَكْبَرُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ۔ واقعۃً ایسا نظر آرہا تھا کہ دین اکبری کا چراغ اب ہند میں واقعی ٹمٹما رہا ہے اور اب دین مصطفوی دین اسلام چند دنوں کا مہمان ہے۔ اب یہ نیا دین رائج ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کھڑا کر دیا، شیخ احمد سرہندی اور شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ الف ثانی کا مطلب الف کا معنی ہزار اور ثانی کا معنی دوسرا دوسرے ہزار سال کے مجدد بن کر کھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) جیل میں گئے، تکلیفیں بھی برداشت کیں لیکن دین اکبری کے خلاف ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ دین جس کا نام اس نے توحید ایسے ہی رکھا تھا چنانچہ اس کا وہ دین نہ چل سکا۔ وہ دین اسلام کا چراغ بجھانا چاہتا تھا لیکن خود بجھ گیا اور دین کا چراغ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔ تو اس دین کے اندر کسی دوسرے دین کی پیوند کاری نہیں ہو سکتی۔

کامل مسلمان کون ہے؟

اور میرے بزرگو اور دوستو! اگر ہم کامل مسلمان بننا چاہتے ہیں کامل وہی ہوگا جس کے عقائد سے لے کر معاملات تک ساری چیزیں اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہیں پیوند کاری نہ ہو، قرآن کی بعض آیات پر ایمان اور بعض آیات کا انکار اور حضور اکرم ﷺ کی بعض احادیث پر ایمان اور بعض احادیث کا انکار، دین کے کچھ حصے پر عمل اور باقی حصہ سے بے اعتنائی، نماز تو پڑھتا ہے لیکن تجارت اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے، غیروں کے طریقوں کے مطابق کرتا ہے اس میں جھوٹ بھی بولتا ہے، بددیانتی بھی کرتا ہے اس میں وعدہ خلافی بھی کرتا ہے، اس میں سود کی آمیزش بھی کرتا ہے حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں کرتا حکم یہ دیا گیا یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ زکوٰۃ، صدقہ، خیرات بھی کرتا ہے حج وعمرے بھی کرتا اور تبلیغ بھی کرتا ہے، جہاد میں بھی جاتا ہے، وعظ بھی کرتا ہے، منبر پر بیٹھ کر دوسرے دین داری کے کام بھی کرتا ہے لیکن شادی کا موقعہ آتا ہے اور اس کے درمیان اور ایک بے دین شخص کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا جو کچھ وہ رسم و رواج کرتا ہے۔ یہ بھی وہی کرتا ہے کبھی بھول کر بھی نہیں پوچھتا کہ حضور اکرم ﷺ کا طریقہ کیا تھا؟ حضور ﷺ نے بھی تو شادیاں کی تھیں ایک نہیں گیارہ شادیاں کی تھیں کیسے کیں؟ آپ کی بیٹیاں تھیں ایک نہیں چار بیٹیاں تھیں چار بیٹیوں کو گھر سے رخصت کیا تھا۔ صحابہ کرام شادیاں کیسے کرتے تھے؟ ان کے ہاں نکاح کا طریقہ کیا تھا؟ بیٹیوں کو گھر سے کیسے رخصت کیا جاتا تھا؟ جہیز کا معاملہ کیا تھا؟ دوسری رسمیں کیسی تھیں؟ قطعاً نہیں پوچھتا برادری سے فتویٰ پوچھتا ہے

خاندان سے پوچھتا ہے۔ سوسائٹی سے پوچھتا ہے، معاشرے سے پوچھتا ہے اپنی ذاتی ترجیحات کو سامنے رکھتا ہے اللہ کے دین کو بھول جاتا ہے۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی؟

بدعتی ایک ایسا بدنصیب ہے کہ جس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ توبہ کی توفیق تو اس کو ہوتی ہے جو اپنے عمل کو گناہ سمجھتا ہو اور جو اپنے عمل کو گناہ نہیں سمجھتا، عبادت سمجھتا ہے اس کو توبہ کی توفیق کیسے نصیب ہوگی۔ واللہ اعلم کسی نے سمجھانے کے لیے کہا کہ کسی نے شیطان کو خواب میں دیکھا کہ بڑا پریشان ہے پوچھا کیوں پریشان ہو؟ شیطان نے کہا کیوں نہ پریشان ہوں بڑی محنت سے وسوسے ڈال کر اور سبز باغ دکھا کر لوگوں سے گناہ کرواتا ہوں لیکن یہ توبہ کر لیتے ہیں، اللہ معاف کر دیتا ہے، میری ساری محنت ضائع چلی جاتی ہے۔ بہت پریشان ہوں اللہ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ لیکن کہنے لگا کہ میں نے بھی ایک نیا طریقہ سوچا ہے کہ اب یہ توبہ نہیں کریں گے اور وہ یہ کہ ان کو بدعات میں مبتلا کر دوں گا گناہ بھی کریں گے اور توبہ بھی نہیں کریں گے اس لیے کہ اس کو گناہ انہوں نے سمجھا ہی نہیں تو یہ دین کے اندر پیوندکاری ہے جو چیزیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھیں نہ اذان کے ساتھ، نہ نماز کے ساتھ، نہ دوسرے اعمال کے ساتھ، نہ عبادات کے ساتھ اور معاذ اللہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں زیادہ متقی ہوں زیادہ سمجھدار ہوں۔ زیادہ عبادت کرنا چاہتا ہوں اور اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ صحابہ کرام مجھ سے پیچھے تھے جنت کی طلب میں، اللہ کی رضا میں اور جس شخص کے دل میں یہ ہے کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ اللہ کی رضا کا طلب گار ہوں۔ اس سے زیادہ دیوانہ اور پاگل دنیا میں کوئی نہیں ہے اللہ کے نبی کا کوئی طریقہ ایسا نہیں جو صحابہ کرام نے اختیار نہ کیا ہو۔ تو میرے دوستو! دین میں پیوندکاری نہیں ہو سکتی کفر الگ ہے اور اسلام بالکل الگ ہے، عیسائیت الگ ہے، یہودیت الگ ہے اور دینِ اسلام بالکل الگ ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کریں کہ اللہ پاک نے ہمیں دین اسلام کی عظیم نعمت اور عظیم دولت عطا فرمائی تو بہر حال اس صورت میں اللہ نے مشرکین اور کافروں کو مایوس کر دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ کر خطاب فرمایا تم کبھی توقع نہ رکھو کہ ہم ان کی عبادت کریں گے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور ایسا شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

بدعملی کا عجیب بہانہ

پچھلے دنوں میں نے اخبار میں ایک شخص کے بارے میں پڑھا جو کہ مسلمان ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میں مندر بھی چلا جاتا ہوں اور بتوں کے سامنے سر بھی جھکا لیتا ہوں اور ساتھ کہتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں ہوں مسلمان

میرے اسلام پر کوئی فرق نہیں آتا یہ بھی لوگوں نے ایک عجیب بہانہ گھڑ لیا جو چاہیں کرتے رہیں کہتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میری بیوی بے پردہ رہتی ہے، بہنیں، بیٹیاں بے پردہ ہیں، ہمارے گھر میں شرابیں چلتی ہیں، گانے بجتے ہیں، سود کھاتے ہیں، یہ کرتے ہیں، وہ کرتے ہیں، بس جی یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے، ان صاحب کی انتہاء، مندر بھی جاتے ہیں اور بت کے سامنے سجدہ بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، ہوں میں مسلمان۔ بعض اوقات ہمارے ملک کے بادشاہ، وزراء باہر جاتے ہیں تو کوئی گھڑیال بجاتا ہے کوئی گھنٹہ بجاتا ہے، سکھوں اور مشرکوں والے اعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس سے ہمارے دین پر کوئی حرف نہیں آتا تو عیسائیوں کے ساتھ عیسائی، یہودیوں کے ساتھ یہودی اور ہندوؤں کے ساتھ ہندو بھی بن جائیں اور ان کی رسمیں بھی کرتے رہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! سورۂ کافرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا، عقیدہ توحید میں ذرہ بھر ملاوٹ نہیں ہوسکتی دین اسلام میں ذرّہ برابر بھی پیوندکاری اللہ کو پسند نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں خالص اسلام پر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم الله الرحمن الرحيم

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَكِّيَّة

موضوع

توبہ واستغفار

آیاتُھا ۳ (۱۱۰) سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۴) رُکُوْعَاتُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

ترجمہ:...... جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے (۱) اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دِین میں داخل ہورہے ہیں۔ (۲) تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت مانگو۔ یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ (۳)

سورۂ نصر کا نزول اور آپ ﷺ کی جدائی کا صدمہ

سورۃ النصر مدنی سورت ہے، اس میں تین آیات ہیں صحیح قول کے مطابق یہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے تقریباً ۷۰ دن بعد کائنات کے آقا، ہمارے آقا، صحابہ کے آقا، حضرت محمد الرسول ﷺ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورۃ النصر نازل ہوئی تو اللہ کے نبی نے فرمایا کہ مجھے میری موت کی اطلاع دے دی گئی ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو دنیا میں رہ لو اور میری ملاقات کے لئے آخرت میں آنا چاہتے ہو تو آخرت میں آجاؤ اور اس بندے نے آخرت میں جانے کو پسند کرلیا ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی یہ بات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے اور بے ساختہ رو پڑے، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور ایک دوسرے کو کہا کہ حضور ﷺ تو بندوں میں سے ایک بندے کی بات کررہے ہیں اللہ نے اس کو اختیار دیا اپنی بات تو نہیں کررہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبوت کے مزاج شناس تھے وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ اشاروں کنایوں میں اپنی جدائی کے لئے ہمیں تیار فرما رہے ہیں اسی لیے حضور ﷺ کی توجہ بھی صدیق اکبر کی طرف مبذول ہوگئی فرمایا کہ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکا، اور آپ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ مسجد کی طرف جو کھڑکیاں کھلتی ہیں سب لوگ اپنے گھر کی کھڑکیاں بند کریں سوائے ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی کھڑکی کے اس کو کھلا رہنے دیں، چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائے اور آپ مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہوں تو آپ دیکھیں گے کہ آج اس جگہ جہاں ابوبکر کے مکان کی طرف سے کھلنے والی کھڑکی تھی اس جگہ آج بھی وہ نشان موجود ہے اور عبارت بھی لکھی ہوئی ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کی جگہ ہے۔

قربانی کے بعد مدد آئی

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ (جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح آ گئی)

اللہ کی مدد آئی لیکن بڑی مشکلات کے بعد، بڑی آزمائشوں کے بعد، بڑی ابتلاؤں کے بعد، بڑے امتحانوں کے بعد، اللہ کی مدد ایسے نہیں آتی، ہمارے آقا حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکۃ المکرمہ میں ایمان اور توحید کی دعوت کا آغاز کیا تھا تو آپ اکیلے تھے، سارا مکہ کفر و شرک میں ڈوبا ہوا تھا۔ بت پرستی کے خلاف کوئی ایک حرف سننے کے لئے تیار نہ تھا اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ حق بات، توحید کی دعوت ان کو دیجئے تو آپ نے توحید کا پیغام بھی ان کو دے دیا، جب آپ نے توحید کا پیغام پہنچایا تو اس وقت سے لیکر آج تک مختلف مراحل ہیں اس میں وہ مرحلہ بھی ہے جس میں آپکی بیٹیوں کو طلاقیں دی گئیں، وہ مرحلہ بھی ہے جب آپ کے جسم کو پتھر مار مار کر زخمی کیا گیا وہ مرحلہ بھی ہے جب آپ کے صحابہ کو تڑپایا گیا، ستایا گیا، ان کا بائیکاٹ کیا گیا چھوٹے چھوٹے بچے بھوک اور پیاس سے بلکتے تھے اور مکہ والے قہقہے لگاتے تھے، کسی کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، کسی پر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی گئی، کسی کی ٹانگوں میں رسی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، کسی کو چمڑے میں بند کر کے دھونی دی گئی، کسی سے اس کا سب کچھ چھین لیا گیا مال، جائیداد، بیوی، بچے بدن کے کپڑے بھی چھین لیے، یہ مختلف مراحل ہیں اس میں ہجرت کا مرحلہ بھی ہے، جب ایمان والوں نے اللہ کے لیے اور ایمان کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا مکہ میں ان کی زمینیں تھیں، مکانات تھے، دوست تھے، رشتہ دار تھے اور اپنے وطن سے کسے محبت نہیں ہوتی وطن چیز ہی ایسی ہے بہت لوگ ایسے ہیں جو ایسے ایسے مقامات پر رہتے ہیں جس کو ہم دیکھیں تو ہمیں ان کی حالت پر ہنسی آتی ہے جہاں زندگی کی کوئی ضرورت میسر نہیں، کوئی ہسپتال نہیں، اسکول نہیں اور بجلی نہیں ہے، پانی کئی میل دُور سے اُٹھا کر لاتے ہیں، بڑی تکلیفیں ہیں۔ بعض دیہاتی یہاں کراچی میں اچھے خاصے علاقوں میں رہتے ہیں پھر بھی اپنے ملک کو ملامت کرتے رہتے ہیں، ہمارے دیہاتی بھائی اپنے گاؤں کو بھی ملک کہتے ہیں تو اس کو بڑا یاد کرتے ہیں، آپ جانتے تو ہیں کہ جن صحابہ کی مظلومیت کا حال بیان کیا جاتا ہے اس میں سرفہرست حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں۔

''اللہ اکبر'' باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کے تو رشتہ دار تھے کوئی رشتہ داروں کا خیال کرتا، کوئی پیسے والا تھا، اس کے پاس

پیسے کی وجہ سے دب جاتے، کوئی طاقت والا تھا، اس کی طاقت سے دب جاتے اور اللہ کا یہ بندہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہ وہاں قبیلہ، نہ خاندان، نہ روپیہ، پیسہ، نہ مال، نہ دولت، نہ کاروبار، نہ تجارت، رنگ وروپ بھی سادہ، حبشے کا ایک غلام ہے چنانچہ جی بھر کر مارتے تھے کہ اس کو تو چھڑانے والا کوئی نہیں آپ جانتے ہیں کہ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ترس آیا اور کہا تھا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے بدلے میں تمہیں اور غلام دے دیتا ہوں، یہ رنگ کا کالا ہے مگر دل کا سفید ہے میں تم کو ایسے غلام دے دیتا ہوں جو رنگ کے بڑے سفید ہیں لیکن اس کے مقابلے کے نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ لیکن خود بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہے کہ جب ابتداء میں مدینہ منورہ آئے تو آب وہوا موافق نہ آئی، مکہ کو یاد کرتے تھے مکہ کے پہاڑوں کو، مکہ کے چشموں کو، مکہ کی گھاس کو، مکہ کی گلیوں کو، مکہ کے کوچوں کو، اب بتلایئے ایسی سرزمین کہ جہاں پر ان کو چین نہیں لینے دیا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود مکہ جہاں چند دن گزارے تھے، اس کو یاد کرتے تھے تو وطن کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ

عرض کر رہا تھا کہ اللہ کی مدد آنے کے مختلف مراحل ہیں ایسے نہیں آ گئی مدد، طویل جان بلب قربانیوں سے آئی پھر ان مراحل میں بدر بھی ہے، احد بھی ہے، اور خندق بھی ہے، یہ سارے مراحل ہیں اور اللہ کی مدد پھر آئی۔ وہی مکہ جس سے بے بسی کے عالم میں نکال دیا گیا تھا اور نکلنے پر مجبور کر دیا تھا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے لیکن صورت یہ تھی کہ ہمارے آقا عاجزانہ انداز میں داخل ہوئے فتح کا موقع تھا آپ فاتح بن کر مکہ آئے تھے، دس ہزار کا لشکر آپ کے پاس تھا اور ایسا لشکر کہ انگلی کا اشارہ کر دیتے تو خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور حق تھا کہ ان سے انتقام لیا جائے اور بے ساختہ آپ کے ایک جانثار کی زبان پر انتقام کا نعرہ بھی آ گیا۔ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ آج تو بدلہ لینے کا دن ہے، ہمارے آقا کو جو ستایا گیا آج ہم اس کا بدلہ لیں گے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسم کے پرخچے اڑائے گئے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جو مارا گیا ہم اس کا بدلہ لیں گے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو گلیوں میں گھسیٹا گیا ہم اس کا بدلہ لیں گے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو جو دہکتے ہوئے انگاروں میں لٹایا گیا ہم اس کا بدلہ لیں گے، حضرت ابوسفیان جو ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ آپ کا ایک جان نثار انتقام کی صدائیں لگا رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور منع فرمایا یہ مت کہو، ہاں کوئی دوسرا فاتح ہوتا تو یہی نعرہ لگواتا لیکن میں عام فاتح نہیں ہوں میں تو محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میرا نعرہ میری شان کے مطابق ہو آپ نے فرمایا سعد! یوں مت کہو، یوں کہو الیوم یوم المرحمۃ۔ ''آج رحم کرنے کا دن ہے''۔

بسا اوقات ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشادات بیان کرتے ہیں، لیکن عمل کی نیت سے نہیں ایسے ہی محفل کو گرمانے اور تقریریں سجانے کے لئے ۔ بڑے بڑے لیڈروں کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے واقعات، حضور ﷺ کے ارشاد عفوودرگزر کرنے کے واقعات بیان کرتے ہیں لیکن خود ان کا یہ حال ہے کہ ذرا ان کو طاقت مل جائے تو وہ انتقام لئے بغیر نہیں رہتے، فرعون بن جاتے ہیں لیکن حضور کی سیرت یہ نہیں ہے۔ تو اللہ کی مدد آئی لیکن اس مدد کے آنے میں مختلف مراحل ہیں وہ سارے مراحل ہمیں اپنے سامنے رکھنے ہوں گے بسا اوقات ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔

اللہ کی مدد کب آئے گی؟

اللہ کی مدد کب آئے گی، بدر والا منظر کب دیکھیں گے؟، ہم نعرہ لگا دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ جن پر مدد آئی تھی وہ کیسے تھے اور ہم کیسے ہیں اپنے گریبان اور اپنے دامن کو نہیں دیکھتے، اپنی سیرت کو، اپنی صورت کو، اپنے اعمال کو، اپنے دنوں کو، اپنی راتوں کو نہیں دیکھتے ہاں بدر میں اترنے والے فرشتوں کو دیکھتے ہیں، اور صرف اس بات کو دیکھتے ہیں وہ بھی، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھتے تھے اور ہم بھی پڑھتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اسی طریقے سے عبداللہ بن ابی بھی تو پڑھتا تھا، عبداللہ بن ابی کی پارٹی والے بھی تو پڑھتے تھے، وہ جو منافقت کرتے تھے سازشوں میں لگے رہتے تھے، وہ بھی تو یہ کلمہ پڑھتے تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ابوبکر کی طرح کلمہ نہ پڑھ رہے ہوں ہم عبداللہ بن ابی کی طرح کلمہ پڑھ رہے ہوں معاذ اللہ۔ ہم اپنا جائزہ لے لیں، اپنے آپ کو دیکھ لیں کہ یہ کلمہ صرف زبان پر ہے یا دل میں بھی اترا ہے، زندگی میں بھی اس کا کوئی اثر نظر آتا ہے آنکھوں میں اس کی چمک اور زبان میں اس کی صداقت اور ہمارے دل میں اس کا نور محسوس ہوتا ہے اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہو گیا، مکہ دائرہ اسلام میں شامل ہو گیا، اسلامی حکومت وہاں قائم ہو گئی کعبہ جو بنایا ہی اللہ کی عبادت کے لیے تھا لیکن وہاں اللہ کی عبادت نہیں ہوتی تھی اللہ کے شریکوں کی عبادت ہوتی تھی آج اس کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا فتح حاصل ہو گئی۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ (آپ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں)۔

حضور ﷺ کا غم

ایک وقت تھا کہ بعض اوقات آپ صبح سے نکلتے شام تک جو ملتا اس کے سامنے اللہ کے دین کی دعوت پیش کرتے اور شام کو دل گرفتہ، پریشان سے ہو کر واپس پلٹتے کہ شام تک کسی ایک نے بھی کلمہ نہیں پڑھا جو ملا اس نے ٹھکرا دیا تھا جاؤ

(معاذ اللہ) تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حالت یہ ہے کہ آپ مکہ والوں سے نا اُمید ہو کر طائف والوں کے پاس جاتے ہیں یہ نہیں مانتے شاید وہ مان لیں لیکن طائف والوں نے تو مکہ والوں سے بھی زیادہ براحشر کیا ایک وقت وہ تھا کہ پورا پورا دن گزر جاتا ایک بھی کلمہ نہ پڑھتا، کوئی بھی ایمان قبول نہ کرتا ایسا بھی ہوا کہ آپ دل شکستہ ہو کر آ کر چادر اوڑھ کے لیٹ گئے، غم تھا تو ایک ہی غم، امت کا غم گمراہی کی طرف جانے والوں کا غم تھا، نہ مکان کا غم، نہ روزی کا نہ بیوی بچوں کا تھا اور جہنم میں چھلانگیں لگانے والوں کا غم دین کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کا غم، نہ اپنی ذات کا غم تھا نہ پیٹ کا غم ایک ہی غم ایسا غم کہ سارے غم اس کے سامنے دب کے رہ گئے، بھول گئے آپ اپنے آپکو بس ایک ہی غم تھا، امت کا غم، امت کی فکر غم زدہ ہو کر آپ لیٹ گئے تسلی دینے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں تھا، اللہ نے فرمایا۔

حضور ﷺ کے اخلاق حمیدہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ①

بڑے پیار سے خطاب اے چادر اوڑھ کر لیٹ جانے والے! اُٹھیے آپ ڈرایئے اور سمجھایئے دل شکستہ نہ ہو جایئے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور اس موقعہ پر کوئی ساتھ دینے والی ہستی ہے تو عورتوں کے لئے صد افتخار کی بات ہے کہ وہ ہستی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہر مرد کی کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے بیٹے کی کامیابی کے پیچھے ماں کا ہاتھ، بھائی کی کامیابی کے پیچھے بہن کا ہاتھ اور شوہر کی کامیابی کے پیچھے بیوی کا ہاتھ بیوی ساتھ دیتی ہے۔ کتنی ہی مثالیں ایسی ہیں میں نہیں کہتا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتیں تو آپ یہ دعوت چھوڑ دیتے لیکن جو ظاہر نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کے زخمی دل پر مرہم رکھنے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ کو تسلی دینے والی حضور! ﷺ آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں مت گھبرایئے اللہ آپ کو ضائع نہیں جانے دے گا آپ تو غریبوں کے کام آنے والے ہیں، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والے ہیں، آپ بیواؤں کی خبر گیری کرنے والے ہیں آپ مسافروں کی خدمت کرنے والے ہیں، آپ مظلوم کا ساتھ دینے والے ہیں۔ اللہ اکبر، عرض کر رہا ہوں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی عبادت کا ذکر نہیں کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اخلاق کا ذکر کیا ہے، صرف نماز روزے پر اکتفاء مت کیجئے حضور اکرم ﷺ والے اعلیٰ اخلاق اختیار کیجئے وہ سچائی وہ امانت وہ دیانت، وہ غریبوں کی خبر گیری، وہ مظلموں کی نصرت، یہ اعلیٰ اعمال ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے اندر پائے جاتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تسلی دیتی پورا پورا دن گزر جاتا ایک آدھ آدمی ایمان لاتا اور بعض اوقات ایک آدمی بھی نہیں لیکن اب وہ موقعہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں خیمہ لگوا کر ان کو ٹھہرایا، ان کی مہمان نوازی کی، آپ ان کے

پاس جا کر اپنا دکھ سکھ بیان کرتے اور اپنے معاملات بیان کرتے آپ نے ان کو طعنے نہیں دیئے کہ تم نے تو مجھے طائف سے پتھر مار کر نکال دیا تھا نہیں بلکہ آپ نے ان کو سینے سے لگایا۔

تکمیل مشن

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

(آپ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں فوج در فوج)

جماعت در جماعت، قبیلہ در قبیلہ، قوم در قوم، جو تیئس سال محنت کی تھی، اپنی آنکھوں سے اس کا پھل دیکھ لیں آپ کے دل کو کتنا اطمینان، کتنا سکون ملا، اس کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث سامنے رکھیں زندگی کی آخری رات کی وہ صبح تھی نماز فجر کا وقت اور حضور بیماری کی وجہ سے مسجد تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اور آپ کی جگہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں صفیں قائم ہو چکی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلے پر کھڑے ہو چکے ہیں حضور نے اچانک کھڑکی کھولی اور صفوں کی طرف دیکھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی وہ مسکراہٹ جو ایک کاشتکار کے چہرے پر ہوتی ہے جو بیج بوتا ہے، محنت کرتا ہے، ہل چلاتا ہے، پھر جب کھیتی اگتی ہے اور پھلنے لگتی ہے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے حضور کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور کمال کی تشبیہ دی ہے فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے قرآن کریم کا ورق ہوتا ہے چہرہ بیماری کی وجہ سے پیلا تھا لیکن مقدس چہرہ تھا، مبارک چہرہ جیسے قرآن کا ورق ہوتا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ جو مسکراہٹ تھی یہ اپنا نتیجہ دیکھ کر کہ جس کے لئے محنت کی تھی کہ اللہ کے بندے اللہ کے سامنے جھک جائیں، اللہ کی عبادت کرنے والے بن جائیں وہ منظر آج اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے آج جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے چہرہ انور کی تابانی اور نورانیت کو محسوس کیا تو بے تاب ہو گئے بہت دنوں سے بعض صحابہ ایسے تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور نہیں دیکھا تھا ان میں سے کتنے ہی ایسے تھے جو سارے غم برداشت کر لیتے تھے سارے غم بھول جاتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ لیتے تھے، اللہ نے دلوں میں ایسی محبت پیدا کر دی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بار بار کیوں آتے ہو؟ کہا کہ حضور گھر میں چین نہیں آتا آپ کا چہرہ دیکھنے کو جی کرتا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ انصار کہیں بیٹھے ہوئے تھے ایک صحابی کا گزر ہوا دیکھا کہ انصار رو رہے ہیں پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے بہت دن ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور نہیں دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی تابانی اور نورانیت کو دیکھا تو قریب تھا کہ صفیں درہم برہم ہو جائیں، ٹوٹ پھوٹ جاتیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑکی

کا دروازہ بند فرما لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ (آپ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے ہیں)

حصول نعمت کے بعد ادائیگی شکر ضروری ہے

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط (تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے)

دو باتوں کا حکم دیا کہ جب آپ نے اپنی محنت کا نتیجہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں ہو تو دو کام کریں ایک تو اپنے پروردگار کی تسبیح تحمید تقدیس بیان کریں اللہ! تیرا شکر، اللہ! تو نے کرم کر دیا۔ اللہ پاک اگر کسی کو عبادت کی توفیق دے دیں تو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ آج بہت سے لوگوں کو شکر کرنے کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ۔ میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ عجیب دعا کر رہا تھا اے اللہ! مجھے اپنے تھوڑے بندوں میں بنا دے وہ وہاں سے فارغ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے عجیب دعا کی ہے تو اس نے کہا کہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہت تھوڑے ہیں جو شکر ادا کرنے والے ہیں میں اللہ سے مانگ رہا تھا کہ ان تھوڑوں میں سے مجھے بھی بنا دے، میں بھی تیرا شکر ادا کرنے والا بن جاؤں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ کسی کو عبادت کی توفیق دے دیں تو شکر ادا کرنا چاہیے بہت سارے ایسے ہیں کہ وہ شکر ادا کرتے نہیں اور جو شکر ادا کرتے ہیں تو تب جب اُس کو دنیا کی نعمت مل جائے، لیکن جب دین کی، عبادت کی کوئی نعمت مل گئی تو اس پر شکر ادا نہیں کرتے وہ شاید اس کو نعمت ہی نہیں سمجھتے، اللہ نے تلاوت کی توفیق دے دی، اللہ نے نماز پڑھنے کی توفیق دی، اللہ نے روزوں کی توفیق دی اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اللہ حج وغیرہ کی توفیق دے، صدقہ وخیرات کی توفیق دے تو اس پر ذرہ بھی دل میں خیال نہ آئے کہ میں نے بڑا کمال کیا بلکہ یہ کہے اے اللہ! میں کہاں اور یہ عبادت کیا، یا اللہ! اگر تو توفیق نہ دیتا تو یہ عبادت کیسے کر پاتا، یہ پیشانی بھی تیری، یہ جسم بھی تیرا، یہ دل بھی تیرا، یہ دماغ بھی تیرا، دل میں جذبہ تو پیدا کرتا ہے۔

قدم اٹھانے کی توفیق بھی تو دیتا ہے اور سر جھکانے کی توفیق بھی تو دیتا ہے۔

میری طلب بھی تیرے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

اللہ اٹھانے کی توفیق دیتا ہے ورنہ میں اور آپ کون؟ اللہ توفیق نہ دے تو سر نہیں جھکا سکتے اور اللہ توفیق نہ دے تو ہم تلاوت، ذکر، عبادت نہیں کر سکتے اس کا شکر تو ادا نہیں کیا جا سکتا یہ اس کی نعمتیں ہیں سجدے رکوع، دعا کی توفیق یہ دعوت، یہ تبلیغ، یہ میرا اسنانا ربّ کعبہ کی قسم! میں خود تھوڑا ہی سنا سکتا ہوں میں خود نہیں بول سکتا اگر اللہ پاک توفیق نہ دے۔

ساری زندگی اگر سجدہ میں پڑا رہے تب بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا

اسی لیے کہا گیا کہ اللہ کا شکر تو ادا ہو ہی نہیں سکتا اگر میں ساری رات صبح تک سجدے میں پڑا رہا، روتا رہا کیا اللہ کا شکر ادا ہو گیا؟ ایک اور بہت بڑی نعمت مل گئی کہ اتنا لمبا سجدہ کرنے کی توفیق ہو گئی اس نعمت پر ایک اور سجدہ کرنا چاہئے اور اس سجدہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ایک سجدہ کروں نعمتیں بڑھتی چلی جائے گی لیکن شکر ادا نہیں ہوا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت کی توفیق دے دے تو جان کہ میں اللہ کی نظر میں آ گیا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ شاید دوسری عبادت کی توفیق نہ دیتے لیکن عبادت ایسی ہو جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ویسے کلمہ پڑھنے کی، تلاوت کرنے کی، ذکر کرنے کی توفیق اسے دیتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ تو اب آپ کیا کریں کہ لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے ہیں تو پہلا کام یہ ہے کہ میری تسبیح بیان کریں حضور اکرم ﷺ اللہ کی حمد و ثناء کرنے والے تھے جب آپ مکہ داخل ہوئے تو آپ کی زبان پر یہی تھا ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری مدد کی اسی اللہ نے سارے لشکروں کو شکست دی اپنی ذات کے لئے ایک لفظ بھی نہیں بولا کہ میں نے یوں کر دیا، میں نے یوں کر دیا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ ایک عبادت کی توفیق دے تو اس پر اللہ کی حمد و ثناء کرے یا اللہ! یہ تیرا ہی کرم ہے ورنہ میں اس قابل نہیں تھا۔ دوسرا کام یہ ہے کہ۔

نبی علیہ السلام کا استغفار

وَاسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳ (آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں، استغفار کریں اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے)

اب سوچیئے تو اللہ کس کو استغفار کرنے کا حکم دے رہا ہے جو بخشے بخشائے ہیں اللہ نے خود اعلان کر دیا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲

ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی اور ہم نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے گناہ تو تھے نہیں لیکن جو آپ کے دل میں کھٹک تھی اس کو ہم نے معاف کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دل میں خیال آرہا تھا اور سوچ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب اپنی نظروں سے لوگوں کو دین میں داخل ہوتا ہوا دیکھ لیا تو اب کیا کریں؟ استغفار کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں تیئس سال کے عرصہ میں جیسا دعوت کا حق تھا وہ ادا نہ ہو سکا اس پر بھی استغفار کریں۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ نماز کے بعد جو مسنون اذکار ہیں انمیں سے ایک ذکر استغفار بھی یہ ہے کہ استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ پڑھیں یہ کیوں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پڑھی تو نماز ہے لیکن

جیسے نماز پڑھنے کا حق تھا یا اللہ! وہ مجھ سے ادا نہیں ہوسکا اس لیے استغفار کررہا ہوں۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ، بعض اوقات نیک کام کے بعد استغفار کیا جاتا ہے، اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرمایا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ کی راہ میں خوب دیتے ہیں، خرچ کرتے ہیں اور ساتھ ان کے دل بھی ڈر رہے ہوتے ہیں کیوں؟ ان کو پتہ ہے کہ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں وہاں جاکر معلوم ہوگا کہ یہ خرچ کرنا قبول ہوا بھی ہے یا نہیں اللہ نے اپنے نبی کو استغفار کا حکم دیا حضور اکرم معصومین کے سردار، سید المعصومین، سید المرسلین، سید الانس والجن، انسانوں کے بھی سردار، جنوں کے بھی سردار، رسولوں کے بھی سردار، سارے صلحاء، سارے انبیاء کے سردار لیکن اس کے باوجود حضور اکرم کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے صحابہ کرام کہتے ہیں بعض اوقات آپ ایک ہی مجلس میں سو(۱۰۰) سے زیادہ مرتبہ استغفار پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ۔ اللہ! مجھے معاف فرمادے اور اے اللہ! میری توبہ قبول فرمالے اللہ! میری طرف توجہ فرمایئے استغفار کرنا انبیاء، صلحاء کا شیوہ، ان کا اسوہ، ان کی عادت اور ان کا طریقہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوجائیں ایک ایک نبی کو لیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کیا فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﵍ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اے اللہ! ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا ہے اور اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم تباہ ہوجائیں گے

حضرت نوح علیہ السلام اللہ سے یوں کہہ رہے ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اے اللہ! مجھے معاف کردے، میرے والدین کو معاف کردے، ایمان والے مردوں کو معاف کردے، ایمان والی عورتوں کو معاف کردے اور موحد اعظم حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ انکی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے عجیب قربانی والی زندگی، وطن بھی قربان، گھر بار قربان، والدین قربان یہاں تک کہ بیوی بچے بھی قربان بے آباد زمین میں لاکر چھوڑ دیا پھر اللہ کا حکم ہوا تو ذبح کے لئے تیار ہوگئے بیت اللہ کی تعمیر بھی کرلی ساری زندگی قربانی میں گزر گئی تو آخر عمر میں اللہ سے دعا کررہے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے ہیں

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ یا اللہ! مجھے بھی معاف کردے یا اللہ! میرے بھائی کو بھی معاف کردے۔
آپ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں مختلف قسم کی مختلف موقعوں پر دعائیں ہیں کیسے اللہ سے مانگتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خلقتنی و انا عبدک و انا علی عھدک و وعدک ما استطعت

اے اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا یا اللہ! میں تیرے قبضے میں ہوں یا اللہ! میں تیرے وعدے پر قائم ہوں اپنی طاقت کے مطابق تیری عبادت کرتا ہوں اپنی طاقت کے مطابق تیرے حکموں پر چلتا ہوں تیرا حق ادا نہیں ہوتا مجھے معاف فرمادیجیے حضور اکرم ﷺ دعا کرتے ہیں یا اللہ! مجھے معاف کردینا کثرت کے ساتھ استغفار کرتے ہیں۔

گناہوں کا تریاق توبہ واستغفار

ارے میرے بزرگو اور دوستو! میرے آقا اور انبیاء کرام اتنے اونچے مقام پر ہونے کے باوجود کثرت سے استغفار کرتے ہیں اور ہم تو سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کبھی استغفار کی توفیق ہی نہیں ہوتی یہ جو گناہ ہیں یہ زہر ہیں اور اللہ نے اس کا تریاق رکھا ہے وہ توبہ واستغفار ہے یہ گناہ آگ ہیں، دنیا کی آگ چھوٹا سا گھر دوسو گز کا جلا کر راکھ کردیتی ہے اور گناہوں کی آگ آخرت کے گھر کو جلا کے راکھ کردیتی ہے آخرت کو انگاروں سے بھر کر راکھ بنادیتی ہے سندھی کا ایک مشہور، قدیم شاعر گذرا ہے جنگل میں اپنی والدہ کے ساتھ تھا، والدہ نے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ تلاش کر کے لاؤ کھانا پکانا ہے کافی ڈھونڈ کر آگیا اور کہا کہ آگ نہیں ملی ماں نے غصہ سے کہا کہیں نہیں آگ ملی تھی تو جہنم ہی سے آگ لے آتا، اس نے بڑی معصومیت سے کہا اماں! جہنم میں آگ کہاں جہنم تو خالی پڑی ہے وہاں ہر شخص اپنی اپنی آگ اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے، ہاں جو شخص جھوٹ بول رہا ہے، غریبوں کا حق دبا رہا ہے، ظلم کر رہا ہے اور بے حیائی کر رہا ہے گناہوں میں مبتلا ہے یہ اپنے حصے کی آگ جمع کر رہا ہے اور جو اللہ کی عبادت، محمد ﷺ کی اطاعت میں لگا رہے وہ جنت میں اپنے لیے پھل اور پھول اکٹھے کر رہا ہے یہاں سُبْحَانَ اللہ کہتا ہے جنت میں ایک درخت لگا رہا ہے، ساتھیوں نے بتایا ایک نومسلم جماعت میں چل رہا تھا تنہائی میں بیٹھا سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ پڑھ رہا ہے اس سے کسی ساتھی نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے یہ نہیں کہا میں سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ پڑھ رہا ہوں بلکہ اس نے کہا کہ میں جنت میں درخت لگا رہا ہوں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سُبْحَانَ اللہ کہتا ہے تو وہ جنت میں بڑے طویل وعریض سائے والا درخت لگا دیتا ہے۔ تو ہم اپنی آگ بھی اپنے ساتھ لے کر نہ جائیں اور ہم جو گناہوں کی آگ جمع کئے ہوئے بیٹھے ہیں اور اللہ نے اس آگ کو بجھانے کا ذریعہ بھی بتادیا ارے دنیا کی آگ کو بجھانے کے لئے تو بالٹیاں لے کر بھاگنے کی ضرورت، پڑوسیوں کو بلانے کی

ضرورت، فائر بریگیڈ کو بلانے کی ضرورت، لیکن گناہوں کی آگ کو، آخرت کی آگ کو بجھانے کے لئے کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں جب تیرے دل میں گناہوں کا احساس پیدا ہو جائے، اللہ کی نافرمانی کا احساس پیدا ہو جائے جو کھلاتا ہے اسی کے حکموں کو ٹھکراتا ہو، جب تیرے دل میں ندامت پیدا ہو جائے تو تو جہاں بھی ہو مسجد میں ہو یا گھر میں ہو، آبادی میں ہو یا جنگل میں ہو تو وہیں پر سر جھکا دینا، دو آنسو بہا دینا اگر تو نے سچے دل سے آنسو بہا دیئے اور توبہ کر لی تو میں اللہ تیرے سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور تجھ پر جہنم کی آگ کو حرام کر دوں گا، وہ گناہوں کی آگ جو تو ستر سال اپنے لیے جمع کرتا رہا۔ اسی۔ لیے اللہ فرماتا ہے کہ اپنے اوپر ظلم نہ کرو جو گناہ کرتے ہیں اللہ فرماتا ہے کہ میرے اوپر تو ظلم نہیں کر رہے میری بادشاہی میں، میرے جلال میں، میرے جمال میں کوئی فرق نہیں آئے گا میری کبریائی میں، میری سلطنت میں میری بادشاہت میں کوئی فرق نہیں آئے گا ارے مت اپنے پر ظلم کرو، باز آجاؤ، توبہ کرو، استغفار کرلو، ارے وہ اللہ توبہ کرنے والے پر بڑا خوش ہوتا ہے۔ یاد رکھیے شیطان کسی عبادت پر اتنا پریشان نہیں ہوتا جتنا کہ کسی گنہگار کے سچے دل سے توبہ کرنے پر پریشان ہوتا ہے اور اللہ توبہ کرنیوالوں پر اتنا ہی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

توبہ کرنے پر اللہ کی خوشی

حضور اکرم ﷺ نے بڑے عجیب انداز سے یہ بات سمجھائی فرمایا کہ ایک شخص عرب کے صحراء میں سفر کر رہا ہے اونٹ ساتھ ہیں اور اونٹ پر ہی زادِ سفر ہے کھانے پینے کا سامان ہے اور یہ تھک گیا راستے میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا، اونگھ آگئی اور اسی دوران وہ اونٹ چھوٹ کر کہیں بھاگ گیا بہت تلاش کیا ادھر ادھر مارا مارا پھرا لیکن وہ اونٹ کہیں نہیں ملا زادِ راہ اسی پر تھا عرب کا صحراء ہے، پانی کا نام و نشان نہیں، آبادی قریب نہیں یقین آگیا کہ اب موت سے نہیں بچ سکتا لیٹا ہوا تھا اچانک آہٹ سی محسوس ہوئی تو آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ اونٹ موجود ہے تو بے ساختہ کہنا تو یہ چاہتا تھا اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں حضور اس کی خوشی کی انتہاء کو بتانا چاہتے ہیں بتانا چاہتے ہیں (خوشی میں پاگل ہو گیا) اور کہنے لگا اَنْتَ عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّکَ یہ کلمہ کفر ہوا کیونکہ بنا قصد اور ارادے کے کیونکہ حضور ﷺ تو اس کی خوشی کی انتہاء کو بیان کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کی دیوانگی سے اندازہ کر سکتے ہو کہ کتنا خوش ہوا کہ جب ایک گنہگار اور بھولا بھٹکا انسان توبہ کرتا ہے تو اللہ کو اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جب کوئی توبہ کرتا ہے اور میرے بزرگو اور دوستو! بہت سے لوگ ابھی توبہ اس لیے نہیں کرتے کہ ابھی زندگی پڑی ہے دیکھا جائے گا، ابھی تو میں جوان ہوں۔ ارے اللہ کے بندو! مت بڑھاپے کا انتظار کرو پتہ نہیں کہ بڑھاپا آئے گا بھی یا نہیں، کتنے ہی جوانی میں چل بستے ہیں ہم کون سی

تحریر لائے ہیں جس میں ہے کہ جوانی میں نہیں مریں گے، میرے پاس کونسی تحریر ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ کل صبح تک زندہ رہوں گا، کیا دنیا میں ہم سب امور نہیں دیکھتے؟ صحت مند، ہٹے کٹے، نارمل زندگی گزار رہے ہیں رات کو سوتے میں دل کی دھڑکن بند ہوئی تو چل بسے۔ کون لکھوا کر لایا ہے؟ کس کے پاس ضمانت ہے؟ اس لیے انتظار مت کیجئے بہت سے لوگ اس وجہ سے توبہ نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ گناہ پھر ہو جائے۔ ارے کیسا بیوقوف ہے کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اس وجہ سے روٹی نہ کھاتا ہو کہ روٹی کھانے کے بعد پھر بھوک لگ جائے گی ارے پھر بھوک لگی تو پھر کھالینا پھر پیاس لگی تو پھر پی لینا قصد اور ارادہ تو یہ ہو کہ اب گناہ نہیں کروں گا لیکن اگر ہو جائے تو پھر دروازہ کھٹکھٹا دے اللہ! مجھ سے پھر غلطی ہو گئی یا اللہ! پھر معاف فرمادے۔

میرے بزرگو اور دوستو! توبہ کیجئے جوانی میں توبہ کرنے کا لطف اور مزہ ہی کچھ اور ہے "در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری" ارے جوانی میں توبہ کرنا انبیاء کا شیوہ ہے کیونکہ بڑھاپے میں تو بھیڑیے کا بچہ بھی پرہیزگار بن جاتا ہے اب تو وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا کرنا بھی چاہے تو ہمت نہیں مزہ تو تب ہے جب اعضاء درست ہوں تو پھر گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے جوانی کی توبہ اللہ پاک کے ہاں بہت بڑا مقام رکھتی ہے یہ مطلب نہیں کہ جو بوڑھا ہے وہ توبہ نہ کرے اس کو تو اور زیادہ شرمندہ ہونا چاہیے اور بات یہ ہے اللہ فرماتا ہے کہ بوڑھا سفید بالوں والا شرمندہ ہو یا نہ ہو میں شرمندہ ہوتا ہوں اللہ کہتا ہے کہ مجھے سفید بالوں سے حیاء آتی ہے ارے تجھے تو حیاء نہیں آتی بال سفید ہو گئے پھر بھی گناہ کرتا ہے مجھے تجھ سے حیاء آتی ہے جب بڑھاپے میں، سفید بالوں میں میرے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے مجھے حیاء آتی ہے مجھ سے معافی مانگ رہا ہے میں اس کی توبہ کیوں نہ قبول کروں میں تیرے سفید بالوں کو دیکھ کر تیری توبہ قبول کر لیتا ہوں جوانی میں توبہ کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔

توبہ واستغفار کے فوائد

میرے دوستو! عرض کردوں کہ توبہ واستغفار ایک تو گناہوں کے لئے اور دوسرا درجات کی بلندی کے لئے ہے بکثرت توبہ اور استغفار ہر مشکل اور پریشانی کا علاج ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص مسلسل استغفار کرتا رہتا ہے تو اللہ پاک اس کے لئے ہر غم اور پریشانی اور بیماری سے بچنے اور دور رہنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہ وظیفہ بتادو، اولاد نہیں، فقر وفاقہ، قحط سالی ہے، کوئی وظیفہ بتادو، آپ نے کہا استغفار کرو، شاگردوں نے پوچھا کہ آنے والے نے مختلف پریشانیوں کا اظہار کیا لیکن وظیفہ آپ نے ایک ہی بتایا فرمایا کہ یہ وظیفہ میں نے نہیں بتایا بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ نوح میں ارشاد فرمایا

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

"اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

ترجمہ: وہ تم پر آسمانوں سے بارش برسائے گا اور تمہارے لیے باغات پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا

اللہ پاک ہمیں سچے دل سے توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطاء کرے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃ

موضوع

مال کا غرور

آیاتُھا ۵ (۱۱۱) سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ (۶) رُکُوعَاتُھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ
لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ترجمہ:...... ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں، اور وہ خود برباد ہو چکا ہے۔(۱) اُس کی دولت اور اُس نے جو کمائی کی تھی، وہ اُس کے کچھ کام نہیں آئی۔(۲) وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔(۳) اور اُس کی بیوی بھی، لکڑیاں ڈھوتی ہوئی، (۴) اپنی گردن میں مونجھ کی رسّی لئے ہوئے۔(۵)

ابولہب اور اس کی بیوی کا تعارف:

جیسا کہ آپ نے ترجمہ سے جان لیا ہوگا کہ اس سورت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام بیان فرمایا ہے۔ ابولہب کا نام عبدالعزّٰی بن عبدالمطلب تھا اور رشتے میں حضور اکرم ﷺ کا چچا تھا، آپ کے والد جناب عبداللہ اور ابولہب دونوں کے والد ایک تھے لیکن مائیں مختلف تھیں ایسے بھائی بہن کو عربی میں علاتی بہن بھائی کہتے ہیں کہ باپ شریک ہیں لیکن ماں میں شریک نہیں باپ ایک ہے اور ماں دونوں کی مختلف ہے۔

ابولہب انتہائی متمول، بڑا وجیہ اور خوبصورت انسان تھا بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کو جو ابولہب کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ لہب کا معنی انگارہ ہوتا ہے تو اس کا چہرہ انگارے کی طرح چمکتا اور دہکتا تھا تو اس کی کنیت ہی ابولہب پڑ گئی ورنہ اس کا نام عبدالعزّٰی تھا اس کی بیوی جس کی کنیت اُمِ جمیل اور نام اروی تھا یہ حضرت ابوسفیان کی بہن تھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عداوت، نفرت اور دشمنی میں دونوں میاں بیوی حد سے بڑھے ہوئے تھے خاندانی رشتہ داری کا بھی کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے حضور ﷺ پر پہلی بار وحی نازل ہونے کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ تین سال کے بعد جب وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا۔

اِنذار کا معنی

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں، سمجھائیں، خبردار کریں۔)

یہ جو اَنْذِرْ کا معنی میں نے ''ڈرائیں'' کیا ہے یہ اس لیے چونکہ ہر نبی نذیر بھی ہوتا ہے اور بشیر بھی ہوتا ہے۔

ڈرانے والا بھی اور خوشخبری دینے والا بھی، دنیا کی کسی زبان میں ایسی وسعت نہیں کہ عربی زبان کا ترجمہ پوری نزاکت کے ساتھ کیا جاسکے۔

نذیر کا معنی صرف ڈرانا نہیں بلکہ نذیر کا معنی محبت اور پیار کے ساتھ ڈرانا ہے ایسا ڈرانا جس کی بنیاد محبت پر ہو شفقت اور خیر خواہی پر ہو۔ ڈرانا تو چور، دشمن اور ڈاکو کا بھی ہے اور ڈرانا ماں باپ کا بھی ہے لیکن دونوں کے ڈرانے میں زمین آسمان کا فرق ہے اللہ تعالیٰ کے نبی نذیر تھے ڈرانے والے تھے، لیکن آپ کا ڈرانا خیر خواہی اور محبت کی بناء پر تھا آپ ایک طرف عذاب سے ڈراتے تھے دوسری طرف دعائیں بھی کرتے تھے کہ اے اللہ! ان کو جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے اور ان کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

دعوت وتبلیغ کا طریقۂ کار

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں، سمجھائیں، خبردار کریں، تبلیغ اور دعوت کا طریقہ یہی ہے جب اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے اور دین کا علم عطا فرمائے سب سے پہلے اپنے اس جسم پر اس علم کو عملی شکل میں لانے کی کوشش کی جائے، اس کے بعد اپنے گھر والوں کو اور قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا جائے اس کے بعد یہ دعوت وتبلیغ کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو پوری دنیا میں دین کی بات کو پہنچایا جائے، لیکن جو خود عمل نہیں کرتا اور اپنے گھر میں عمل کروانے کی فکر نہیں کرتا تو ایسوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ کم از کم کوشش کرنا لازم ہے۔

کوشش کا لفظ اس لیے استعمال کر رہا ہوں کیونکہ اپنے گھر والوں کو بھی بدلنا یہ انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن کوشش کرنا تو بس میں ہے۔ بعض اوقات شوہر سمجھاتا ہے لیکن بیوی نہیں مانتی، والدین سمجھاتے ہیں لیکن اولاد نہیں مانتی، بھائی سمجھاتا ہے لیکن بھائی نہیں مانتا، دوسرے رشتہ دار بات پر کان نہیں دھرتے، میں اور آپ تو کیا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو سمجھایا لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا لیکن کوشش کرنا تو ضروری ہے۔

شانِ نزول

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے دعوت کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی حکم دیا تھا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ تو حضور اکرم ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آج تو حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی سہولت کے لیے صفا اور مروہ پہاڑ کو کاٹ کاٹ کر بالکل چھوٹا کر دیا گیا ہے لیکن اس وقت اونچے پہاڑ تھے تو صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور اپنے عرب کے دستور کے مطابق وہاں کھڑے ہو کر نعرہ لگایا یَا صَبَاحَاہ! یہ

لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے نعرہ لگایا جاتا تھا بعض اوقات تو لوگ یوں بھی کیا کرتے تھے کہ اپنے جسم کے کپڑے اتار کر یَا صَبَاحَاہ! اور وَا صَبَاحَاہ! کہہ کر پکارتے تھے۔ تو لوگ سمجھتے تھے کہ کوئی ایمرجنسی اور خطرناک صورتحال درپیش ہے ممکن ہے کوئی مخالف قبیلہ حملہ کرنے والا ہو یا کوئی خطرہ ہماری سلامتی کو درپیش ہے۔ جب حضور ﷺ نے یَا صَبَاحَاہ! کی آواز بلند کی تو لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اس موقع پر اپنے قبیلوں اور قریبی رشتہ داروں کے نام لے کر پکارا یا بنی فلاں یا بنی فلاں یا بنی عبد مناف یا بنی عبد المطلب جب سب جمع ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر ہے جو ممکن ہے کہ تم پر حملہ آور ہو جائے کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں ہم ضرور تصدیق کریں گے۔ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ کَذِبًا اے محمد! ﷺ آپ نے ہمارے اندر زندگی کے تینتالیس یا چوالیس سال گزارے ہیں ہم نے آپ کو کبھی آج تک جھوٹ بولتے نہیں سنا اس لیے ہم آپ کی بات کی تصدیق کریں گے تو آپ نے فرمایا فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ میں کسی انسانی لشکر کے حملہ آور ہونے سے نہیں ڈراتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے آسمانی عذاب کے آنے سے پہلے تم کو ڈراتا ہوں کہ توبہ کر لو اور ایمان قبول کر لو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو ابولہب جو جمع ہونے والوں میں شامل تھا وہ کہہ اٹھا۔ تَبًّا لَّکَ یَا مُحَمَّدُ! اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا اے محمد! تم ہلاک ہو جاؤ، تمہاری بربادی ہو، نیست نابود ہو جاؤ کیا ہمارے جیسے مصروف اور معزز لوگوں کو تو نے یہ بات سنانے کے لیے جمع کیا تھا حضور کی عادتِ مبارکہ گالی کا جواب گالی کے ساتھ دینے کی نہیں تھی آپ نے تو خاموشی اختیار فرمائی لیکن اللہ پاک نے ان گستاخانہ کلمات کا جواب خود دیا۔ یہ سورت نازل ہوئی جس میں فرمایا تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ابولہب! ہلاکت میرے نبی ﷺ کے لیے نہیں بلکہ ہلاکت تیرے لیے ہے تیرے ہاتھ ٹوٹیں، تو تباہ ہو جائے، تو ہلاک ہو جائے، تو نیست و نابود ہو جائے، میرے بندے اور میرے نبی جو دنیا تک میرا پیغام پہنچانے کے لئے آئے ہیں ہلاکت ان کے لئے نہیں بلکہ ہلاکت تیرے جیسے دشمنوں کے لئے ہے۔

ابولہب کی دشمنی کی انتہاء

اس کی عداوت اور نفرت کی انتہا یہ تھی کہ طارق محاوری کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ ذوالمجاز کے مقام پر ایک منڈی اور بازار لگتا تھا اور حضور تو حیلے بہانے کی تلاش میں رہتے تھے کہ کبھی ایسا موقعہ مل جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا سکوں ہمارے آقا ﷺ بے مثال داعی تھے اور بے مثال مبلغ تھے میں عرض کر دوں کہ مثالی خطیب، مثالی مبلغ، مثالی داعی ہماری نظر میں تو وہ ہوتا ہے جس کی آواز پر سوز جس کو آواز اور جملوں پر قابو حاصل ہو، جو بولنے کا ڈھنگ جانتا ہوں، جو مجمع کو تڑپانا جانتا ہو، رلانا جانتا ہو، ہنسا سکتا ہو، اٹھا سکتا

ہو، لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مثالی مبلغ اور مثالی داعی وہ ہوگا جس کے دل میں انسانیت کا درد اور اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا جذبہ ہو اس کے لئے دعوت ایسی ہو جس طرح لوگوں کے لئے بھوک کے وقت کھانا اور پیاس کے وقت پانی ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے ہاں مثالی خطیب وہ ہے جس کی آواز بہت اچھی ہو خواہ اس کے دل میں انسانیت کا درد ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کے دین پہچانے کا جذبہ ہو یا نہ ہو۔

ہمارے آقا ﷺ کے دل میں انسانیت کا درد تھا ان کو دین پہنچانے کا جذبہ تھا اور دین کی دعوت دینے کے لئے آپ موقع کی تلاش میں رہتے تھے وہاں میلا لگا ہوا تھا آپ وہاں پہنچ گئے طارق محاوری کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان کہتا پھرتا ہے قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْنَ لوگو! تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے میں نے دیکھا اس کے پیچھے ایک اور شخص لگا ہوا ہے وہ کہہ رہا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ کَذَّابٌ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ لوگو! یہ جھوٹا ہے اس کی بات کی تصدیق نہ کرنا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہنا۔ اور اس کے ہاتھ میں کچھ پتھر ہیں اور وہ اس کی پنڈلیوں پر مارتا ہے یہاں تک کہ پنڈلیوں سے خون بہنے لگا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ جو نوجوان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تبلیغ کر رہا ہے یہ محمد ﷺ ہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور یہ جو پیچھے گالیاں دے رہا ہے اور پھر مار رہا ہے یہ اس کا چچا ابولہب ہے اس حد تک اس کی نفرت پہنچی ہوئی تھی، اور عداوت میں حد سے گزرا ہوا تھا اس کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ تھے دونوں کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں اس نے زبردستی دونوں بیٹوں سے طلاق دلوا دی او جو بڑا بیٹا تھا عتبہ اس نے تو گستاخی کی حد کر دی حضور کے پاس آیا آپ کی بیٹی کو طلاق بھی دی اور معاذ اللہ آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا اسوقت حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرمادے۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا شام کے سفر میں قافلہ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تھا اور یہ بھی ساتھ تھا کہ رات کو بھیڑیا آیا اس کو اٹھا کر لے گیا اور اس کو چیر پھاڑ دیا۔

اُمِّ جمیل کی حضور ﷺ سے عداوت

اسی طریقے سے ابولہب کی بیوی ام جمیل وہ بھی آپ کو تکلیف پہنچانے کا موقع تلاش کرتی رہتی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابولہب کی بیوی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو کہ لکڑیاں چنتی تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ واقعتاً وہ بخل اور کنجوسی کی وجہ سے جلانے کے لئے لکڑیاں چنتی تھی، تھے تو بڑے امیر لیکن طبیعت میں بخل اور کنجوسی تھی بجائے اس کے کہ لکڑی خرید تے لیکن وہ جنگل میں جا کر جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کر کے لاتی تھی بعض دوسری

تفسیروں میں یہ بھی ہے کہ کسی نے کعبۃ اللہ کی نذر میں ایک سونے کا ہرن دیا اور اسے ابولہب ہی نے چرالیا تھا تو بخل
للہ کنجوسی طبیعت میں تھی اس لیے وہ لکڑیاں چن کر لاتی تھی۔

بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ وہ خاردار کانٹے والی لکڑیاں چن کر لاتی تھی اور ایسی جگہ بکھیر دیتی تھی جہاں سے حضور ﷺ کا رات کو گزر رہتا، تاکہ آپ کانٹوں سے الجھ کر زخمی ہو جائیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا عربی زبان میں معنی ہوتا ہے لگائی بجھائی کرنا، اِدھر اُدھر کی باتیں پہنچانا ام جمیل یہ کام بھی کرتی تھی و اللہ اعلم جو بھی تفسیر کر لیں مطلب یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کو اذیت پہنچانے کے مواقع تلاش کرنے کی فکر میں رہتی تھی۔

ابولہب اور اس کے خاندان کا انجام

اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا انتظام تو بھیڑیئے کے ذریعے چیر پھاڑ کے ساتھ کیا اور ابولہب کا انجام یہ ہوا کہ غزوہ بدر کی شکست کے ساتویں دن مرا وہ اس طریقہ سے کہ اس کو کوئی خطرناک قسم کا پھوڑا نکل آیا اس متعدی بیماری میں بیٹے اس کے قریب نہیں جاتے تھے جن بیٹوں پر اس کو ناز تھا وہ کہتے تھے کہ کہیں یہ بیماری ہمیں نہ لگ جائے اسی حال میں وہ مر گیا تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا پھر حبشیوں کو پیسے دے کر اٹھوایا انہوں نے بھی ہاتھ نہیں لگایا بلکہ ایسے ہی لکڑیوں سے دھکیل دھکیل کر ایک کھڈے میں گرا دیا۔

اور اُمِ جمیل حضور اقدس ﷺ کی جو دشمن تھی اسکا انجام یہ ہوا کہ لکڑیاں جنگل سے کاٹ کر لا رہی تھی گٹھا باندھا ہوا تھا اور رسی گلے میں باندھی ہوئی تھی وہ اسی کے گلے ہی میں پھنس گئی اور لکڑیاں پیچھے کی طرف الٹ گئیں گویا کہ وہ ایک پھندہ سا بن گیا اور اسی سے وہ ہلاک ہو کر رہ گئی پورا خاندان جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں اللہ تعالیٰ نے تینوں کو دردناک انجام سے دوچار کیا۔ فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ (ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے۔)

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ (نہیں کام آیا اس کے اس کا مال اور نہ ہی اس کی کمائی۔)

مَا كَسَبَ سے کیا مراد ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے کمائی کا اطلاق اولاد پر فرمایا اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولاد بھی انسان کی بہت بڑی کمائی ہے اگر اولاد نیک ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے والدین کے لئے دنیا کی نیک کمائی کے ساتھ بسا اوقات آخرت کی کمائی بھی بنا دیتا ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی اولاد ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوتی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا سب سے پاک مال وہ ہے جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے کماتا ہے اور فرمایا کہ اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاد کو

بھی کمائی کہا ہے تو آیت کے معنی یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ابولہب کا مال اور نہ ہی اس کی اولاد اس کے کام آئی۔

بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ابولہب کے دس بیٹے تھے اور عرب کے معاشرے میں بیٹوں کا ہونا بڑے فخر اور قوت کی بات سمجھی جاتی تھی قبائلی علاقوں کیطرح جس کی لاٹھی اس کا قانون، آج ہم بظاہر بڑے مہذب معاشرے اور ملک میں رہتے ہیں لیکن دین کی روشنی نہ ہونے کیوجہ سے ہمارا معاشرہ بھی قبائلی معاشرہ بن چکا ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس، قانون کو بھی خرید سکتا ہے، پولیس کو بھی خرید سکتا ہے، عدالت کو بھی خرید سکتا ہے، پیسے کی وجہ سے ایمان تک خریدے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اس جنگل کے قانون اور وحشی زندگی سے ہماری حفاظت فرمائے یہ جو قتل وغارت گری ہے یہ ہماری قبائلی زندگی کی وجہ سے اور جنگلی زندگی کی وجہ ہے قاتل بھی جانتے ہیں دہشت گرد بھی جانتے ہیں کہ یہاں تو کوئی قانون ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ ڈریں مساجد میں حملے، مدارس پر حملے، رکوع سجدے کی حالت میں یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کوئی کہیں سے حملہ نہ کر دے یہ ہمارے گناہوں کی نحوست ہے کہ آج ہم عدم تحفظ کا شکار ہیں یہ تحفظ، امن اور سلامتی یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ تو عرض کر رہا تھا کہ ابولہب کا مال اور اس کی اولاد اس کے کام نہ آئی یہ تو دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب دیا آخرت کے بارے میں فرمایا:

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ نام بھی ابولہب تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس آگ میں داخل ہوگا وہ آگ بھی لہب والی یعنی شعلوں والی ہوگی اور بھڑ کنے والی ہوگی جس میں وہ اور اس کی بیوی داخل ہوگی۔

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (اور اس کی بیوی جو کہ لکڑیاں چنتی ہے)

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ (اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی)

اس سورت کی تفسیر، شان نزول، پس منظر آپ حضرات نے ملاحظہ فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جس کو اپنے مال پر بڑا غرور تھا۔

حلال مال اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

حلال مال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے حلال مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنا چاہیے مسلمانوں کو تجارت میں، صنعت میں آگے بڑھنا چاہیے وہ لوگ جو دین اسلام کو رہبانیت کا دین بنا کر پیش کرتے ہیں گویا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ تجارت کرنا، فیکٹری چلانا، سائنس میں ترقی کرنا یہ تقوی توکل اور نیک ہونے کے منافی ہے وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی صحیح سمجھ عطا نہیں فرمائی ایسے لوگ دین کے غلط ترجمان ہیں۔ دین یہ نہیں کہتا کہ تجارت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور صنعت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور غیروں کے بھکاری بن جاؤ اور غیروں کے محتاج بن کر بیٹھ جاؤ۔

آج ہم کیسے مسلمان ہیں کہ چھوٹی سی چھوٹی چیز میں بھی ہم غیروں کے محتاج ہیں ہماری سستی، کاہلی اور بے ایمانی نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا کہ اول تو صنعت اور تجارت میں ہم ہیں ہی پیچھے اگر ہم کوئی چیز بناتے بھی ہیں تو دو نمبر کی تین نمبر کی یا چار نمبر کی گھٹیا چیزیں بناتے ہیں اب جو کہا گیا ہے کہ غیر ملکی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو تو بہت سے لوگوں نے اشکال کیا کہ ہم بائیکاٹ تو کریں لیکن انکا متبادل تو ہو یہاں تو دو نمبر تین نمبر کی اشیاء بناتے ہیں ہم بے ایمانی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمیں ترقی کرنا چاہیے یہ کوئی ایمان، توکل، نیک ہونے کے اور عبادت کے منافی نہیں ہے ہمیں تو اس کی ترغیب دی گئی ہے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے منع تو نہیں کیا گیا۔

مال کا دھوکہ

مال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یہ اس کی عظیم نعمت ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بعض اوقات ہمارے گناہوں کی وجہ سے زحمت بن جاتی ہے اور عذاب بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب بن جاتی ہے خاص طور پر اسوقت جب مال کے بارے میں غرور کا شکار ہو جائے۔ غرور کس کو کہتے ہیں دھوکے کو غرور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سمجھایا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ

اے لوگو! اللہ کے وعدے سچے ہیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا وعدہ کیا سچا ہے، جنت کا وعدہ کیا سچا ہے، جہنم کا وعدہ کیا سچا ہے، نیکیوں کا اور ان کے بدلے کا وعدہ کیا سچا ہے، تمہاری محنت ٹھکانے لگے گی یہ وعدہ سچا ہے حق والے غالب اور اہل باطل مغلوب ہوں گے یہ وعدہ سچا ہے، اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے سچے ہیں لہٰذا دیکھنا کہیں تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے روپیہ، پیسہ اور اولاد تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے ان چیزوں میں لگ کر کہیں اللہ تعالیٰ کو نہ بھول جانا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهِ

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن اولاد اپنے والد کے کام نہ آسکے گی اور نہ والد اپنی اولاد کے کام آئے گا، اور فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی میں مال تمہیں کہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ میرے پاس تو مال ہے میں اس سے کام چلا لوں گا، سب کچھ خرید لوں گا، مال میرے پاس ہمیشہ رہیگا یہ مال میرے پاس کئی نسلوں تک چلے گا نسلوں کے کام آئے گا لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مال سے ہم سب کچھ خرید سکتے ہیں کتنے لوگ

ہیں جو بستروں پر پڑے سسکیاں لے رہے ہیں مال ہے لیکن صحت نہیں خرید سکتے، کتنے ہیں بے اولاد، مال ہے لیکن اولاد نہیں خرید سکتے، کتنے ہیں غموں میں، پریشانیوں میں، اضطراب میں اور عدم سکون کا شکار ہیں، مال ہے لیکن وہ مال سے سکون اور اطمینان کو نہیں خرید سکتے تو یہ دھوکہ ہے کہ اس مال کے ذریعے ہم سب کچھ خرید سکیں گے، یہ مال ہمارے پاس ہمیشہ رہے گا یہ دھوکہ صرف آج کے مال داروں کو نہیں لگا یہ دھوکہ بہت پرانا ہے کئی مال والوں کو اسی زندگی اور اقتدار نے دھوکہ دیا، فرعون کو اسی مال اور اقتدار نے دھوکہ دیا، قارون کو بھی اسی مال نے دھوکہ دیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ اتنا مال تھا اس کے پاس کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی، خزانوں کی چابیاں، بھاری بھاری بڑے بڑے تالے ہوتے تھے ان کی چابیاں پوری ایک جماعت اٹھاتی تھی لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ مال پر اتراؤ نہیں، دھوکہ کا شکار نہ ہونا فخر اور گھمنڈ مت کرنا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ مال دیا اس کے ذریعے آخرت اور آخرت کی کامیابی کو تلاش کرو یہ مال جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اگر انسان چاہے تو اس سے اپنی آخرت سنوار سکتا ہے کیونکہ یہ مال ہے جس کے ذریعے مسجد تعمیر کرسکتا ہے یہ مال ہے جس کے ذریعے کسی مدرسہ کو آباد کرسکتا ہے، یہ مال ہے جس کے ذریعے کسی غریب کے گھر میں خوشیاں پھیلا سکتا ہے، یہ مال ہے جس کے ذریعے سے کسی یتیم اور بیوہ کی سرپرستی کرسکتا ہے، یہ وہ مال ہے جس کے ذریعے سے وہ دین کی اشاعت کرسکتا ہے، یہ وہ مال ہے جس کے ذریعے وہ مجاہدین کی خدمت کرسکتا ہے، یہ وہ مال ہے جس کے ذریعے مدارس میں طلباء کی خدمت کرسکتا ہے، مال کے ذریعے آخرت کو خریدا جاسکتا ہے اور آخرت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بشرطیکہ وہ ایسا مال ہو جیسا مال اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیا تھا وہ مال ہو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مال تھا اللہ تعالیٰ کے نبی نے مطالبہ فرمایا، چندے کی اپیل کی کہ مسلمانوں کا کفار کے ساتھ مقابلہ کا وقت ہے تعاون کرو، اب اپنی استطاعت کے مطابق چندہ دو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے آگے بڑھ گئے آپ کے پاس لاکر مال کا ڈھیر لگا دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مال کو ہاتھ میں لے کر یوں اچھالتے تھے اور فرماتے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو آج کے بعد کوئی عمل نقصان نہ دے گا اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گیا، تو مال ایسا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مال دیا تھا بہت مال دار اور تاجر تھے لیکن دین کی ایسی خدمت کی کہ پوری ایک جماعت وقف کردی، بہت بڑی علماء کی ایک جماعت مقرر فرمادی کہ قرآن کریم میں غور کرو اور احادیث میں غور کرو نئے پیش آنے والے مسائل کے لئے قواعد اور ضوابط کے ذریعے حل تلاش کرو ان سب کے اخراجات حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے آج دنیا میں سب سے زیادہ جو فقہ پڑھائی جاتی ہے اور جس

فقہ پر عمل کیا جاتا ہے وہ فقہ حنفی ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ان کی سرپرستی میں اور ان کے مال خرچ کرنے کے نتیجہ میں دنیا کے سامنے آئی۔

قارون بھی مال کے دھوکے کا شکار ہو گیا

تو قارون سے کہا گیا (وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تجھ کو مال دیا ہے اس کے ذریعے تو آخرت کی زندگی تلاش کرے اور آخرت کو سنوارے اور تجھے یوں نہیں کہا گیا کہ سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اٹھا کر دے بلکہ دنیا میں جو ذمہ داریاں ہیں اور حقوق ہیں وہ ادا کرو۔ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ارے اللہ کے بندے! جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے ویسے تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو یہ مال تیرا نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو تجھے فقیر بنا دیتا اور فقیر کو مالدار بنا دیتا تو اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو۔ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اور زمین میں فساد نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے جواب دیا: اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ یہ مال مجھے میری علمی صلاحیت، میرے تجربے، میری مہارت میری ذکاوت اور میری ذہانت کی بنا پر ملا ہے ہم میں سے بہت سے لوگ اسی دھوکہ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ مال ہماری ذہانت کی وجہ سے ملا، ہماری علمی قابلیت اور محنت کیوجہ سے ملا اور ہماری تجارت کی وجہ سے ملا۔

تو قارون بھی اسی دھوکہ کا شکار ہو گیا۔ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ کیا قارون نہیں جانتا کہ اس سے پہلے کتنے ہی بڑے مال دار اور پیسے والے تھے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہیں۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن قارون پورے لشکر کے ساتھ اور کروفر کے ساتھ باہر آیا، آگے پیچھے سواریاں تھیں، ہٹو بچو کی صدائیں بلند اور آوازیں لگ رہی تھیں خدام اور نوکر چاکر، سونے چاندی جن کی نظر۔ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جن کی نظر صرف دنیا پر تھی اس کے کروفر، شان وشوکت کو دیکھ کر کہنے لگے: يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ کاش ہمیں بھی ایسے ہی شان وشوکت ملی ہوتی جیسے قارون کو ملی ہے بڑے نصیب اور بڑی قسمت والا ہے۔ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ ان قصوں کو ایسے ہی بیان نہیں کرتا بلکہ میرے اور آپ کے اور پورے انسانوں کے دماغ کو صاف کرنے کے لئے اور ان کو ایمان کا راستہ دکھانے کے لئے بیان کرتا ہے ہم میں سے کتنے ہیں کہ کسی کی چمکتی ہوئی گاڑی کو دیکھتے ہیں تو منہ سے رال ٹپکتی ہے بنگلوں کو دیکھتے ہیں تو ایمان خراب ہو جاتا ہے۔

بہت سارے ایسے لوگ ہیں ان سے راستہ میں چلا ہی نہیں جاتا یہ دیکھو، وہ دیکھو، یہ گاڑی، وہ مکان بھائی یہ ہمارا تو نہیں ہے وہ تو اسکا ہے، احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور دل ہی دل میں حسرت پیدا ہونے لگتی ہے اسے

کاش! ہم بھی ایسے ہی ہوتے تو ان لوگوں نے ایسے ہی کہا قارون کی شان وشوکت کو دیکھ کر اور اہل علم نے کہا:
وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور علم والوں نے کیا کہا علم والے کون ہوتے ہیں؟ علم والے وہ لوگ ہیں جن کے پاس علم ہو جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہوں یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ بہت سارے علم والے ایسے ہوتے ہیں اگر وہ مالداروں کو دیکھیں تو ان کے دل حسرتیں اور آرزوؤں سے بھر جاتے ہیں یہ مراد نہیں ہیں بلکہ جان لیں کہ حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت آجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی ذات وصفات کی پہچان ہو جائے وہ بڑا رحمٰن اور بڑا رحیم ہے، وہ بڑا غفار اور بڑا رزّاق ہے ان ساری باتوں کا یقین دل میں اتر جائے یہ وہ علم ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا ملتی ہے جس کی وجہ سے ہدایت اور جنت ملتی ہے علم والوں نے کہا کہ ارے میاں مال کو دیکھ کر دھوکے کا شکار ہو گئے ہو، پاگلو! یہ تو دنیا کی چیزیں ہیں عارضی چیزیں ہیں اور فانی چیزیں ہیں آخرت طلب کرو آخرت کی زندگی اور آخرت کی نعمتیں بہترین ہیں اس شخص کے لئے جس کے پاس ایمان اور عمل صالح ہو تو آخرت میں ثواب اس کو ضرور ملے گا جو صبر کرنے والا ہوگا، جو مالداروں کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوگا جو کافروں کی زیب وزینت کو دیکھ کر ان جیسا بننے کی تمنائیں اور آرزوئیں نہیں کرے گا۔

قارون کا انجام

پھر قارون کا کیا ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ہم نے اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے قارون کو اور اس کے بنگلے اور اس کے روپے پیسے کو زمین میں دھنسا دیا۔

وَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔
نہ اس کی فوج، نہ اس کی جماعت، نہ اس کی پولیس، نہ چابیاں، اٹھانے والی جماعت، نہ نوکر، نہ خدام اس کو بچا سکے ان تمام چیزوں کو دھنستا ہوا سب دیکھ رہے تھے کہ زمین میں دھنس رہا ہے۔ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ وہ لوگ جو کل حسرتیں پال رہے تھے اور منہ سے رال ٹپکا رہے تھے جن کے دل میں آرہا تھا کہ اے کاش! ہم بھی قارون جیسے ہوتے آج جب اس کے انجام کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کردے اور جس کے لئے چاہے تنگ کردے ہم نے بہت غلط تمنا کی تھی کہ ہم قارون جیسے ہو جائیں اگر ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا کافر تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ کلام

عرض یہ کر رہا تھا کہ میرے بھائیوں اور دوستو! مال کی وجہ سے انسان دھوکہ کا شکار نہ ہو جائے کہ مال ہمیشہ رہے گا

اور مال سے ہر چیز خرید سکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، سب سے پہلے اپنے حقوق ادا کرو، اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو، غریب رشتہ داروں پر خرچ کرو، غریب مسلمانوں پر خرچ کرو، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے خرچ کرو اللہ تعالیٰ نے یہ مال نمود، نمائش، فخر، غرور اور تکبر کے لئے نہیں دیا یہ مال اللہ تعالیٰ نے حقوق کو ادا کرنے کے لئے دیا ہے، اگر مال کے حقوق ادا کئے جائیں گے تو یہ مال جنت میں پہنچانے کا ذریعہ بن جائے گا، اگر مال کے حقوق ادا نہ کئے اور مال کی وجہ سے فخر، غرور اور تکبر کا شکار ہو گیا تو یاد رکھیے یہی مال جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جائے گا آج ہم میں سے کتنے ہیں جو کل تک غریب تھے اور فقیر تھے آج اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازدیا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّة

موضوع

توحید کی حقیقت

اٰيَاتُهَا ۴ (۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) رُكُوْعَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اَحَدٌ ۝۴

ترجمہ:...... کہہ دو: ''بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔(۱) اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، (۲) نہ اُس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔(۳) اور اُس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں''۔(۴)

سورۃ الاخلاص کی وجہ تسمیہ:

یہ سورۃ الاخلاص ہے اس کو سورۂ اخلاص اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ توحید خالص کو بیان کرتی ہے اور دوسری بات یہ کہ جو اس سورت پر سچے دل سے ایمان لے آتا ہے اور اس کو دل اور دماغ میں بٹھا لیتا ہے تو وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے، اور یہ سورت اس کو شرک سے بچا لیتی ہے، اور جہنم کی آگ سے نجات دلاتی ہے، یہ سورت اس کو شرک سے بچا کر خالص موحد بنا لیتی ہے۔

اس کا ایک نام سورۂ توحید بھی ہے کیونکہ اس میں عقیدہ توحید کو بیان کیا گیا ہے اس کا ایک نام سورۂ نجات بھی ہے وجہ یہ ہے کہ اس سورت پر ایمان رکھنے والا جہنم کی آگ سے نجات پا جاتا ہے۔

اس کو سورۂ ولایہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جو شخص اس کو دل کی گہرائی سے پڑھ لیتا ہے اور اس پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی بن جاتا ہے اس کو سورۂ اساس بھی کہا جاتا ہے اساس کا معنی بنیاد ہے کیونکہ یہ سورت دین کی بنیاد ہے دین کی بنیاد عقیدہ توحید ہے اگر بنیاد میں کچھ نقص ہو، کمزوری ہو تو اس پر اٹھنے والی عمارت میں کمزوری اور نقص ہو گا اور اگر بنیاد مضبوط ہو گی تو اس پر اُٹھنے والی عمارت بھی مضبوط ہو گی۔

فضائل سورت

حدیث میں آتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرتا ہے اس کو ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

بخاری میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم پر کیا مشکل ہے کہ تم رات کو ایک تہائی قرآن پڑھ لیا کرو صحابہ پر یہ بات تھوڑی سی شاق اور مشکل گزری تو عرض کیا اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِكَ کون ہے کہ جو ہم میں سے ایک تہائی قرآن پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سورۂ اخلاص نہیں پڑھ سکتے فرمایا کہ تم اگر ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لو گے تو تمہیں ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

یہ بڑی عظیم سورت ہے اس میں بنیادی اور اصولی اور اساسی نظریہ حیات جو دین کا ہے اس کا بیان ہے یعنی عقیدہ توحید، نظریہ توحید۔

توحید کی پہلی قسم توحید ربوبیت

علماء نے توحید کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں انمیں سے پہلی قسم توحید ربوبیت ہے رب وہ ہے، پالنے والا وہ ہے، اسی توحید ربوبیت کو اللہ نے سورہ فاتحہ کی پہلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور توحید کی یہ قسم ایسی ہے کہ اس کا انکار کافر اور مشرک بھی نہیں کرتے تھے۔ مانتے تھے کہ ہمیں اور ہمارے آباؤ واجداد کو اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا وہ اللہ ہے، بنانے والا وہ ہے، رزق دینے والا وہ ہے، مالک وہ ہے۔

سورۂ یونس میں ہے اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھیے!

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

(کون ہے جو تم کو رزق دیتا ہے آسمانوں اور زمین میں سے؟)

اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ

کانوں کا مالک، آنکھوں کا مالک کون ہے؟ زندہ کو مردہ سے پیدا کرنے والا اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرنے والا کون ہے؟ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور سارے جہان کا نظام چلانے والا کون ہے؟ آسمان کو تھامنے والا کون ہے؟ زمین کو بچھانے والا کون ہے؟ زمین سے غلہ اگانیوالا کون ہے؟ آسمان سے بارش برسانے والا کون ہے؟ پیاسوں کو پانی پلانے والا کون ہے؟ بھوکوں کو کھانا کھلانے والا کون ہے؟ آگے فرمایا فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ سارے کام کرنے والا اللہ ہے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ارے جب مانتے ہو تو پھر بھی ڈرتے نہیں ہو، پھر گناہوں سے اور نافرمانی سے بچتے نہیں ہو۔

سورۂ مومنون میں اللہ نے فرمایا کہ ان سے پوچھیے

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ زمین میں جو کچھ ہے یہ کس کا ہے تو کہیں گے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ کہ اللہ کا ہے قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کس نے تم پر جادو کر دیا ہے کہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اور ایمان قبول نہیں کرتے۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ

کون ہے جس کے قبضے میں ہے بادشاہت، کون ہے پناہ دینے والا؟ اس کے علاوہ کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔ یہ ہے توحید کی پہلی قسم توحید ربوبیت، کہ جس کا کافر اور مشرک بھی انکار نہیں کرتے تھے۔

یہ بات جان لیجیے! کہ دنیا میں پہلے بھی بہت کم قومیں رہیں جو اللہ کے وجود کا انکار کرتی ہوں اور آج بھی ایسی قوم نہ ہونے کے برابر ہے کہ جو اللہ کے وجود کا انکار کرتی ہو اور مشرک بھی اللہ کو مانتے تھے اور اللہ کو راضی کرتے تھے اپنے انداز کے مطابق طریقے بھی اختیار کرتے تھے اور کوشش بھی کرتے تھے توحید ربوبیت کا وہ انکار نہیں کرتے تھے۔

توحید کی دوسری قسم توحید الوہیت

توحید کی دوسری قسم ہے توحید الوہیت کہ عبادت کی جائے تو صرف اللہ کی، دعا کی جائے تو صرف اللہ تعالیٰ سے، نذر و نیاز مانی جائے تو صرف اللہ کے لئے صدقہ خیرات کیا جائے تو صرف اللہ کے لئے اور سجدہ کیا جائے تو صرف اللہ کو، عبادت کی جائے تو صرف اللہ کی، اس قسم میں اختلاف ہوا اس میں لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے یوں سمجھئے کہ جو کچھ اللہ بندے کو دیتا ہے اس کو تسلیم کرتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ دیتا ہے لیکن اللہ کی عطاء کے جواب میں بندہ اللہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اللہ کے لیے صدقہ و خیرات کرتا ہے، بندے اللہ کے حضور سجدے کرتے رہے دعائیں کرتے رہے اس میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے اور ہر نبی نے اسی توحید الوہیت پر زور دیا آپ جانتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کا جو پہلا جز ہے۔ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اس میں تمام نبی مشترک ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) نہیں کوئی معبود، مگر اللہ معبود ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ہندی زبان میں اللہ کا معنی کرتے تھے۔ (مَن موہ) دل کو موہ لینے والا دل کا محبوب اور پیارا اور اردو زبان میں اللہ کا معنی یہ نہیں کہ عبادت کے لئے لائق ہے بلکہ محبوب ہے تو وہی ہے صرف اس کی محبت کام آنے والی ہے ایسا محبوب جو دیتا ہے لیتا کچھ نہیں، ایسا احسان کرنے والا کہ جس کے احسان تو سب پر ہیں لیکن اس پر کسی کا احسان نہیں، ایسا محبوب جو ازل سے محبوب اور قیامت تک محبوب رہے گا، جس سے فرشتے بھی محبت کرتے ہیں جنات اللہ کے محبّ، کیڑے مکوڑے اور جانور بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

شرک کا آغاز کیسے ہوا؟

تو میں عرض کر رہا تھا کہ توحید الوہیت یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر نبی نے اس پر زور دیا کہ عبادت صرف اللہ کی کی جائے، سب سے پہلے جس نبی نے شرک کی تردید کی وہ نوح علیہ السلام ہیں کیونکہ نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے شرک نہیں تھا آپ کی قوم میں سب سے پہلے شرک آیا اللہ کے کچھ نیک بندے تھے وہ دنیا سے چلے گئے ان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے کچھ عقیدت مندوں نے ان کی تصویریں بنا لیں ان کی مورتیاں بنا لیں ان کو محبت سے دیکھ لیا کرتے تھے بعد والوں نے جھکنا شروع کر دیا پھر مانگنا شروع کر دیا یوں شرک میں مبتلا ہو گئے بعض اوقات برائی کی بنیاد بالکل چھوٹی اور معمولی ہوتی ہے اگر اس کا ازالہ نہ کیا جائے تو وہ بنیاد پھر بہت بڑی عمارت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام آئے اور فرمایا: يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہ اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ یہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں تھی اللہ کہتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ اے میرے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہر نبی کی طرف دعوت بھیجی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور آپ جانتے ہیں کہ عبادت قولی بھی ہے اور بدنی بھی ہے اور مالی بھی ہے تین قسم کی عبادت ہے نماز میں تشہد میں بیٹھ کر کہتے ہیں (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ) ہم زبان سے پکاریں گے تو صرف اللہ کو اور ہم بدن استعمال کریں گے تو اللہ کے لیے ہم مال خرچ کریں گے تو صرف اللہ کے لیے اللہ کے نبی نے یہ تعلیم دی کہ تمام عبادتیں صرف اللہ کے لئے۔ اکثر لوگوں کو شیطان نے دھوکہ دیا کہ تم بڑے پست ہو ذلیل ہو، گنہگار ہو، گندے ہو، ناپاک ہو، تم براہِ راست اللہ کے سامنے اپنی دعائیں اپنے صدقے اور نذرونیاز پیش نہیں کر سکتے تم پیش کرو اللہ کے نیک بندوں کے سامنے وہ پیش کریں گے اللہ کے سامنے پھر اللہ کے نیک بندوں کا تصور بدلتے بدلتے بدل گیا یہاں تک کہ بتوں کے سامنے اپنی دعائیں اور حاجتیں پیش کرنے لگے۔

چنانچہ وہ کہتے تھے ''مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى'' ہم ان کو رب، مالک اور خالق اور رازق نہیں مانتے لیکن ہماری سوچ یہ ہے کہ یہ ہماری دعائیں، حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کریں گے۔

اللہ سے براہِ راست مانگیں

اللہ نے فرمایا اپنے بندوں کو کہ مجھے پکارنے کے لئے، مجھ سے مانگنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا رب فرماتا ہے ''وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ''

اگر ان الفاظ کا حاصل معنی کیا جائے تو یہ مطلب بنے گا کہ اگر مجھ سے نہیں مانگو گے تو میں تمہیں ذلیل کر کے جہنم میں ڈالوں گا، مانگو تو خوش ہوں گا، نہیں مانگو گے تو ناراض ہوں گا" وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ" جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو آپ بتا دیجئے کہ میں قریب ہوں۔ "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ لہٰذا مجھے پکاریں میری اطاعت کریں، مجھ پر ایمان لائیں، میں ان کی جائز خواہشات کو پورا کرتا ہوں۔

انبیاء اور اولیاء کی تعلیم

اللہ کے نبیوں نے یہ تعلیم دی کہ ہم سے نہ مانگو جس سے ہم مانگتے ہیں اس سے مانگو، ولیوں سے، نبیوں سے، قطب، ابدال سے نہ مانگو، ارے اس سے مانگو جس سے ہر نبی، ہر ولی، قطب، ابدال مانگتے رہے، ارے اس سے مانگو جس سے حضرت آدم علیہ السلام نے مانگا "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" اللہ! غلطی ہوگئی معاف کر دینا، اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم تباہ ہو جائیں گے، اس سے مانگو جس سے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگا "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" ارے اس سے مانگو جس سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد مانگی "رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ" یا اللہ! نیک اولاد عطا فرما، یا اللہ! تو ہی دعاؤں کا سننے والا "اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا" اللہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں، یا اللہ! بال سفید ہو گئے لیکن پھر بھی تجھ سے مانگتا ہوں ناامید نہیں ہوئے مانگتے رہے، ارے اس سے مانگو جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی تنہائی میں مانگا، رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ یہاں میری جان پہچان والا کوئی نہیں یا اللہ! بھوک بھی لگ رہی ہے جو بھی تو مجھے بھلائی عطا کرے میں اس بھلائی کا محتاج ہوں، ارے اس سے مانگو جس سے کائنات کے سردار، انبیاء کے سردار حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسیوں موقعوں پر مانگا، تڑپ تڑپ کے رو رو کے مانگا، راتوں کو مانگا، دنوں کو مانگا جنگ کے موقعوں پر مانگا، امن کے موقع پر مانگا، بدر میں مانگا، احد میں مانگنے کا کیا انداز ہے؟ بدر کے موقع پر فرمایا یا اللہ! مدد فرما، نصرت فرما، فرشتے بھیج، یا اللہ! اگر تو نے اس جماعت کی آج مدد نہ کی تو تیرا نام لینے والا زمین میں کوئی نہیں رہے گا ارے اس سے مانگو جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تہمتوں کی بدبودار فضا میں مانگا کہ اے اللہ! آج تو منافقین نے میرے سرتاج کو بھی مجھ سے بدگمان کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے روٹھے نظر آ رہے ہیں، اے اللہ! میں کس کے پاس جاؤں، اپنی پاکدامنی کا کیسے یقین دلاؤں، تو اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان خود ان کی توقع کے خلاف آسمان سے قرآن کی شکل میں فرمایا "وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" اللہ کے نبیوں نے، اللہ کے ولیوں نے اللہ

سے مانگنے کی تعلیم دی۔

یادرکھیں! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تعلیم نہیں دی کہ مجھ سے مانگو۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ عبادت، نذر و نیاز، صدقہ، خیرات کیا جائے تو اللہ کے لئے، توحید کے مضمون میں غور کرنا چاہئے۔

خلاصہ توحید

ایک نکتہ اللہ نے دل میں ڈالا، توحید کا خلاصہ یہ ہے کے اللہ پر نظر رکھیں اور ایک اللہ کی نظر میں آنے کی کوشش زندگی بھر کریں، اللہ کھلانے والا تو، پلانے والا تو، دینے والا تو اللہ سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے یہ پہلی بات ہوئی، دوسری بات یہ کہ اس اللہ کی نظر میں آنے کے لئے زندگی بھر کوشش کرتا رہے، کیا مطلب؟ کیا ہم اللہ کی نظر میں نہیں ہیں، معاذ اللہ میرا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ زمین کے پیٹ میں جو ہے وہ بھی اللہ کی نظر میں ہے، پہاڑوں میں جو ہے وہ بھی اللہ کی نظر میں ہے، حتی کہ پتھر کے اندر جو مخلوق ہے وہ بھی اللہ کی نظر میں ہے، فضاؤں میں جو مخلوق ہے وہ بھی اللہ کی نظر میں، اللہ کی نظر میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھر یہ کوشش کرتا رہے کہ میرے اللہ مجھ سے کسی طرح راضی ہوجائے، نماز پڑھیں تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے، حج و عمرہ، زکوۃ، صدقات، والدین کی خدمت کریں تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے، کسی سے محبت رکھیں تو اللہ کے لئے، کسی سے دشمنی رکھیں تو اللہ کے لئے، کسی کو کچھ دیں تو اللہ کے لئے، کسی سے کچھ لیں تو اللہ کے لئے، سوئے تو اللہ کے لئے، جاگے تو اللہ کے لئے لکھیں تو اللہ کے لئے، بولیں تو اللہ کے لئے، ہر کام اللہ کی رضا والا بن جائے، کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہوجائے، تو عرض کر رہا تھا لوگ اللہ سے لینے والے ہوجائیں، لیکن یہ مشرکین بد بخت صدقہ، خیرات کرتے تو کچھ حصہ اللہ کے لئے نکالتے اور کچھ حصہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے لئے نکالتے اگر کچھ حصہ غلہ اللہ کے حصے میں چلا جاتا تو اس کو نکال لیتے اور کہتے کہیں ہمارے شرکاء ہم سے ناراض نہ ہوجائیں اور اگر بتوں کے حصے میں اللہ کا حصہ چلا جاتا تو اس کو نہیں نکالتے اور کہتے کہ اللہ تو غنی ہے، اللہ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، توحید الوہیت میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔

توحید کی تیسری قسم توحید اسماء وصفات

توحید کی تیسری قسم توحید اسماء وصفات ہے اللہ کے ننانوے نام آپ جانتے ہیں، قرآن کریم کے ساتھ عام طور پر لکھے ہوئے ہیں تو ان، اسماء صفات میں توحید کا کیا مطلب ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہر صفت میں کامل، وہ رحمان ہے تو رحمانیت میں کامل، وہ غفّار ہے تو غفاری میں کامل، وہ رزّاق ہے تو رزّاقیت میں کامل، وہ خالق ہے، پیدا کرنے والا، وہ خالقیت میں کامل، وہ علیم ہے تو علم میں کامل، وہ سمیع ہے تو سننے میں کامل، وہ خبیر ہے تو باخبر ہونے

میں کامل، ہر ہر صفت اللہ کی کمال درجہ کی ہے اس کی کوئی صفت ناقص درجہ کی نہیں ہے، کتنا بڑا ہی انسان کیوں نہ ہو اس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو کمال درجہ کی ہو کہ معاذاللہ اللہ کی صفت کا مقابلہ کرسکتی ہو، اللہ عالم الغیب ہے، نبیوں کا علم سارے انسانوں سے زیادہ اور ہمارے نبی کو جو علم اللہ نے عطا کیا، وہ سارے نبیوں سے زیادہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ نے جتنے نبیوں کو علم دیا، وہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دیدیا، غیب کا علم آپ کے پاس نہیں تھا بلکہ وہ صرف اللہ کے پاس ہے، قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ قیامت کے وقوع کی متعین تاریخ اللہ کو معلوم ہے، جبرائیل امین انسانی شکل میں آئے حضور ﷺ کی خدمت میں اور پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ فرمایا اے پوچھنے والے جیسا تم کو معین تاریخ معلوم نہیں مجھے بھی معلوم نہیں ہاں کچھ علامات ہیں، بارش کب برسے گی اور کہاں برسے گی؟ صرف اللہ کو علم ہے، ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ یہ اللہ کو علم ہے۔ آج کل لوگوں کو اس پر اشکال ہوتا ہے پس اللہ کے کلام پر قربان جاؤں اللہ نے فرمایا ''وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ'' اللہ ہی جانتے ہیں کہ یہ عالم بنے گا یا جاہل بنے گا، امیر ہوگا یا غریب، بد بخت ہوگا، نیک بخت اس کی عمر لمبی ہوگی، یا چھوٹی ہوگی، مَنْ ذات کے لئے آتا ہے مَا صفات کے لئے آتا ہے اگر مان لیا جائے تو ابھی تک کوئی الٹراساؤنڈ ایسا ایجاد نہیں ہوا جو یہ بتائے کہ جو بچہ یا بچی ماں کے پیٹ میں ہے اس کی قسمت کیسی ہے، اس کی صفات کیسی ہیں، اخلاق، اعمال کیسے ہیں، وہ کس قسم کی زندگی گزارے گا، انسان کل کیا کمائے گا، ہم تو منصوبے بناتے ہیں تکمیل اللہ ہی کرتے ہیں موت کہاں آئے گی، کب آئے گی اس کا علم اللہ ہی کو ہے کتنے ہی انسان جو سفر پر گئے بڑے مال دار، سفر میں انتقال ہوگیا، کروڑوں کا مالک لیکن سفر میں انتقال اس حالت میں ہوا کہ چندہ مانگ کر کفن کا انتظام کیا گیا اس لئے کہ پتہ ہی نہیں تھا کہ کب اور کہاں موت آئے گی لاوارث لاش پڑی ہے، کیڑے کھا رہے ہیں پتہ چلا کہ بڑے حسین اور بڑے مالدار آدمی کی لاش ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کی تعبیر

اللہ نے پانچ چیزوں کو بیان کیا ہے کہ ان کا علم میرے ہی پاس ہے خوابوں کی تعبیر کے ماہر اور مشہور محدث امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ان کے زمانے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ میں ساری زندگی گزاری خواہش تھی کہ مجھے مدینہ ہی میں موت آئے اس لئے باہر نہیں جاتے تھے فرض حج ادا کرلیا تھا لیکن نفل حج کے لئے نہیں جاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ سے باہر موت آجائے لیکن دل کرتا تھا کہ اگر مجھے کسی سے علم ہوجائے کہ کب موت آئے گی تو حج بھی

کرلوں، عمرہ بھی کرلوں، کعبہ کا طواف کرلوں، خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی تو ان سے پوچھا کہ میری زندگی میں کتنا وقت باقی ہے؟ تو حضور ﷺ نے خاموشی سے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا، صبح اٹھے تو پریشان کہ پانچ انگلیوں سے کیا مراد ہے؟ پانچ دن ہیں یا پانچ سال شش و پنج میں تھے، امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سے مقصود اس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور وہ آیت یہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

اے مالک! تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ موت کب آئے گی؟ میری زندگی کتنی باقی ہے؟ اے مالک! یہ موت کا علم تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں دیا حتیٰ کہ مجھ محمد رسول اللہ کو بھی نہیں دیا۔ اسماء وصفات میں توحید کہ دوسرا بندہ اس کی صفات میں شریک نہیں ہوسکتا جیسے وہ سنتا ہے کوئی سن نہیں سکتا اس جیسا کوئی دیکھ نہیں سکتا جیسے وہ علیم ہے ایسے کوئی علم والا نہیں بڑے بے وقوف ہیں لوگ جو اللہ کے ولیوں کو اللہ کے ساتھ جا ملاتے ہیں بڑے ظالم لوگ ہیں واللہ بڑے ظالم لوگ ہیں، اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، یہ اللہ کے ولیوں اور نبیوں کی تعریف نہیں (معاذ اللہ) یہ اللہ کے ولیوں اور نبیوں کی توہین ہے، اللہ کے نبی تو کہہ گئے ہمیں معبود نہیں بناؤ جنہوں نے اللہ کے نبیوں کو اپنا رب بنالیا، انہوں نے کتنا بڑا شرک کیا؟ ہمیں تو اللہ کے نبیوں نے یہی سبق دیا ہے، بھائی خدا کے واسطے سمجھو، یہ کوئی اختلافی بات نہیں ہے یہ اللہ کے قرآن کی بات ہے، نبی کی تعلیم کی بات ہے، کہ اللہ کے اسماء و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید ربوبیت پالنے والا وہ، رزق دینے والا وہ (۲) دوسری قسم توحید الوہیت کہ عبادت کے لائق وہ، عبادت کا مستحق وہی، دعا اسی سے، صدقہ خیرات اسی کے لئے، جھکنا ہے تو اسی کے سامنے۔ (۳) تیسری قسم توحید اسماء وصفات، اللہ اپنی صفات میں کامل، کوئی اس کی صفت میں شریک نہیں خدا کرے کہ جب ہمارا خاتمہ ہو تو عقیدۂ توحید پر ہو۔

شرک کو اللہ کیسے برداشت کرسکتا ہے؟

اے اللہ کے بندو! اگر ہم کسی سے دودھ لیں اور ہمیں پتہ چل جائے کہ اس نے اس میں ملاوٹ کی ہے تو ہمیں کتنا اس پر غصہ آجاتا ہے اور ہم اللہ کے حضور ایسی عبادت کریں جس میں ملاوٹ ہو اور جو کہا جاتا ہے کہ کتنا ہی بے غیرت شوہر کیوں نہ ہو جو میاں بیوی کی آپس کی محبت ہوتی ہے اگر بیوی اس محبت میں کسی اور کو شریک کرلے تو وہ اس کو برداشت نہیں کرتا۔ تو اللہ غیرت کا خالق ہے، مالک ہے، وہ کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ اس کے ساتھ کس کو شریک کیا

جائے اللہ قرآن پاک میں فرماتا ہے ''وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ'' ہر قسم کے شرک سے بچئے، ایک ہے شرک بتوں کی عبادت کرنا مخلوق کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اور ایک ہے شرک خفی، عبادت کرے تو دکھاوے کے لئے، شہرت کے لئے مخلوق کے لئے کرے، اللہ کے لئے نہ کرے یہ بھی شرک ہے، یہ شرک خفی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ عقیدہ توحید پر کرے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّة

موضوع

مخلوق کا شر

آیاتُہا ۵ (۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) رُکُوعَاتُہَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③ وَمِنْ
شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

ترجمہ:......کہوکہ: ''میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں (۱) ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے۔(۲) اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ پھیل جائے۔(۳) اور اُن جانوں کے شر سے جو (گنڈے کی) گرہوں میں پھونک مارتی ہیں۔(۴) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے''۔(۵)

فضیلت معوذتین

سورۂ فلق مکی سورت ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔ سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی فضیلت کے بارے میں سرورِ کائنات ﷺ کی دو حدیثیں سن لیجیے!

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جنوں کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے خاص طور پر اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ لیکن جب یہ دو سورتیں نازل ہوگئیں یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس تو پھر آپ نے ان دو سورتوں کو ہی اپنا معمول بنالیا اور انہی کے ذریعے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور اس کے علاوہ کو آپ نے چھوڑ دیا۔

موطا امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو آپ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرتے تھے۔ وفات سے قبل جب آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو پھر میں نے یہ دونوں سورتیں آپ کے ہاتھوں پر پڑھیں اور آپ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم پر پھیر دیا۔ یہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ ہوا ہو کوئی دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ تکلیف کے وقت مرض الموت میں جبکہ آپ خود نہ پڑھ سکتے تھے تو میں سورتیں پڑھتی تھی اور پھر پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر دم کرتی تھی پھر آپ کے ہاتھوں ہی کو آپ کے جسم پر پھیر دیتی تھی خود میں اپنے ہاتھوں پر کیوں نہیں دم کرتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں جو برکت تھی وہ میرے ہاتھوں میں نہیں تھی۔ تو برکت کے حصول کے لیے پڑھتی تو میں خود تھی لیکن دم کر دیتی آپ کے ہاتھوں پر اور پھر ان ہاتھوں کو آپ اپنے جسم اطہر پر پھیر لیتے یہ تو ان دو سورتوں کی فضیلت کے بارے میں دو احادیث ہوگئیں۔

شانِ نزول

بخاری وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک یہودی لبید بن عاصم تھا اس نے یا اس کی بیٹیوں نے حضور اکرم ﷺ پر جادو کر دیا۔ آپ کے کچھ بال لیے، بالوں میں گرہیں لگائیں اور جیسے جادو اور ٹونے ٹوٹکے کیے جاتے ہیں ایسے اس نے کیا۔ آپ ﷺ اس سے کچھ متاثر ہوئے لیکن یہ متاثر ہونا نبوت کی ذمہ داریوں کے حوالے سے نہ تھا بلکہ اپنی انسانی، اور بشری اور طبعی ضروریات کے حوالے سے تھا مثلاً کھانا کھایا ہے یا نہیں کھایا، یہ بات یاد نہ رہی، تو اس طرح کے جو انسانی تقاضے اور بشری ضروریات تھیں ان کے حوالے سے آپ متاثر ہوئے۔ لیکن نبوت کی ذمہ داریوں پر اس جادو کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ یہ وضاحت اس لیے کر رہا ہوں کہ بہت سے لوگ سرے سے اس روایت کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پر جادو ہو ہی نہیں سکتا تھا اس لیے کہ اگر آپ پر بھی جادو ہو سکتا ہے تو پھر تو آپ کی نبوت سے اور نبوت کے کام سے اور نبوت کے پیغام سے اور وحی سے معاذ اللہ اعتماد اٹھ جائے گا۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ اس جادو کا اثر صرف بشری تقاضوں اور طبعی ضروریات تک محدود تھا، نبوت کی ذمہ داریاں اس سے متاثر نہیں ہوئیں۔ اور جیسے اللہ کے نبی کو سر درد ہو سکتا تھا، اللہ کے نبی کو بخار ہو سکتا تھا، اللہ کے نبی کو بھوک لگتی تھی، اللہ کے نبی کو پیاس لگتی تھی جیسے دوسرے بشری تقاضے اللہ کے نبی کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اسی طریقہ سے جادو بھی طبعی اسباب میں سے ایک سبب ہے جس سے آپ متاثر ہوئے۔ لیکن اس کا اثر نبوت پر نہیں پڑا ہے۔ اور جب یہ دو سورتیں نازل ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں سورتوں کو پڑھنا شروع کیا تو جادو کا اثر ختم ہو گیا۔ اسی لیے ان دو سورتوں کو جادو کے توڑ میں اور اللہ کی پناہ مانگنے کے سلسلے میں بے مثال قرار دیا گیا ہے۔ اور اللہ کی ذات سے امید یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پورے یقین کے ساتھ ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرے اور سونے سے پہلے پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے پھیر لیا کرے تو اللہ پاک جادو اور ٹونے ٹوٹکے سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

معوذتین کی تعلیم

اور ان دونوں سورتوں میں اس بات کی تعلیم دی گئی، کہ پناہ مانگی جائے تو صرف اللہ سے مانگی جائے کسی اور سے نہیں۔ اس لیے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ سب سے طاقتور ہے۔ اسی سے پناہ مانگنی چاہئے مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے نہ کسی انسان سے، نہ کسی جن سے، نہ کسی فرشتے سے، نہ کسی ولی سے، نہ غوث سے اور نہ قطب اور ابدال سے بلکہ پناہ مانگنی ہے تو صرف اور صرف اللہ پاک سے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ (فرما دیجیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں فلق کے رب کی۔)

فلق عربی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے پھٹنا۔ ویسے تو دیکھیے ہر چیز کسی نہ کسی چیز سے نکلتی ہے۔ گٹھلی پھٹتی ہے تو

اس سے پودا نکلتا ہے، دانہ پھٹتا ہے تو اس سے کونپل نکلتی ہے، زمین کا سینہ پھٹتا ہے تو اس سے نباتات نکلتی ہیں۔ پہاڑ پھٹتے ہیں تو ان سے چشمے نکلتے ہیں، انڈہ پھٹتا ہے تو اس سے بچہ نکلتا ہے۔ یہاں پر عام طور ہر پھٹنے والی چیز مراد نہیں لی گئی بلکہ فلق کا معنی ''صبح'' کیا گیا۔ گویا کہ وہ اللہ جو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر اس سے صبح کا اجالا نکال سکتا ہے وہ اللہ مصیبت، پریشانی، جادو، ٹونے، ٹوٹکے کی تکلیف کو ہٹا کر تمہیں راحت اور سکون کی روشنی بھی عطا کر سکتا ہے۔

ہر چیز میں خیر اور شر کا پہلو

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ (میں پناہ مانگتا ہوں مخلوق کے شر سے۔)

جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

یاد رکھیے! ہر چیز میں شر کا پہلو بھی ہے، اور خیر کا پہلو بھی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہوتی تو ایک چیز خیر کے لیے ہے لیکن انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے اس کو اپنے حق میں شر بنا لیتا ہے۔ آپ عبادت ہی کو دیکھ لیں۔ عبادت اگر اللہ پاک کی رضا کے لیے ہے تو یہ خیر ہے اور اگر دکھاوے کے لیے ہے تو یہ شر ہے، صدقہ و خیرات کو دیکھ لیں اگر اللہ پاک کو خوش کرنے کے لیے ہے تو یہ خیر ہے اور اگر شہرت اور نمود و نمائش کے لیے ہے تو یہ شر ہے، آپ جہاد کو دیکھ لیں جہاد اگر اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہے، کفار کی گردن توڑنے کے لیے ہے، ملک کے دفاع کے لیے ہے، اسلام کی اشاعت کے لیے ہے تو خیر ہے لیکن اگر اس کے برعکس ہے تو یہ جہاد فساد بن جاتا ہے، یہ جہاد شر بن جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے نبی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص لڑتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی شہرت ہو، دوسرا شخص لڑتا ہے قومیت کے لیے، عصبیت کے لیے، تیسرا شخص لڑتا ہے دولت کے لیے، مال غنیمت کے لیے۔ تو ان میں سے جہاد کرنے والا کون سا ہے؟ اللہ کے نبی نے فرمایا ان میں سے کوئی بھی مجاہد نہیں ہے۔ مجاہد وہ ہے اور جہاد تب ہوگا جبکہ صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہو۔ تو اس میں بھی خیر کا پہلو بھی ہے اور شر کا پہلو بھی ہے۔

اولاد کو دیکھ لیجیے اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کی قدر ان سے پوچھیے جو اولاد سے محروم ہیں لیکن یہ اولاد بعض اوقات انسان کے لیے سراسر شر، مصیبت، بے آرامی، بے سکونی کا سبب بن جاتی ہے۔ شوہر کے لیے بیوی اور بیوی کے لیے شوہر کتنی بڑی نعمت ہے اللہ پاک کہتا ہے کہ یہ جوڑے میں نے اس لیے بنائے تاکہ سکون ملے، تاکہ محبت ہو، تاکہ رحمت ہو، تاکہ گھروں میں جوڑ ہو، تاکہ گھر آباد ہوں۔ لیکن بعض اوقات بیوی شوہر کے لیے اور شوہر بیوی کے لیے شر ہی شر بن جاتا ہے۔ خیر کا کوئی پہلو اس میں نہیں رہتا۔

مال میں خیر کے پہلو

دولت اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ رزق حلال روپیہ، پیسہ یہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ

جانتے ہیں کہ اللہ پاک نے دولت اور مال کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ اتنی مذمت بھی مناسب نہیں جیسے بعض لوگ مال و دولت کی اتنی مذمت بیان کرتے ہیں گویا کہ بالکل اس سے بچ کر رہنا چاہیے۔ اللہ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

جب نماز ختم ہو جائے تو مسجد میں مت بیٹھے رہو، زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

سارے مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں اللہ کے فضل سے مراد ہے اللہ کا رزق تلاش کرو، رزق حلال کو اللہ نے اپنا فضل قرار دیا ہے۔ مشرکین اللہ سے دنیا مانگتے تھے۔ دنیا کی خوبی، دنیا کی بھلائی، دنیا کی اچھائی لیکن آخرت نہیں مانگتے تھے۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، میرے بندے وہ ہیں جو مجھ سے یوں دعا کرتے ہیں کہ اللہ! مجھے دنیا میں بھی حَسَنَہ عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور حسنہ عطا فرما۔ گویا کہ اللہ سے دنیا مانگنا یہ کوئی توکل اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ دولت اللہ کا فضل، اللہ کی بہت بڑی نعمت کہ یہ دولت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچاتی ہے۔ یہی پیسہ جب اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے تو بلند مقام نصیب ہوتا ہے۔ کہ اخلاص والے ایک روپیہ خرچ کرتے ہیں تو اللہ سات گنا ثواب دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو دس گنا اور بعض وہ ہیں جن کو سات سو گنا اور بعض وہ ہیں جن کو زیادہ ثواب ملنے کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

جتنا اخلاص ہوتا ہے، یہی پیسہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، یہی پیسہ مساجد کی تعمیر کا ذریعہ بنتا ہے، یہی پیسہ قرآن کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ تو اس کے خیر کے پہلو ہیں۔

مال میں شر کے پہلو

لیکن بعض اوقات یہی دولت اور یہی روپیہ، پیسہ انسان کے لیے شر بھی بن جاتا ہے۔ پیسہ ہے اور پیسے کی وجہ سے تکبر کا شکار ہو گیا، پیسے کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا، پیسے کی وجہ سے شراب نوشی شروع کر دی، پیسے کی وجہ سے رنڈی خانوں میں جانے لگا، پیسے کی وجہ سے رقص و سرور کی محفلیں برپا کرنے لگا، پیسے کی وجہ سے اولاد تباہ ہو گئی، پیسے کی وجہ سے بیوی بچے آوارہ ہو گئے۔ ایسے ایسے گھرانے جہاں غربت تھی، دین تھا، ایمان تھا، حیا تھی، اخلاق تھے، اعمال تھے، نماز کی پابندی تھی لیکن روپیہ پیسہ آیا، گھر کا کوئی فرد باہر چلا گیا۔ ڈالر، ریال اور درا ہم اور دنانیر اور پونڈ آنے لگے۔ پیسے کی ریل پیل ہو گئی۔ حیاء بھی اٹھ گئی۔ ایمان بھی جاتا رہا، نماز بھی ختم، جس گھر سے تلاوت کی آواز آتی تھی آج اس گھر سے گانوں کی آواز آ رہی ہے، تو وہ روپیہ، پیسہ شر کا سبب بن گیا۔

سواری میں خیر اور شر کا پہلو

گاڑی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔سواری کوئی بھی سواری ہو اللہ پاک کی نعمت ہے۔حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں گدھا، گھوڑا، اونٹ یہ سواریاں تھیں آج سائیکل، موٹر سائیکل، کار، بس وغیرہ یہ سواریاں ہیں اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہیں لیکن یہ سواری جیسے اس میں خیر کا پہلو ہے ویسے ہی اس میں شر کا پہلو بھی ہے۔بعض اوقات وہی گاڑی ایکسیڈنٹ کا ذریعہ بن گئی۔اگر گاڑی پر نہ ہوتا تو شاید ایکسیڈنٹ نہ ہوتا تو ہر چیز میں خیر کا پہلو بھی ہے اور شر کا پہلو بھی ہے۔اللہ نے حکم دیا کہ تم مجھ سے پناہ مانگو مخلوق کے شر سے۔

اور یاد رکھیے ایک ہے خیر اور دوسرا ہے شر۔خیر کا حاصل ہونا اتنی بڑی نعمت نہیں ہے جتنا شر سے بچ جانا بڑی نعمت ہے۔

شر سے بچنا اہم ہے خیر کے حصول سے

ہمارے ہاں دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔دفع مضرت اور جلب منفعت۔

ایک ہے کسی نقصان سے بچ جانا اور ایک ہے کسی نفع کا حاصل ہو جانا تو کہتے ہیں دفع مضرت زیادہ اہم ہے جلب منفعت سے۔شر سے بچ جانا یہ زیادہ اہم ہے خیر کے حاصل ہو جانے سے۔جس کو اللہ پاک نے شر سے بچا لیا اس پر اللہ پاک کا خاص کرم ہو گیا۔اسی لیے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سورتیں ایسی ہیں کہ اس سے کوئی انسان بھی مستغنی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ان دونوں سورتوں میں شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔اور شر سے بچنا انسان کے لیے کھانے پینے اور لباس سے بھی زیادہ ضروری چیز ہے۔ بھائی! اولاد نہ ملتی خیر سے محروم رہ گیا۔ایک نعمت سے محروم رہ گیا تو زندگی میں اتنی بے سکونی نہ ہوتی جتنی کہ اولاد تو ملی لیکن نافرمان اولاد ملی۔

اقتدار نہ ملتا تو اتنی بڑی نعمت سے محرومی نہیں تھی لیکن اقتدار ملا اور یہ اقتدار اس کا دماغ خراب کرنے، اس کو بے ایمان بنانے اور اس کو جہنمی بنانے اور اس کو جنت سے دور کرنے اور اللہ کو ناراض کرنے کا ذریعہ بن گیا۔تو یہ زیادہ خطرناک چیز ہے۔تو خیر سے محرومی اتنی بڑی چیز نہیں جتنا شر کے اندر مبتلا ہو جانا بڑی چیز ہے۔لیکن خیر کا مطلب کہ یہاں پر میں ایمان نہیں لے رہا ہوں۔خیر کا مطلب قرآن نہیں لے رہا ہوں۔خیر کا مطلب یہ دنیاوی راحت و آرام اور اللہ کی نعمتیں ان سے محروم رہ جانا اتنی بڑی چیز نہیں جتنا کہ شر کے اندر مبتلا ہو جانا ہے۔اور میں نے عرض کیا کہ ہر چیز میں خیر کا پہلو بھی ہے۔اور شر کا پہلو بھی ہے۔

خیر اور شر کا مالک اللہ ہے

اللہ پاک نے اس دنیا میں زہر بھی پیدا کیا ہے اور اللہ پاک نے تریاق بھی پیدا کیا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مکھی کھانے کی چیز کے اندر یا پینے کی چیز کے اندر گر جائے تو اس کو اچھے طریقے سے ڈبو کر نکال دیا کرو فرمایا اس لئے کہ اس کے ایک جانب زہریلے جراثیم ہیں اور اس کی دوسری جانب انہی جراثیم کو ختم کرنے کا اللہ پاک نے علاج بھی پیدا فرمایا ہے۔ اس میں بیماری پیدا کرنے والے جراثیم بھی ہیں اور بیماری کو ختم کرنے والے جراثیم بھی ہیں۔ اللہ نے اسی میں بیماری پیدا کی ہے اور اسی میں علاج بھی پیدا فرمایا ہے اللہ پاک نے خیر کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ بہت سے لوگوں کو اپنی نظافت پسندی کی وجہ سے یہ حدیث بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے اور گویا کہ مولوی کی تنگ نظری اس کو اس میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ کیسی بات کرتے ہیں کہ مکھی پانی کے اندر گر جائے تو اس کو پانی کے اندر اور ڈبکی لگاؤ۔ اس کے بجائے بہتر نہیں ہے کہ اسی گلاس کو پھینک دیا جائے۔ لیکن اگر ان کے گھی کے کنستر میں یا شربت کی بڑی بوتل میں مکھی گر جائے تو اس وقت ان کو نظافت یاد نہیں رہے گی۔ بلکہ اس وقت دیکھتے ہیں کہ مولوی کی رائے کیا ہے اس وقت حضور اقدس ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے میں ہی عافیت نظر آئے گی۔ تو جہاں اللہ نے شر کا پہلو پیدا کیا تو وہاں خیر کا پہلو بھی پیدا کیا۔

اسی لیے حدیث میں آیا اللہ کے نبی نے فرمایا:

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔ ہر بیماری کے لیے اللہ پاک نے علاج پیدا کیا ہے۔

اگر انسان کو کسی بیماری کا علاج ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا تو یہ انسان کی عقل، علم اور تجربے کی کمی ہے ورنہ ایسا ہو نہیں سکتا یہ اللہ کے رحمن اور رحیم ہونے کی شان کے خلاف ہے کہ اللہ بیماری تو پیدا کرے لیکن اس کا علاج پیدا نہ کرے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ نے جو بیماریاں پیدا کی ہیں ان کا علاج بھی پیدا کیا ہے اور جس علاقے میں جو بیماری اسی علاقے میں اللہ نے اس کا علاج بھی پیدا کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے یہ واقعہ سنایا افریقہ کے کسی جنگل میں بائی روڈ جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ رکے تو وہاں کے خودرو پودے تھے۔ بڑے خوبصورت اور ان کے پھول بڑے خوشنما، تو فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگایا تو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے پورے جسم میں زہر پھیل گیا تو مقامی ساتھیوں نے بتایا کہ اس کے قریب ایک اور جھاڑی بھی ہے اس کو ہاتھ لگایئے تو اس کا سارا اثر ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سارا وہ اثر ختم ہو کے رہ گیا۔ اور انہوں نے بتایا کہ جہاں جہاں یہ زہریلا مادہ پایا جاتا ہے وہیں وہیں اللہ پاک نے یہ جھاڑی بھی پیدا کی ہوئی ہے۔ تو ایسا ہو نہیں سکتا کہ اللہ پاک نے اگر بیماری پیدا کی ہو اس کا علاج پیدا نہ کیا ہو۔ ہاں اگر اللہ پاک کسی کو کسی عذاب میں گرفتار کرنا چاہے، پکڑنا چاہے، اس کا پھر کوئی علاج نہیں۔ وقت سے پہلے اس کا علاج بھی ہے اور وہ ہے توبہ اور استغفار لیکن اگر اللہ پکڑے تو پھر توبہ اور استغفار کے علاج سے بھی اس سے چھوٹا نہیں جاسکتا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ مخلوق کے اندر بھی شر پایا جاتا ہے کہ بعض اوقات شوہر کے اندر شر اور بیوی کے اندر شر، اولاد کے

اندر اور عبادت کے اندر انسان یہ شر کا پہلو پیدا کر لیتا ہے۔

اگر آپ تنہائی میں بیٹھ کر اس پر غور کریں تو اللہ پاک نے کتنی بڑی دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اے اللہ! ساری مخلوق کے شر سے اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دولت بھی اللہ کی مخلوق ہے، مال بھی اللہ کی مخلوق ہے، گاڑی اللہ کی مخلوق ہے، بیوی اللہ کی مخلوق ہے، یہ بیماریاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں، یہ ظالم حکمران یہ اللہ کی مخلوق ہے، یہ پولیس اللہ کی مخلوق ہے، یہ فوج اللہ کی مخلوق ہے اور پناہ مانگتا ہے اے اللہ! میں مخلوق کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مخلوق کے شر میں اے اللہ! مجھے مبتلا نہ کرنا۔

اندھیرے کا شر

وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ (اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اندھیرے کے شر سے جبکہ وہ چھا جائے)

ہمارے ہاں علمی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں تخصیص بعد از تعمیم یعنی ایک بات کو پہلے عمومی انداز میں ذکر کیا جائے پھر اس کے خاص خاص پہلوؤں کو دوبارہ ذکر کر دیا جائے۔ اب جب اللہ نے یہ فرمایا کہ مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں تو اس میں اندھیرا بھی آ گیا اس میں حاسد بھی آ گئے اس میں ٹونے ٹوٹکے کرنے والے بھی آ گئے، سب آ گئے لیکن عمومی طور پر ذکر کرنے کے بعد اللہ نے تین چیزوں کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں مخلوق کے شر سے اور اس مخلوق میں سے خاص طور پر اندھیرے کے شر سے جبکہ وہ چھا جائے۔

آپ دیکھیں اکثر شر جو ہوتا ہے وہ اندھیرے میں ہوتا ہے، چور، ڈاکو، حملہ آور ہوتے ہیں تو عام طور پر اندھیرے میں، کیڑے مکوڑے عام طور پر نکلتے ہیں تو اندھیرے میں، اور جنات نکلتے ہیں تو اندھیرے میں یہاں تک کہ بعض کتابوں میں دیکھا کہ بیماریوں کے جو جراثیم پھلتے پھولتے ہیں تو وہ بھی اندھیرے میں، بہت سے جراثیم ایسے ہیں کہ جہاں روشنی پڑے تو وہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں اور یہ تو عام مشاہدے اور تجربے کی بات ہے کہ کہا جاتا ہے اپنے بستر اور چادر وغیرہ ایسی چیزوں کو دھوپ میں پھیلایا جائے کہ بہت سے جراثیم اسی حرارت سے مر کھپ جاتے ہیں۔

اور جادوگر عام طور پہ جو اپنے عملیات کرتے ہیں یہ بھی اندھیرے میں کرتے ہیں۔ آج زمانہ اتنی ترقی کر گیا کہ آج اتنی روشنی کہ راتوں پر دنوں کا گمان ہوتا ہے۔

وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ﴿۴﴾ (اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے)

اے اللہ! ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جادو اور ٹونے ٹوٹکے یہ مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں لیکن عام طور پر عقیدے کی کمزوری اور حسد، بغض کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے عورتیں اس مرض کا زیادہ شکار ہوتی ہیں اس لیے خاص طور پر عورتوں کا ذکر کیا۔

اللہ! کیسا بے حیائی کا زمانہ ہے مائیں، بہنیں، بیٹیاں وہ غیر محرموں کے پاس جاتی ہیں ٹونے ٹوٹکے کروانے کے لئے، جادو کروانے کے لئے، جادو کے توڑ کروانے کے لئے، اور بن ٹھن کر، بے حجاب ہو کر، بے پردگی کے ساتھ، اور آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں ابھی پچھلے دنوں کراچی کے ایک علاقے میں ایک جاہل پیر کا جو سلسلہ چلتا رہا، عزت بھی لوٹی گئی، مال بھی لوٹا گیا، عصمت بھی لوٹی گئی، ایمان بھی لٹادیا اور ان سے جادو اور ٹونے ٹوٹکے جا کر کرواتی تھی۔

نبی ﷺ پوری امت کے روحانی باپ تھے اور پوری امت کی عورتیں وہ آپ کی روحانی بیٹیاں اگرچہ وہ آپ سے عمر میں بڑی ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس روحانی باپ نے اپنی روحانی بیٹیوں کو کبھی بے پردگی کیساتھ اپنے سامنے آنے کی اجازت نہیں دی۔ ازواج مطہرات حضور اکرم ﷺ کی بیویاں، پوری امت کی روحانی مائیں اور ایسی مائیں کہ اللہ نے کہا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔

میرے نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں لیکن فرمایا کہ دیکھو اگر ان میں سے کوئی، تمہارے روحانی بیٹوں میں سے کوئی پردے کے پیچھے سے بھی ان سے کوئی بات کرے تو اس کو لچک دار اور نزاکت والے لہجے میں جواب نہ دینا۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کے دل میں مرض ہو، گناہ کے جراثیم ہیں تمہاری نزاکت والی آواز سن کر اس کے دل میں کوئی بری خواہش پیدا نہ ہو جائے۔ اللہ اکبر روحانی ماؤں کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں فرمایا پردے کے پیچھے لچک دار آواز میں، نزاکت والے لہجے میں، روحانی ماؤں کو اپنے روحانی بیٹوں کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں تو آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں جہاں ایسے ایسے واقعات بھی پیش آرہے ہیں کہ باپ نے اپنی سگی بیٹی کے ساتھ منہ کالا کیا۔ تو اس ماحول کے اندر یہ کیسے اجازت دی جاسکتی ہے کہ کسی پیر، فقیر کے پاس ٹونا ٹوٹکا کروانے کے لیے کوئی ماں بہن اور بیٹی بے پردگی کے ساتھ جائے اور لچکدار لہجے میں اس سے بات کرے اللہ جانتا تھا کہ یہ بیماری عورتوں کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے اللہ نے خاص طور پر عورتوں کا ذکر کیا۔

عاملوں کے چکر اور لوگوں کی بیوقوفی

یہاں یہ بھی سن لیجیے کہ جتنے بھی یہ سفلی اعمال ہیں اور تعویذ، گنڈے اور سحر اور جادو ہیں ان میں سے اکثر تو فراڈ، دھوکے ہوتے ہیں، لوگوں نے دوکانداری بنا رکھی ہے۔ یہ ایک ایسا کاروبار ہے جس میں لگتا کچھ نہیں اور آتا بہت کچھ ہے۔ دھوکہ اور فراڈ، جو آیا اس کو کہہ دیا تیرے اوپر کسی کا سایہ ہے، اور کسی نے کچھ کیا ہوا ہے۔ اور بدبخت ایسی گول مول باتیں کرتے ہیں کہ ساس کو بہو کے ساتھ لڑا دیتے ہیں، بھاوج کے ساتھ لڑا دیا، گھروں میں نفرتیں ڈال دیں، گھر کا کوئی بندہ ہے، گھر ہی کی کوئی عورت ہے جس نے تیرے اوپر کچھ کیا ہوا ہے۔ اب وہ سوچنے لگتی ہے گھر میں کون ہے جس نے

کچھ کیا۔ اب لوگ بھی کیسے بے وقوف ہیں اب بھائی! دوکان نہیں چلتی کیا مسئلہ ہے، کوئی سایہ ہے، رشتہ نہیں ہوتا کیا مسئلہ ہے، کوئی سایہ ہے، اولاد نہیں ہوتی، کیا مسئلہ ہے کسی نے کچھ کیا ہے۔ یعنی ہر چیز کا ایک ہی علاج بھائی! بہت سی بیماریاں ہیں نفسیاتی بیماریاں، جسمانی بیماریاں ان کا علاج کروایا جائے۔ اس کے بجائے ہر چیز کے لیے یہی کہ تم پر کسی نے کچھ کیا ہوا ہے۔ دوکان نہیں چلتی ہوسکتا ہے کہ یہ دوکاندار ہی بداخلاق قسم کا ہو لوگ اس کے پاس آتے ہی نہیں ہیں، یا ہوسکتا ہے ملاوٹ کرتا ہے، دونمبر مال بیچتا ہے۔ اور اچھی ڈیلنگ نہیں کرتا اس لئے لوگ اس کے پاس نہیں آتے۔

دوسری طرف صحیح سامان ملتا ہے بااخلاق ہے، لوگ اس کے پاس زیادہ جاتے ہیں لیکن عامل صاحب نے ان کو بھی یہی وہم ڈال دیا کہ کسی نے تمہارے اوپر کچھ کیا ہوا ہے، ہر ایک کو یہی وہم۔ میں نے عرض کیا کہ یہ فراڈ ہوتا ہے اور یہ عامل اپنی دوکانداری چلانے کے لیے ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ اللہ کو بھول جاتے ہیں، اللہ کے رسول کو بھول جاتے ہیں اور اپنی موت اور آخرت کو بھول جاتے ہیں پیسہ کمانے کے لیے۔

تعویذ مؤثر بالذات نہیں

لیکن اگر کچھ ہوتا بھی ہے، کوئی جادو، کوئی عمل، تو یاد رکھیے کوئی جادو، کوئی عمل، اور کوئی تعویذ مؤثر بالذات نہیں ہے، خود اثر نہیں کرسکتا جب تک کہ اللہ پاک کا حکم نہ ہو۔ اللہ نے پہلے پارے میں ذکر فرمایا یہودیوں کے بارے میں کہ یہ لوگ جادو کرتے ہیں کہا کہ ایسے ایسے جادو جن کے ذریعے سے میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کردی جائے۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ

اور آگے فرمایا:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

لیکن یاد رکھو! یہ جتنے بھی جادو کرتے رہیں اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں دے سکتے۔ ایک مسلمان کا یہ یقین ہونا چاہیے۔

اور یاد رکھیے! اللہ پاک انسان کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ یہ بات پہلے بھی بتائی جاچکی اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ تم اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ یہ یقین رکھو کہ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کوئی جادوگر اور کوئی تعویذ گنڈا کرنے والا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوگا۔ اگر اللہ کے بارے میں یہ گمان رکھے گا تو اللہ پاک بھی اس کی حفاظت فرمائے گا کوئی تعویذ اس پر اثر انداز نہیں ہوسکے گا۔

عبرت انگیز واقعہ

وہ بڑا عبرت انگیز واقعہ ہے عالمگیر بادشاہ کا، ان کا کوئی ہندو راجہ تھا، اس کا انتقال ہوگیا اب اس کا وارث کسے

بنایا جائے، اس کا بچہ تھا لیکن نوعمر تھا اس کے بارے میں تردد تھا کہ یہ جانشینی کا حق ادا کر سکے گا یا نہیں، تو بادشاہ نے امتحان لینے کے لیے اس کو بلوایا، اتفاق سے جب وہ آیا تو حوض کے پاس کھڑے تھے تو اس کو پکڑا اور دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر حوض میں لٹکا دیا کہنے لگا، گرادوں؟ پریشان تو نہیں ہو؟ اس نے کہا کہ جس کے ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں ہیں اس کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک بچہ ہے لیکن اسے اتنا یقین ہے کہ میرے بادشاہ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ ہیں، میرے محسن کے ہاتھوں میں میرے ہاتھ ہیں تو مجھے گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اگر یہ یقین ہمارا اللہ کے بارے میں آجائے کہ میرا ہاتھ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں تو اللہ کے قبضے میں ہوں اگر وہ نہ چاہے اور ساری دنیا مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی تو ان شاء اللہ اللہ بھی اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔ لیکن جب ہم اللہ کے ساتھ یہ گمان نہیں رکھتے بلکہ ہمارا گمان تو یہ ہوتا ہے یہ بہت کر سکتا ہے، اس کو بہت اختیار ہے، یہ بہت کرنے والا ہے اور یہ بہت پہنچا ہوا ہے، اور یہ میرا گھر تباہ کر سکتا ہے، اور میرے حالات کو بگاڑ سکتا ہے تو پھر اللہ پاک بھی بندے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اوّلاً تو ان میں سے اکثر فراڈ ہے اور جن کی کچھ حقیقت بھی ہے تو وہ مؤثر بالذات نہیں ہے جب تک کہ اللہ نہ چاہے کوئی جادو ٹونا ٹوٹکا اثر نہیں کر سکتا اور جب اللہ کہہ رہا ہے کہ تم یہ دو سورتیں پڑھ کر میری پناہ مانگا کرو تو ہمیں اللہ کے کلام پر یقین نہیں آتا اور ایک گھٹیا قسم کے تعویذ فروش اور جادو فروش کے جادو پر یقین آتا ہے وہ کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کے کلام میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ تو اللہ کی ذات پر یقین رکھا جائے تو کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

زمین و آسمان میں سب سے پہلے ہونے والا گناہ

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (اور اے اللہ! میں حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جبکہ وہ حسد کرے۔)

حسد بھی بدترین گناہ ہے اور حرام ہے، اللہ پاک اس گناہ سے بچائے۔ حسد کیا ہے؟ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر جلنا اور دل میں یہ آرزو کرنا خدا کرے کہ یہ اس نعمت سے محروم ہو جائے۔ اور یاد رکھیں کہ بعض علماء نے کہا کہ آسمان پر بھی سب سے پہلے گناہ یہی ہوا اور زمین پر سب سے پہلے گناہ یہی ہوا۔ ابلیس نے حسد کیا حضرت آدم علیہ السلام پر اور قابیل نے حسد کیا ہابیل پر دونوں حسد کا شکار ہوئے اور دونوں حسد کا شکار ہونے کی وجہ سے راندۂ درگاہ، مردود ہو گئے۔ یہ ایسی بیماری ہے کہ بعض اوقات انسان کو ایمان تک سے محروم کر دیتی ہے۔

امیہ بن خلف بڑا عقلمند، ذکی، ذہین اور تیز طرار انسان تھا اور اللہ کی شان دیکھیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وہ ہدایت کی طلب میں مارا مارا پھرتا تھا، مشرک تھا۔ عیسائی بنا، چین نہ آیا آقائے کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر حسد میں مبتلا ہو گیا جیسے کہ بہت سے سردار حسد میں مبتلا ہو گئے تھے۔ تو اس نے کہا تھا۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

ایک غریب اور یتیم کو نبوت کیوں عطا کی گئی ہے کسی سردار اور مشہور لیڈر کو نبوت کیوں نہیں ملی۔ حسد میں مبتلا ہو گئے، حسد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے امیہ بن خلف اور اس جیسے کئی بدنصیب وہ ایمان سے محروم ہو گئے۔

حسد سے بچنے کا علاج

اور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے اگر ہمارے دل میں کسی کے لیے حاسدانہ جذبات پیدا ہوں تو اپنا علاج یوں کرے کہ زبردستی تکلف کے ساتھ اس کے لیے خوب دعا کرے اے اللہ! تو اس کو اور عطا فرما، دل نہیں چاہتا پھر بھی اس کے لیے دعا کرے کہ اے اللہ! تو اس کو اور خوشحالی عطا فرما، اور نعمتیں عطا فرما جب شیطان اور نفس دیکھیں گے کہ یہ تو اس کے لیے اور زیادہ دعا کر رہا ہے تو وہ خود بخود پھر اس کو حسد میں مبتلا نہیں ہونے دیں گے اور یہ بیماری اللہ پاک دور فرما دیں گی اور اللہ پاک سے دعا بھی کرتا ہے۔

حسد اور غبطہ میں فرق

اور ساتھ یہ بھی سن لیجیے کہ ایک ہے حسد اور ایک ہے غبطہ۔ عربی زبان میں جس کو غبطہ کہتے ہیں اردو زبان میں اس کو رشک کہتے ہیں۔ غبطہ اور رشک کیا ہے؟ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر اللہ سے دعا کرنا کہ اے اللہ! تو نے جیسے اس کو نوازا ہے مجھے بھی نواز دے یہ ہے غبطہ۔ غبطہ صحیح ہے لیکن حسد حرام ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں کے بارے میں حسد کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ خوب اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ پاک نے قرآن دیا ہے اور وہ شب و روز اس کی تلاوت میں لگا رہتا ہے لیکن یہاں پر حسد غبطہ کے معنی میں ہے، رشک کرنے کے معنی میں ہے۔ صرف ان کے بارے میں فرمایا کہ رشک کرنا جائز ہے تو غبطہ اور رشک کرنا جائز ہے لیکن حسد حرام ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّة

موضوع

وساس کی یلغار

آیاتُھا ٦ (۱۱۴) سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ (۲۱) رُکُوعَاتُھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

ترجمہ:......کہو کہ: ''میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی۔(۱) سب لوگوں کے بادشاہ کی۔(۲) سب لوگوں کے معبود کی۔(۳) اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے۔(۴) جو لوگوں کے دِلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔(۵) چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔(۶)

وجہ تسمیہ

یہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے۔ اس کا نام ''سورۃ الناس'' ہے۔ اس لیے کہ اس میں ''ناس'' کا لفظ آیا ہے۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ ویسے یہ جو آخری دونوں سورتیں ہیں ''سورۃ الفلق'' اور ''سورۃ الناس'' ان کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ دوسورتیں جن کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ چونکہ ان دونوں سورتوں میں اللہ نے بندوں کو حضور اکرم ﷺ کے واسطہ سے یہ حکم دیا کہ:

''تم میری پناہ مانگو مخلوق کے شر سے، جادوگروں کے شر سے، اندھیرے کے شر سے، حاسدوں کے شر سے۔''

اور وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے پناہ مانگو، تو اس لیے ان دونوں سورتوں کا نام معوذتین بھی ہے۔

فضائل سورت

حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں سورتوں کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے:

مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''آج رات مجھ پر دو ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ اب تک ان جیسی سورتیں مجھ پر نازل نہیں ہوئی تھیں اور وہ کون سی دو سورتیں ہیں؟ تو وہ یہی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' ہیں۔

اور ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ:

''ہر فرض نماز کے بعد ان دونوں سورتوں کو پڑھا جائے۔''

فرض نمازوں کے بعد جو مسنون اذکار احادیث سے ثابت ہیں تو ان میں اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ آیت الکرسی اور یہ دونوں سورتیں اور پھر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ اذکار ہیں تو ان کے پڑھنے کا اللہ کے نبی نے حکم دیا۔

خود حضور اقدس ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ رات کو سونے سے پہلے آخری جو تین سورتیں ہیں۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یہ پڑھتے اور پڑھ کر اپنے ہاتھوں پہ دم فرماتے اور پھر حدیث میں آتا ہے کہ سر سے لے کر پیروں تک جہاں ہاتھ پہنچ سکتے تھے وہاں تک آپ ہاتھ پھیر لیتے۔

وساوس اور جادو ٹونے سے بچنے کا مجرب عمل

اور بعض حضرات نے اس عمل کو وساوس سے محفوظ رہنے کے لیے بڑا مجرب عمل اور وظیفہ بتلایا ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ میں شیطانی وساوس سے محفوظ رہوں اسے چاہیے کہ وہ رات کو سونے سے پہلے یہ آخری تین سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرے اور پھر اپنے پورے جسم پر پھیر لے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ پاک وساوس سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

اور ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ دونوں سورتیں چونکہ اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضور اکرم ﷺ پر ایک یہودی لبید بن عاصم نے جادو کر دیا تھا۔ میرا اپنا ذاتی خیال کہہ لیں اور تجربہ کہہ لیں وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پورے یقین کے ساتھ یہ دونوں سورتیں نماز کے بعد پڑھتا ہے اور رات کو سونے سے پہلے پڑھتا ہے بعد میں اپنے اوپر دم کر لیتا ہے تو کسی کا جادو، ٹونا، ٹوٹکا، تعویذ اس پر اثر انداز نہیں ہوگا اللہ پاک اس کی حفاظت فرمائے گا۔ لیکن ''یقین'' شرط ہے۔

آج ہر چیز کی صورت رہ گئی حقیقت غائب ہے

بہت سے لوگوں کو یقین نہیں آتا آج ہمارے پاس ہر چیز کی صورت رہ گئی ہے حقیقت غائب ہے۔ ایمان کی صورت رہ گئی حقیقت غائب ہوگئی، مسلمان کی صورت رہ گئی حقیقت غائب ہوگئی، تلاوت کی صورت رہ گئی حقیقت غائب ہوگئی، حج وعمروں کی صورت رہ گئی ہے اور حقیقت غائب ہوگئی ہے۔ آپ میں سے بہت سارے حضرات حرمین شریفین جاتے ہوں گے، اللہ پاک نے مجھے بھی الحمد للہ یہ سعادت نصیب فرمائی۔ اب صورت ایسی ہے کہ وہاں جو لوگ عمرے کے لیے جاتے ہیں تو بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبادت کے لیے نہیں آئے ہیں سیاحت کے لیے

آئے ہیں، تجارت کے لیے آئے ہیں، نہ عورتوں میں پردہ، نہ مردوں کے اندر اپنی آنکھوں کی حفاظت، نہ نمازوں کا اہتمام، نہ ذکر، نہ تلاوت، نہ طواف، نہ گریہ وزاری، نہ رونا دھونا، بہت سے لوگ دن بھر ہوٹلوں میں پڑے رہتے ہیں اور پھر بازاروں میں سامان کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ اور وہ جو کسی نے کہا ہے کہ:

''جاتے تو ہیں ایمان کے لیے اور لے کر آ جاتے ہیں سامان''

ایمان نہیں لا پاتے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ بہت ساری ہمارے پاس ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی صورت رہ گئی حقیقت غائب ہوگئی ہے۔ اب یقین نہیں رہا کہ ہمیں یہ دو سورتیں جادو، ٹونہ اور ٹوٹکے اور تعویذ کرنے والوں کے شر سے محفوظ رکھ سکتی ہیں، لہٰذا جعلی پیروں، نقلی فقیروں اور کاروباری قسم کے تعویذ فروشوں کے پاس جاتے ہیں اور جب تک ان سے تعویذ نہ لکھوالیں اور جب تک ان کو نذرانہ نہ دے لیں اس وقت تک ان کو یقین نہیں آتا کہ ہم کسی کے جادو سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور کسی کے ٹونے ٹوٹکے سے اللہ کے کلام کے ذریعے ہماری حفاظت ہو سکتی ہے، یہ یقین نہیں آتا حالانکہ اکثر میں ایک بات عرض کیا کرتا ہوں بہت سے حضرات پوچھتے ہیں کہ فلاں کام کے لیے کون سا وظیفہ ہے، فلاں کام کے لیے کون سا وظیفہ ہے، فلاں کام کے لیے کون سی دعا ہے؟ سب سے موثر دعا وہ ہے جو آپ دل کے درد کے ساتھ اور یقین کے ساتھ کریں گے وہ چاہے کتنی بھی سادہ دعا کیوں نہ ہو لیکن اگر دعا تو بہت زوردار ہے، اس کے الفاظ بھی بڑے مؤثر ہیں سب کچھ ہے لیکن آپ کے دل میں درد نہیں اور دل کے اندر اللہ کی ذات کا اور اللہ کی صفات کا یقین نہیں، ایمان نہیں توجہ نہیں، اور اس کے سامنے آہ وزاری نہیں تو پھر قیمتی سے قیمتی دعا بھی بے اثر ہوگی، تو بہرحال یہ دو سورتیں ایسی ہیں کہ اللہ کے نبی سونے سے پہلے ان کو پڑھا کرتے تھے اور اپنے جسم پر دم کیا کرتے تھے۔

اس سورت میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾

(فرمادیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی۔)

رَبّ کس کو کہتے ہیں؟

اللہ کی تین صفات اس میں ذکر فرمائی گئی ہیں وہ رب ہے، وہ ملک ہے، وہ اِلٰہ ہے۔ رب اُس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے کمال تک پہنچا دیتا ہے، وہ ایک بیج کی پرورش کرتا ہے اسے ایک تناور درخت بنا دیتا ہے، وہ منی کے ایک گندے قطرے کی پرورش کرتا ہے اور اس کو ایک جیتا جاگتا خوبصورت، ذہین فطین اور بعض اوقات عالم، محدث، مفسر کی شکل دے دیتا ہے۔ تو رب اسے کہتے ہیں جو کسی چیز کو آہستہ آہستہ کمال

تک پہنچا دیتا ہے اور پرورش کرتا ہے۔ اردو میں ہم اس کا معنیٰ کر دیتے ہیں پروردگار یہ فارسی کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے پالنے والا، بے شک وہ سب کا پالنے والا ہے، وہ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ انسانوں کا نہیں بلکہ جنوں کا پالنے والا بھی وہی، فرشتوں کا پالنے والا وہی، حیوانات کا پالنے والا وہی، کیڑے مکوڑوں کا پالنے والا وہی، جمادات، نباتات کا پالنے والا وہی، سب کا پالنے والا وہی اللہ ہے، مومن کا پالنے والا وہی ہے اور کافر کا پالنے والا وہی ہے۔ اسی لیے پہلی سورت جو فاتحہ ہے اس میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، رَبِّ الْمُسْلِمِيْنَ، رَبِّ الْمُتَّقِيْنَ، رَبِّ الصَّالِحِيْنَ، رَبِّ النَّبِيِّيْنَ، رَبِّ الشُّهَدَآءِ، رَبِّ الصُّلَحَاءِ، بلکہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کا پالنے والا۔ اور جہان بے شمار ہیں ابھی تک سائنس بھی سارے جہانوں کو دریافت نہیں کرسکی، سمندروں میں کتنے جہان ہیں، آسمانوں میں کتنے جہاں ہیں، ابھی تک انسان کا علم ان سارے جہانوں تک رسائی حاصل نہیں کرسکا، اس تیز رفتار ترقی کے باوجود۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ نہیں کہا بلکہ رَبِّ النَّاسِ کہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ لیکن ناس کا ذکر کیا انسانوں کا رب یہ انسان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے، انسان کی تکریم اور انسان کی تشریف کو ظاہر کرنے کے لیے۔

بعض اوقات جو کسی چیز کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اس کی عظمت کو بڑھانے کے لیے، کسی بڑے کی طرف اگر چھوٹے کی نسبت ہوجائے تو اس چھوٹے کا مقام بھی بڑھ جاتا ہے بیت اللہ اللہ کا گھر اللہ تو ہر جگہ ہے یہ گھر بھی اللہ کا ہے اور ہمارے سارے گھر بھی اللہ کے ہیں، یہ ساری زمین آسمان اللہ کے ہیں۔ بیت اللہ اللہ کا گھر کیوں؟ صرف اس کی نسبت اللہ کی طرف کیوں؟ یہ اس گھر کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے، عظمت کو بتانے کے لیے جس چیز کی نسبت کسی بڑے کی طرف ہوجائے اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے۔ نسبت سے بھی مقام حاصل ہوتا ہے۔ پتھر جو مسجد میں لگا ہوا ہے اس سے قیمتی پتھر بہت سے سرمایہ داروں کے محلات، مکانوں بلکہ اگر یوں کہوں کہ ان کی لیٹرینوں میں بھی لگا ہوا ہے تو یہ بات بے جا نہیں ہے، لیکن اس پتھر کو جو قدر و قیمت حاصل ہے وہ اس پتھر کو قدر و قیمت حاصل نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس پتھر کی نسبت اللہ کے گھر کی طرف ہوگئی ہے۔ اسی لیے جس کی نسبت آقائے کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوگئی، سچی نسبت، تو ان شاء اللہ العزیز اس کو مقام اور عظمت حاصل ہوجائے گی۔ اللہ کے نزدیک صحابہ کرام کا مقام کیوں اعلیٰ ہے؟ اس لیے کہ ان کو نسبت حاصل ہوگئی حضور اکرم ﷺ کی وہ حضور ﷺ کے صحابی تھے، حضور کے ساتھی تھے، ان کی آنکھوں کی نسبت حضور کی طرف، ان کی زبانوں کی نسبت حضور کی طرف، اور ان کی قربانیوں کی نسبت حضور کی طرف، اس لیے ان کا مقام بڑھ گیا۔

انسان کا مقام ومرتبہ

تو یہاں پر جو ذکر کیا بِرَبِّ النَّاسِ وہ لوگوں کا رب ہے تو یہ ناس کا جو ذکر کیا یہ انسان کی عظمت کو بتلانے کے لیے ہے اس لیے کہ اللہ کے نزدیک انسان مکرم ہے، انسان محترم ہے، قابل عزت ہے۔ اللہ نے خود کہا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ہم نے آدم کی اولاد کو یعنی انسان کو عزت بخشی ہے۔ سورۃ التین میں فرمایا:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ ہم نے انسان کو بڑا خوبصورت بنایا ہے تو انسان مکرم ہے۔

انسان کی بے تکریمی کرنا جائز نہیں

اور یاد رکھیے کہ انسان کی بے تکریمی جائز نہیں ہے، انسان کی بے احترامی جائز نہیں ہے۔ انسان کی جان کا ضائع کرنا یہ جائز نہیں ہے، انسان کی آبرو کو ریزی جائز نہیں ہے، انسان کے مال کا نقصان کرنا یہ جائز نہیں ہے، اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ جہاد کی بات الگ ہے جہاں مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد ہوگا اس کی بات الگ ہے لیکن اگر اسلامی مملکت میں ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، مجوسی رہتا ہے، کافر ہے، مشرک ہے لیکن ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ ہم اس کی آبرو، اس کی جان اور اس کے مال میں ناجائز طریقے سے تصرف کریں، ہمیں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

یہ جو بعض لوگوں نے جوش میں آکر پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں پر حملے شروع کردیے، ان کے گھروں کو جلانا شروع کردیا، ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانا شروع کردیا، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے، یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ نے انسان کی عظمت، شرافت اور اس کی کرامت ظاہر کرنے کے لیے اپنے آپ کو کہا کہ میں لوگوں کا رب ہوں، میں انسانوں کا رب ہوں حالانکہ وہ تو حیوانوں کا بھی رب ہے، وہ ساری مخلوق کا رب ہے۔ تو فرمایا۔ فرمادیجیے میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی، انسانوں کے بادشاہ کی، اور انسانوں کے معبود کی۔

سورۂ فاتحہ اور سورۂ ناس میں مناسبت

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ اللہ کے کلام میں لوگوں نے بڑی مناسبتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سورت کی اس سورت کے ساتھ مناسبت ہے، اس آیت کی اس آیت کے ساتھ مناسبت ہے۔ یہ مناسبت جس کو ہماری علمی زبان

میں ربط کہا جاتا ہے کہ ان آیتوں میں ربط کیا ہے؟ مناسبت کیا ہے؟ جوڑ کیا ہے؟ اگر آپ جوڑ اور مناسبت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ کے کلام کو دیکھیں کہ سورۂ ناس اور سورۂ فاتحہ کے درمیان کیا مناسبت ہے؟ سورۂ فاتحہ کے اندر بھی ہم نے اللہ کی تین صفتیں بیان کی ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وہ رب ہے اور دوسری الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وہ بھی اشارۃً اس سے ثابت ہوسکتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ سورۂ ناس میں بھی اللہ پاک نے یہ تین صفات ذکر فرمائی ہیں۔ وہ رب ہے، وہ مالک ہے، بادشاہ بھی ہے، الٰہ ہے، معبود ہے، عبادت بھی اسی کی ہے، اور استعانت بھی اسی سے ہے۔

استعانت کس کو کہتے ہیں مدد مانگنا، یہ ہم مدد ہی تو مانگ رہے ہیں اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں، میں کمزور ہوں میرے دشمن طاقت ور ہیں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تو مجھے پناہ دے دے۔ جیسے بعض اوقات چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی پناہ میں آجاتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاکستان میں یہ ہوتا ہے کہ کسی نے کوئی جرم کیا یا قتل وغیرہ کیا اور علاقہ غیر میں چلا گیا اور کسی سردار اور وڈیرے کی پناہ لے لی۔ اب بعض سردار اور وڈیرے جو غیور قسم کے ہوتے ہیں وہ جان دے دیتے ہیں لیکن جس نے اس کی پناہ لی ہوا سے نقصان نہیں پہنچنے دیتے تو اللہ سے بڑا غیور کون ہوگا؟ اللہ سے بڑا غیرت والا کون ہوگا؟ جو سچے دل سے اللہ کی پناہ لے لے گا۔ اللہ کی پناہ میں آجائے گا تو انشاء اللہ اللہ پاک بھی اس کی اس کے دشمنوں سے حفاظت فرمائے گا۔ تو وہ صفات جو سورۂ فاتحہ میں تھیں وہ صفات یہاں پر بھی بیان فرمائیں اور میں نے کہا تین صفات: رب۔ ملک۔ الٰہ۔ عام طور پر انسان ان تین پہلوؤں سے متاثر ہوتا ہے، کبھی تو متاثر ہوتا ہے اپنے پالنے والے سے، اپنے محسن سے، ہمیں ایک شخص دو وقت کی روٹی دے رہا ہے، ماہانہ ہمارے ساتھ تعاون کررہا ہے یا وقتاً فوقتاً ہمارے ساتھ اعانت کرتا ہے تو ہم اس سے متاثر ہوتے ہیں ہے۔

اولاد اپنے والدین سے متاثر ہوتی ہے کہ میرے والدین مجھے پال رہے ہیں ان کے دل میں ان کی قدر ہوتی ہے جو نیک اولاد ہو۔ تو انسان پالنے والے سے متاثر ہوتا ہے اور بعض اوقات ان کے سامنے جھک جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ جو بہت سے لوگ شرک میں مبتلا ہوئے خصوصاً یہ ہندو اور دوسرے بت پرست تو بہت سی ایسی چیزوں کے سامنے انہوں نے سر جھکایا جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ ہمیں ان سے فائدہ پہنچتا ہے، سورج کے سامنے سر جھکادیا، چاند کے سامنے سر جھکادیا، بادلوں کو خدا بنالیا، نہروں اور دریاؤں کو خدا بنالیا کہ ہمیں ان سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ جو لوگ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اس قبر والے کی عبادت، اس قبر والے کی پوجا، اور اس ڈھیری پر سجدے، اور اس ڈھیری پر سجدے اس مزار پر چڑھاوے اور اس مزار پر چڑھاوے کیوں؟ اس لئے کہ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ

ہمیں یہ پالتے ہیں، ہمیں ان سے نفع ملتا ہے، یہ ہمیں دیتے ہیں۔ معاذ اللہ اولاد دیتے ہیں، رزق دیتے ہیں، شفا دیتے ہیں اور ہم پہ مقدمے ہوجاتے ہیں تو ہمیں یہ لوگ بری کروادیتے ہیں۔ تو انسان ایک تو کسی کے سامنے جھکتا ہے جبکہ اس کو کسی سے نفع ملتا ہو اور یا پھر قوموں نے کسی کو خدا بنایا ڈر اور خوف کی وجہ سے، بعض چیزوں کو ہیبت ناک دیکھا، ڈراؤنا دیکھا تو ان کو بھی خدا بنالیا، سانپ کو خدا بنالیا، بچھو کو خدا بنالیا، بہت سی ایسی چیزیں جن سے ڈر اور خوف تھا ان کو خدا بنالیا تو یہاں اللہ نے پہلی صفت اپنی ذکر فرمائی: بِرَبِّ النَّاسِ تم متاثر ہوتے ہو اپنے پالنے والے سے اور متاثر ہوتے ہو نفع پہنچانے والے سے تو حقیقی پالنے والا تو میں ہوں۔

اللہ کمزوروں کی برکت سے رزق دیتا ہے

حقیقی نفع دینے والا تو میں ہوں، جن کو تم سمجھتے ہو کہ یہ ہمیں پالتے ہیں، ان کو بھی میں پالتا ہوں وہ تمہیں نہیں پالتے تم سمجھتے ہو کہ والدین ہمیں پالتے ہیں نہیں تمہارے والدین کو بھی میں پالتا ہوں۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ

اے لوگو اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو اولاد کو بھی ہم رزق دینے والے ہیں اور تم کو بھی ہم رزق دیتے ہیں۔

تم سمجھتے ہو کہ ہم اولاد کو پالتے ہیں، نہیں اولاد کو بھی میں پالتا ہوں اور تمہیں بھی میں پالتا ہوں بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اس اولاد کی برکت سے میں تمہیں دے رہا ہوں، تمہیں پالتا ہوں اس لیے کہ اللہ کمزوروں کی برکت سے انسان کو پالتا ہے۔

یاد رکھیے ہوسکتا ہے کہ ہمیں جو رزق کے چند لقمے میسر آرہے ہیں یہ کمزوروں کی برکت سے میسر آرہے ہیں، ہم اپنی کمزور اولاد کو پال رہے ہیں اللہ ہمیں دے رہا ہے، ہم اپنے گھر میں بیٹی بیوی پر خرچ کررہے ہیں اللہ ہمیں دے رہا ہے ہم اپنے غریب رشتہ داروں کو دے رہے ہیں اللہ ہمیں دے رہا ہے۔ ہم بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کو نواز رہے ہیں اللہ ہمیں ان کی برکت سے نواز رہا ہے۔

حقیقی مالک اللہ ہے

دوسری صفت مَلِكِ النَّاسِ۔ انسان متاثر ہوتا ہے اپنے مالک سے، مالک کا بندہ غلام بن جاتا ہے، غلاموں کو تو آپ جانتے ہی ہیں کہ غلام جو ہوتے ہیں وہ اپنے مالک کے ہوتے ہیں، اس کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ مالک جو چاہے وہ کرتے ہیں۔ عام طور پہ فیکٹریوں وغیرہ میں جو ملازمت وغیرہ کرتے ہیں تو اکثر یہ اپنے سیٹھ کو مالک کہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ تم مالک سے متاثر ہوتے ہو یا بادشاہ سے متاثر ہوتے ہو تو مالک بھی میں ہوں، حقیقی مالک میں ہوں

جو تمہارے مالک ہیں ان کا مالک بھی میں ہوں۔

معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنا درست نہیں

اور تیسری صفت بیان فرمائی اِلٰهِ النَّاسِ اس لیے کہ انسان متاثر ہوتا ہے اپنے معبود سے، چاہے وہ سچا معبود ہو یا معاذ اللہ اس نے کوئی جھوٹا معبود گڑ رکھا ہو اس سے متاثر ہوتا ہے، اس کے دل میں اپنے معبود کی عقیدت ہوتی ہے، محبت ہوتی ہے، عظمت ہوتی ہے۔ اسی لیے ہمیں حکم دیا گیا کہ یہ جو بت پرست ہیں تم ان کے بتوں کو گالیاں مت دیا کرو اس لیے کہ ان کے دلوں میں اپنے بتوں کی محبت اور عقیدت ہے اور تم گالیاں دو گے تو وہ تمہارے سچے اللہ کو گالیاں دیں گے تو تم اللہ کو گالی دلوانے کا ذریعہ بن جاؤ گے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

اللہ نے فرمایا کہ ہر جماعت خوش ہے جو ان کے پاس ہے۔ ہندو اپنے مذہب پر خوش، سکھ اپنے مذہب پر خوش، یہودی اپنے مذہب پر خوش، عیسائی اپنے مذہب پر خوش، اس لیے علمی انداز میں ان کو اسلام کی دعوت تو دینی چاہیے لیکن گالی نہیں دینی چاہیے۔ ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے معبودوں کو گالیاں دیں، چاہے وہ گندی سے گندی چیز کو معبود بنا لیں، آپ جانتے ہیں انتہاء یہ ہے کہ ان کے ہاں شرمگاہ کو بھی معبود کا درجہ حاصل ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان کے معبودوں کو گالیاں نہیں دیں گے ہاں عقلی دلائل سے، علمی دلائل سے، قرآنی دلائل سے، کائناتی دلائل سے، تجرباتی دلائل سے ان کے مذہب کا غلط ہونا ثابت کریں گے یوں دعوت دیں گے لیکن گالی دینا جائز نہیں ہے۔ بعض اوقات لوگ گالی دینا شروع کر دیتے ہیں، مخالف کو گالی دینا یہ حضور اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں ہے اور اس سے دل بدلتے نہیں ہیں دل اور سخت ہو جاتے ہیں۔ کسی کو سخت کرنا ہے تو آپ اس کو گالیاں دیں، اس کے بزرگوں کو گالیاں دیں، اس کے معبودوں کو گالیاں دیں، لیکن اگر اس کو قریب کرنا ہے تو پھر اس کو دلائل کے ذریعے سے، براہین کے ذریعے سے قائل کریں، اپنے قریب کریں۔ تو تین صفات ذکر کرنے کے بعد ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾

میں اس پر زور دے رہا ہوں اس لیے کہ سورۂ فلق میں اللہ کی ایک صفت ذکر فرمائی۔ رَبِّ الْفَلَقِ اور چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا، مخلوق کے شر سے، ان اندھیرے کے شر سے، گرہوں پر پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے، اور سورۂ ناس میں تین صفات ذکر کیں اور ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝

(اس کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ چاہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔)

وسوسہ کی بیماری بہت خطرناک ہے

وسوسہ کی بیماری بہت خطرناک ہے اللہ ہم سب کو اس سے پناہ عطا فرمائے آمین۔ ایک بڑے عالم کے بارے میں سنا کہ وہ ایک بڑے حوض پر بیٹھ کر وضو کرتے تھے لیکن کئی دفعہ دھونے کے بعد شک رہتا تھا کہ شاید کوئی بال برابر جگہ خشک رہ گئی ہو تو انہوں نے یہ کیا کہ حوض کے اندر پورا ہاتھ ڈال دیا، جب ہاتھ ڈالا تو پھر بھی تسلی نہیں ہوئی تو پھر کندھے تک ڈال دیا اور ڈالتے ہوئے اُلٹ گئے اور سیدھے حوض میں جا گرے۔ بھئی! جب اللہ کے نبی نے فرمادیا کہ تین دفعہ جب عضو کو دھولو گے تو پاک ہوجائے گا تو پھر تمہیں وسوسہ کا شکار ہونے کی کیا ضرورت ہے، اللہ کے نبی نے تو عجیب آسانی پیدا فرمادی فرمایا کہ پیشاب کر کے آتے ہو، استنجاء کر کے آتے ہو تو تھوڑے سے پانی کے قطرے ایسے شلوار کے اوپر اور ازار کے اوپر گرالیا کرو کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی قطرہ نظر آئے تو شیطان وسوسہ ڈالے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی پیشاب کا قطرہ ہو۔ تو کیسی حکمت اللہ کے نبی نے بیان فرمائی کہ پانی کے چند قطرے ہوں گے تو شیطان کا راستہ بند ہوجائے گا کہ یہ تو پانی میں نے خود پھینکا ہے۔ تو ایسے وسوسہ کے مریض ہوجاتے ہیں کہ یقین ہی نہیں آتا۔ (یہاں وضاحت کردوں کہ اگر کوئی واقعتاً پیشاب کے قطروں کا مریض ہے تو وہ علماء سے رجوع کر کے مسئلہ پوچھ لے)۔

وساوس کے علاج کا ایک دلچسپ واقعہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عجیب واقعہ پڑھا کہ ان کی ایک باندی تھی کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے آگیا، باندی کو باہر بھیجا کہ دیکھو کون ہے؟ تو کافی دیر لگادی، وہ واپس آئی تو پوچھا کون تھا؟ تو کہنے لگی، غبد اللہ تھا، عبداللہ نہیں کہا بلکہ عین کے اوپر نقطہ لگادیا غبد اللہ تھا۔ لونڈی بڑی ذہین تھی شیخ سعدی نے کہا کہ یہ غبد اللہ کا کیا مطلب؟ عبداللہ تو ہوتا ہے غبد اللہ کیا ہے؟ چونکہ شروع میں عین ہے اور عربی زبان میں عین آنکھ کو کہتے ہیں تو اس نے نقطہ لگا کر اس طرف اشارہ کیا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا تھا یعنی غبد اللہ۔ اور اچھا تم نے اتنی دیر کیوں لگادی؟ کہنے لگی کہ وہ مسئلہ پوچھ رہا تھا کہ کتنی مرتبہ استنجاء کریں تو استنجاء ہوجاتا ہے، کتنی دفعہ کرنا چاہیے؟ میں نے اس کو کہا کہ میں جب برتن دھوتی ہوں تو خوب مانجھتی ہوں تو جب تک چیں چیں کی آواز نہیں آتی میں دھوتی رہتی ہوں لہٰذا تم بھی ایسا کیا کرو تب استنجاء ہوگا، جب تک چیں چیں کی آواز نہ آئے استنجاء کرتے رہو۔ تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو نے خوب علاج کیا ہے میں اس

کافتویٰ نہیں دے سکتا تھا تو نے اس وسوسے والے انسان کا خوب مسئلہ حل کیا ہے۔ کہ بھائی جب اللہ کے رسول نے ایک طریقہ بتلا دیا کہ جب نجاست دور ہوگئی اور پانی ڈال دیا تو صاف اب اس میں بال کی کھال نکالنے کا شریعت نے ہمیں حکم نہیں دیا۔

وساوس سے بچنے کا علاج

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ بھائی وسوسے ہر جگہ آتے ہیں ایک تو وسوسے کے لیے معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا جائے اور وسوسوں کی زیادہ پرواہ نہ کیجیے آتے ہیں تو آتے رہیں اور اگر اللہ توفیق دے بعد میں یہ دعا بھی یاد کر لیجیے۔ خصوصی دعا اللہ کے نبی نے وساوس کے لیے بیان فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْيَتَکَ وَذِكْرَكَ وَاجْعَلْ هِمَّتِیْ وَهَوَایَ فِيْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

اے اللہ! میرے جو وسوسے ہیں ان کو اپنے خوف اور خشیت اور ذکر میں بدل دے اور اے اللہ! میرے ارادے اور میری خواہشات اپنے پسندیدہ کام میں لگا دے۔ یہ اللہ کے نبی نے دعا سکھلائی کہ یا اللہ! جو میرے دل میں بُرے وسوسے آتے ہیں تو ان کو نیکی میں بدل دے، اپنے خوف کے خیالات میں بدل دے، اپنے ذکر میں بدل دے۔ تیرے ذکر کے خیال آئیں اور تیری طرف میری توجہ ہو، تو یہ دعا بھی پڑھا کریں۔ اللہ پاک میری اور آپ سب کی ایسے وساوس سے حفاظت فرمائے جو ہمارے دین کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صدق الله العلي العظيم



قرآن کریم واحد کتاب ہے جو اپنی افادیت، تاثیر، ہدایت، بلاغت، شوکت، برکت، وجوہ اعجاز اور حقائق کو واشگاف انداز میں بیان کرنے میں منفرد اور یکتا ہے اسی لئے قرآن کریم کی طرح تلاوت کی کثرت کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوتی، اس کی تلاوت معنی سمجھ کر ہو یا معنی کو سمجھے بغیر ہر صورت میں قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے، قرآن کے حافظ دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں نہیں بلکہ بے شمار ہیں۔

قرآن کی تفسیر و ترجمے ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں اور ہر زبان میں ہوتے رہے ہیں ہند و پاک میں علماء ربانی اور فضلاء حقانی کی تفسیر و ترجمے کی خدمات متداول اور معروف ہیں۔ فی زمانہ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کا علمی مقام علماء معتبرین کے یہاں مسلم ہے، ان کا شغف، افہام محنت، کاوش اور خطاب کا انداز قابل رشک ہے، مولانا موصوف کے درس قرآن کو ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے، تمام طبقات کے حضرات اس میں شرکت کرتے ہیں، ماشاء اللہ (اللہ پاک نظر بد سے محفوظ رکھیں)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

Designed by Faraz: 0302-2691277

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345